قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ ؕ یوسف ۱۰۸

ائمہ اربعہ

اور

صوفیاء کرام

مجموعۂ ارشادات

شیخ یوسف متالا حفظہ اللہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

اللہ عزوجل نے قرآن کریم سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سورت کی ہر آیت اور جمیع قرآن کی تشریحات اورتفسیر اُمت کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش فرمادی۔

صحابہ کرام نے تابعین کی طرف یہ علوم منتقل فرمائے ، ہمارے ائمہ اربعہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کا دور پایا۔

اسیطرح دیگر ائمہ کرام نے تابعین کوبھی دیکھا اور چاروں ائمہ نے تابعین سے قرآن و سنت کے علوم حاصل کئے اور محفوظ ہاتھوں تک پہنچانے میں اپنی ساری عمریں صرف فرمادیں۔

اِن ائمہ اربعہ کے بعد کے دور میں پھر حکمتِ الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ ایک طبقہ قرآن و سنت کی تعلیم ، تدریس، تفہیم اورتشریح میں لگا رہے۔ اور ایک طبقہ اہل علم کا ہر زمانہ میں ایسا رہا کہ قرآن وسنت کے علوم حاصل کرنے کے بعد اُن کی تمام تر توجہ قلب کی صفائی اور قلوب کے امراض اوراُن کی اصلاح کی طرف رہی۔

اُن منتخب افراد کے ذریعہ اللہ نے ہر زمانہ میں اِس فن کو باقی رکھا اور تسلسل کے ساتھ جس طرح علم ظاہری ہم تک پہنچا تو اسی طرح یہ علمِ روحانی بھی اُسی حالت میں صوفیائے کرام نے ہمیں پہنچایا جس طرح ہمارے ائمہ اربعہ نے صحابہ کرام اور تابعین سے حاصل کیا تھا۔

اِس وقت جس طرح اُمتِ مسلمہ آلام اور مصائب میں گرفتار ہے ، یہ تمام فتنے اِن ائمہ اربعہ کے دور میں اِن حضرات کے ساتھ بھی پیش آئے اور اِسی لئے پیش آئے کہ ان چاروں

کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے مقدر فرما دیا تھا کہ وہ قیامت تک کے لئے اُمت کے متبوع اور مقتدا رہیں۔

اور انہوں نے صحابہ کرام اور تابعین سے جس طرح آلام اور حوادث اور مصائب میں جو تعلیمات انہیں اپنے اساتذہ سے ملیں اس پر وہ عمل پیرا رہے۔

ہمارے لئے یہ دونوں طبقے، ائمہ اربعہ اور صوفیائے کرام، اُن کے حالات وواقعات اور اُن کی تعلیمات کی اس زمانہ میں بڑی سخت ضرورت ہے کہ ہم دشمنانِ صحابہ اور جو ائمہ اربعہ سے بیزار ہیں، ان کے حیلوں، فریب کاریوں سے بچیں۔

اسی طرح ائمہ اربعہ سے بیزاری کا اظہار کرنے والوں اور اُن سے نفرت دلانے والوں سے بھی ہم بچنے کی کوشش کریں، اور انہی ائمہ اربعہ اور صوفیائے کرام ہی کو اپنا متبوع اور مقتدا جان کر اُن کی تعلیمات پر ہم عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

قارئین ان شاء اللہ اس کتاب میں اسی موضوع کے اردگرد، اور اسی دائرے میں رہتے ہوئے وہ روشنی اور جو مشعل اِن حضرات نے ہمیں دکھائی ہے، وہ پائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ائمہ اربعہ کی تعلیمات پر ہمیں عمل پیرا رہنے کی توفیق دے، اُن کے دامن سے ہمیں وابستہ رکھے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔

اسی طرح صوفیائے عظام جنہوں نے اپنی عمریں صرف فرما دیں اور دنیا سے وہ بیزار رہے اور دنیا اُنہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی، ان حضرات کے مانند اللہ ہمیں بھی زہد وورع عطاء فرمائے اور ان کی تعلیمات کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ یوسف متالا حفظہ اللہ

فہرست

رمضان ۱۴۳۵ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۵/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۶/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

رمضان ۱۴۳۵ھ

عشاء کے بعد کے مجالس

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

رمضان ۱۴۳۷ھ

۱ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲ ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۵/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۶/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۴/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲۱؍ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲۲؍ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء

۲۷ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

۳۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

عید الفطر بیان ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

رمضان ۱۴۳۵ھ

۱/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ مبارک ایام کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس زندگی کے بعد کی زندگی برزخ کی زندگی اور حشر اور نشر کے بعد کی زندگی کے لیے کچھ کما سکیں۔ اور یہ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اسی لئے جگہ جگہ بار بار قرآن وحدیث میں اس کی طرف ہمیں توجہ کیا گیا۔ فرمایا **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ** ۔ اسی طرح فرمایا **أَفَإِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ** ؟ کہ آپ اگر وفات پا جائیں تو کیا یہ کفار ہمیشہ رہیں گے؟

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ میں نے پہلے بھی سنایا ہوگا کہ میں یہاں انگلینڈ آنے سے قبل حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے والد صاحب کی خدمت میں رہا کہ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے والد صاحب کے پاس رہو۔ کیا نگاہ ہوگی کہ کبھی ہم نے والد صاحب کے متعلق حضرت سے عرض نہیں کیا جس طرح عام طور پر خدام کو ہم دیکھتے تھے کہ گھر میں فلاں بیمار ہے اس کیلئے دعا فرمائیں، ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ ان چیزوں سے بے نیاز تھے۔

وہ اپنی خلوت کے مزے لوٹ رہے تھے اور اپنے مولیٰ سے انہیں کبھی کوئی شکایت نہیں تھی۔ اس لئے ہمیں پتا ہی نہیں ہوتا تھا کہ حضرت والد صاحب کس حال میں ہیں۔ ہم

بھائیوں کا قیام مستقلا تو ننھیال ہی میں ہوتا تھا حضرت والد صاحب کے گاؤں ورتھی میں بطور مہمان ہم لوگ کبھی کبھار جا کر وہاں رہا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت نے یہ حکم فرمایا کہ والد صاحب کے پاس رہو تو پھر میں نے اس سال وہیں ورتھی کی مسجد میں اعتکاف کیا مگر وہاں استنجے وغیرہ کی سہولتیں میسر نہیں تھیں اسلئے اعتکاف کی حالت میں مجھے مسجد کے سامنے اپنے گھر فراغت کیلئے جانا پڑتا تھا۔

ایک دفعہ رات کو دو بجے کے قریب میں گھر پہنچا۔ واپسی پر جب میں فارغ ہو کر جانے لگا تو والد صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہاں میرے پاس بیٹھو۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ قرآن میں ہے کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. پھر فرمانے لگے کہ حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں، اس کی محبت میں، اس کے عشق میں اولیاء اللہ تڑپتے رہے مگر وصال خدا بہت کم لوگوں کو میسر آیا۔ مگر مرنے کے بعد تو ہر ایک کو یہ دولت میسر آئے گی کہ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْن کہ تم ہمارے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ یہ حق تعالیٰ شانہ نے جو نظام بنایا اس دنیا میں آمد کا اور اس دنیا سے جانے کا اس کو ہمیں سوچنا چاہیئے۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہمارے جدامجد ہیں ابو البشر ہیں اور ابو البشر علیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا۔ زمین کی مٹی سے پتلا بنایا گیا اس میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی روح پھونکی اور یہی لباس جسے ہم اپنا جسم اور بدن کہتے ہیں کہ یہ ہماری روح کا لباس ہے، یہ لباس اس روح کو عطا کیا گیا۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی روح کو بھی اور ہماری روح کو بھی۔

مگر یہ ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، یہ ایک محدود وقت کیلئے صرف روئے زمین پر، جب تک ہم زندہ ہیں، اس وقت تک کیلئے یہ اس روح کا لباس ہے۔ ہاں جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہیں، جو شہداء ہیں، وہ مستثنیٰ ہیں، تو ان کیلئے یہ جسم جس طرح زندگی میں لباس رہتا ہے مرنے

کے بعد قبر میں بھی وہی لباس رہے گا اور اسی جسم کے ساتھ، جس میں انہیں دفن کیا گیا تھا، جب صور پھونکا جائے گا، یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور شہداء اسی جسم میں وہ کھڑے ہوں گے۔

جسم کی عاریت

باقی تمام انسانوں کیلئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ جب وہ مرتے ہیں دفن کئے جاتے ہیں تو قبروں میں جانے کے بعد مٹی اس جسم کو کھالیتی ہے۔ اوران کے اجسام جس مٹی سے بنائے گئے تھے واپس وہ مٹی ہی بن جاتے ہیں۔ یہ جو ہمیں جسم دیا گیا تو گویا کہ مٹی کا جسم بطور عاریت کے ہے۔ ہم عاریت کے طور پر کسی سے کوئی چیز مانگتے ہیں، آپ وضو سے فارغ ہوئے، استنجے کیلئے جارہے ہیں، تولیہ کی ضرورت ہے تو آپ کسی ساتھی معتکف سے تولیہ مانگ کر لے جائیں تو یہ عاریت ہے کہ آپ استعمال سے فارغ ہو جائیں گے تو وہ تولیہ انہیں واپس فرمادیں گے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے اس دنیا میں رہنے تک کیلئے بطور عاریت، بطور لباس کے ہمیں جسم عطا فرمایا مٹی کا۔

یہ عاریت ہے جو مٹی سے ہمیں دیا گیا اور وہ مٹی کو ہم واپس کردیں گے اور وہ مٹی کے ذرات بن جائیں گے۔ اورانہی ذرات کو جو مٹی بن چکے تھے، جس طرح آپ نے مقناطیس کو دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے قریب والے لوہے کو کھینچ لیتا ہے تو وہ جو صور پھونکا جائے گا، جہاں جہاں وہ ذرات ہیں وہاں سے اڑ کر اس روح سے آ کر چپک کر پھر ایک انسان بن جائیں گے۔ کیا قدرت ہے حق جل مجدہ کی۔

جیسے پہلی دفعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کا اس نے پتلا بنایا اس میں روح پھونکی، سب کا اپنے اپنے وقت میں خاتمہ ہوا، موت آ گئی، روح کہیں چلی گئی، ذرات کہیں چلے گئے پھر جیسے ہی نفخ ہوا اور صور پھونکا گیا تو ہر ایک کی روح میں جو ذرات جسم کے دنیا میں تھے وہ واپس آ کر اسی کے ساتھ جڑ جائیں گے اور وہ انسان متمثل ہو کر دوبارہ کھڑا ہو جائے گا۔

حافظ کلیم اللہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ہمارے بزرگ حافظ کلیم اللہ آبادی انہوں نے کتنا پیارا نام دیا تھا، کتنا پیارا لقب دیا تھا۔ وہ فالج کے مرض کی وجہ سے کمزور ہو گئے اور اپنے معمولات کی ادائیگی میں انہیں دقت محسوس ہو رہی تھی حالانکہ جو صحت کے زمانے کے معمولات تھے وہی ان کے معمولات فالج کے بعد بھی تھے۔ اس پر جب تکلیف محسوس فرماتے تھے تو خدا سے شکوہ کرنے کے بجائے اس جسم کو کوستے تھے۔ اور کیا لقب دیا تھا اس جسم کو 'بھاڑے کا ٹٹو'۔ کتنا پیارا ترجمہ عاریت کا۔

مالک کی جو اپنی سواری ہوتی ہے اس پر غصہ بھی کم آتا ہے اور وہ سواری خود بھی اپنی جان قربان کر کے مالک کو بچالیتی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ہمارے دوست بھائی یوسف پٹیل صاحب کے گھوڑے پر میں جارہا تھا تو حادثے سے مجھے اس گھوڑے نے بچایا تھا کہ ایک چھلانگ ماری، ساحل کے اس کنارے سے سامنے والے کنارے پر کود گیا۔ مگر جو کرائے کے جانور ہوتے ہیں، وہ تو روز سوار بدلتا رہتا ہے، انہیں سوار سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، جو کرائے پر نہ دیئے جانے والے جانوروں میں ہوتی ہے۔

اس لئے انہوں نے اس جسم کو لقب دیا بھاڑے کا ٹٹو کہ اس بھاڑے کے ٹٹو نے بھی ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ اللہ کرے کہ ہم بھی اس جسم کو بھاڑے کا ٹٹو سمجھیں کہ اس کو انسان خوب رگڑتا ہے، دوڑاتا ہے کہ میں نے پیسے دیئے ہیں میں اسے خوب استعمال کروں۔ اس نظریہ سے وہ اس جسم سے کام لیتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

پہلے میں نے اس پر واقعات سنائے تھے۔ مثلاً مجھ سے حضرت شیخ قدس سرہ نے پوچھا کہ آج کے [یعنی کتنے] پارے پڑھے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میرے سر میں درد تھا صرف تین پارے پڑھ سکا۔ فرمانے لگے کہ 'پڑھنا تو زبان سے ہے، اس میں درد سر کیا مانع ہو؟'

بہر صورت یہ جو ہمارے اجسام ہیں، ان کو ہم سوچیں، جن کو ہم اپنا سمجھتے ہیں اور اسی کی

خاطر سب کچھ، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور عقبیٰ، جنت سب کچھ قربان کرتے ہیں، بلکہ دنیا کو بھی قربان کرتے ہیں۔ دنیا کا بھی کتنا نقصان اٹھاتے ہیں، چور پکڑے جاتے ہیں اسلامی حکومت ہو ہاتھ کاٹا جاتا ہے کوئی اور حکومت ہو جیل میں ڈالے جاتے ہیں، رسوائی ہوتی ہے تو عزت و راحت سب کچھ قربان کی، جیل گئے تو یہ اپنا سمجھنے کی وجہ سے کہ اسی کو سب کچھ سمجھا اور اسی کی تسکین کیلئے ساری مشقتیں اٹھائیں۔

اعضاء کی گواہی

اللہ تعالیٰ اس جسم کو مالک کی عبادت میں خرچ کرنے کی ہمیں توفیق دے اور حق تعالیٰ شانہ اس فلسفے کو سمجھ کر اس جسم کو مولیٰ کی رضا میں استعمال کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ کل قیامت کے دن جب اس سے پوچھا جائے گا، ہمارے ہاتھ سے کہ تجھ سے اس نے کیا کام لیا تھا تو جتنی نیکیاں ہیں وہ گنوائے گا کہ میرے ذریعہ اس نے فلاں کی مدد کی تھی، میرے ذریعہ اس نے فلاں سخاوت کی تھی، فلاں یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ پیر اپنی نیکیاں گنوائے گا۔ تمام اعضاء، سارا جسم، 'اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ'. اللہ تعالیٰ شانہ ہر طرح کی رسوائی سے ہمیں محفوظ رکھے۔

وسعتِ قدرتِ خداوندی

حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کتنی وسیع کہ جیسے ہی صور میں پھونک ماری گئی، جہاں جہاں دنیا میں انقلابات نے جسم کے ان ذرات کو پہنچا دیا تھا، کہیں بہہ کر پانی کے ذریعہ ہزاروں میل دور کیچڑ بن کر وہ ذرات پہنچ چکے ہوں گے، ہواؤں نے صحراؤں میں اڑا کر ہزاروں میل دور طوفانی ہواؤں نے انہیں پہنچایا ہوگا، پھر ان کی آگے شکلیں بنتی رہی ہوں گی اور اس کے باوجود بھی پھر حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے وہ آ کر اپنی جگہ پر تمام اجزا جسم کے جڑ جائیں گے اور 'ثُمَّ يُرَدُّ اِلَيْهَا الْاَرْوَاحُ مَرَّةً ثَانِيَةً تَمْلِيْكًا دَائِمًا لاَ رُجْعَةَ فِيْهِ فِيْ دَارِ الْبَقَاءِ' کہ اب یہ جسم تیار ہو گیا تو اس میں روح داخل ہو جائے گی اور پھر اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔

اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ’فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ‘ کہ اسی میں تم نے جینا ہے، اسی میں مرنا ہے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔ ہم جب کسی کو دفن کرتے ہیں تو اس وقت مٹی ڈالتے وقت پڑھتے ہیں کہ ’مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ اور اسی میں ہم تمہیں واپس لوٹا دیں گے اور ’وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى‘. اوہو! یہ کس طرح نکالیں گے اس کو۔ دوستو! یہ ہے موت کا صحیح مراقبہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور قصیدۂ بہاریہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت عشاء کے بعد فرماتے ’پیارے لا! تیرا قصیدہ سنا‘ اور پھر خود ہی فرماتے کہ ’قصیدہ بہاریہ سنا حضرت نانوتوی قدس سرہ کا‘۔

’نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبل زار‘

کبھی کبھی فضائل درود شریف میں سے اس قصیدے کو پڑھا کیجئے۔ حضرت شیخ قدس سرہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی لو کو اس قصیدہ سے بھڑکایا کرتے تھے، اس طرح اس کو بھڑکانے کی کوشش کیجئے۔ کبھی قصیدہ بہاریہ سنتے اور کبھی حضرت فرماتے کہ موت کی یاد میں سے موت کا قصیدہ سنا۔ یہ موت کی یاد کیلئے تا کہ اس کیلئے انسان تیار رہے اور پھر اس کی طرف دل کی نگاہ رہے۔

مراقبہ کی حقیقت

جس طرح ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں اسی طرح دل سے جس کی طرف آپ دیکھیں، دل کی آنکھیں جس کی طرف آپ متوجہ فرمائیں اور دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کریں، دل کی آنکھوں سے اپنی سوچ سے، خیال سے، تصور سے جہاں آپ جھانک رہے ہیں، اور دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو وہ ہے مراقبہ۔ اس تمام زندگی میں جسم اور اس جسم کی فنا کو سوچیں، اس سے آئندہ کی زندگی میں کس طرح قدم رکھنا ہے اور وہاں ہمیشہ کیلئے رہنا ہے اس

کی بقا کوسوچیں۔

یہ آیات جب پڑھیں کہ 'مِنهَا خَلَقْنَاكُمْ' کہ کس طرح مٹی سے اللہ نے ہمارا یہ جسم بنایا۔ اسمیں مٹی تو کہیں نظر بھی نہیں آتی۔ کہیں لگ گئی تو تکلیف ہوتی ہے، انسان جھاڑتا ہے اور ہاتھ دھوتا ہے۔ اسی سے پیدا کیا اور وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ. دوبارہ وہ مٹی بن جائے گا۔ اور پھر تیسرا مراحلہ، وَمِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخرٰى. کہ پھر دوبارہ حق تعالیٰ شانہ اسی سے جسم کو تیار فرما کر اس میں روح پھونک دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'وَاللّٰهُ اَنبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا' کہ مٹی میں آپ نے بیج ڈالا۔ ایک لہلہاتا ہوا درخت کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھ سکتے ہیں۔ 'ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا'، اسی زمین کے اندر، اس کے ذرات سے، مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا تو پھر جس طرح وہاں مٹی میں سے درخت اگتا ہے اسی طرح مٹی کے ذرات میں روح ڈال کر ہم نے تمہیں اگا دیا۔

اپنے آپ کو سوچئے کہ جس طرح یہ سامنے درخت، ایک بے جان بیج تھا، وہ ڈالا گیا اور وہ چھوٹا سا پودا نکلنا شروع ہوا، کتنا پیارا پھر وہ بڑھا، بڑھا اور اب ایک لہلہاتا ہوا عظیم الشان درخت آپ کے سامنے ہے۔ تو اسی طرح میرا حال بھی یہی تھا اور اس درخت کی طرح سے میں بھی روئے زمین پر کھڑا ہوا ہوں، اپنی زندگی اور اپنی نشاۃ کو اس نشاۃ شجرہ کو دیکھ کر عبرت لیجئے۔ 'وَاللّٰهُ اَنبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا. ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا'.

نشاۃِ ثانیہ

جس طرح یہ درخت کبھی کوئی کاٹ دے، جلا دے، تو واپس مٹی میں وہ ذرات جائیں گے۔ لکڑی کاٹ کر پھینک دے تو بھی مٹی میں جائے گا۔ جلا کر راکھ کر دے تو وہ بھی مٹی میں جائے گی اور اسی سے 'وَيُخرِجُكُمْ اِخرَاجًا'. کہ تمہارے یہ ذرات جب زمین میں چلے جائیں گے تو اس کے بعد دوبارہ حق تعالیٰ شانہ انہی ذرات کو صور پھونکے جانے پر دوبارہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ روح ان ذرات میں ڈالی کہ ایک انسان پھر کھڑا ہو جائے گا۔

اللہ نے ہمیں اپنی قدرت دکھائی۔ کہ بے جان بیج اور اس سے ایک عظیم درخت بنا جس طرح یہ کٹ کر، جل کر ختم ہوگا، اسی طرح ہمارا یہ جسم بھی اپنی عمر ستر اسی برس گذار کر یہ بھی ختم ہوگا اور مٹی بنے گا۔ جیسے ایک بے جان انڈے میں سے حق تعالیٰ شانہ ایک چوزہ نکالتے ہیں وہ مرغی بنتا ہے اور اس کے اندر سے پھر ایک انڈہ نکالتے ہیں۔ 'یُخرِجُ الحَیَّ مِنَ المَیِّتِ' کہ مردہ سے زندہ کو نکالتے ہیں اور زندہ سے مردہ کو نکالتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کو سمجھنے کی ہمیں توفیق دے کہ کس طرح اس کی قدرت کے کرشمے ہر وقت اس کی تمام مخلوقات کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں۔ تو یہ جسم کیا ہے، اس کے متعلق میں نے عرض کیا کہ یہ ہمارا عاریت لیا ہوا، ودیعت، لباس ہے۔ وہ مٹی تھا، مٹی بن جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ فجر کا فوت ہونا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں فجر کی نماز کا وقت قریب ہو رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ ہمیں کون جگائے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ 'انا یا رسول اللہ'۔ مگر تھکے ہارے سب سو گئے۔ جب سورج ایک نیزہ بلند ہوگیا تب جا کر کسی کی آنکھ کھلی اور اس پر سب کو افسوس ہو رہا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین، نہ ڈانٹ نہ ڈپٹ نہ غصہ۔

کتنے پیارے کلمات ارشاد فرمائے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَھُمْ لَمَّا نَامُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ 'اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ ھٰذِہٖ الْاَرْوَاحَ عَارِیَۃٌ فِیْ اَجْسَادِ الْعِبَادِ. فَیَقْبِضُھَا اِذَا شَاءَ وَیُرْسِلُھَا اِذَا شَاءَ۔ کہ یہ ہماری روحیں بندوں کے جسم میں عاریۃً رکھی گئی ہیں کہ عاریت پر یہ جسم لیا گیا ہے جب چاہے اللہ اس میں واپس پہنچا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نیند بھی 'اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ'. نیند بھی موت کی طرح ہے۔

اس سے عبرت لیں کہ یہ تھوڑی دیر کیلئے روح نکل گئی، ایک دو گھنٹے تک ہمیں کوئی احساس

نہیں ہم سوئے پڑے رہے، یہ مستقل طور پر بھی حق تعالیٰ شانہ اس کو اس جسم سے لے لیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب تک کہ ہماری یہ زندگی ہے، اس زندگی میں اپنے مولیٰ کی یاد دل میں ہمیں بسانے کی توفیق دے اور یہ انفاس اور ہمارے سانس ہیں ان کے ضائع ہونے سے بچانے کی ہمیں توفیق دے اور مبارک گھڑیوں کی قدر کی ہمیں توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین.

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم. کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ.

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَاتِ، یَعْنِیُ الْمَوْتَ.

اللہ تعالیٰ ان مبارک گھڑیوں میں ہمیں موت کی تیاری کی توفیق دے۔ موت کا ہر وقت ہمیں استحضار رہے، مرنے پر ہمیں یقین رہے۔ اس دنیا کی زندگی کے فنا کا ہمیں استحضار رہے کہ ہمیں مر کر مٹی میں مل جانا ہے۔ اسی لئے اللہ عزوجل اپنے کلام میں جگہ جگہ اس دنیا اور مخلوق کے فنا اور ختم ہوجانے کا بار بار ذکر فرماتے ہیں 'کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ'.

بکثرت موت کی یاد

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری فنا کے متعلق اس حدیث میں فرمایا کہ 'اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَاتِ، یَعْنِیُ الْمَوْتَ'. کہ تمام لذتوں کو ختم کردینے والی چیز کو، موت کو کثرت سے یاد کرو۔ انسان جب یہ سمجھتا ہے کہ مجھے یہیں رہنا ہے، مکان اچھا اور بنانا ہے، دکان اور بنانی ہے، عیش کے سامان اور بڑھانے ہیں اور جب موت آکر پکڑ لیتی ہے تو اس وقت پھر انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ اوہو۔ لذتیں وہ کاٹ کر رکھ دیتی ہے، ایک دم اچانک ختم

کر دیتی ہے۔

صحابہ کرام کی مجلس لگی ہوئی ہے اچانک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام دل لگی، ہنسی مذاق میں مصروف ہیں، ہنس رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'شُوْبُوْا مَجْلِسَكُمْ بِذِكْرِ مُكَدَّرِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ' کہ اپنی مجلس میں لذتوں کو ختم کرنے والی، مکدر کر دینے والی جو موت ہے اس کا بھی تذکرہ کیا کرو۔

گجراتی زبان میں عربی الفاظ

میں کہا کرتا ہوں کہ گجراتی ہماری علاقی زبان ہے، اس میں بہت کثرت سے عربی الفاظ پائے جاتے ہیں ۔ یہ سارا ساحلی علاقہ ہے گجرات کا جہاں عرب پہنچے، آباد ہوئے۔ میں مقامات اور سبع معلقہ پڑھاتے وقت طلبہ کو کئی درجن کلمات گنوایا کرتا تھا جس میں 'اَلا' ہے۔

یہ 'اَلا' کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے، بلانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صرف گجراتی میں ہے۔ 'اَلا' خاص طور پر بہت پیار کے انداز میں نزدیک ہو تو 'الا، ہمبرنی' یعنی سنو!۔ تھوڑا دور ہو تو 'اَلا اَے'، میں نے کہا کہ یہ بالکل خالص عربی ہے۔ کیونکہ شاعر کہتا ہے 'اَلا اَیُّهَاالسَّاقِیْ'، 'الا اے'، شراب کا ان کے وہاں دور چلتا تھا تو پلانے والے کو کہتے ہیں کہ 'اَلا اَیُّهَا السَّاقِیْ اَدِرْ كَأْسًا وَنَاوِلْهَا' ایک گلاس ادھر بھی انڈیل دے۔

الا للموت كأس

اسی طرح شاعر کہتا ہے 'اَلا لِلْمَوْتِ كَأْسٌ اَيُّ كَأْسِ'. اسی لئے ہمیشہ میں نے اَلا کا ترجمہ کیا کہ 'سنو'۔ متوجہ کرنے کیلئے 'اَلا'۔

اَلا لِلْمَوْتِ كَأْسٌ اَيُّ كَأْسِ
وَاَنْتَ لِكَأْسِهِ لَابُدَّ حَاسِ

سنو! موت کا ایک پیالہ ہے اور کیسا عجیب پیالہ ہے

کہ وہ پیالہ خود تجھے بھی پینا ہے۔

اِلـیٰ کَـمْ وَالْـمَـوْتُ اِلـیٰ قَـرِیْـبٍ

لیکن تو تو بھولا ہوا ہے کہ موت کا پیالہ میرے سامنے لایا جائے گا اور میں اس کو پیوں گا اور اس جہاں سے کوچ کروں گا تو اس کو بھلا کر تو کب تک غفلت میں پڑا رہے گا۔ اس لئے وہ کہتا ہے

اِلـیٰ کَـمْ وَالْـمَـمَـاتُ اِلـیٰ قَـرِیْـبٍ

کب تک یہ تیری غفلت، موت تو ابھی قریب ہی آنے والی ہے

تَـذَکَّـرُ بِـالْـمَـمَـاتِ وَاَنْـتَ نَـاسٍ

قرآن پاک میں بار بار پڑھتا ہے، جگہ جگہ پڑھتا ہے موت کا ذکر۔ تلاوت میں بھی پڑھتا ہے، قاری کی زبان سے بھی سنتا ہے، امام کی زبان سے بھی سنتا ہے۔ تجھے بار بار موت یاد دلائی جاتی ہے مگر تو پھر اس کی کوشش کرتا ہے کہ بھول جاؤں۔ اس کو بھلاتا رہتا ہے۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ اس کا بکثرت ذکر کیا کرو۔

مجلس میں ادھر ادھر کی باتیں چھوڑو۔ اس کے بجائے فلاں کے دفن میں میں موجود تھا وہاں یہ ہوا۔ فلاں کے سکرات کے وقت موجود تھا یہ ہوا۔ فلاں مرنے کے قریب تھے ہسپتال میں، ان کو میں نے دیکھا ان کا یہ حال تھا۔ اس لئے فرمایا کہ 'اَکْثِـرُوْا ذِکْـرَ هَـاذِمِ اللَّذَاتِ'. بکثرت اس کا ذکر کیا کرو۔

حضرت شیخ قدس سرہ اور موت کا قصیدہ

اسی لئے میں نے بارہا عرض کیا کہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں عشاء کی نماز کے بعد حضرت فرماتے 'لا پیارے! سنا' کبھی مجمل فرماتے 'سنا'۔ کبھی فرماتے 'قصیدہ بہاریہ سنا'۔ کبھی فرماتے 'قصیدہ مولانا جامی سنا'۔ اور کبھی حضرت فرماتے 'لا پیارے موت کا قصیدہ سنا'۔ اور ہم بھی سنتے ہیں اور حضرت نے خود مجھ سے ہزاروں دفعہ سنا ہوگا۔ بڑی لمبی لنگی آنسوؤں کو پوچھنے والی وہ سامنے رہتی تھی اور حضرت رو رہے ہیں بار بار لنگی اٹھا کر چہرہ صاف

فرمارہے ہیں۔تو یہ اس حدیث پاک پر عمل تھا حضرت شیخ کا۔فرماتے کہ'لا پیارے موت کا قصیدہ سنا'۔

کل ہوس اس طرح ترغیب دیتی تھی مجھے

کوئی سفر میں کہیں جانے کیلئے پلان بنائے، جس طرح ہم لوگ یہاں بناتے ہیں کہ یورپ جانا ہے، ملک جانا ہے، کسی عرب ملک میں جہاں اچھا ساحل ہو وہاں جانا ہے، ترکی جانا ہے، تیونس جانا ہے، مراکش جانا ہے، سپین جانا ہے۔ اچھی اچھی جگہیں ہم تلاش کرکے جاتے ہیں۔اور اللہ ہمیں معاف فرمائے، اسی کے ذیل میں ہمارا عمرہ کا سفر بھی کہ چلو بچوں کو وہاں لے جاتے ہیں۔ایک سفر جیسے یورپ کا ایسا حرم کا بھی ہوجائے۔انا اللہ۔اللہ تعالیٰ نیت کی تصحیح کے ساتھ ہمیں وہاں حاضری کی توفیق عطا فرمائے۔

جب وہاں کی تیاری زبان پر آئے، سوچ ذھن میں آئے تو کپکپی جسم پر طاری ہوجائے جیسا حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم نے دیکھا۔جیسا بخار میں ہوتا ہے، کسی کو آپ نے دیکھا ہوگا، بخار میں جب سردی لگتی ہے، تو کوئی چیز کام نہیں دیتی کہ جس سے یہ کپکپی موقوف ہوسکے۔ چاہے دس رضائیاں آپ ڈالیں، کمبل ڈالیں، ہیٹر رکھیں۔ یہ طاری ہوتی تھی جب حضرت آخرت کا ذکر سنتے تھے، موت کا قصیدہ سنتے تھے۔

وہاں پاک جگہ حاضری کا ہم ارادہ کریں تو اس ارادے کے ساتھ گناہوں کے بوجھ اور گناہوں کے پہاڑ کی وجہ سے وہ کیفیت طاری ہوجائے کہ الٰہی میں سوچ بھی کیسے سکتا ہوں کہ وہاں میں حاضری دوں۔

قصیدۂ موت

اس طرح کے سفر کیلئے نفس وشیطان نے اس کو ورغلایا تو وہ شاعر اپنی شاعری میں اس کو پیش کرتا ہے:

کل ہَوَس اس طرح ترغیب دیتی تھی مجھے

خوب ملک روس ہے اور کیا زمین طوس ہے

کہ ہوَس یہ کہہ رہی تھی کہ روس جاؤ، طوس جاؤ، مزہ آئے گا۔ آپ کی ہالیڈے وہاں اچھی گذرے گی۔

کل ہوَس اس طرح ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس ہے اور کیا زمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشہ میں دکھاؤں

کہ یہ مکالمہ اندر ہی اندر چل رہا ہے اس کا اور اس کی ہوَس کا، تو یہ سن کر عبرت کہنے لگی۔ یہ تمام اوصاف یہ تمام اعمال جس طرح ہمارا ایک جسم ہے، اس طرح ایک شکل اختیار کرلیں گے ہمارے یہ اعمال بھی جیسا کہ حدیث پاک میں آیا۔ تو عبرت متشکل ہوکر بولی:

اک تماشہ میں دکھاؤں، تُو تو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یک بارگی گورِغریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمناسو طرح مایوس ہے

میں نے وہاں قبرستان میں جاکر دیکھا تو ہُو کا عالم۔ بڑی بڑی تختیاں ہیں، نام ہیں وہ کہیں پڑی ہوئی ہیں اور ہُو کا عالم ہے۔

لے گئی یک بارگی گورِغریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمناسو طرح مایوس ہے

کہ جس طرح کی میں آرزو اور ہوس، تمنا کر رہا تھا کہ روس جاؤں اور طوس جاؤں۔ تو اس طرح کی تمنائیں کرنے والے ان کی تمنائیں، جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے۔

مرقدیں دو تین دِکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

کہ چند قبریں دکھا کر مجھ سے کہنے لگی کہ یہ بڑے بڑے سلاطین تھے، کہاں تو وہ تختوں پر براجمان تھے کہ اب یہ مٹی بن کر پڑے ہوئے ہیں، ان کی مٹی بھی ہوا نے کہاں سے کہاں اڑا کر پھینک دی ہوگی۔

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

حضرت کے فرمانے پر پھر میں حضرت کو سنانا شروع کرتا قصیدہ موت۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ

حضرت عزیز الحسن فرماتے ہیں کہ:

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ

کہ وَمَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. آپ نے اپنی بندگی اور عبادت ہی کیلئے ہمیں پیدا کیا۔

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ بہر سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا دبدبہ اپنا بھی دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر وسکندر وجم چل بسے زال اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر وضیغم چل بسے سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بَل کام آئے گا — اور نہ یہ طول امل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگام اجل کام آئے گا — ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے — کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے — سَر و قد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے — تابکے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ، سفر ہونے کو ہے — ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہاں سے ہم نے کوچ کرنا ہے،سفر کرنا ہے۔

نفس و شیطاں ہیں خنجر در بغل — وَار ہونے کو ہے اے غافل! سنبھل
آنہ جائے دین وایماں میں خلل — باز آ! باز آ! اے بدعمل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسی جگہ اللہ نے منتخب کی ہے۔نفس اور شیطان کیلئے کہ ہم ہر وقت اس کو دبائے پھرتے ہیں۔

دفعۃً سر پر جو آ پہنچی اجل — پھر کہاں تُو اور کہاں دارُ العمل

جائے گا یہ بے بہا موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل فکر عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکہ عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہروِ کوئے فنا جارہا ہے ہرکوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جُوئے فنا آتی ہے ہر چیز سے بُوئے فنا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

پہلے ہمارے خالہ زاد الحاج سلیمان لمباڈا چلے گئے۔ پھر میرے بھائی جان نور اللہ مرقدہ، وہاں اوپر سے آنے والے میزبانوں کو سلام کرتے ہوئے 'السلام علیکم' فرما کر تشریف لے گئے۔ ان کے بعد ہمارے تیسرے خالہ زاد بھائی تشریف لے گئے۔ چوتھے ہمارے مولانا عبد الرحیم ملک، میرے پہلو میں ان کا بستر ہوتا تھا، میرے کمرے کے ساتھی وہ چلے گئے۔ ان کا بستر میرے لیفٹ سائڈ میں الٹے ہاتھ پر ہوتا تھا۔ ان کے بعد دائیں طرف کے میرے کمرے کے ساتھی مولانا محمد گورا صاحب لیسٹر میں کس شان سے دفن ہوئے۔ اللہ اللہ۔ اور ابھی قریب میں ہمارے حضرت مولانا عمر جی صاحب تشریف لے گئے۔

چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار ۔۔۔ دل لگا اس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گذار! ۔۔۔ ہوشیار اے محو غفلت ہوشیار!

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف و عیشِ دنیا چند روز ۔۔۔ ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دار فانی میں ہے رہنا چند روز ۔۔۔ اب تو کرلے کارِ عقبیٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرت دنیائے فانی ہیچ ہے ۔۔۔ پیش عیش جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے ۔۔۔ چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہورہی ہے عمر مثل برف کم ۔۔۔ چُپکے چُپکے، رفتہ رفتہ، دَم بَدم
سانس ہے اِک رہروِ مُلکِ عدم ۔۔۔ دفعتاً اِک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

موت ہمارے دن کاٹتی رہتی ہے جس طرح برف ہر سیکنڈ پگھلتا رہتا ہے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور ۔۔۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی ایک دن گذرنی ہے ضرور ۔۔۔ قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی ۔۔۔ جان ٹھہری جانے والی جائے گا

روح رَگ رَگ سے نکالی جائیگی　　تُجھ پہ اِک دن خاک ڈالی جائیگی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہی وہ اشعار ہیں جو حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ پڑھے تھے، انہیں بتادیا گیا ہوگا کہ اب اسی عمرہ کے سفر میں آپ ہمارے پاس پہنچو گے۔ اسی شعر میں تبدیلی حضرت نے فرمائی اور اپنا حال بتایا تھا۔ یہاں تو شاعر نے، خواجہ صاحب نے خاک کا ذکر کیا ہے۔ مگر سمندر میں چونکہ خاک ڈالی نہیں جاسکے گی اس لئے حضرت نے اس میں ترمیم فرمائی، اور اپنے سفر سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

پھول کیا ڈالوگے تربت پر میری　　خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

تو سنِ عمر رواں ہے تیز رَو　　چھوڑ سب فکریں لگا مولیٰ سے لو
گندم از گندم بروید جو زجو　　از مکافات عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

کہ جو دانا زمین میں ڈالتے ہو وہی اگتا ہے۔ یہاں جو اچھا عمل کریں گے وہ اگے گا سامنے آئے گا اس پر خوشی ہوگی۔ برا عمل کیا تو وہی اگے گا۔ اس کا جب سامنا ہوگا تو پچھتائیں گے۔

بزمِ عالم میں فنا کا دور ہے　　جائے عبرت ہے، مقام غور ہے
تو ہے غافل یہ تیرا کیا طور ہے　　بس کوئی دن زندگانی اور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا اِک جہاں سیل فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم و زر لاکھ ہوں بالیں پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

قرآن نے بھی کہا 'وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُشَيَّدَةٍ'، اسی کو یہاں بتایا۔

سرکشی زیرِ فلک زیبا نہیں دیکھ! جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تُجھے مرنا ہے اِک دن بالیقیں چھوڑ فکر این و آں، کر فکر دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

بہرِغفلت یہ تیری ہستی نہیں دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں جائے عیش وعشرت ومستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں ہم آئے اس طرح جیسے کوئی مسافر تھوڑی دیر کیلئے ستانے کیلئے کسی درخت کے نیچے زمین پر پڑ جاتا ہے۔ یہ تو ہماری گذرگاہ ہے۔

عیش کر غافل نہ تو آرام کر مال حاصل کر نہ پیدا نام کر

یادِ حق دنیا میں صبح و شام کر جس لئے آیا ہے تو وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

مال و دولت کا بڑھا نا ہے عبث زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگا نا ہے عبث رہ گذر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو تمہاری گذرگاہ ہے۔

عیش و عشرت کیلئے انساں نہیں یاد رکھ بندہ ہے تو مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں بندگی کر تو اگر ناداں نہیں!

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

کج روؤں کی یہ چٹک اور یہ مٹک
دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ، ہاتھ اپنا جھٹک بھول کر ہرگز نہ پاس اِن کے پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

دوست تیرے اچھے ہونے چاہئیں۔ کج رو گمراہ لوگوں کو اپنا دوست مت بنا۔

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا عالمِ فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈَس جائے گا رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا　　　نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سَجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا　　　اِنَّـهُ قَـدْ فَـازَ فَـوْزًا مَّـنْ نَـجَـا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

خانہ رنگیں ہے یہ دار جہاں　　　طفلِ ناداں بن کے دیکھ اس پر نہ ہاں
واہ تو نے دل لگا یا ہے کہاں　　　تجھ کو رہنا ہی ہے کتنے دن یہاں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ میں ہی مگن　　　گو یہ ہے دار المحن بیت الحزن
عقل سے خارج ہے تیرا یہ چلن　　　چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

یہ تیری غفلت ہے بے عقلی بڑی　　　مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی　　　پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

گرتا ہے تو دنیا پہ تو پروانہ وار　　　گو تجھے جلنا پڑے انجامِ کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار　　　کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

حیف دنیا کا تو ہو پروانہ تو　　　اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کِس قدر عقل سے ہے بیگانہ تو　　　اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

کہ تو دنیا کا پروانہ بنا ہوا ہے، شمع کے ارد گرد پروانہ گھومتا پھرتا ہے پھر آخر جل مرتا ہے۔
اس طرح دنیا کا تو پروانہ بنا ہوا ہے۔

دفن خود صدہا کئے زیر زمیں پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی غافل کوئی نہیں کچھ تو عبرت چاہئے نفس لعیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیرِ حق سے قلب کو بیزار رکھ موت کا ہروقت استحضار رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب قاتل موت کو یاد رکھ ہروقت غافل موت کو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

ترک اب ساری فضولیات کر یوں نہ ضائع اپنے تو اوقات کر
رہ نہ غافل یادِ حق دن رات کر ذکر و فکر ہاذم اللذات کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

یہ تری مجذوب حالت اور یہ سن ہوش میں آ! اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہروقت گن کس کمر، در پیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

یہ تیری شہوت پرستی تابکے — یہ تیری پیرانہ مستی تابکے
یہ تیری ہستی تابکے — یہ تیرا گھر اور گرہستی تابکے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

اب تو بوڑھا ہوگیا پھر بھی باز نہیں آتا۔

کر تو پیری میں نہ غفلت اختیار — زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار — کر بس اب اپنے کو مردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخرموت ہے

حضرت نے موت کی یاد نامی کتاب میں بھی اس قصیدہ کے بعد یہ شعر لکھا کہ بچپن میں میں نے ایک شعر سنا تھا، فراغت کے وقت جب گھنٹے کی آواز کان میں پڑتی ہے، یہ شعر یاد آتا ہے کہ جب درس میں ٹن سے آواز ہوتی ہے، مظاہر العلوم میں درس بخاری دیتے وقت، کہ اوہ! اب جانے کا وقت آگیا، بند کرنے کا وقت آگیا۔ اس سے بھی حضرت عبرت لیتے تھے۔

بزرگ کوئی چیز چھوڑتے نہیں تھے مولیٰ سے قریب ہونے کیلئے اور ہر چیز ہمیں مولیٰ سے دور کرتی ہے۔ اس گھنٹے کی آواز پر حضرت اپنی موت کو یاد فرماتے تھے۔ اور پھر حضرت نے اس کتاب کے اخیر میں یہ شعر لکھوایا۔ پہلے یہ عبارت لکھوائی، کہ بچپن میں ایک شعر سنا تھا فراغت کے وقت جب گھنٹے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو وہ شعر یاد آجاتا ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

گھٹادی، گھٹادی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موت کی تیاری کی توفیق دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ.

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ ذاتِ خداوندی کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور صرف ذاتِ ذوالجلال کو بقا ہے اور ہمارے لئے دائمی فنا نہیں ہے، بلکہ ہمارا تو انتقال ہے کہ ہمیں اس عالم سے اس عالم میں منتقل ہونا ہے اور وہ انتقال بھی بڑا عجیب ہے، صرف موت سے فیصلہ نہیں ہوجاتا۔ وہاں اگر کوئی چھوٹ گیا تو پھر قبر میں سوال ہے۔ وہاں ٹھیک سے جواب دے دیا، پھر بھی آگے مراحل باقی ہیں۔ صور پھونکا جائے گا، حشر ہوگا۔

حشر کے حالات

اوہو! حشر کے حالات ہم پڑھیں اور ہم عقیدے کے ساتھ پڑھیں، یقین کے ساتھ پڑھیں تو ہمارے لئے کھانا پینا سونا مزے لینا ہر چیز حرام ہوجائے۔ صرف ایک ایک مرحلہ کی، ہر مرحلہ کی جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے اسے یقین کی پختگی کے ساتھ ہم پڑھیں تو ہمیں دنیا میں کبھی چین نہ آئے، ہمیشہ کیلئے ہم چین سکون کو بھول جائیں۔

حشر کی رسوائیاں، اس کے بعد پھر پل صراط، وہاں سے بھی اگر گذر گئے تو پھر میزانِ عدل۔ اللہ تبارک وتعالیٰ موت ہمارے لئے آسان فرمائے، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات ہمارے لئے آسان فرمائے۔ حشر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں حق تعالیٰ ہمیں رکھے۔ پل صراط پر جب ہم گذر رہے ہوں تو سامنے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں، اس حال میں حق تعالیٰ شانہ ہمیں گذارے۔ ترازو میں اعمال تولے جانے کے وقت حق تعالیٰ شانہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے صدقے ہمیں نجات نصیب فرمائے۔

دوستو! یہ بڑی کٹھن منازل ہیں۔ اسی لئے جگہ جگہ ہمیں ٹوکا جاتا ہے، روکا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ اس کے لیے تیاری کرو، یہ مراحل بڑے سخت ہیں۔ مگر اس عالم کی بناوٹ، سجاوٹ ایک امتحان کے طور پر ہے۔ اس میں ہم کھو کر رہ جاتے ہیں، امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔

حافظ قیصری رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ **کُلّنُا قَدْ اَیْقَنَّا الْمَوْتَ**۔ کہ یقین تو ہر مومن مسلمان کو ہے مگر وہ فرماتے ہیں کہ 'وَمَا نَریٰ لَہٗ مُسْتَعِدًّا' کہ اس کیلئے یعنی موت کیلئے تیاری کرنے والے نظر نہیں آتے الا ماشاء اللہ۔ اور فرماتے ہیں کہ **وَ کُلُّنَا قَدْ اَیْقَنَّا الْجَنَّۃَ وَمَا نَریٰ لَھَا عَامِلاً**۔ کہ جنت کا عقیدہ تو ہمارے لئے فرض کیا گیا کہ جنت بھی ہے جہنم بھی ہے، اس کا عقیدہ فرض ہے مگر پھر بھی عمل ایسے لوگوں کے سے ہیں جنہیں جنت ایک افسانہ معلوم ہوتی ہو۔

وَ کُلُّنَا قَدْ اَیْقَنَّا بِالنَّارِ وَ مَا نَریٰ لَھَا خَائِفًا. کہ جہنم کا بھی ہمیں یقین اور اس کا بھی ہمیں عقیدہ حاصل، مگر اس کا ڈر خوف کبھی نظر نہیں آتا۔ پھر وہ ڈانٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **فَعَلیٰ مَا تَفْرَحُوْنَ وَمَا عَسَیْتُمْ تَنْتَظِرُوْنَ الْمَوْتَ**. پھر تمہیں کاہے پر خوشی ہے، دنیا میں ہر وقت ہشاش بشاش خوش نظر آتے ہو کہ کبھی حزن وبکا، غم تمہارے پاس پھٹکنے نہ پائے،

بلکہ اپنے آپ کو ہر وقت فرحاں وشاداں رکھنے کی کوشش تمہیں ہے۔ کا ہے کیلئے ہے؟ موت کا انتظار ہے۔ فرمایا کہ **فَهُوَ اَوَّلُ وَارِدٍ عَلَيْكُمْ** تمام مراحل میں سب سے پہلے اور سب سے کٹھن یہ منزل موت ہے۔ اللہ تعالیٰ موت کی تیاری کی ہمیں توفیق دے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

جیسا یہ ڈانٹ کر فرماتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نصیحت فرمارہے ہیں کہ '**اِذَا ذُكِرَ الْمَوْتىٰ فَعُدَّ نَفْسَكَ كَاَحَدِهِمْ**' فرمایا کہ تم افسانوں کی طرح ان چیزوں کو مت پڑھو بلکہ ان کو اپنے دل پر اتنا لے لو جیسا کہ تم ہی اس وقت اس مرحلہ سے گذر رہے ہو۔ یہ مرحلہ تمہیں درپیش ہے اور سامنے موت ہے اور تمہیں کفن پہنایا جارہا ہے، تمہیں غسل دیا جارہا ہے۔ خود اپنے آپ کو ان میں سے سمجھو۔

اسی لئے میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ حضرت شیخ قدس سرہ کبھی فرماتے تھے 'لا موت کا قصیدہ سنا'۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی کتاب موت کی یاد میں ایک عربی قصیدہ بھی لکھا ہے۔

لَيْسَ الْغَرِيْبُ غَرِيْبَ الشَّامِ وَالْيَمَنِ ۔۔۔ اِنَّ الْغَرِيْبَ غَرِيْبُ اللَّحْدِ وَالْكَفَنِ

فرمایا کہ کسی دوسرے ملک میں انسان چلا جائے جہاں کوئی جانتا پہنچانتا نہ ہو تو وہ اجنبی آدمی نہیں ہے۔ جو شام اور یمن چلا جائے یا کسی دوسرے ملک میں چلا جائے۔

ایک غریب الوطن محدّث

ایک محدّث تھے وہ طویل عرصہ سے بغداد میں مقیم تھے۔ اس وقت بغداد اسلامی قلعہ تھا وہاں محدثین ہیں، مفسرین ہیں، فقہاء ہیں، صوفیاء ہیں۔ بہت بڑا علمی روحانی مرکز تھا۔ اس لئے وہ اپنے علاقہ خراسان کو چھوڑ کر وہاں مقیم تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ کسی کا انتقال ہوا اور وہ شخص بھی کافی عرصہ سے وہاں مقیم تھا مگر اپنے دھندوں میں مصروف، گنے چنے چند لوگ اسے جانتے ہوں گے۔ اس کا انتقال ہوگیا۔

اس کے انتقال پر کسی نے پوچھا کہ یہ آج کس کا انتقال ہوا ؟ کسی نے جواب دیا کہ وہ ایک غریب الوطن، باہر سے آیا ہوا کوئی پردیسی مسافر تھا جو یہاں عرصے سے مقیم تھا اس کا آج انتقال ہوگا۔ اسپر انہیں اپنے بارے میں تنبہ ہوا کہ اگر میں مرگیا تو میرے بارے میں یہی جملہ کہا جائے گا کہ ایک پردیسی، ایک غریب الوطن شخص کا انتقال ہوا۔ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ سے مجھے ایسی عبرت ہوئی کہ میں نے اسی وقت سفر کیا اور میں اپنے وطن لوٹ آیا جہاں میرا قبیلہ ہے یا خاندان ہے۔ کہ میرے وطن میں سارے میرے شناسا ہیں۔

اس قصیدہ میں کہا گیا کہ:

لَیْسَ الْغَرِیْبُ غَرِیْبَ الشَّامِ وَالْیَمَنِ　　　اِنَّ الْغَرِیْبَ غَرِیْبُ اللَّحْدِ وَالْکَفَنِ

لاتَنْهَرَنَّ غَرِیْبًا حَالَ غُرْبَتِهٖ　　　اَلدَّهْرُ یَنْهَرُهُ بِالذُّلِّ وَالْمِحَنِ

کہ کسی اجنبی کو مت جھڑکو، اس کی مدد کرو۔ کیوں کہ خود زمانہ ہی اسے ذلیل کر رہا ہے۔ خود زمانہ ہی نے اسے مشقت میں ڈال رکھا ہے۔

اِنَّ الْغَرِیْبَ لَهٗ حَقٌّ لِغُرْبَتِهٖ　　　عَلیٰ الْمُقِیْمِیْنَ فِی الْأَوْطَانِ وَالسَّکَنِ

جو اپنے وطن میں ہوں وہاں کسی غریب اجنبی کو دیکھو پریشان، تو اس کی مدد کرو۔

سَفَرِیْ غَرِیْبٌ وَ زَادِیْ لَن یُّبَلِّغَنِیْ　　　وَقُوَّتِیْ ضَعُفَتْ وَالْمَوْتُ یَطْلُبُنِیْ

اب اپنے متعلق وہ سوچتے ہیں کہ جس طرح یہ دنیا میں اجنبی مسافر کیلئے کہا گیا تو اپنی موت یاد آگئی۔ کہتے ہیں کہ اوہو! مجھے ایک لمبے سفر پر جانا ہے اور موت کے ذریعہ جہاں کا سفر ہوگا کہاں جانا ہے کچھ پتہ نہیں۔ کہتے ہیں بڑا عجیب وغریب ہی میرا سفر ہے۔ کہتے ہیں توشہ میرے پاس اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے کیا لے جاؤں گا کہاں تک لے جاؤں گا۔ پتہ ہی نہیں کہاں جانا ہے کتنی مدت کیلئے جانا ہے اور میں تو ایک کمزور انسان، چند میل دنیا میں چل کر تھک جاتا ہوں۔ اتنا لمبا سفر میں کیسے کر پاؤں گا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ

سَفَرِیْ غَرِیْبٌ وَ زَادِیْ لَن یُّبَلِّغَنِیْ　　　وَقُوَّتِیْ ضَعُفَتْ وَالْمَوْتُ یَطْلُبُنِیْ

اور کہتے ہیں کہ یا اللہ اب تو میں جسمانی طور پر ویسے بھی کمزور ہوگیا۔ اور اب موت میرا

پیچھا کر رہی ہے اب میں کیسے اس کیلئے تیاری کروں اور کہاں بھاگوں۔ پچھلے گناہ سارے یاد آتے ہیں زندگی بھر کے اور وہ کہتا ہے:

وَلِیْ بَقَایَا ذُنُوْبٍ لَسْتُ اَعْلَمُھَا   اَللّٰہُ یَعْلَمُھَا بِالسِّرِ وَالْعَلَنٖ

کتنا عبرت کا شعر ہے۔ کہتا ہے کہ اتنے گناہ کئے گناہ کئے کہ اربہا ارب گناہ میرے ذمہ ہیں اور ان میں سے چند سو مشکل سے یاد ہوں گے۔ الٰہی تجھے میرے سارے گناہ جو میں نے علانیہ اور خفیہ طور پر کئے سب تیرے یہاں محفوظ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ موت کی تیاری کی ہمیں توفیق دے۔ اسی کی تیاری کیلئے حضرت شیخ فرماتے تھے کہ 'لا پیارے قصیدہ سنا'۔ اور حضرت ہمیشہ قصیدہ 'موت کی یاد' سنا کرتے تھے اور یہ سارے بزرگوں کا طریق رہا۔

حضرت تو مجھ سے سنتے تھے مگر ان مشائخ سے حضرت نے لیا کہ وہ خود جب اس جہان سے جارہے ہیں تو موت کے قصائد پڑھ رہے ہیں۔ یہ سفر کتنا عجیب ہے، کتنا غریب سفر ہے، کتنا اجنبی جگہ کا سفر ہے اس کو یاد کر کے کیا انبیاء کیا اولیاء کیا علماء کیا فقہاء سب ایک ہی دھن میں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم محدث ہیں۔ جب وہ مرض الوفات میں تھے تو وہاں کے قاضی القضاۃ، چیف جسٹس، عیادت کیلئے بیمار پرسی کیلئے خبر گیری کیلئے پہنچتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اب اتنے عظیم محدث، ساری عمر حدیث پاک کی خدمت میں گذری مگر فریاد ہی فریاد۔ فریاد کر رہے ہیں:

قَرُبَ الرَّحِیْلُ اِلیٰ دِیَارِ الْاٰخِرَہْ   فَاجْعَلْ اِلٰھِیْ خَیْرَ عُمْرِیْ آخِرَہْ

الٰہی آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب ہے۔ یہ آخری لمحات میری زندگی کے بہترین لمحات ہوں ان میں تیرا نام ایک دفعہ نکل جائے وہی قبول ہوجائے تیری بارگاہ میں۔ الٰہی اگر یہ پار کرلیا گیا تو پھر دوسرے مرحلے کی فکر۔ آگے عرض کرتے ہیں

وَارْحَمْ مَبِیْتِیْ فِیْ الْقُبُوْرِ وَ وَحْدَتِیْ   وَارْحَمْ عِظَامِیْ حِیْنَ تَبْقٰی نَاخِرَہْ

الٰہی قبر میں جا کر مجھے سونا ہے، تنہا سونا ہے، وہاں تیری رحمت مجھے چاہئے۔ تیرا کرم، تیرا فضل مجھے چاہئے۔ کہ وہاں تو حال یہ ہوگا کہ گوشت پوست تمام کیڑے مکوڑے اور مٹی کھا لے گی اور خالی اگر کچھ رہا تو ہڈیاں کچھ عرصہ کیلئے رہ جائیں گی۔

فَاَنَا الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ اَیَّامُہٗ   وَلَّتْ بِاَوْزَارٍ غَدَتْ مُتَوَاتِرَہْ

الٰہی میں ایسا مسکین محتاج بے عمل انسان ہوں کہ جس کی ساری عمر گناہوں میں متواصل لگا تار گناہوں میں گذری ہے ایسے مسکین کے حال پر رحم فرما۔

فَلَئِنْ رَحِمْتَ فَاَنْتَ اَکْرَمُ رَاحِمٍ   فَبِحَارُ جُوْدِکَ یَااِلٰھِیْ ذَاخِرَہْ

الٰہی تیری رحمت کا دریا بڑا وسیع ہے، تو مجھ گنہگار پر رحم فرما اور مجھ گنہگار کو تو معافی دے دے۔

آخری وقت میں بھی موت کی یاد کا قصیدہ وہ پڑھ رہے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو حق تعالیٰ شانہ نے عربی لغت عربی زبان پر زبردست عبور عطا فرمایا تھا۔ سالہا سال عربی لغت اور ادب کی تلاش، تیاری اور اس کی پختگی میں آپ نے گذارے تھے اور وہی رنگ موت کے وقت بھی غالب ہے۔ چاروں طرف خدام، تیمار دار بیٹھے ہیں کہ آپ نے اشعار شروع کر دیئے، اشعار پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا:

وَلَمَّا قَسیٰ قَلْبِیْ وَضَاقَتْ مَذَاھِبِیْ   جَعَلْتُ رَجَائِیْ نَحْوَ عَفْوِکَ سُلَّمَا

تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُہٗ   بِعَفْوِکَ کَانَ عَفْوُکَ اَعْظَمَا

فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ   تَجُوْدُ وَ تَعْفُوْ مِنَّۃً وَتَکَرُّمَا

کہ الٰہی میرا دل سخت ہوگیا اور دل کی سختی کی بنا پر مجھے کہیں رستہ نظر نہیں آتا۔

اتنا بڑا امام کہ جن کی سفارش پر امتیں امیدیں باندھے ہوئے ہیں وہ خود مرتے وقت

[فریاد کر رہے ہیں] کہ بڑی عجیب گھڑی ہے وہ۔ الٰہی دربار کی طرف قدم اٹھانا کوئی آسان ہے؟ فرماتے ہیں کہ میرے دل کی سختی کی بنا پر سامنے رستے مجھے تنگ معلوم ہوتے ہیں تو کیا کروں کہا جاؤں؟ اب سوائے اس کے کہ میں تجھ سے امید لگائے رکھوں کہ تو مجھے معاف کردے گا۔ وہی سیڑھی ہے کہ جس کے ذریعہ میں اوپر چڑھ سکتا ہوں۔ ورنہ میرے گناہ تو مجھے بہت بھاری معلوم ہوتے ہیں، میرے گناہوں کو ایک پلڑے میں رکھتا ہوں اور تیرے عفو و کرم کو ایک پلڑے میں رکھتا ہوں تو تیرے عفو و کرم کا پلڑا مجھے جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے امید بندھتی ہے کہ الٰہی تو ضرور میرے گناہوں کو معاف کردے گا۔

فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ　　　تَجُوْدُ وَ تَعْفُوْ مِنَّةً وَتَكَرُّمَا

کیونکہ زندگی بھر میں دیکھتا رہا کہ میں گناہ کرتا رہا اور تو مجھے گناہوں سے معافی دیتا رہا۔

ایک پنجابی بزرگ

اسطرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حق تعالیٰ شانہ کے دربار میں اپنا مدعا اور درخواست عفو و کرم اور معافی کیلئے پیش کی۔

کیوں کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں پنجابی زبان میں، کہ

'عدل کرے تاں لٹیاں، اور فضل کرے تاں چھٹیاں'

کہ اگر وہ ایک پلڑے میں میرے گناہ اور دوسرے پلڑے میں میری حسنات اور نیکیاں رکھ کر تولے اور اس کے مطابق پورے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے تب تو ہم لٹ گئے، برباد ہوگئے۔ ہاں 'فضل کرے تاں چھٹیاں'۔ کہ اگر اپنا فضل و احسان ہم پر کرے تب جا کر ہم چھوٹ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ آخری وقت میں رو رہے ہیں، حضرت شیخ قدس سرہ ہر رات یہ قصائد سنتے اور روتے۔ اسی طرح ایک بہت بڑے بزرگ ہیں، حضرت جنید بغدادی

رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شیخ ہیں، شیخ سری سقطی۔ جنید فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرض الوفات میں پہنچا تو میں نے پوچھا کہ **کیف تجدک یاشیخ؟** کہ حضرت آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

تو وہ پوچھنے لگے خود کہ

کَیۡفَ اَشۡکُوۡ اِلیٰ طَبِیۡبِیۡ مَابِیۡ　　　　وَالَّذِیۡ اَصَابَنِیۡ مِنۡ طَبِیۡبِیۡ

کہ جو میرا طبیب ہے اسی نے مجھے یہ بیماری دی ہے، اب میں یہ طبیب سے جس نے خود مجھے یہ بیماری دی اس سے میں کیسے شکایت کروں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ

کَیۡفَ اَشۡکُوۡ اِلیٰ طَبِیۡبِیۡ مَابِیۡ　　　　وَالَّذِیۡ اَصَابَنِیۡ مِنۡ طَبِیۡبِیۡ

پڑھ کر رو رہے ہیں، جسم پسینے میں شرابور ہے۔

میرے بھائی جان نور اللہ مرقدہ کے وصال والی رات یہی حال تھا کہ رات بھر بنیان اور لنگی بدلی جاتی رہی۔ ایک جوڑا پسینے میں شرابور ہو جاتا وہ نکال دیا جاتا اور دوسرا پہنایا جاتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حال دیکھ کر پنکھا جھلنا شروع کیا تو فرمانے لگے کہ تمہارے اس پنکھے سے جو اندر کی جلن ہے اس کو کیا فائدہ ہوگا؟ **مَنۡ جَوۡفُہٗ یَحۡتَرِقُ مِنۡ دَاخِلٍ** کہ جس کا اندر سے دل جل رہا ہوں پھر باہر سے پنکھے کی ہوا اسے کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ بلکہ اگر آگ جل رہی ہو، وہاں پنکھا کیا جائے تو اور بھڑکتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ پنکھا تم رکھ دو اس سے میری آگ اور بھڑکتی ہے۔

پھر جب بھڑکتی آگ اور تیز ہوئی تو اشعار پڑھنے شروع کئے:

اَلۡقَلۡبُ مَحۡتَرِقٌ وَالدَّمۡعُ مُسۡتَبِقٌ　　　　وَالۡکَرۡبُ مُجۡتَمِعٌ وَالصَّبۡرُ مُفۡتَرِقٌ

کہ دل جل رہا ہے، آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں، رنج والم کا پہاڑ دل پر جمع ہے اور صبر نے اب ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

کَیۡفَ الۡقَرَارُ عَلیٰ مَنۡ لاَ قَرَارَ لَہٗ　　　　مِمَّا جَنَاہُ الۡھَویٰ وَالشَّوۡقُ وَالۡقَلَقُ

کہ اسے قرار کیسے کہ جس کے پاس قرار نہیں۔ اور محبت اور شوق اور بے چینی کا غلبہ ہے۔ اخیر میں حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کرتے ہیں:

یَارَبِّ اِنْ کَانَ لِیْ شَیْءٌ فِیْهِ لِیْ فَرَجٌ   فَامْنُنْ عَلَیَّ بِهٖ مَادَامَ بِیْ رَمَقٌ

کہ الٰہی جب تک میرے اس مٹی والے جسم میں سانس باقی ہے تو مجھ پر احسان فرما اور جس چیز میں بھی میرے لئے کشادگی ہو اور کھلا رستہ ہو اس کے ذریعہ تو میرے اوپر احسان فرما۔

اسی کا کسی نے ترجمہ کیا:

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہیں دل میں آگ ہے   کرب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجھ سے بعید
کیسے ہو راحت اسے کہ جس کو ہووے اضطراب   شوق سے ہو ناک میں دم اور قلق ہووے مزید
یا الٰہی گر کشائش ہے کسی شے میں میری   جب تک مجھ میں رمق ہے کر اسے مجھ پر پدید

اللہ تبارک وتعالیٰ ان جانے والوں کی طرح جب یہ گھڑی، موت کی گھڑی کا ہمیں سامنا ہو تو وہاں ہمیں استقامت نصیب فرمائے۔ اور یہ تو کتنے مستقیم لوگ کہ حال پوچھا جا رہا ہے تو اشعار پڑھ رہے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے مرض الوفات میں پوچھا کہ مزاج کیسا؟ جواباً انہوں نے پڑھا:

خَرَجْتُ مِنَ الدُّنْیَا وَقَامَتْ قِیَامَتِیْ   غَدَاةَ یُقِلُّ الْحَامِلُوْنَ جَنَازَتِیْ

بس کیا حال پوچھتے ہو کہ میں تو اس دنیا سے نکل چکا۔ من مات قامت قیامتہ۔ کہ میری قیامت قائم ہوگئی اور ابھی لوگ میرا جنازہ اٹھائیں گے۔

وَعَجَّلَ اَهْلِیْ حَفْرَ قَبْرِیْ وَصَیَّرُوْا   خُرُوْجِیْ وَتَعْجِیْلِیْ اِلَیْهِ کَرَامَتِیْ

کہ میرے گھر والے ہی جلدی جلدی میری قبر کھدوائیں گے اور مجھے جلدی لے جانے اور

جلدی پہچانے میں میرا اعزاز تصور کریں گے۔ساری زندگی ہر وقت جنہوں نے مجھے اپنے پاس رکھا لیکن اب وہ جلدی کریں گے کہ جلدی لے جاؤ ان کو۔اسی میں میرا اعزاز وہ سمجھیں گے کہ ان کو جلدی قبر میں دفن کردو۔

كَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوْا قَطُّ صُوْرَتِيْ غَدَاةَ أَتىٰ يَوْمِيْ عَلَيَّ وَلَيْلَتِيْ

کہ تمام اہل وعیال اور دوست احباب میرے لئے اجنبی بن جائیں گے اور مجھے جلدی روانہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ گویا انہوں نے کبھی میری شکل وصورت کو پہچانا ہی نہیں تھا مجھ سے ان کی کوئی جان پہچان ہی نہیں تھی۔ جب میرا وہ دن اور گھڑی موت کی آئے گی تو میرے لئے یہ سب اجنبی بن جائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے یہ مرحلہ ہم سب کیلئے آسان فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ مبارک ایام کی ہمیں قدر عطا فرمائے جو گئے اور جارہے ہیں اور جائیں گے ان کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں عبرت کی توفیق دے۔

محتضر کی تلقین

حافظ ابن حجر ہیثمی اپنی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں حافظ ابونعیم کی ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُحۡضُرُوۡا مَوۡتَاکُمۡ وَلَقِّنُوۡھُمۡ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَبَشِّرُوۡھُمۡ بِالۡجَنَّۃِ فَاِنَّ الۡحَلِیۡمَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ یَتَحَیَّرُ عِنۡدَ ذٰلِکَ الۡمَصۡرَعِ. وَاِنَّ الشَّیۡطَانَ اَقۡرَبُ مَایَکُوۡنُ مِنۡ ابۡنِ آدَمَ عِنۡدَ ذٰلِکَ الۡمَصۡرَعِ. وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ لَمُعَایَنَۃُ مَلَکِ الۡمَوۡتِ اَشَدُّ مِنۡ اَلۡفِ ضَرۡبَۃٍ بِالسَّیۡفِ. صَدَقَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی مومن کو تم سکرات کی حالت میں پاؤ تو اسے دنیا سے جانے کی آخری اس گھڑی میں لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو اور اسے جنت کی بشارت دو،

اس لئے کہ وہ ایسا لمحہ ہوتا ہے کہ مرد عورت اور بڑے سے بڑا دنیا کا حلیم اور عقلمند انسان بھی اس گھڑی اور اس منظر کو دیکھتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ اور عمر بھر شیطان پیچھے لگا رہا، اس نے کوششیں کیں ورغلایا، اس کے ورغلانے پر امانت میں خیانت کی، کسی کا مال کھایا، کسی چیریٹی میں قطع و برید کی، اس کا حساب ادھر ادھر کیا، کسی نامحرم کی طرف نگاہ کی، اس سے لطف لیا، اس سے آشنائی پیدا کی، زنا میں مبتلا ہوا، جتنے حربے شیطان تم پر آزماتا رہا وہ اس میں کامیاب ہوتا رہا۔

لیکن وہ تما حربے جس سے کروڑوں گناہ اس نے ساری عمر کروائے وہ سارے کے سارے اس نئے حملہ کے مقابلہ میں جو مرتے وقت وہ کرتا ہے کچھ بھی نہیں ہے، لَاشَیْءَ، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اب اس وقت وہ براہ راست ڈاکہ ڈالتا ہے ہمارے ایمان پر، کہ کسی طرح میں اس سے اس کا ایمان چھین لوں۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'وَاِنَّ الشَّیطَانَ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ مِنِ ابْنِ آدَمَ عِنْدَ ذٰلِکَ الْمَصْرَعِ'. کہ سب سے زیادہ قریب شیطان اسی لمحہ ہوتا ہے عمر بھر کے تمام لمحات کے مقابلہ میں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا شیطان کو دیکھنا

پیران پیر کے پاس بھی آیا تھا، حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی آیا تھا۔ فرمایا تھا کہ 'مارو اس کو'۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں مدینہ منورہ ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس ہے اور مسجد نبوی کے سائے میں یہ مدرسہ ہے۔ دھوپ، مدرسہ کے دیوار پر نہیں آتی تھی کہ مسجد نبوی کا سایہ ہر وقت رہتا تھا۔

اس کا مراقبہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اتنا کیا، جب وہاں سے گذرتے تو اسی سائے کو دیکھ کر کے کہ مسجد نبوی کے سائے میں ہم رہتے ہیں۔ خطوط میں جگہ جگہ یہ لکھوایا کہ ہم مسجد نبوی کے سائے میں ہیں۔ اس کے باوجود ہم حیران ہیں کہ کیا چیز پیش آئی کہ 'مارو اس کو'۔ دوسری

دفعہ اس سے زیادہ زوردار لہجے میں فرمایا، تیسری دفعہ میں اس سے زیادہ بلند آواز میں فرمایا 'مارواس کو' لیکن اس کے بعد پھر حضرت مسکرائے۔ اور فرمایا کہ 'ابلیس آیا تھا'۔ اللہ اکبر۔

ہمارا حال یہ ہے کہ عمر بھر ہمارے پاس رہا۔ ہر وقت ہمارا ساتھی بنا رہا۔ کروڑوں گناہ اس نے ہم سے کروائے لیکن ہم نے اسے نہیں پہچانا۔

کیا مقام ان اولیاء اللہ کا کہ جس حلیہ میں بھی ابلیس آئے، بزرگ بن کر آئے، فرشتہ بن کر آئے، کوئی بھی صورت اختیار کر کے آئے وہ اس کو پہچان لیتے ہیں۔

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پہچان لیا جب اس نے پیالہ پیش کیا۔

ایک طرف تو اتنا زبردست حملہ اس عدو اکبر کا، شیطان کا ہوتا ہے، سب سے بڑے دشمن کا ہوتا ہے اور ادھر جان نکالنے کیلئے ملک الموت فرشتہ آتا ہے۔

ملک الموت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، جس مالک کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اس کی قسم، میرے رب کی قسم کہ لَمُعَایَنَۃُ مَلَکِ الْمَوْتِ اَشَدُّ مِنْ اَلْفِ ضَرْبَۃٍ بِالسَّیْفِ کہ ملک الموت سے صرف آنکھ ملا لینا کہ وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ معاینہ جانبین سے ہوتا ہے، باب مفاعلہ سے۔ تو نظر سے نظر مل گئی تو اس سے ہیبت اور رعب اور اتنا خوف طاری ہوتا ہے کہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشَدُّ مِنْ اَلْفِ ضَرْبَۃٍ بِالسَّیْفِ، صرف ایک نظر اس کی ایسی ہے کہ ایک ہزار دفعہ تلوار کے وار ہمارے جسم پر کئے جائیں اس سے انسان جو تکلیف محسوس کرتا ہے اس سے زیادہ تکلیف، صرف نظر دلانے کی ہوتی ہے۔ اللہ۔

کیا لمحہ ہوگا وہ موت کا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'تمام لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو یاد کرو'، 'موت کو یاد کرو'۔

حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب ملک الموت کسی کی روح قبض کر لیتے ہیں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ادھر جان نکلی اور ادھر چیخنا چلانا، رونا پیٹنا، آہ وبکا شروع ہوگیا۔ حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لئے میں نے سنایا تھا کہ حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جنازہ میں شرکت کے لئے جب میں پہنچا تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا نظام ہے جنازہ کا، کہاں سے کب اٹھایا جائے گا اور کہاں پہنچایا جائے گا مگر وہی لمحات تھے کہ میں ایک دوست بلال گنگات کی خالہ کے یہاں چارپائی پر لیٹے لیٹے کیا دیکھ رہا ہوں۔

دیکھا کہ میرے دائیں طرف مولانا لطف الرحمٰن صاحب مرحوم ہیں، ان کے دائیں طرف مولانا گورا صاحب کھڑے ہیں، مولانا گورا صاحب کے مکان کے پیسیج (passage) میں، سامنے کمرے کا دروزہ کھلا ہوا ہے۔

اور کسی خاتون کے رونے کی آواز آتی ہے تو مولانا لطف الرحمٰن صاحب ہنستے ہیں پھر اس سے زیادہ رونے کی جب آواز آتی ہے تو مولانا گورا صاحب کو اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں کہ یہ تو رو رہی ہیں اور جب تیسری مرتبہ آواز اور بلند ہوئی تو اتنی زیادہ ہنسی ان پر طاری تھی کہ وہ لوٹ پوٹ ہو رہے تھے، ساتھ کہتے ہیں کہ یہ تو رو رہی ہیں؟ کہ ان رونے والیوں کو پتہ نہیں کہ ہم کس نعمت میں ہیں اور کہاں ہمیں لے جایا گیا ہے اور کہاں ہمیں لے جایا جائے گا اور یہ تو رو رہی ہیں۔ اسی لئے حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا کہ بالکل آواز نہ نکلے۔ آنسو بہتے رہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو بہے۔

بھائی جان حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بھائی جان کو بھی کسی خاتون نے دیکھا کہ وہ فضا میں معلق بیٹھے ہوئے ہیں اور وہیں سے اشارہ فرما کر فرما رہے ہیں کہ ان سے کہو کہ مت رؤو، مت رووٗ، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ میت کو تکلیف ہوتی ہے کہ ہم کسی نعمت میں ہیں اور یہ روتے کیوں ہیں، انہیں تو خوشی

ہونی چاہئے۔

ملک الموت کی ڈانٹ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ 'اِنّ مَلَکَ الْمَوْتِ اِذَا سَمِعَ الصُّرَاخَ یَقُوْلَ یَاوَیْلَکُمْ، مِمَّ الْجَزَعُ، وَفِیْمَ الْفَزَعُ، مَااَذْھَبْتُ لِوَاحِدٍ مِنْکُمْ رِزْقًا وَلاقَرَّبْتُ لَهٗ اَجَلاً وَلا اَتَیْتُهٗ حَتّٰی اُمِرْتُ وَلا قَبَضْتُ رُوْحَهٗ حَتّٰی اِسْتَمَرْتُ' کہ وہ سوال کرتے ہیں رونے والوں سے کہ یہ آہ وواویلا وفریاد اور شکوہ وشکایت تم کا ہے پر کر رہے ہو؟ میں نے تو تم سے کسی کی روزی نہیں چھینی اور نہ میں تمہارے مقررہ وقت سے پہلے ہی آیا۔ اور آیا بھی مامور بن کر، میرے مولیٰ کا مجھے حکم تھا آنے کا اور اس کی روح قبض کرنے کا تب میں آیا۔

اور آگے پھر غصہ میں وہ کیا فرماتے ہیں 'وَاِنَّ لِیْ فِیْکُمْ عَوْدَةً، ثُمَّ عَوْدَةً، ثُمَّ عَوْدَةً' کہ دیکھو یاد رکھو! کہ یہ میرا پہلا اور آخری آنا نہیں ہے میں تو آتا رہوں گا، پھر بھی آؤں گا، پھر بھی آؤں گا پھر آؤں گا۔ بار بار آؤں گا۔ کب تک آؤں گا ؟ کہ تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہے گا وہاں تک مجھے آنا ہے۔ وہاں تک میں یہاں آتا رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملک الموت جب غصہ میں ڈانٹ رہے ہوتے ہیں، لَوْ یَرَوْنَ مَکَانَهٗ اَوْیَسْمَعُوْنَ کَلامَهٗ، کہ اگر وہ ملک الموت کو دیکھ لیں، اور ان کی ڈانٹ وہ سن پائیں، کہتے ہیں کہ وہ میت کو چھوڑ کر بھاگیں، اور موت کا کوئی خواب وخیال بھی نہ رہے کہ ہم کہاں تھے، اور کہاں سے اور کیوں بھاگے۔ لَذَھَلُوْا عَنْ مَیِّتِھِمْ وَلَبَکَوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ کہ وہ میت کی بجائے اپنے آپ پر رونا شروع کر دیں۔

یہ بار بار ملک الموت کو آنا ہے ایک نفس بھی باقی رہے گا، ایک جان بھی رہے گی دنیا میں وہاں تک وہ آئیں گے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملک الموت کو تم نہیں دیکھتے، لیکن اگر تم دیکھو تو تمہارا یہ حال ہوجائے کہ میت کو بھول جاؤ اور اپنا فکر تمہیں پڑ جائے۔ لیکن خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے خدام،

زندگی میں بھی ملک الموت کو دیکھتے رہے، آخری گھڑیوں میں بھی دیکھتے رہے اور ان کیلئے ان سے ملنا اور ان کو دیکھنا ایسا تھا کہ جس طرح ہم اپنے کسی محبوب سے ملتے ہیں۔

ایک انصاری صحابی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ایک انصاری صحابی کے نزع اور سکرات کے وقت ملک الموت کو ان کے پاس دیکھا۔ رحمۃ للعالمین ہیں، صحابی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے سفارش فرمائی کہ 'اِرْفَقْ بِصَاحِبِنَا' کہ یہ میرا صحابی ہے اس کے ساتھ ذرا نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ کیوں؟ فرمایا کہ صحابی بھی ہے اور 'فَاِنَّهُ مُؤْمِنٌ' کہ اسے ایمان کی دولت بھی حاصل ہے۔ منافقین بھی رہتے تھے، رفاقت انہیں بھی حاصل تھی مگر وہ ایمان سے محروم رہے۔ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے رہے اور محروم رہے۔ نمازیں بھی پڑھتے رہے اور محروم رہے۔ اس نفاق کی بیماری سے اللہ تعالیٰ امت کو نجات دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِرْفَقْ بِصَاحِبِنَا فَاِنَّهُ مُؤْمِنٌ' کہ ہمارے اس دوست کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیجئے اس لئے کہ یہ پکا مومن ہے۔ ملک الموت جواب دیتے ہیں کہ 'یَامُحَمَّدُ! طِبْ نَفْسًا وَقَرِّ عَیْنًا' کہ آپ خوش رہیئے، اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھئے، میرا ہر مومن مسلمان کے ساتھ نرمی ہی کا برتاؤ رہتا ہے اور میں ہر ایک کو پہچانتا ہوں'۔ اس لئے کبھی انجان پنے میں کسی سے کوئی ایسا برتاؤ ہو جائے جو اس کی شان کے خلاف ہو، ایسا مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ کیوں؟ ملک الموت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ 'فَاِنِّیْ بِکُلِّ مُؤْمِنٍ رَفِیْقٌ'، ہر مومن کے ساتھ میرا نرمی ہی کا برتاؤ ہے۔

ملک الموت کا دن میں پانچ وقت آنا

اس کے بعد وہ عرض کرتے ہیں 'وَاعْلَمْ اَنَّ مَامِنْ اَهْلِ بَیْتٍ مِنْ مَدَرٍ وَلاَ شَعْرٍ فِیْ بَرٍّ وَلاَ بَحْرٍ اِلَّا وَاَنَا اَتَصَفَّحُهُمْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ' کہ روزانہ پانچ وقت میں اس کو آکر ملتا ہوں اور اس کو دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ جب ہمیں دیکھنے کیلئے آئیں تو ہم

اس وقت کی جو نماز ہے اس میں ہم مصروف ہوں۔ اور ہمیں وہ اچھے حال میں دیکھیں، نیکی کے حال میں دیکھیں، روزانہ پانچوں وقت ہمیں نماز کی حالت میں ملک الموت دیکھ رہے ہوں۔

یہ بار بار کیوں آنا، کتنا پختہ نظام قدرت کا، حق جل مجدہ کا، دنیا کے خالق اور رازق اور مدبر کا، کیسا زبردست اور پختہ نظام!۔ اسی لئے ملک الموت کہتے ہیں کہ پانچ دفعہ میں اسے روزانہ ملتا ہوں، 'حَتّٰی لَاَنَا اَعْرِفُ بِصَغِیْرِھِمْ وَکَبِیْرِھِمْ مِنْ اَنْفُسِھِمْ' کہ ان میں سے چھوٹوں بڑوں کو گھر والے جتنا پہچانتے ہیں، اس سے زیادہ میں انہیں ان کے نام کے ساتھ، عمر کے ساتھ، اس کی عمر کے سانس کے ساتھ پہچانتا ہوں۔ جتنا انہیں ان کے گھر والے پہچانتے ہوں گے اس سے بھی زیادہ اچھی طرح میں انہیں پہچانتا ہوں۔

اس کے بعد وہ عرض کرتے ہیں کہ 'یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَامُحَمَّدُ لَوْ اَنِّی اَرَدتُّ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَ بَعُوْضَۃٍ مَاقَدَرْتُ عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ ھُوَ الْاٰمِرُ بِقَبْضِھَا' کہ مکھی اور مچھر کی روح بھی مالک کے حکم کے بغیر میں قبض نہیں کرتا۔ ہماری زندگی ایسی ہو کہ روزانہ جب ملک الموت ہمیں دیکھیں تو اس حال میں دیکھیں کہ جب آخری وقت میں ہمیں لینے کیلئے آئیں تو ہماری روح قبض کرتے وقت انہیں خوشی ہو رہی ہو کہ اللہ کے ایک نیک بندہ کی میں روح قبض کر رہا ہوں۔ وہ ہم سے ناراض نہ ہوں کہ یہ مالک کا باغی طاغی اور مالک کا دشمن ہے، اس کے دین کا دشمن ہے، اس کے بجائے وہ ہمیں اپنا دوست سمجھیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور موت کا قصیدہ

دوستو! یہ لمحات اور یہ گھڑی موت کی بڑی کٹھن ہے۔ اسی کی یاد تازہ کرنے کیلئے حضرت شیخ قدس سرہ مجھ سے اور دیگر خدام سے موت کے یہ قصائد بار بار سنتے تھے۔ ہمارے محبوب آقا کی ادائیں بڑی عجیب تھیں۔ کبھی فرماتے 'لا موت کا قصیدہ سنا!'۔ کبھی جملہ ہوتا 'پیارے! جا، موت کی یاد لے آ'۔ کبھی فرماتے 'فضائل درود شریف لے آ'۔ تو ہم سمجھ گئے کہ فضائل درود

شریف سے مراد اس وقت قصیدہ سننا ہے۔ پھر موت کا قصیدہ ہم سناتے تھے:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　　جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

وزن کے شعر کے یہ چار فَعُولَنْ اس میں ہوگئے۔ اس کی آپ لکھ کر مشق کیجئے، اس کی حرکات اعراب، کہ کہاں جزم ہے اور کہاں ساکن ہے اور کہاں حرکات ہے۔

جگہ جی، فَعُولَنْ

لگانے، فَعُولَنْ

کی دنیا، فَعُولَنْ

نہیں ہے، فَعُولَنْ

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے　　　مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے　　　جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے　　　مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے　　　زمیں کھاگئی آسماں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

زمین کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا　　　ملوک وحضور خداوند کیا کیا
دکھائے گا تو زور تا چند کیا کیا　　　اجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا — اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہراک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا — پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہاں ہر خوشی ہے مبدّل بہ صد غم — جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہے ماتم
یہ سب ہر طرف انقلابات عالم — تیری ذات ہی میں ہیں ہر دم

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا — جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا — اجل آکے کردے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا — ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا — تجھے حسن ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی — جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی — یہ طرز معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو — ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو — سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پاکر پیام قضا بھی
نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی
جنوں تابہ کے ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دلدادۂ شعر گوئی رہے گا
نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر
اور اٹھتے چلے جارہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیش نظر جب ہے منظر
یہاں پر تیرا دل بہلتا ہے کیوں کر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

میں نے بار بار دہرایا کہ دارالاقامۃ کے رفقاء میں میرے دائیں طرف کے ساتھی مولانا گورا بھی گئے۔

میرے الٹے ہاتھ پر جن کا بستر ہوتا تھا مولانا عبدالرحیم ملک وہ بھی گئے۔

میری پائنتی میں بستر ہوتا تھا، خالہ زاد بھائی حافظ غلام احمد وہ بھی گئے۔

ہمارے بھائی جان بھی گئے۔ ایک ایک کر کے سب اٹھ کر اِس جہاں سے اُس جہاں میں قدم رنجہ ہوگئے۔

جہاں میں کہیں شور ماتم بپا ہے
کہیں فقر و فاقے سے آہ وبکا ہے
کہیں شکوۂ جو ر ومکر و دغا ہے
ہرطرف سے بس یہی اک صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیا فانی ہے، اس کی دولتیں، اس کی نعمتیں سب فانی ہیں۔ کتنا ہی کسی کے پاس ہو سب فانی ہے۔ اس وقت انسان کھلکھلا رہا ہے، ہنس رہا ہے۔ کسی دن آپ دیکھو گے کہ وہیں پر ماتم کی رونے پیٹنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ کسی کے پاس کتنا سب کچھ ہے، ساری دنیا لٹا رہا ہے اور کسی وقت وہی محتاج اور مسکین بن کر لوگوں سے مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس لمحے کے آنے سے پہلے ہمیں تیاری کی توفیق دے۔ جب وہ وقت آئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ 'لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ' کے ساتھ ہمیں اٹھائے۔ کہ یہی کلمہ وہاں کام دے گا۔ اور اسی سے نجات کی امید ہم رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کے ساتھ ہمیں محبت دے۔ مالک اپنی ذات کو ہمیں محبوب بنانے کی توفیق دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

۵ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کرے کہ مبارک ایام ہر مومن مسلمان کے اچھے گذر رہے ہوں۔ روزے کی حالت میں بھی، افطاری کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایک ایک سانس کی حفاظت فرمائے۔

پاس انفاس

حدیث پاک میں ہے کہ اہل جنت کی تسبیح ان کے سانس کے ساتھ جاری رہے گی تو صوفیائے کرام نے اس دنیا ہی کو جنت بنانا چاہا اور پاس انفاس کا ذکر ایجاد کیا کہ آپ جب سانس لیتے ہیں اور پیٹ پھولتا ہے تو اس میں 'اللہ' لمبا جائے اور 'ھا' ابھی نہ ادا کیا ہو۔ اور پھر جب سانس رک جائے تو اس کے ساتھ ھُو۔ اسی طرح ہر سانس میں اللہٗ، اللہٗ، تا کہ ہمارے سانس کے ہر سیکنڈ کی حفاظت رہے اور ہم اسے ضائع ہونے سے بچائے رکھیں۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہر کام کو ٹالتے رہتے ہیں۔ ابھی عبرت ہوئی اور کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے تو کہتے ہیں میں فلاں دن سے شروع کروں گا، فلاں دن سے نماز پڑھنا شروع کروں گا۔ فلاں دن سے معمولات جو اَب تک چھوٹے ہوئے ہیں فلاں مبارک گھڑی آئے گی تو اس میں دعا کر کے پھر شروع کروں گا۔ یہ سب تسویف ہے، ٹالنا ہے۔

قرین الخیر اور قرین السوء

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی برکت سے ہمیں کتنی دولتیں ملیں۔ کہ ہم ان کی نسل میں سے آئے۔ [ورنہ] وجود ہمیں ملتا، لیکن اور کسی مخلوق کی شکل میں بھی وجود مل سکتا تھا۔ لیکن یہ حق تعالیٰ شانہ کا احسان ہے کہ اللہ نے ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی نسل میں سے ہمیں بنایا۔

ان کی برکات اور ان کے ذریعہ ہمیں جو نعمتیں ملیں، تمام دنیوی واخروی نعمتیں ملیں، ان میں سے ایک عظیم الشان نعمت قرین الخیر ہے۔ کہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے ساتھ ہی اسے گناہوں کی طرف ابھارنے والا، ورغلانے والا شیطان اپنی طرف سے شیطان کا ایک بچہ اس کے ساتھ متعین کر دیتا ہے جو بچپن سے اس کا ساتھی رہتا ہے۔

اس کے تدارک کیلئے حق جل مجدہ نے یہ انتظام فرمایا کہ کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام دنیا میں آنے سے پہلے ہروقت فرشتوں کے جھرمٹ میں رہتے تھے، چاروں طرف فرشتے۔ جب اس دنیا میں بھیج دیئے گئے تو اس وقت بھی یہی فرشتے ساتھ رہتے تھے، جیسا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس فرشتے آتے تھے، جبریل بھی آتے تھے، اسرافیل بھی آتے تھے۔ اسی طرح بکثرت آمد حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس فرشتوں کی رہی۔ اس طرح کا ایک انعام ہمیں بھی دیا گیا کہ ہمارے ساتھ بھی فرشتہ قرین الخیر رہتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر انسان کے لئے قرین ہوتا ہے۔ جو ہر وقت کا اس کا ساتھی ہے، جو اس کے دل میں خیر ڈالتا رہتا ہے۔ ایک قرین الخیر ہے، دوسرا قرین السوء ہے، شیطان کا بچہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا صحابہ کرام نے کہ یارسول اللہ! قرین السوء، برا ساتھی

اور شیطان کا بچہ جیسا کہ ہمارے ساتھ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جی ہاں۔ میرے ساتھ بھی ہے، 'وَأَمَّا قَرِینِیْ فَقَدْ اَسْلَمَ' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا کیا کہنا۔ ایک ایک چیز میں جہاں کہیں آپ جھانکیں تو عظمت ہی عظمت نظر آئے گی، کیسے عظیم الشان نبی کی امت میں اللہ نے ہمیں بنایا۔ صحابہ کرام نے جب پوچھا کہ آپ کا قرین السوء، آپ کے ساتھ بھی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'وَأَمَّا قَرِینِیْ فَقَدْ اَسْلَمَ' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت وصحبت کی بدولت حق تعالیٰ شانہ نے اسے بھی مسلم بنا دیا، اسے بھی اسلام دے دیا۔

بعض روایات میں اس کو ضبط کیا گیا ہے 'قَدْ اُسْلَمَ'، کہ نہیں اس کو اسلام کی دولت تو نہیں ملی، بلکہ 'قَدْاُسْلَمَ' کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سلامتی دی جاتی ہے کہ وہ مجھے اپنے شر سے متاثر نہیں کر سکتا جس طرح اوروں کو کر سکتا ہے۔

تسویف

یہ ہمارا قرین خیر، قرین صلاح وفلاح، نیکیاں ہمارے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور جو قرین سوء ہے وہ برائی اور گمراہی کے رستے پر ہمیں ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہمیں بچائے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تسویف جو ہر چیز میں ہمیں خیر سے روکنے اور خیر سے باز رکھنے کی کوشش ہم اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں کہ کبھی چاہا کہ اتنی خیرات کر دیں، لیکن پھر ایک سوال، دوسرا سوال کہ فلاں رستہ بھی ہے فلاں بھی ہے۔ یہ تسویف کے لیے ہے، روکنے کے لیے ہے جو ابلیس کے بچہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

نماز کیلئے اٹھنا ہے الارم (alarm) بھی لگایا اور بار بار جو الارم بجتا رہے وہ بھی لگایا۔ مگر ابھی اٹھتا ہوں، ابھی اٹھتا ہوں۔ یہ تسویف ہے جو شیطان کی طرف سے ہے۔ بس ایک ہی دفعہ میں جب الارم ہوا آپ درود شریف پڑھتے ہوئے، کلمہ پڑھتے ہوئے، دعا پڑھتے ہوئے اٹھ کر چلنا شروع کر دیں، وضو کریں تو اس کے جتنے افسوں اور جادو ہیں وہ سب ٹوٹتے رہیں

گے۔ دعا پڑھتے ہوئے اٹھے تو ایک ٹوٹ گیا، وضو کیا تو دوسرا افسوں ٹوٹ گیا۔ نماز کی نیت باندھی تو تیسرا بھی ٹوٹ گیا۔

اس کے افسوں اور جادو کو سمجھنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنے مولیٰ کی رضا کے رستے پر چلتے رہیں یہ ہمارے لئے آسان فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ ہر چیز میں تسویف کی عادت وبلاء ہے، کہ ارادہ ہوتا ہے کہ فلاں کے ساتھ میں نے زیادتی کی، برائی کی، مجھے اس کے ساتھ معافی تلافی فوراً کر لینی چاہئے۔ لیکن کتنی ابلیس کی ہم پر حکومت چلتی ہے کہ ہم معافی کو ٹالتے رہیں گے۔

کس پر ٹالا کہ شب برأت آئے گی تو شب برأت میں ٹیکسٹ کریں گے کہ کہا سنا معاف کر دیجئے۔ لیلۃ القدر میں ٹیکسٹ کریں گے کہ یہاں دولٹرنے والوں کی آج معافی ملنی ہے وہ مجھے نہیں مل رہی، اس لئے میں ٹیکسٹ کر رہا ہوں کہ مجھے کہا سنا معاف کر دیجئے۔ سال بھر پر اس کو مؤخر کیا، اس کو ٹالا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فوراً قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اس کو سال بھر پر ٹال دیا۔

حالانکہ اس کا بھی تعلق جہالت سے ہے۔

ہم اپنی جہالت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کے وسیع دریا کو بہت محدود سمجھنے لگے کہ معافی کی گھڑی شب برأت ہی میں آتی ہے۔

حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دوستو وہ گھڑی روز آتی ہے، صبح وشام آتی ہے اور ہر ہفتے آتی ہے۔ کیسے؟

اعمال کی پیشی

حق تعالیٰ شانہ نے نظام بنایا کہ جب انسان فجر کی نماز میں ہوتا ہے اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے، اس وقت یہ گھڑی آتی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں فرشتوں کی ڈیوٹی بدلنے کا وقت ہے، دن کے فرشتوں کے آنے کا وقت فجر کی نماز ہے اور عصر کی نماز دن کے فرشتوں کے

جانے اور رات والوں کے آنے کا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَةٌ بِالنَّهَارِ فَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ' کہ فرشتوں کی دونوں جماعتیں، دن اور رات کے فرشتوں کی ان دونمازوں میں جمع ہوتی ہیں فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں۔ چنانچہ جن کو اللہ نے نماز کی توفیق عطا فرما رکھی ہے، عصر کی نماز میں فرشتوں نے دیکھا کہ وہ نماز میں ہے۔ پھر فجر میں پہنچے دیکھا کہ وہ نماز میں ہے۔ اب اللہ عز وجل ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ 'کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ؟' کہ میرے بندوں کو تم نے کیسے چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور شام کو ہم نے جب چھوڑا اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ. فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنَامُ وَلَایَنْبَغِیْ لَهُ اَنْ یَنَامَ' کہ اللہ کو نہ نیند آتی ہے نہ نینداس کی شان کے مناسب۔ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُهُ. عدل کے ترازو کو اوپر کرنا نیچے کرنا اسی کی شان۔ یُرْفَعُ اِلَیْهِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ النَّهَارِ وَ عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّیْلِ کہ رات کا عمل دن سے پہلے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے فجر کی نماز کے فوراً بعد۔ اور دن کا عمل رات سے پہلے عصر کی نماز کے بعد اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ حِجَابُهُ النُّوْرُ، لَوْکَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَاانْتَهٰی اِلَیْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ.

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'اِنَّ مِقْدَارَ کُلِّ یَوْمٍ مِنْ اَیَّامِکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ ثِنْتَا عَشَرَةَ سَاعَةً' جو معتدل ایام ہیں ان میں بارہ گھنٹے کی رات، بارہ گھنٹے کی دن۔ فرمایا کہ تمہارے رب کے یہاں تمہارے دنوں کی مقدار بارہ گھنٹے ہیں۔ فَتُعْرَضُ عَلَیْهِ اَعْمَالُکُمْ بِالْاَمْسِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلْیَوْمَ' تمہارے اعمال دن کے

شروع میں پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ

اسی لئے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ جب شام ہوتی ان پر گریہ طاری ہوجاتا۔ روتے رہتے روتے رہتے اور یہ فرماتے کہ 'لَا اَدْرِیْ مَارُفِعَ مِنْ عَمَلِیْ' اور یہ فرماتے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا عمل کس حال میں میرے رب کے پاس پہنچایا گیا۔ اس کے پاس تو پہچانے کی بھی ضرورت نہیں مگر حجت قائم کرنے کیلئے گواہوں کو قائم کرنے کیلئے، نامہ اعمال ایک یادگار کے طور پر باقی رکھنے کیلئے ایک نظام حق تعالیٰ شانہ نے بنایا ہے ورنہ اس کو کوئی حاجت نہیں۔ وہ تو خود سب کو جانتا ہے نہ فرشتوں کی ضرورت، نہ نامۂ اعمال کی ضرورت، نہ لکھنے کی ضرورت۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'یَا مَنْ عَمَلُهُ مَعْرُوْفٌ اَلاَ [یَعْلَمُ] مَنْ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفیٰ'

اہل حقد کی محرومی

جیسے شام کے وقت پیش کئے جاتے ہیں اسی طرح رات کے اعمال صبح کے وقت پیش کئے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا کہ جب حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اس کے بعد حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ 'جاؤ میری طرف سے سب کو معافی 'اِلَّا الْمُتَهَاجِرَیْن'۔ مگر دو آدمی جو ایک دوسرے سے خار کھائے بیٹھے ہیں، جن کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ ہے، ان کو چھوڑ کر باقی سب کو معاف کر دیا گیا۔ جیسے ہی ہمیں اپنے کینے پر احساس ہوا اسی گھڑی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے اور معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ روزانہ کی ایک پیشی ہمارے اعمال کی ہوتی ہے۔

دوسری پیشی کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ 'تُرْفَعُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ، فَیُغْفَرُ لِلْمُسْتَغْفِرِیْنَ وَ یُتْرَکُ اَهْلُ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ' حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں پیر کے دن اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جو استغفار کرنے والے ہیں ان کو معافی دی جاتی ہے لیکن کن کو معافی

نہیں ملتی 'وَ یُتْرَکُ اَھْلُ الْحِقْدِ بِحِقْدِھِمْ' کہ جو آپس میں کینہ رکھتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ ان کو اس معافی سے مستثنی کیا جاتا ہے۔

ہر قول و فعل کا لکھا جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ جو قرآن کریم میں تم پڑھتے ہو 'مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ' کہ جو کلمہ بھی تم زبان سے نکالتے ہو تو تاک میں بیٹھا ہوا فرشتہ تم پر متعین ہے نگرانی کیلئے، وہ فوراً جھٹ سے اس کو اٹھالیتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'یُکْتَبُ کُلُّ مَا تَکَلَّمَ بِهٖ مِنْ خَیْرٍ اَوْ شَرٍّ، حَتّٰی اَنَّهٗ لَیُکْتَبُ قَوْلُهٗ اَکَلْتُ وَشَرِبْتُ وَجِئْتُ وَرَأَیْتُ' کہ ہر حرکت ہر قول ہر عمل اس کا لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی چیزیں جن کا بظاہر حساب سے اس وقت تعلق نہیں ہے وہ بھی لکھی جاتی ہیں۔ وہ بولتا ہے کہ میں نے کھانا کھالیا، میں نے پی لیا، میں گیا تھا، میں آیا تھا، میں نے دیکھا تھا۔ سب لکھا جاتا ہے۔

'حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ عُرِضَ قَوْلُهٗ وَعَمَلُهٗ فَاُقِرَّ مَا کَانَ فِیْهِ مِنْ خَیْرٍ وَ شَرٍّ وَاُلْقِیَ سَائِرُهٗ' کہ جب اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جمعرات کے دن پیشی ہوتی ہے، اس میں سے صرف خیر اور شر کو باقی رکھا جاتا ہے باقی سارا حذف کردیا جاتا ہے جس کو قرآن نے بیان کیا کہ 'یَمْحُوا اللّٰهُ مَایَشَاءُ وَیُثْبِتُ' کہ خیر اور شر سے متعلق ہمارے اقوال اور افعال کو باقی رکھا گیا باقی تمام زائد چیزوں کو محو کردیا گیا اور مٹا دیا گیا۔

پیر اور جمعرات کا روزہ

اس روایت میں اعمال کی پیشی صرف جمعرات کے دن کا ذکر آیا مگر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں پیر اور جمعرات دونوں دنوں کا تذکرہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم صحابۂ کرام دیکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ کیا بات ہے کہ ہفتہ بھر کے ایام میں آپ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ فِیْھِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا الْمُتَھَجِّرَیْنِ ارشاد فرمایا کہ میں اس دن کا روزہ اس لئے رکھتا ہوں کہ اس دن میں ہر مسلمان کی اللہ مغفرت فرماتے ہیں پیر اور جمعرات میں، سوائے دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے سے ترک کلام کئے ہوئے ہیں، بول چال بند ہے، تعلقات منقطع ہیں۔ فیقول، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں 'دَعُوْھُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا' کہ ان کے علاوہ باقی سب کی مغفرت کر دی جاتی ہے، مگر یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں، ان کو رہنے دو چھوڑ دو۔ کب تک؟ حَتّٰی یَصْطَلِحَا۔ جب تک ان کی آپس میں ایک دوسرے سے صلح نہ ہو جائے۔ ایک دوسرے سے کینہ اور بغض و عداوت سے اللہ ہمیں بچائے۔

اسی طرح مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ فقیل لہ، آپ سے عرض کیا گیا، پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'اِنَّ الْاَعْمَالَ تُعْرَضُ کُلَّ اِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ' کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں 'فَیَغْفِرُ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ اَوْ قَالَ لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا الْمُتَھَاجِرَیْنِ فَیَقُوْلُ أَخِّرُوْھُمَا' کہ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے دو متہاجرین کے کہ جنہوں نے آپس کے تعلق کو منقطع کیا ہے۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ 'أَخِّرُوْھُمَا' ان کو ابھی رہنے دو۔ جب تک ان کی آپس میں صلح نہیں ہوتی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک امتی سے حق جل مجدہ کو کس قدر محبت اور پیار کہ اس امتی سے تمہاری صلح تو مجھ سے تمہاری صلح۔ میرے حبیب کے امتی سے تمہاری دشمنی تو مجھ سے بھی دشمنی۔

یہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ 'بکثرت پیر اور جمعرات کا روزہ میں اس لئے رکھتا ہوں کہ ان دونوں دنوں میں ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں'۔ دن

بھر میں جو کیئے وہ شام کو پیش ہوتے ہیں رات بھر میں کیئے دن کے شروع میں پیش ہوتے ہیں۔ پیش تو ہونے چاہئیں اسی وقت حق کی بارگاہ میں، مگر یہ بارہ گھنٹے کی ہمیں مہلت دی جاتی ہے کہ ہم اس گناہ سے بارہ گھنٹے کے اندراندر توبہ کرلیں۔

بندہ کو مہلت

دوستو! كُلُّ بَنِىْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. کہ گناہ ہر ایک سے ہوتا ہے اور فوراً قرین ہمیں کوستا ہے ٹوکتا ہے، توبہ پر ابھارتا ہے، مگر ہم ہیں کہ تسویف پر ٹالتے ہیں کہ ہاں کرلیں گے کبھی۔ لیکن ایک قسم کی اندر سے بڑائی، تکبر ہے وہ انَا ندامت و معافی کے اظہار سے باز رکھتی ہے۔ انانیت کہ اوہ میری ناک کٹ جائے گی۔ اس انانیت سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

بارہ گھنٹے تک مہلت دی جاتی ہے۔ پھر انتظار بھی کیا جاتا ہے کہ میں نے میرے بندہ کو ملہم خیر، خیر کا بھلائی کا الہام کرنے والا فرشتہ دیا ہے وہ اپنا کام جاری رکھے، اس لئے فیصلہ میں انتظار کرلو۔ تین دن تک انتظار کرلو کہ تین دن میں اگر وہ اس سے صلح کرلیتا ہے، معافی مانگ لیتا ہے توبہ کرلیتا ہے تو معاف کردیا جائے گا۔

پھر بھی معافی نہیں مانگتا توبہ نہیں کرتا تو پھر مزید اس کو اور دوسرے تین دن دیئے جاتے ہیں کہ پیر کے دن اس نے معافی نہیں مانگی، پیر کے دن حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کی تو جمعرات تک انتظار کرلو۔ اور جب جمعرات کے دن بھی اس نے توبہ نہیں کی تو اب وہ آئندہ اور طویل وقت کیلئے اسے اور مؤخر کردیا جاتا ہے۔ شب برأت تک معافی، آپس کی صلح کیلئے وقت دیا جاتا ہے۔

اسی لئے مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ 'تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ' پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں 'فَيَغْفِرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلاً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

اَخِیُـهِ شَحُنَاءُ‘ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوتو ان سب کو معافی مل جاتی ہے سوائے اس شخص کے کہ اس کے درمیان اور دوسرے امتی کے درمیان بغض ہے، کینہ ہے تو اللہ فرماتے ہیں ’اَنْـظِـرُوْا هٰـذَيْنِ حَتّٰـى يَصْطَلِحَا‘ کہ ان کو مؤخر کرو، ان کو مہلت دو ابھی جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گھروں میں صلح سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، بچے والدین کے ساتھ صلح سے رہیں، والدین کے فرمانبردار بن کر رہیں، میاں بیوی کے درمیان الفت رہے، رشتہ داروں کے درمیان صلہ رحمی کا تعلق رہے۔ سب سے زیادہ دنیا میں ہم کسی کو اپنا سمجھیں تو اپنے خون کو سمجھیں۔ جن کے ساتھ ہمارا خونی رشتہ ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی ہمارے لئے فرض کی گئی ہے۔ ان کو ہم اپنا سمجھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے خوش رکھے۔ اللہ عزوجل ہم سے خوش رہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ بہت مبارک ایام ہیں کہ ہمیں روزوں سے پہلے کتنی عادتیں تھیں کہ فلاں وقت میں اٹھتے ہی چائے پینی ہے فلاں وقت اٹھتے ہی فلاں دوا لینی ہے۔ فلاں وقت ناشتہ کرنا ہے۔ ناشتہ اور دو پہر کے کھانے کے درمیان پھلوں کا ناشتہ کرنا ہے۔ فلاں دوا لینی ہے، فلاں چیز آج پکا کر کھانی ہے، اس کے لیے شاپنگ جانا ہے۔ پورے دن ہم صرف اور صرف اپنے اس ظاہری جسم ہی کی پرورش میں لگے رہتے ہیں۔ ہر آن ہر گھڑی۔ کوئی لمحہ روحانی اقدار کیلئے نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود ہم جیسے گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور روزے چل رہے ہیں۔

روزوں کی برکت

اب روزے شروع کئے تو یہ سارے ٹائم ٹیبل بالکل حذف، ختم، کہاں گئے سارے مطالبات نفس کے اور شیطان کے کہ جس کو ہم نفس اور شیطان کے کھاتے میں ڈالتے رہتے ہیں۔ وہ ہوا ہو گئے۔ صرف ایک ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ساری دنیائے اسلام روزوں سے چل رہی ہے، اس کی برکات ہر کوئی محسوس کر رہا ہے۔ امت کے اکٹھے روزے چل رہے ہیں، اس کے نتیجے میں حق تعالیٰ شانہ نے کس قدر ہمت دے دی ہے۔

یہی حال ہمارے گناہوں کا ہے۔ ہمیں ہر آن ہر گھڑی گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے

اوراس کی انواع واقسام ہیں۔اس کا بھی یہی حل ہے،جس طرح ہم نے یک لخت ٹائم ٹیبل دیا اور امت محمدیہ کے ساتھ ایک ہی ٹائم ٹیبل سب کا بن گیا کھانے پینے کا جسے ساری دنیائے اسلام اپنا رہی ہے، اگر ہم چاہیں تو گناہوں کو بھی ہم پل بھر میں اسی طرح چھوڑ سکتے ہیں۔صرف ایک عزم کرنے کی دیر ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ بولٹن سے ہمارے دوستوں میں ہمارے اسماعیل بھائی ٹیلر کنتھاریا والے اورستپون کے یعقوب بھائی موگرا مرحوم اور آدم بھائی موگرا تشریف لائے۔ ان کو میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں لے کر گیا اوراسمٰعیل بھائی کو میں نے بڑھایا کہ ہمارے خاص دوستوں میں ہیں۔ مگرایک مرض لگا ہوا ہے سگریٹ کا۔دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔

اب یا تو حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی ایسی زبردست توجہ ہوئی کہ چین سموکر ساری عمر رہے مگر وہ دن اور آج کا دن وہ لت جاتی رہی۔ یا پھر اسماعیل بھائی کا عزم کہ انہوں نے دل میں سوچا ہوگا کہ آج اس مولوی نے مجھے اس بزرگ کے سامنے بڑا ذلیل کیا تو شاید اس کے نتیجے میں انہوں نے عزم کیا ہو۔ اسی طرح ہم اپنی بد سے بدتر اور اپنی پرانی سے پرانی عادت کوایک عزم کے ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. آپ عزم کر لوپھراللہ پر چھوڑ دو۔

دیکھئے! یہ گناہوں کی لذتیں ہماری ساری چھوٹ سکتی ہیں۔ایک فہرست بنالیجئے کہ یہ بھی نہیں کرنا، یہ بھی نہیں کرنا۔ اس لئے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی مصائب آتے ہی ہیں گناہوں کے نتیجے میں، الا ماشاء اللہ۔سوائے اللہ کے کچھ محبوب بندوں کے،اللہ کے برگزیدہ بندوں میں ایسے ہوتے ہیں کہ آفات بلیات ان کے گناہوں کے سبب سے نہیں ہوتے۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت ہوگی،ان کے رفع درجات مقصود ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

اسی لئے ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کوئی ساتھی بھی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھی نے موقعہ غنیمت جانا اور عرض کیا کہ 'يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَدِّثِيْنَا عَنِ الزَّلْزَلَةِ' کہ اماں جان ہمیں وہ زلزلے والی حدیث سنایئے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: 'اِذَا اسْتَبَاحُوْا الزِّنَا، وَشَرِبُوْا الْخُمُوْرَ وَطَرَبُوْا بِالْمَعَازِفِ اَغَارَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ السَّمَاءِ فَقَالَ لِلْاَرْضِ تَزَلْزِلِيْ بِهِمْ' کہ جب زنا عام ہو جائے، شراب عام ہو جائے، یہ معازف اور گانا بجانا عام ہو جائے تو اللہ عزوجل کا زمین کو حکم ہوتا ہے کہ 'تَزَلْزِلِيْ بِهِمْ' دھنسا دوان کو۔ پہلے ہلاؤ، اگر باز آئیں تو ٹھیک ورنہ پھر دھنسا دیا جاتا ہے۔ فرمایا 'تَزَلْزِلِيْ بِهِمْ' حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں زمین سے کہ ان کو ہلا کر رکھ دو۔

ابھی تین چار روز پہلے اٹھ کر میں نے اپنا خواب بتایا کہ آج میں نے دیکھا کہ زلزلہ ہے، عمارت جس میں تھے ہلی تین دفعہ۔ زلزلہ کے بعد اگر وہ توبہ کرلیں تو وہ چھوٹ جاتے ہیں۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ 'يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعَذَابًا لَهُمْ؟' کہ کیا زلزلہ آتا ہے عذاب کے طور پر؟

سبب حقیقی

ہر چیز کے حق تعالیٰ شانہ نے اسباب رکھے ہیں کہ زلزلہ سائنس کے نزدیک تو مختلف وجوہ سے ہوتا ہے اب گناہ کا زلزلہ سے کیا تعلق؟ یہی تو غیب ہے۔ کہ اسی میں انسان الجھ کر مالک کو بھولتا ہے یا یاد رکھتا ہے؟ کہ سبب حقیقی اور مسبب الاسباب کی طرف اس کی نگاہ جاتی ہے؟ یا یہ جو ظاہری نظر آنے والا سبب ہے اسی میں الجھ کر رہ جاتا ہے؟ انسان کو خدا اسی لئے تو نظر نہیں آتا۔ جنت اسی لئے تو دکھائی نہیں دیتی، سارا نظام جو چل رہا ہے فرشتوں کا اسی لئے تو نظر

نہیں آتا۔ پھر تو جب غیب نہ رہے تو پھر امتحان تو اس طرح نہیں لیا جاسکتا۔ یہ غیب اور مصائب تو امتحان ہے انسانیت کا۔

اللہ کرے کہ ہم اسباب میں الجھ کر نہ رہیں، مالک حقیقی کو جانیں اور اس کو پہچانیں۔ اماں جان سے پوچھا کہ'یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ! أَعَذَابًا لَهُمْ؟ قَالَتْ، 'بَلیٰ، مَوْعِظَةً وَرَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَنَکَالاً وَسُخْطاً لِلْکَافِرِیْنَ' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ساتھی کے سوال پر اور اس حدیث کے سننے پر بے حد مسرت ہوئی کہ ہماری یہ حاضری قبول ہوگئی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زلزلہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایک دفعہ زلزلہ آیا۔ اِنَّ الْاَرْضَ تَزَلْزَلَتْ عَلیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ یَدَهُ عَلَیْهَا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا 'اُسْکُنِیْ!' ساکن ہوجا۔ یہ تو زلزلہ انسانیت کو ہلانے کیلئے ہوتا ہے، ڈرانے کیلئے ہوتا ہے، انہیں حق کی طرف متوجہ ہونے اور گناہوں سے توبہ کیلئے ہوتا ہے۔

اور ایک زلزلہ وہاں پہاڑوں پر بھی آیا ہے۔

جبل نور پر زلزلہ

مختلف پہاڑوں کے مختلف جگہوں کے قصے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواص رفقاء کے ساتھ پہاڑ پر ہیں اور زلزلہ آیا جبل نور پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس طرح یہاں زمین کو فرمایا اُسْکُنِیْ. وہاں فرمایا ساکن ہوجا، 'فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَهِیْدٌ' تین کلموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے آنے والے کتنے لمبے زمانہ کی تاریخ بیان فرمادی خلفائے کرام کی، اور اپنے متعلق بھی کہ میری بھی وفات شہادت سے ہوگی، صدیق کی وفات بھی شہادت سے ہوگی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں دیا گیا تھا، وفات سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ ’عائشہ! وہ جو گوشت کے اندر زہر دیا گیا تھا اس کی وجہ سے میری حلق کی رگوں کو میں کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں‘۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ طبیب عرب کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ دونوں نے لقمہ لیا۔ طبیب نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ لقمہ اگل دیجئے۔ اگلنے کے بعد اس نے پوچھا کہ آپ نے کچھ کھا بھی لیا۔ فرمایا ہاں کھالیا۔ کہا میں نے بھی ایک لقمہ تو کھالیا۔ پھر کہا کہ آج کا دن لکھ لیجئے۔ آئندہ سال آج کا دن ہم دونوں نہیں پاسکیں گے۔ سال میں یہ زہر اثر کرے گا اور تمہاری اور میری دونوں کی وفات ہو جائے گی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شہید، عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شہید، یہ لرزنا تو پہاڑ کا جھولا تھا تھوڑا سا، پیار سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خلفاء کو اسے جھولے کی طرح ہلا کر پیار دیا۔

موجودہ دور کے زلازل

اس وقت، ہر تھوڑے دنوں کے بعد زلزلے سنے جاتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ’بلیٰ‘ کیوں نہیں، یہ عذاب کے طور پر ہے اور اس لئے ہے کہ **مَوْعِظَةً وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ**، تاکہ سنبھل جائیں اور گناہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زلزلہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’اُسْکُنِیْ‘ کہ ابھی تو اس کا وقت نہیں آیا۔

قرب قیامت میں زلازل ہوں گے۔ آتے رہیں گے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے مطابق شروع ہیں، زلزلوں پر زلزلے۔ پھر ارشاد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ زلزلہ ہوتا اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ بندوں سے توبہ چاہتے ہیں کہ وہ توبہ کریں۔ معافی مانگیں، اپنے گناہوں کی عادت کو چھوڑیں۔ اگر وہ توبہ کر لیتے ہیں تو حق تعالیٰ معافی دے دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں جس طرح زلزلہ آیا اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ایک دفعہ زلزلہ آیا۔ فوراً آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی نئے گناہ تم نے ایجاد کئے ہیں جو میں ظاہری طور پر دیکھ نہیں سکتا۔ تو خدا کے واسطے اس سے توبہ کیجئے ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔ **اَیُّھَا النَّاسُ مَاکَانَتْ ھٰذِہٖ الزَّلْزَلَۃُ اِلَّا عَلٰی شَیْءٍ اَحْدَثْتُمُوْہُ. وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَئِنْ عَادَتْ لَا اُسَاکِنُکُمْ فِیْھَا اَبَدًا.** اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی قصے میں، یا شاید کسی اور موقعہ پر پھر زلزلہ آیا ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین پر ہاتھ مار کر پوچھا 'مالَکِ؟' کیوں ایسا کر رہی ہے تو؟ کیا شان تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ کیا عظمت تھی۔ کہ ہر مخلوق ان خدام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو پہچانتی تھی، زمین پہچانتی تھی، پہاڑ پہچانتے تھے، آسمان پہچانتا تھا، زمین پہچانتی تھی، روئے زمین کے کیڑے مکوڑے وحشی جانور ہر ایک پہچانتے تھے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے جنگل میں اعلان فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یہاں پہنچے ہیں ہمیں قیام کرنا ہے یہاں، تم جاؤ یہاں سے۔ کہتے ہیں کہ تمام وحشی جانور اپنے منہ میں اپنے بچوں کو لے کر جا رہے ہیں، ہاتھی جا رہا ہے، شیر جا رہا ہے، چیتا جا رہا ہے۔ تمام وحشی جانوروں نے اپنا رستہ لیا اور خالی کر دیا ایک ہی اعلان پر۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زمین سے پوچھتے ہیں کہ '**مالَکِ؟**' ارے! تجھے کیا ہو گیا۔ فرمایا کہ '**اَمَّا اِنَّھَا لَوْ کَانَتِ الْقِیَامَۃُ**' اگر قیامت کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے تو زمین پہلے بولنا شروع کرے گی۔ اللہ وہ دن ہمیں نہ دکھائے۔

زمین کا بولنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ 'سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَلَیْسَ فِیْھَا ذِرَاعٌ وَلاَ شِبْرٌ اِلاَّ وَھُوَ یَنْطِقُ' کہ زمین کا ہر حصہ بولے گا۔ 'یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زلزلہ آیا تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا 'یَا اَیُّھَا النَّاسُ! مَاھٰذَا؟ مَا اَسْرَعَ مَااَحْدَثْتُمْ' یعنی پتہ تھا نہیں کہ اس کے اسباب کیا ہیں۔ فوراً ڈانٹا لوگوں کو کہ یہ کیا ہے؟ بہت جلدی تم لوگ بدل گئے۔ اب دوسری مرتبہ یہ زلزلہ نہیں آنا چاہئے۔ 'لَئِنْ عَادَتْ لاَ اُسَاکِنُکُمْ فِیْھَا' کہ اگر دوسری مرتبہ یہ زلزلہ آیا تو میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں رہوں گا۔

زمین کا ڈرنا اور کانپنا

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین ہلتی کیوں ہے، زلزلہ کیوں آتا ہے۔ فرمایا 'اِنَّمَا تَزَلْزَلَ الْاَرْضُ اِذَا عُمِلَ فِیْھَا بِالْمَعَاصِیْ فَتَرْعَدُ فَرَقًا مِنَ الرَّبِّ جَلَّ جَلاَلُہُ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْھَا' اللہ اکبر کاش کہ ہم بھی ڈریں گناہوں کی اس نحوست سے اور ان کے وبال اور ان کے نتیجہ سے جیسے زمین ڈرتی ہے۔ گھر میں کسی بچہ نے کوئی حرکت کی تو دوسرے بچے ڈر جاتے ہیں کہ اوہو! اب ایسا ہوگا۔ اسی طرح وہ زمین، یہ سوچ کر رب تعالیٰ شانہ کو اس گناہ کا پتہ اب چلے گا اور رب ناراض ہوگا اس لئے وہ پہلے ہی کانپنا شروع کر دیتی ہے۔

حق تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا ڈر جتنا زمین آسمان اور دوسری مخلوق کو ہے حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اس کا کچھ حصہ عطا فرمادے کہ ہم بھی اس کی طرح سے ڈرنے لگیں۔ کعب فرماتے ہیں کہ 'فَتَرْعَدُ فَرَقًا مِنَ الرَّبِّ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْھَا' کہ رب کو اس کی اطلاع ہوگی، اب کیا ہوگا اس گناہ کے بعد۔ اس لئے وہ زمین کانپتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ زلزلہ آیا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام شہروں میں اپنی طرف سے گرامی نامہ تحریر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ 'اَمَّـا بَعۡدُ فَاِنَّ هٰذَا الرَّجۡفَ شَیۡءٌ یُعَاتِبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ الۡعِبَادَ' پہلے تو اس کی حقیقت بیان فرمائی کہ یہ زلزلہ ہے کیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ زلزلہ حق تعالیٰ شانہ کا بندوں پر عتاب ہے، غصہ ہے ناراضگی ہے، اس کا جلال ہے۔ اور آگے لکھا کہ 'وَقَدۡ کَتَبۡتُ اِلیٰ الۡاَمۡصَارِ اَنۡ یَخۡرُجُوۡا فِیۡ یَوۡمٍ کَذَا فِیۡ شَهۡرٍ کَذَا وَکَذَا فَمَنۡ کَانَ عِنۡدَهُ شَیۡءٌ فَلِیَتَصَدَّقۡ بِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوۡلُ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی فرمایا کہ میں نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیج دیا ہے کہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو سارے مسلم غیر مسلم میدانوں میں باہر نکلیں اور صدقہ کریں جس کے پاس ہو اور نماز پڑھیں، روئیں، گڑگڑائیں، اللہ کا نام لیں اور اس کا ذکر کریں، ذکر اللہ کی کثرت کریں اور یہ دعا پڑھیں جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی خطا کی معافی کیلئے رب کی بارگاہ میں اپنی عرضی پیش کی تھی۔ اور کہا تھا 'رَبَّـنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَمۡ تَغۡفِرۡلَنَاوَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ' کہ الٰہی ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا تو مغفرت نہیں کرے گا، معافی نہیں دے گا، ہم تو لٹ جائیں گے، خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ فَقُوۡلُوۡا کَمَا قَالَ آدَمُ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا آگے فرمایا 'وَقُوۡلُوۡا کَمَا قَالَ نُوۡحٌ' جیسے حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام نے حق تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے عرض کیا تھا 'وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَاوَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ' کہ اے خدا تیرے سوا میرا ہے کون؟ تو اگر مغفرت نہیں کرے گا تو میرا تو بہت نقصان ہو جائے گا'۔

آگے فرمایا وَقُوۡلُوۡا کَمَا قَالَ یُوۡنُسُ، اور حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ جس طرح حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں میں رب کو پکارا تھا۔ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلاَثٍ، رات کا اندھیرا، سمندر کی تہہ کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، جو انہوں نے اس

وقت رب کو پکارتے ہوئے کہا تھا وہ تم کہو۔ کہ انہوں نے کہا تھا لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ اے خدا! تو پاک ہے اور ناپاکی کو پاک کرنے والا ہے، ہماری خطاؤں کی، لغزشوں کی، گناہوں کی تمام آلودگیوں سے ہمیں پاک فرمادے۔ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ.

البیلا معشوق

یہ جو مبارک ایام ہیں حق تعالیٰ شانہ ان ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال اور روزوں کی برکت سے حق جل مجدہ ہمیں معافی دے دے، ہمارے گناہ معاف فرمادے۔ ہم سے راضی ہوجائے۔ ناراضی پیدا کرنے والے اسباب ہم سے سرزد نہ ہوں۔ ہم وہ کام کریں، وہ عمل کریں کہ جس سے حق تعالیٰ شانہ راضی رہے۔ یہی سب سے بڑی ہماری ضرورت ہے کہ مالک ہم سے ہر وقت راضی رہنا چاہیئے۔

محبت ہوتی ہے انسان کو تو محبوب کے متعلق، معشوق کے متعلق ایسی کوئی حرکت اسے گوارا نہیں ہوتی جس سے اس کی ناراضگی کا یا روٹھ جانے کا اندیشہ ہو۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ 'اللہ عزوجل بڑا البیلا معشوق ہے'۔ اوہو! ہم اس عظیم معشوق کے، محبوب کے البیلا پن کو ہم جانیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور ایک بڑھیا

ایک عجیب قصہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام گذر رہے ہیں۔ ایک بڑھیا ہے اسے اپنے مولیٰ سے، خالق سے، مالک سے محبت ہے، بے پناہ عشق ہے۔ وہ جو اپنے معشوق کے لیے جو کرسکتی ہے وہ اس نے کہنا شروع کیا۔ کہ اے خدا! تو آجا۔ اگر تو میرے پاس آجائے تو میں تیرے بال بناؤں، تیرے بالوں کا بناؤ سنگھار کروں۔ اس میں کنگھی کروں۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ یہاں تو کوئی ہے نہیں تو کس سے کہہ رہی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میرے مالک کو میں بلا رہی ہوں۔ فرمایا کہ ارے! مالک کو ان

کلمات سے یاد کیا جاتا ہے؟ ایسا مت کہا کرو۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام تھوڑا آگے چلے۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے وحی آئی۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عتاب ہوا۔ فرمایا موسیٰ وہ جو کلمات وہ کہہ رہی تھی، ہمیں لطف آرہا تھا اس کے کلمات سن کر، اور اس پر پیار آرہا تھا۔ جانبین کے اس لطف کو اور محبت اور عشق کی راہ کی جو لذت ہے وہ تم نے چھین لی دونوں سے، طرفین سے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا مالک کو خطاب

یہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام خود مالک کو خطاب کر رہے ہیں اور عرض کیا 'یَارَبِّ! اَنْتَ فِی السَّمَاءِ وَنَحْنُ فِی الْاَرْضِ فَمَا عَلَامَۃُ غَضَبِکَ مِنْ رِضَاکَ؟' کہ الٰہی جب آپ بندوں سے خوش ہوتے ہیں اس کی کیا علامت؟ ناراض ہوتے ہیں اس کی کیا علامت؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'جب میں روئے زمین پر حکام رحم وکرم کرنے والے بٹھادوں، تب سمجھو کہ میں زمین والوں سے خوش ہوں۔ اور اہل زمین میں سب سے بدتر لوگوں کو وہاں کا حاکم بناؤں تب سمجھو کہ میں ان سے ناراض ہوں'۔ اللہ عزوجل ہم سے راضی رہے، ہماری دنیا بھی عافیت کی رہے اور آخرت بھی۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

۷/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ ان دنوں کی قدر کی ہمیں توفیق دے، ہمت دے، عزم دے۔ اس کے وعدوں پر یقین دے۔ اور یہ ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ فلاں بزرگ ہزار رکعتیں روز پڑھتے تھے، فلاں پانچ سو پڑھتے تھے، فلاں ایک ایک دن میں کئی کئی ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ ہم اس سے اتنے دور جا پہنچے، ہم نے اپنے آپ کو گناہوں کی نحوستوں میں آلودہ کر کے یہاں تک گرادیا کہ ہم انہیں بھی جھٹلائیں۔

رائے زَنی

کبھی کوئی انسان کسی چیز کو جھٹلائے، تو وہ جس نے تجربہ کیا ہو، ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں کہ ہم تجربہ کریں کہ ایک دن میں ایک قرآن شریف پڑھیں، ایک دن میں دو قرآن شریف پڑھیں، ایک دن میں تین قرآن شریف پڑھیں، ایک دن میں سو رکعت پڑھیں۔ پھر ہمارا عمل کا یہ حال تو پھر ہم کیسے اس پر رائے زنی کر سکتے ہیں کہ یہ غلط تھے اور یہ غلط لکھا ہوا ہے۔ یہی چیز بڑھتے بڑھتے انسان کو گرا کر یہاں تک پہنچاتی ہے۔

یہ زمانہ بالخصوص ایسا ہے کہ پچھلے زمانہ میں اسلامی ماحول ہر جگہ ہوتا تھا اسلامی حکومتیں ہوتی تھیں، اچھے لوگ ہوتے تھے، اچھا ماحول ملتا تھا۔ اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بلکہ جو کچھ

ٹوٹا پھوٹا کیا جارہا ہے اس کو بھی گرانے کی، بگاڑنے کی، خراب کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

نیکیوں سے معمور جگہوں کا ویران ہو جانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ 'بنا بنایا کھیل ختم ہو جائے گا کہ آباد اور نیکیوں سے معمور جگہیں ویران کر دی جائیں گی'۔ پوچھا گیا کہ وہ آباد ہوں گی تو پھر کیسے ویران ہوں گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی دشمن باہر سے آکر اس کو ختم نہیں کرے گا بلکہ **'اِذَا عَلاَ فُجَّارُهَا عَلٰی اَبْرَارِهَا وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ مُنَافِقُوْهَا'** کہ غلط لوگوں کے ہاتھوں میں اس کے انتظام پہنچیں گے وہ اس کو خراب کر چھوڑیں گے۔

اشرار کا اخیار پر غلبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **'سَيَظْهَرُ شِرَارُ اُمَّتِیْ عَلٰی اَخْيَارِهَا'** عنقریب زمانہ آنے والا ہے، کہ اشرار اخیار پر غالب ہو جائیں گے۔ اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعہ، اپنی خفیہ حرکات کے ذریعہ، اپنی خفیہ تنظیموں اور قوتوں کے ذریعہ ان پر غالب آجائیں گے اور اتنے غالب ہو جائیں گے **'حَتّٰی يَسْتَخْفٰی الْمُؤْمِنُ فِيْهِمْ'** کہ ان میں جو نیک لوگ ہوں گے وہ چھپنا چاہیں گے۔ کہ کہاں جان بچائیں کہاں چھپ جائیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتنا عظیم بتایا، کہ یہ بلا کتنی عظیم ہوگی۔ فرمایا کہ **'حَتّٰی يَسْتَخْفٰی الْمُؤْمِنُ فِيْهِمْ'** کہ ان میں مومن چھپنا چاہے گا **'كَمَا يَسْتَخْفٰی الْمُنَافِقُ فِيْنَا الْيَوْمَ'** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میرے ہوتے ہوئے جو منافقین ہیں وہ جس طرح اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، اس وقت الٹا حال ہو جائے گا جب اس زمانے میں منافقین کا غلبہ ہوگا۔ اور نیکیوں کا برا حال ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ **'يَذُوْبُ فِيْهِ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ'** کہ مومن

غم کے مارے اس کا دل پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک ڈالیں تو وہ پگھل جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یَـا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! مِمَّ ذٰاکَ؟ ایسا کیوں ہوگا یا رسول اللہ! فرمایا کہ مومن کے لیے وہ گھڑیاں بڑی صبر آزما ہوں گی کہ وہ اشرار کا غلبہ اور ان کی حرکتیں دیکھ رہے ہیں لیکن اس کو روک نہیں سکیں گے۔ فرمایا کہ 'مِمَّا یَرٰی مِنَ الْمُنکَرِ لاَ یَسْتَطِیْعُ تَـغْیِیْــرَہٗ' اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین کو باقی رکھے، ان مساجد کو آباد رکھے، ان مدارس کو آباد رکھے، ویرانی سے مدارس کو بچائے، خانقاہوں کو بچائے، مساجد کو بچائے، تمام خفیہ ریشہ دوانیوں سے ان جگہوں کو اور حرمین شریفین کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

گناہوں کو حقیر سمجھنا

یہ آہستہ آہستہ گناہ کرتے کرتے، پہلے یہ منافقین اور ان کے سردار بنے تو ایک دم نہیں بن گئے بلکہ آہستہ آہستہ۔ پہلے چھوٹا گناہ اور اس کی عادت پھر بڑا گناہ۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِیَّـاکُمْ وَمُـحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ' گناہوں میں سے جو سب سے حقیر سمجھے جاتے ہیں ان سے بھی بچو۔ معمولی گناہ۔ کسی گناہ کو حقیر مت سمجھو، کہ گناہ اور نافرمانی چھوٹی ہے یا بڑی ہے اس کو نہ دیکھو۔ کس کی معصیت اور کس کی نافرمانی ہو رہی ہے اس کو دیکھو۔ عرش کے مالک، کائنات کے خالق، اس کی نافرمانی کی جائے؟ اور ایسی ادنی مخلوق کیسے جرأت کر کے اس کی نافرمانی کرلے؟ اسی لئے کسی گناہ کو بھی چھوٹے بڑے کے طور پر مت تولو۔

المعاصی برید الکفر

کیوں؟ کہ گناہ کفر کو لانے والے ڈاکیے ہیں۔ حق تعالیٰ کی ہر معصیت اور حکم عدولی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے رستے سے ہٹ کر ایک قدم اور ایک قول اور ایک فعل یہ کفر کو لانے والا پوسٹ مین ڈاکیہ ہے۔ اَلْمَعَاصِیْ بَرِیْدُ الْکُفْرِ.

اس کو سمجھنا بہت آسان ہے کہ کوئی خاتون گذر رہی ہے یا کسی خاتون نے دیکھا کہ مرد گذر

رہا ہے۔ دور سے صرف ایک نظر ہی دیکھا اس کو۔ لیکن یہ ایک نظر کہاں تک پہنچاتی ہے کہ سوچ میں لذت آئے گی اسلئے کہ فوٹو دماغ میں لے رکھا ہے۔ پھر اس تک پہنچنے کی کوشش میں لذت آئے گی پھر باتوں میں لطف آئے گا، یہاں تک کہ نظر جس کو کچھ بھی نہیں سمجھا تھا کہ ایک نظر اٹھ گئی لیکن اس نے زنا تک پہنچایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ ایمان نہیں رہتا۔ نکل گیا ایمان تو وہ سائبان کی طرح ہے۔ اور اگر اس حالت میں مر گیا تو ان کے نزدیک تو اس روایت کے مطابق وہ آدمی کافر مرے گا۔ وہ سائبان کی طرح ہے اوپر چھتری کی طرح، جب وہ زنا سے فارغ ہوگا، تب وہ دل میں واپس آئے گا۔

ایک گناہ کئی گناہوں کو کھینچ لاتا ہے

جس طرح یہاں اس ایک نظر نے حرام اور کفر تک پہنچایا۔ یہ اس سے اور آگے پہنچے گا۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ کر لاتا ہے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ سمجھاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ 'یَا صَاحِبَ الذَّنْبِ لَاتَأْمَنْ سُوْءَ عَاقِبَتِهٖ تو نے جو گناہ کیا اس کے انجام سے مامون نہ رہنا۔ اطمینان سے مت رہنا۔ کیوں؟ کہ یہ تو نے ایک گناہ کیا تو یہ دوسرے کو کھینچ کر لا رہا ہے۔ جس طرح وہاں ایک نظر سے کتنے مراحل طے کر کے وہ زنا تک پہنچا۔

فرماتے ہیں کہ اس ایک گناہ میں تیرے کئی گناہ ہیں۔ جب ایک نظر کسی پر اٹھائی یہ گناہ ہوا، اس کے ساتھ دوسرا یہ کہ تو نے نہیں سوچا کہ گناہ میں نے کیا۔ اور کس حال میں کیا کہ دائیں بائیں حق کی طرف سے دو نگراں میرے اوپر متعین ہیں اور وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ یمین والا بھی دیکھ رہا ہے شمال والا بھی دیکھ رہا ہے۔ رائٹ والا فرشتہ بھی دیکھ رہا ہے لیفٹ والا بھی دیکھ رہا ہے۔ اور میں گناہ کر رہا ہوں۔ فرمایا 'قِلَّةُ حَيَائِكَ مِمَّنْ عَلَى الْيَمِيْنِ وَمِمَّنْ عَلَى الشِّمَالِ وَاَنْتَ عَلَى الذَّنْبِ' کہ وہ دونوں تجھے دیکھ رہے تھے۔ اسی طرح، ساری چیزیں اکٹھی کی جائیں گی، جس کو تم نے چھوٹی سی حرکت سمجھا وہ ایک پہاڑ بن جائے گا۔

بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ بلال بن سعد کا قول نقل کرتے ہیں کہ 'لاتَنْظُرُ اِلیٰ صِغرِ الْخَطِیْئَۃِ وَلٰکِنْ اُنْظُرْ اِلیٰ عِظَمِ مَنْ عَصَیْتَ فرمایا کہ تم یہ مت دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے اس کے چھوٹا ہونے کو مت دیکھو۔ بلکہ دیکھو کہ تم نے کس عظیم کی نافرمانی کی ہے۔اس کی عظمت اس کے جلال، اس کی ہیبت، اس کے انعامات کہ کس کی جناب میں تم نے یہ حرکت کی ہے۔اس کو دیکھو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تو بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی۔فرماتے ہیں کہ کوئی گناہ چھوٹا اور بڑا نہیں ہے۔ نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا ہے۔ کہتے ہیں وہ تو ہر ایک شخص کی اس وقت کی سوچ کے اعتبار سے چھوٹا بن جاتا ہے اور بڑا بن جاتا ہے۔فرمایا کہ جس گناہ کو تم نے اپنے نزدیک چھوٹا سمجھا وہی حق کے نزدیک بڑا بن گیا کہ ارے گناہ کر کے یہ اس کو چھوٹا سمجھتا ہے 'بِقَدْرِ مَایَصْغُرُ الذَّنْبُ عِنْدَک یُعَظَّمُ عِنْدَ اللّٰہِ' اللہ کے نزدیک وہ بڑا بن جاتا ہے۔اور جو گناہ تو نے بڑا سمجھا، بڑے سے بڑا گناہ بھی، اس کے لیے ہائے واویلا کر کے اس سے ڈر رہا ہے، وہ حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک چھوٹا ہو جاتا ہے۔

جب کوئی حرکت سرزد ہو، یہ سوچے کہ میں کس کی پارٹی میں سے ہو گیا گناہ کر کے؟ گناہ کر کے میں ابلیس کی پارٹی میں سے ہو گیا اور اس کی جماعت میں شامل ہو گیا۔اور سب سے پہلی نافرمانی کرنے والا ابلیس، اس نے جرأت کی۔ ابلیس کے بعد جو بھی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ حرکت کرے گا، حق تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، حق تعالیٰ سن رہے ہیں، حق تعالیٰ کو ہماری یہ حرکت معلوم ہے، اس کے دیکھتے ہوئے ہم یہ حرکت کر رہے ہیں، وہ ہمیں اس پارٹی میں شامل کر دیا گیا۔جس نے یہ حرکت کی اور کوئی گناہ کیا، وہ ابلیس کی پارٹی میں شامل ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو وحی

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا 'اِنَّ اَوَّلَ مَنْ مَاتَ مِنْ خَلْقِیْ اِبْلِیْسُ' وہ زندہ ہیں پھر بھی حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ وہ مردہ شمار ہے۔ قرآن میں فرمایا 'اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ'. چل پھر رہے ہیں مگر مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں'۔ یہ ابلیس کی پارٹی ہے۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ. 'اِنَّ اَوَّلَ مَنْ مَاتَ مِنْ خَلْقِیْ اِبْلِیْسُ وَذٰلِکَ اَنَّہٗ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا اَعُدُّ مَنْ عَصَانِیْ مِنَ الْاَمْوَاتِ' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہم بچتے رہیں۔ ان حرکتوں سے جو حق تعالیٰ شانہ کو ناراض کرنے والی ہوں اس سے ہم بچیں، اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں ہمت دے، قوت دے۔ اور اب تک جو ہم نے کیا اس سے توبہ کرکے اس کی رضا کے عمل کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دے۔

ایک حدیث قدسی

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اسرائیلیات میں جو احادیث قدسیہ مروی ہیں ان میں ایک حدیث قدسی روایت کی گئی ہے کہ 'اِنِّی اِذَا اُطِعْتُ رَضِیْتُ' اللہ فرماتے ہیں کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے، میرا کہنا مان کر چلا جاتا ہے تو میں راضی رہتا ہوں۔ 'وَاِذَا رَضِیْتُ بَارَکْتُ' جب میں راضی رہتا ہوں تو جان مال عزت صحت ہر چیز میں برکت ہی برکت دیتا ہوں۔ 'وَلَیْسَ لِبَرَکَتِیْ نِہَایَۃٌ' اتنی دیتا ہوں کہ کوئی انتہا نہیں رہتی ہے کسی بھی چیز میں میری برکتوں کی۔ 'وَاِذَا عُصِیْتُ غَضِبْتُ' اور جب میری نافرمانی کی جائے تو میرا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور 'وَاِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ' اللہ ابلیس کی طرح ملعون ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ تمام حرکات جو ابلیس کی پارٹی میں شامل ہوکر انسان کرے گا تو جس طرح وہ حق کی رحمت سے دور ہوا اور ملعون ہوا، ان حرکتوں کے کرنے والوں کا بھی یہی حشر ہے۔

یہ گناہ جو ہم سے ہوتے رہتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اس کا انجام اس وقت سوچتے نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ نے دو نگران بٹھائے ہیں، دائیں اور بائیں، مگر ان کو ایک چٹکی

بھرنے کی بھی اجازت نہیں۔ بس دیکھتے رہو اور لکھتے رہو۔ اس سے انسان دھوکا کھاتا ہے کہ مجھے تو کچھ نہیں ہوگا۔ حالانکہ اس کا انجام ہر حال میں بھگتنا ہے۔

ایک بزرگ اور ان کے ایک شاگرد

ایک بزرگ جارہے تھے کسی شاگرد کو دیکھا کہ کسی کو گھور رہا ہے تو ٹوکا اور ڈانٹا اور فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کی۔ سر ہلایا اثبات میں کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ تم اس کا نتیجہ بھگتو گے۔ وہ شاگرد بزرگ بنے، ساری عمر بزرگ رہے۔ اور چالیس برس بعد قرآن حفظ کیا ہوا تھا وہ بھول گئے، تب فرمایا کہ سچ کہا تھا میرے مرشد نے سچ کہا تھا کہ اس کا نتیجہ تم بھگتو گے۔ سزا موخر کی جاتی ہے، اس تاخیر کو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ سزا نہیں ہے اور کبھی نہیں ملے گی۔ اسلئے جیسے ہی کوئی حرکت ہو تو فوراً توبہ کرنا چاہئے۔ ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کرنے والے وہ ہیں جو فوراً توبہ کرلیتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

اسی لئے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہمیں سمجھاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ **اُعْبُدُوا اللّٰہَ کَاَنَّکُمْ تَرَوْنَہُ** کہ تم حق کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اور ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز ایسی پڑھو کہ تم خود اپنے آقا، مالک، مسجود، جس کو تم سجدہ کررہے ہو اس کو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھ رہے تو یہ سوچو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ **وعُدُّوا اَنْفُسَکُمْ مِنَ الْمَوْتیٰ** دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہر وقت اپنے آپ کو مردوں میں سے سمجھا کرو۔

مردہ اپنے آپ کوئی حرکت نہیں کرتا جو مالک کا حکم ہے، بس جہاں وہ مجھے جس حال میں لے جائے جس طرح رکھے۔ اس نے مجھے بھوکا رکھا تو بھی شکایت نہیں، اس نے مجھے کھانا نہیں دیا تو بھی شکایت نہیں، پانی نہیں دیا تو بھی شکایت نہیں، ننگا رکھا تو بھی شکایت نہیں۔ مولیٰ سے کسی وقت کسی حال میں بھی کوئی ناراضگی نہ ہو، یہ تب ہوگا کہ انسان اپنے آپ کو سمجھے گا کہ میں تو مردہ ہوں۔

جس طرح اس نے شریعت بنائی چلنے کیلئے مجھے کہا اس پر چلو میں تو اسی طرح چل رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح زندگی گذاری مجھے ہر حال میں اس طرح گذارنی ہے۔

'وَعُدُّوا اَنْفُسَکُمْ مِنَ الْمَوْتیٰ، وَاِنَّ قَلِیْلاً یُغْنِیْکُمْ خَیْرٌ مِنْ کَثِیْرٍ یُلْهِیْکُمْ' تھوڑا جو تمہیں سوال سے بے نیاز کردے وہ کافی ہے۔ زیادہ سے کیا فائدہ ہوگا سوائے اس کے کہ تم لہو ولعب اور مالک سے دور ہو جاؤ گے۔

وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْبِرَّ لَا یَبْلیٰ کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ **وَأَنَّ الْاِثْمَ لَا یُنْسیٰ.** اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ وہ تو لکھ دیا گیا۔

ہاں اس کو بھلانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم آنسوؤں سے اس کو دھولو تب وہ مٹے گا۔ اس کے بغیر اس کے بھلانے اور دھونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ انسان گناہ کر کے بھول جاتا ہے، ابھی ہم سے پوچھا جائے کہ فلاں دن فلاں تاریخ میں تم نے کیا کیا تھا؟ تو وہ نہ دن یاد آئے گا اور نہ وہ حرکت یاد آئے گی۔ لیکن دائیں بائیں والے فرشتوں نے لکھا ہوا ہے اور ہمارے اعضاء میں ٹیپ کیا ہوا ہے، جس عضو سے جو گناہ کیا وہ سب ٹیپ کیا ہوا موجود ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ **اِنَّ الْاِثْمَ لَا یُنْسیٰ.** کہ گناہ کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

اور انسان کی عادت یہ ہے کہ اپنے کئے کرائے تو سارے یاد نہیں ہر وقت دوسرے پر نگاہ۔ اسی لئے یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ بطور تعجب کے فرماتے ہیں **'عَجِبْتُ مِنْ ذِیْ عَقْلٍ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِهِ اَللّٰهُمَّ لَاتُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ'** کہتے ہیں کہ وہ اپنی بے عزتی سے ڈرتے ہوئے اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی سرزد نہ ہو جس سے دشمن مجھ پر ہنسیں، یہ اپنے لئے دعا کرتا ہے لیکن خود اس کا اپنا یہ حال ہے کہ کسی اور کی بے عزتی دیکھ کر خود اس کے دل میں شماتت پیدا ہوتی ہے وہ خود دل سے خوش ہوتا ہے کہ اچھا ہوا فلاں اس حال سے گذر رہا ہے۔

فرمایا کہ خود اس کا دنیا میں یہ حال اور یہ دعا جو **لاتُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ** جو دنیا کی بے عزتی سے ڈر کر اس نے مانگی مگر اس نے یہ نہیں سوچا کہ یہ بے عزتی کچھ بھی نہیں دنیا کی عزت اور بے عزتی، نہ یہاں کی عزت کوئی عزت ہے، نہ یہاں کی ذلت کوئی ذلت ہے اصلی عزت اور ذلت تو حشر کی ہے۔ وہاں ساری کائنات اکٹھی ہوگی اور کائنات کے سامنے جن کے سروں پر تاج رکھا جائے گا وہ عزت کا تاج ہے، وہ عزت ہوگی۔ جنہیں منبر پر بٹھایا جائے گا وہ عزت ہوگی۔ جنہیں دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا انہیں عزت ملے گی۔ اصل شماتت اعداء تو وہاں ہوگی۔

وہ دعا مانگ رہا ہے '**اَللّٰهُمَّ لاتُشْمِتْ بِنَا الْاَعْدَاءَ**' کہ ہم پر تو الٰہی دشمنوں کو مت ہنسا اور خود ایسی حرکتیں کی ہیں کہ آخرت میں جب یہ پردہ فاش ہوگا، نامہ اعمال کھلے گا، نامہ اعمال تولا جائے گا، اس وقت تجھے دیکھ کر وہی دشمن ہنسیں گے۔ آخرت کی ذلت اور رسوائی سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم توقیر کی توفیق دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت عطا فرمائے۔ ہمارا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، جینا مرنا ہر چیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طریق پر اللہ ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو خدام نے دیکھا کہ حضرت عشاء کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ کسی خادم نے پوچھا کہ حضرت بقیہ تمام نمازیں کھڑے ہو کر اور یہ دو رکعت بیٹھ کر کیوں؟ حالانکہ بیٹھ کر نفلوں کا ثواب آدھا ملتا ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنئے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پڑا ثواب آدھا ہو، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت بیٹھ کر بھی ادا فرماتے تھے اس لئے میں بھی کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر دو رکعت ادا کرتا ہوں۔ یہ ہی سوچ ہماری بھی رہے ہر چیز میں۔

عام طور پر کوئی بیمار ہوتا ہے تو ہر ایک کو تمنا رہتی ہے ، بالخصوص جب بیماری طویل ہو جاتی ہے، اپنے طور پر وہ سوچتے ہیں کہ جمعہ کا دن مل جائے تو کتنا اچھا ہے کہ جمعہ کے دن میں قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت اور اس کا ثواب سن کر، جمعہ کے دن مرنے کی تمنا کی جاتی ہے۔

لیکن اللہ کے کچھ بندہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی طرح سے ایسے بھی ہیں کہ جن کی تمنا یہ رہتی تھی کہ اللہ ہمیں پیر کے دن کی موت دے۔ کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے پیر کے دن تشریف لے گئے۔ یہی ان کی چاہت، یہی ان کی طلب مولیٰ سے رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی آگاہی

جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہان میں آمد سے پہلے چاروں طرف نقارے بج رہے تھے، پتھر بول رہے تھے، بت بول رہے تھے، جن بول رہے تھے، منجم، علم نجوم کے ماہرین خبریں دے رہے تھے کہ ایک بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے، یہی حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بھی ہوا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ **اَوَّلُ مَا اُعْلِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنْقِضَاءِ عُمْرِہٖ بِاِقْتِرَابِ اَجَلِہٖ بِنُزُوْلِ سُوْرَۃِ اِذَا جَاءَ** کہ اذا جاء کی سورت کے نزول سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے۔

اسی لئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ **ھَلْ کَانَ یَعْلَمُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتٰی یَمُوْتُ؟** فرمایا کہ جی ہاں۔ اور پھر اسی سورت کا حوالہ دیا۔ کہ جب نبی کا کام ختم ہو گیا فتوحات ہوئیں، حق تعالیٰ شانہ کی نصرتیں ہوئیں اور دنیائے انسانیت فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگی، نبی کا کام ختم ہو گیا۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اس سورت میں خبر دی گئی ہے۔

چنانچہ اس میں 'فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ' کا حکم بھی ہے۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سبحان اللہ، الحمد للہ، استغفر اللہ، استغفار کی کثرت ہونے لگی یہاں تک کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ 'کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ آخِرِ عُمُرِہٖ لَایَقُوْمُ وَلَا یَقْعُدُ وَلَا یَذْھَبُ وَلَا یَجِیءُ اِلَّا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہ اٹھتے بیٹھے، آتے جاتے ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سبحان اللہ وبحمدہ رہتا تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ بہت کثرت سے ورد فرماتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ اس سے پہلے آپ کو اتنی کثرت سے یہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورت میں اس کی کثرت کا حکم ہے۔

عبادات اور مجاہدات میں زیادتی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر شریف کے آخری مہینوں میں موت کے لئے تیاری میں اتنا مجاہدہ شروع فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت نازل کی گئی نُعِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَفْسُہٗ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ مجاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اور عبادت اس قدر ہوئی کہ 'اَنَّہٗ یَعْبُدُ حَتّٰی صَارَ کَالشَّنِّ الْبَالِیْ' پرانے چمڑے کے سوکھے ہوئے مشکیزہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر ہو گیا۔

اسی لئے سورۃ اذا جاء کے نزول کے بعد رمضان المبارک آیا۔ آخری رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کو دگنا فرمادیا۔ پہلے ایک عشرہ کا اعتکاف ہوتا تھا اس آخری رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔

جبریل امین کے ساتھ پہلے ایک قرآن کا دور ہوتا تھا آخری رمضان میں دو دور فرمائے۔

اور بس ملائے اعلیٰ کا اشتیاق ہر وقت لگا ہوا ہے ہر وقت زبان پر تسبیح، استغفار، تحمید جاری

ہے۔

حجۃ الوداع

اسی لئے اس رمضان کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے، وہاں صاف بیان فرمادیا '**خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ فَلَعَلِّیْ لاَ اَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا**' شاید اِس سال میری تمہاری اِس ملاقات کے بعد پھر ملاقات نہ ہو اس لئے جب صحابہ کرام نے یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے '**فَقَالُوْا ھٰذِہٖ حَجَّۃُ الْوَدَاعِ**'، سب کی زبانوں پر جاری ہوگیا کہ اوہو! یہ تو الوداعی حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب حج سے فارغ ہوکر واپس مدینہ منورہ لوٹ رہے ہیں تو غدیرخم، ایک تالاب کے کنارہ، مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے درمیان خطبہ دیا اور وہاں بھی حجۃ الوداع کے خطبہ کی طرح سے صاف صاف فرمادیا کہ **اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، یُوْشِکُ اَنْ یَّأْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ** کہ میں بھی انسان ہوں، ہر انسان کو مرنا ہے۔ مجھے بھی بلاوا آنا ہے۔قریب ہے کہ ابھی جلدی ہی آجائے میرے رب کا بلاوا اور میں قبول کرلوں اور میں اپنے رب کے پاس چلا جاؤں۔

مرض الوفات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تصریحات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر دی۔ اس کے بعد صفر کا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ بیماری کے ایام بعض روایات میں دس، بعض میں بارہ، بعض میں چودہ، بعض میں تیرہ، مختلف روایات ہیں۔ اس دوران میں بھی حجۃ الوداع کے خطبہ کی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبات دیتے رہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ، غدیرخم کا خطبہ ہو چکا تھا۔

پھر اس بیماری کے ایام میں بھی، ایک دن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ '**خَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَھُوَ**

مَعْصُوْبُ الرَّأْسِ فَقَامَ عَلٰى الْمِنبَرِ' کہ سرمبارک پر پٹی بندھی ہوئی ہے اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ' کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا گیا کہ جتنا عرصہ آپ کو دنیا میں رہنا پسند ہو، دنیا کے تمام خزائن کی چابیاں آپ کے حوالہ ہیں پھر جب آپ چاہیں گے، اس وقت ہم آپ کو جنت میں لے جائیں گے۔ یا ابھی اگر آپ تشریف لے جانا چاہتے ہیں تو ابھی آپ جنت میں جا سکتے ہیں۔

چنانچہ ابومویہبہ کی روایت میں ہے کہ 'اِنِّیْ اُعْطِيْتُ خَزَائِنَ الدُّنْيَا وَالْخُلْدِ ثُمَّ الْجَنَّةُ' کہ فرشتے نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! دنیا کے تمام خزائن آپ کو دے دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ آپ کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اس کے بعد جب آپ چاہیں گے تب جنت میں جا سکتے ہو ثُمَّ الْجَنَّةُ۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ 'فَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذٰلِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّیْ فَاخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّیْ وَالْجَنَّةَ' کہ ہمیشہ دنیا کے تمام خزائن کو لے کر دنیا میں رہنے کے بعد جنت مجھے نہیں چاہئے۔ بلکہ مجھے تو اسی وقت میرا رب چاہئے 'اِخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّیْ وَالْجَنَّةَ'۔

فرستادۂ خداوندی کو جواب

چنانچہ جیسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائے اعلی کے قاصد کو، دربار خداوندی کے فرستادہ کو یہ جواب عنایت فرمایا، 'فَابْتَدَأَ وَجْعُهُ' تب بیماری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع ہوگئی اور بارہ چودہ دن یہ بیماری رہی۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کے ایام میں اختلاف ہے بالکل اسی طرح کا اختلاف یہاں کے ایام میں بھی ہے۔ کہ فلاں دن فلاں واقعہ ہوا، کوئی کسی دن اور تاریخ کے ساتھ اسے چسپاں اور فٹ کرتا ہے، کوئی کسی دن کے ساتھ۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا کہ بندوں میں

سے ایک بندہ کو اختیار دیا گیا۔ سب صحابہ کرام سن رہے ہیں کہ اللہ کی مخلوقات کی آسمان کی، زمین کی، انسانوں کی، جناتوں کی، تمام عالموں کی خبریں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن رہے تھے، کسی کا اس کی طرف ذہن نہیں گیا کہ اپنے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گریہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ رو رہے ہیں، انہیں تعجب ہورہا ہے کہ یہ تو اللہ کے کسی بندہ کا قصہ بیان فرمایا گیا، یہ کیوں رو رہے ہیں۔ لیکن جب وصال ہوا تب سمجھے کہ اوہو! **وَكَانَ اَعْلَمُ.** کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔

چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آگے تصریح اور صراحت شروع فرمادی۔ فرمایا کہ پہلے مسجد نبوی میں آنے کے لیے صحابہ کرام کو گھوم کر، چکر لگا کر نہ آنا پڑے کسی ایک دروازہ سے، اس کے بجائے ان کے گھر جو مسجد نبوی میں کھل سکتے تھے، انہیں اجازت تھی کہ وہ دروازہ بنالیں اپنے صحن میں وہاں سے پہنچ جائیں۔ فرمایا کہ تمام دروازے بند، صرف ایک دروازہ کھلا رکھا جائے گا، **لَا يُبْقَيَنَّ خَوْخَةٌ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّا سُدَّتْ، اِلَّا خَوْخَةُ اَبِيْ بَكْرٍ، سُدُّوْا هٰذِهِ الْاَبْوَابَ بِالشَّارِعَةِ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ** کہ تمام دروازے بند کردو صرف ایک دروازہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھلا رہے گا۔ یہ صراحت تھی کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف لائے، سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ سر مبارک میں درد ہورہا ہے، اس درد کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹی باندھ رکھی ہے۔ اب عالم بالا کا سفر درپیش ہے، یہ صراحتاً صاف صاف بیان کیا جارہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آخری قیام

اسی دوران میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اور وہ کیسے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر ازواج مطہرات کی باری کے دن میرے دروازہ کے پاس سے گذرتے ہوئے کوئی نہ کوئی بات ضرور ارشاد فرمادیتے تھے۔

صرف ایک دن ان بیماری کے ایام میں ایسا گذرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ اب عشق ومحبت کا یہ عالم کہ امی جان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ میرے دروازہ کے اوپر تکیہ رکھ دو تا کہ دروازہ کھلا رہے، دروازہ بند نہ ہو اور میں وہی بیٹھتی ہوں اور میرے سر پر پٹی باندھ دو۔

اب امی جان کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے، دروازہ پر بیٹھی ہوئی ہیں، اماں جان کو کبھی اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا نہیں تھا آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے، تب پوچھا کہ **یا عائشہ! مَاشَانُکِ؟** کیا ہوگیا؟ چپکے سے گزرنا برداشت نہیں کرسکیں اسلئے بلوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **'مَا شَأنُکِ؟'** [فرماتی تھیں] تب عرض کیا کہ مجھے سر میں تکلیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ **'اَنَا وَا رَأساہُ'** مجھے بھی سر میں تکلیف ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمادیا کہ میرے پاس بار بار میرے رب کا قاصد آرہا ہے اور عائشہ کے حجرہ میں مجھے منتقل ہونا ہے۔ فرمادیا کہ **'اِنِّی لاَ اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَدُوْرَ بَیْنَکُنَّ فَأْذِنَّ لِیْ'** چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رہنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حال میں بقیع شریف تشریف لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں درد تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد ہے۔ فرماتی

ہیں کہ میں نے جب کہا 'اَنَا وَارَأْسَاہُ'، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ 'بَلْ اَنَا وَا رَأْسَاہُ'. پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرا اس میں کیا نقصان ہے کہ اگر مجھ سے پہلے تیرا انتقال ہو جائے، میں خود تجھے غسل دوں، کفن پہناؤں، تیری نماز پڑھوں، تجھے دفن کروں۔ جواب میں امی جان کہنے لگیں کہ اوہو! اگر ایسا موقعہ آیا تو پھر شام نہیں ہوگی کہ آپ کسی زوجہ مطہرہ کے ساتھ عروس ہوں گے۔ دلہا بنے ہوں گے۔ **فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ** جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

دردِ سر کے ساتھ تیز بخار

اسی بیماری کے ایام میں جب تکلیف بڑھنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر درد کے ساتھ بخار بھی ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹب میں پانی میں بٹھا کر سات مشکیزے پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالا گیا۔ پھر بھی بخار کی شدت اتنی تھی کہ کوئی جسم اطہر پر ہاتھ رکھتا اور اس ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھا جائے تب بھی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی 'اِنِّی اُوْعَکُ کَمَا یُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ' ہمیں بخار بھی ڈبل ہوتا ہے تا کہ اس کی وجہ سے ہمارا اجر المضاعف اور ڈبل ہو۔

یہ بیماری پھر اور بڑھی اتنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی دوران بے ہوشی طاری ہوئی۔ سب نے سمجھا کہ یہ ذات الجنب کی بیماری کی تکلیف کی وجہ سے ایسا ہوا، انہوں نے کوئی دوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں ٹپکائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ذات الجنب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خیبر میں مجھے جو گوشت میں زہر دیا گیا تھا 'فَھٰذَا اَوَانُ اِنْقِطَاعِ اَبْھَرِیْ' کہ اس سے میری حلق کی رگیں کٹ رہی ہیں، اسی کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوئی۔

اسی رات کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس صبح کو وصال ہوا اسی رات امی جان نے اپنا چراغ خادمہ کے ہاتھوں پڑوسنوں کے پاس بھیجا کہ

'قَطِّرِیُ لَنَاَ فِیُ مِصُبَاحِنَا مِنُ عُکَّۃِ السَّمَنِ'

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکرات میں ہیں اور گھر میں اندھیرا ہے۔

اسی دوران حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے چپکے سے کوئی بات ارشاد فرمائی جس میں وہ پہلے روئیں پھر ہنسیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات

انہی گھڑیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قاصد کے ذریعہ اختیار دے کر پوچھا گیا کہ آپ کیا پسند فرمائیں گے، اُس سوال کے وقت وہاں کا عالم، جنت سامنے کی گئی، اور جنت بھی اس طرح دکھائی گئی کہ جس طرح دنیا میں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خدمت میں تھیں، اسی حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں پہنچایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی مبارک کی سفیدی دیکھ رہے ہیں اور ایک طرف جنت کی نعمتیں سامنے ہیں۔

اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا، 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیُ وَارُحَمُنِیُ وَاَلُحِقُنِیُ بِالرَّفِیُقِ الْاَعْلیٰ'۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ 'مَعَ الَّذِیُنَ اَنُعَمَ اللّٰہُ عَلَیُھِمُ مِنَ النَّبِیِّیُنَ وَالصِّدِّیُقِیُنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیُنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیُقًا'۔

کسی روایت میں ہے 'مَعَ الرَّفِیُقِ الْاَعْلیٰ فِی الْجَنَّۃِ مَعَ الَّذِیُنَ اَنُعَمَ اللّٰہُ عَلَیُھِمُ مِنَ النَّبِیِّیُنَ وَالصِّدِّیُقِیُنِ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیُنَ'۔

یہ کلمات سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے پتہ چل گیا کہ یہ محبوب اب ہمارے درمیان نہیں رہیں گے۔ یہ اختیار دیا گیا ہے اور سوال کیا فرشتہ نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جواب دیا ہے۔

مگر اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امی جان کی تسلی کے لیے اُس آخری گھڑی

میں بھی فرمایا کہ میرے لئے اب موت آسان ہوگئی کہ 'اِنِّی رَأَیُتُ بَیَاضَ کَفِّ عَائِشَةَ فِیُ الُجَنَّةِ' میں نے عائشہ کا گورا گورا ہاتھ جنت میں دیکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اہل بیت سے محبت عطا فرمائے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت دے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی تعظیم وتکریم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت دے۔ ہر وقت چلتے پھرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہم اتار رہے ہوں، لباس میں، کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا اتباع ہمارے لئے آسان فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین.

۹ ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک ایام ہیں اللہ تعالیٰ دن میں بھی دعا قبول فرماتے ہیں، رات کی گھڑیوں میں بھی قبول فرماتے ہیں۔ ہر دعا قبول ہوتی ہے جو روزہ دار روزہ کی حالت میں مانگے۔ پھر افطاری ہوگئی رات شروع ہوگئی، راتیں بھی بڑی مبارک، اس ماہ کی ہر گھڑی بہت مبارک۔

آئیے اس میں ایک خاص دعا مانگتے ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دعا

علامہ سمعانی نے مختلف روایات کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں جب کہ مشرکین اپنا منہ کالا کر کے واپس لوٹ گئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں فراغت کے بعد صحابہ کرام سے فرمایا،

جس طرح پنجوقتہ نمازوں کے وقت حرمین میں آپ نے سنا ہوگا کہ امام صاحب فرماتے ہیں اِسْتَوُوْا وَاعْتَدِلُوْا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ صفیں سیدھی کرلو حَتّٰی اُثْنِیَ عَلٰی رَبِّیْ اور وجہ بھی بیان فرمادی کہ نماز نہیں پڑھنی، بلکہ میں اپنے رب کی حمد وثنا کرنا چاہتا ہوں۔

فَصَارُوْا خَلْفَهُ صُفُوْفًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں انہوں نے بنالیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا شروع فرمائی: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّهُ، اَللّٰھُمَّ لاَ قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلاَ بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلاَ هَادِیَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلاَ مُضِلَّ لِمَنْ هَدَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلاَ مُقَرِّبَ لِمَابَاعَدْتَّ، وَلاَ مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ وَ فَضْلِکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ النَّعِیْمَ الْمُقِیْمَ الَّذِیْ لاَیَحُوْلُ وَلاَیَزُوْلُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ النَّعِیْمَ یَوْمَ الْعَیْلَةِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْخَوْفِ. اَللّٰھُمَّ عَائِذٌ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَیْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا. اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَ کَرِّهْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ. اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلاَ مَفْتُوْنِیْنَ. اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْکَفَرَةَالَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ رِجْزَکَ وَعَذَابَکَ. اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْکَفَرَةَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتَابَ، اِلٰهَ الْحَقِّ.

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احد میں فراغت کے بعد کی نہایت جامع دعا ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر اپنے لئے جو مانگا کہ 'اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ' کہ اے خدا! تو ہمیں اسلام پر قائم رکھ اسلام کی حالت میں وفات دے، موت دے، اپنے پاس بلا لے۔

آخرت میں اعمال کا متشکّل ہونا

اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے فرماتے ہیں کہ تَجِیءُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. دوستو! یہ ہمیں اس وقت نظر نہیں آتا کہ یہ ہم نے نماز پڑھی، زکوۃ دی، روزے رکھے، وہ کہاں چلے گئے، عمل کیا ختم ہو گئے کچھ نظر نہیں آتا، مگر سب عمل وہاں نظر آئیں گے، قبر میں نظر آئیں گے، حشر میں نظر آئیں گے، کہ یہ نماز ایک شکل اس کو دی جائے گی، متشکل ہوکر آپ کے سامنے پیش کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سارے اعمال قیامت کے دن آئیں گے شکل اختیار کر کے **فَتَجِیءُ الصَّلوٰۃُ فَتقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّلوٰۃُ** کہ نماز آ کر عرض کرے گی کہ الٰہی میں نماز ہوں میں حاضر ہوں۔ **فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ** اللہ عزوجل اس سے فرمادیں گے '**اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ**'، تو خیر اور بھلائی پر ہے۔ **فَتَجِیءُ الصَّدَقَۃُ فَتقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّدَقَۃُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ وَیَجِیءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ** پھر صدقہ آئے گا، روزہ آئے گا، تمام اعمال آئیں گے۔ سب کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے '**اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ**'. **ثُمَّ تَجِیءُ الْاَعْمَالُ کُلُّ ذٰلِکَ. یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ.**

ثُمَّ یَجِیءُ الْاِسْلَامُ' یہ ہمارا جو اسلام ہے وہ آئے گا۔

ایک ہے ایمان جو دل میں ہے نظر نہیں آتا۔ اور ایک اس ایمان کی نشانی ہے کہ ہم روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں، نیکی کے اعمال کرتے ہیں، ہم نے ڈاڑھی رکھی ہے، ہم نے حیا والا لباس پہن رکھا ہے۔ یہ اسلام ہے یہ بھی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوگا۔ **ثُمَّ یَجِیءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ ! اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ** کہ اے خدا! تو تو سراپا سلامتی ہے اور میں اسلام حاضر ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بھی فرمائیں گے '**اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ**'۔

مگر اللہ تعالیٰ اس سے آگے بھی کچھ فرمائیں گے اسلام سے جو اعمال کی حاضری پر ارشاد نہیں فرمایا گیا۔

اسلام سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے '**اِنَّکَ عَلیٰ خَیْرٍ، بِکَ اَلْیَوْمَ اٰخُذُ**' کہ اے اسلام تیرے ہی ذریعہ میں آج پکڑوں گا '**وَبِکَ اُعْطِیْ**' اور تیرے ہی ذریعہ میں آج قبول کروں گا اور لوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں عنایت کروں گا اور دوں گا۔ '**بِکَ اَلْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِکَ اُعْطِیْ**' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی لئے ارشاد فرمایا '**وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْہُ**'۔

غیر مسلموں کو نیک اعمال کا بدلہ ملنا

اس جہان میں آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی چیریٹیز چل رہی ہے اور بے پناہ انسانیت کی مدد کی جاتی ہے، مسلمانوں کی بھی مدد کی جاتی ہے غیر مسلموں کی بھی مدد کی جاتی ہے اور یہ چیریٹیز ایسے لوگ چلاتے ہیں کہ دین، ایمان، اسلام ان کے پاس نہیں ہے مگر ایک دردمند دل ہے، جو دکھتا ہے مصیبت زدوں کو دیکھ کر پریشان حالوں کو دیکھ کر۔

یہ جتنی نیکیاں غیر مسلم کرتے ہیں اس کا بھی حق تعالیٰ شانہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں دنیا میں ان کا بدلہ دے دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کے متعلق کوئی حساب و کتاب نہیں۔

وہاں صرف اسلام سے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **'بِکَ اَلْیَومَ اٰخُذُ وَبِکَ اُعْطِیْ'** اسی لئے قرآن میں ہے **'وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ'** اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کو ایمان دے، اسلام دے، اسلام کی حقانیت کی سمجھ دے۔

اسی لئے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعاؤں میں جگہ جگہ مسلمین، مسلمین، **وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ** آتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن میں فرمایا **'مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَلَا نَصْرَانِیًّا وَلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'**

اختلاف مذاہب اربعہ کی حکمت

کچھ دعائیں ایسی ہیں جو نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں اور دیگر مذاہب ثلاثہ حنابلہ، مالکیہ، شوافع وغیرہ کی نماز کی کتابوں میں دعائیں مذکور ہیں وہ ہمارے یہاں فرض میں نہیں ہیں۔ صرف نوافل کے لئے ہیں۔ ہمارے یہاں کچھ ہیں وہ ان کے یہاں نہیں ہیں۔ یہ بڑا انعام ہے حق جل مجدہ کا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کا تحفظ ہے۔

حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اداؤں کو ہمیشہ کیلئے باقی رکھنے کے لیے یہ الگ الگ فرقے بنادیئے یہ حنفی، یہ مالکی، یہ شافعی، یہ حنبلی، تاکہ میرے محبوب کی ساری ادائیں محفوظ رہیں، معمول بہا رہیں۔ حق جل مجدہ نے یہ تقسیم فرمائی۔ اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی مسرت ہوتی ہوگی کہ یہ عمل بھی میں نے اپنی زندگی میں کیا تھا اسے انہوں نے اپنایا حنفیہ نے، یہ عمل بھی میں نے کیا تھا اسے مالکیہ نے اپنایا، یہ عمل بھی میں نے کیا تھا، یہ شوافع نے اپنایا، اور یہ حنابلہ نے اپنایا۔

حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن کریم میں جگہ جگہ دہرایا گیا 'مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'۔

شوافع کے یہاں اور دیگر ائمہ کے یہاں ثناء کے بعد 'سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ' پڑھ لینے کے بعد دعائے توجیہ ہے 'اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ' کبھی آپ بھی پڑھ لیا کریں، ان احادیث پر عمل کی نیت سے پڑھ لیا کریں۔

ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ البتہ فرائض میں اقتصار ہے، اختصار ہے، وہ مختصر پڑھی جاتی ہیں اس لئے ان میں کم سے کم دعائیں پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس کا جماعت سے پڑھنا سنت اور جماعت سے پڑھنے کی ضرورت ہیں۔ امام اگر لمبی نماز پڑھائے گا تو پیچھے مقتدی اکتا جائیں گے۔ ان میں معذورین بھی ہیں، بیمار بھی ہیں۔ اسلئے 'اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ' جب آپ اپنے طور پر تہجد کی نماز پڑھیں، سنت پڑھیں، تراویح پڑھیں اس میں بے شک پڑھتے رہیں، جتنی دعائیں آئی ہیں۔ اس دعائے توجیہ میں حضرت ابراہیمؑ کی ملت کا ذکر ہے، جو ملت اسلامی پر تھے، حنیفیت پر تھے۔

ملک الموت کی شکل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو منکر نکیر فرشتے اس کے پاس قبر میں آتے ہیں ملک الموت کی شکل وصورت کے متعلق روایت میں آیا کہ کس قدر بھیانک اور ڈراؤنی ہوتی ہے۔

بعض انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام نے یہ شکل دیکھنی چاہی حق تعالیٰ شانہ نے ملک الموت کو بھیجا تو نہ دیکھ سکے اس شکل کو کہ جس شکل میں عاصی اور نافرمان، باغی اور طاغیوں کی وہ روح قبض کرتے ہیں وہ شکل نہ دیکھ سکے بے ہوش ہو کر گر گئے اور عرض کیا کہ اے خداوند تعالیٰ! کوئی عذاب نہ ہو یہ شکل ہی دیکھ لینا کافی ہے انسان کے عذاب کیلئے۔ پھر وہ شکل جس پر اللہ کے نیک بندوں کی روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں وہ دکھائی گئی تو عرض کیا اے خدا! یہ جس طرح ویلکم کیا جاتا ہے، استقبال کیا جاتا ہے، یہی نعمت مرنے والے کے لئے کافی ہے۔

منکر نکیر کی شکل

ملک الموت کی طرح سے قبر میں منکر نکیر جب آتے ہیں، تو ان کی شکل بھی بھیانک ہے اور وہ بولتے کیسے ہیں؟ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ 'فَانْتَهَرَاهُ' اس کو جھڑکتے ہیں 'اٹھ' ڈانٹ کر اس کو اٹھاتے ہیں۔ اس کو جھڑکا جاتا ہے جیسے سوئے ہوئے کو ڈانٹ کر جگایا جائے، وہ مردہ پریشان حال ایک دم اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اسی حال میں جھٹ جھٹ تینوں سوال۔ کہ مَنْ رَبُّکَ؟ مومن ہے تو کہے گا 'اَللّٰہُ رَبِّیْ'. اور باقی دونوں سوال ابھی نہیں کئے گئے۔ صرف یہی پوچھا گیا کہ مَــنْ رَبُّکَ؟ مگر اس کی ڈراؤنی شکل سے چھٹکارہ کے لیے وہ جھٹ سے کہے گا کہ اَللّٰہُ رَبِّیْ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَمُحَمَّد نَبِیِّیْ ایک ہی سانس میں تینوں جواب وہ گنوادے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن میں سے بنائے، اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں ثابت قدم رکھے، ان تمام مراحل پر تزلزل سے، کانپنے سے، ہانپنے سے ہماری حفاظت فرمائے ان امتحانات میں فیل ہونے سے

ہمیں بچائے۔

ادھر تو یہ سوال جواب ہو رہا ہے اور اُدھر ایک آواز دینے والا آواز دے رہا ہے۔ **فَیُنَادِیْ مُنَادٍ اَنْ صَدَقَ،** وہ ندا دینے والا آواز دے گا کہ اس نے سچ بولا تو جنت سے بستر لا کر اس کے لیے بچھا دیا جائے۔ چنانچہ فرشتے اس کے لیے بستر بچھا دیتے ہیں اور کہہ دیا جاتا ہے کہ قیامت تک کے لیے مزے کی نیند سوتے رہو، آرام سے رہو، کوئی تمہیں جگائے گا نہیں۔

ایمان نظر نہیں آتا

میں نے عرض کیا کہ ایمان اندر دل میں ہوتا ہے، اور اسلام نظر آتا ہے۔ باہر ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل بھی فرماتے ہیں کہ **اَلْاِسْلَامُ عَلَانِیَۃٌ وَالْاِیْمَانُ فِیْ الْقَلْبِ** اور فی القلب فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ بھی فرمایا **ثُمَّ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ اِلٰی صَدْرِہٖ**۔

پھر تین دفعہ اس کو دھرایا، **وَالْاِیْمَانُ فِیْ الْقَلْبِ، وَالْاِیْمَانُ فِیْ الْقَلْبِ، وَالْاِیْمَانُ فِیْ الْقَلْبِ**۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایمان سے معمور رکھے اور ہمارے ظاہر کو ہماری شکل وصورت، بالوں میں، سر میں، ڈاڑھی میں، بالوں کے چھوڑنے میں، بالوں کے کاٹنے میں، ہر چیز میں، لباس میں کھانے میں پینے میں اللہ تعالیٰ ہمیں مسلمان ہی رکھے۔ اور اسلامی شکل وصورت سے حق تعالیٰ شانہ ہمیں محبت عطا فرمائے۔ اسی لئے جو نظر آتا ہے اسی پر حکم انسان لگا سکتا ہے۔ لیکن جو اندر ہے نظر نہیں آتا کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا، کافر کو مسلمان کہہ دینا اس کی اجازت نہیں۔ جو اندر ہے اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اموال غنیمت

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اموال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اور ایک جماعت کو نہیں دیا گیا، کتنے پیارے ہمارے صحابہ کرام۔ یہ حضرت

عامر بن سعد اپنے ابا حضرت سعد سے نقل کرتے ہیں جو اس روایت کے راوی ہیں، وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے فلاں فلاں کو عنایت فرمایا اور فلاں فلاں کو آپ نے عنایت نہیں فرمایا وہ محروم رہے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. پھر انہوں نے گنوایا کہ جن کو آپ نے نہیں دیا تو ان میں تو فلاں مومن ہے، فلاں مومن ہے۔ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکا 'لاَ تَقُلْ مُؤْمِنٌ وَقُلْ مُسْلِمٌ' کہ تم جو ظاہر دیکھ رہے ہو اسی کے مطابق فیصلہ دو کہ فلاں فلاں مسلم نظر آتا ہے، فلاں فلاں مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی بھی دولت دے، ہمیں اسلام بھی دے، اسلام ہی پر ہمیں باقی رکھے۔

حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل کس چیز کی تاکید فرمائی۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ وہ اپنی اولاد کو نسل کو قیامت تک کے لیے اسلام پر دیکھنا چاہتے ہیں اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ اگر ہم یہ بچا سکے تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور ملائکہ پر ایمان

'اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، رب تعالیٰ پر میرا ایمان ہے۔ وَمَلٰئِكَتِهٖ اس کے ملائکہ پر ہے کہ نظامِ عالم کے لیے فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے، میرا اس پر بھی ایمان ہے۔ جبریل بھی ہیں، جو انبیاء کے پاس آئے ہیں وہی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حق کے درمیان واسطہ ہوا کرتے تھے۔ اگر اللہ پر ایمان ہے، نبی پر ایمان ہے، کتاب پر ایمان ہے مگر ملائکہ کو نہیں مانتا، تو پھر ایمان مکمل نہیں ہوا کیونکہ پھر وحی کیسے آئی؟ نبی کیسے بنایا گیا، اس پر ایمان نہیں لایا۔ اس لئے ایک ایک جزء پر ایمان ضروری، خدا تعالیٰ کے وجود پر بھی ایمان ضروری اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ، ملائکہ پر بھی ایمان ضروری اور فرض ہے۔

کتب سماویہ پر، تمام انبیاء ورسل اور آخرت پر ایمان

وَ کُتُبِـــهٖ، جو کتابیں حق تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائیں وہ سچی تھیں۔قرآن جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا سچا ہے۔اس سے پہلے انجیل جو حضرت عیسیٰ پر اتاری گئی تھی وہ سچی تھی۔اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور داؤد علیہ السلام پر زبور اتاری گئی وہ سچی تھیں۔ان تمام کتابوں کی سچائی کا یقین ہو جو تمام انبیاء کرامؑ پر نازل کی گئیں۔ وَرُسُلِــهٖ، تمام انبیاءاور رسل کو حق جانے۔وَالْیَــوْمِ الْآخِـرِ. اور یہ دنیا موت پر ختم نہیں ہو جاتی، آگے محشر کا دن بھی ہے۔

تقدیر پر ایمان

’وَالْـقَـدْرِ‘ اور دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اپنے آپ نہیں ہوتا۔اسی لئے ہمارے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ عام طور پر بولتے ہیں کہ اتفاق سے میں جا رہا تھا تو اتفاق سے ایسا ہو گیا۔فرماتے ہیں کہ اتفاق پر میرا ایمان نہیں ہے بلکہ قضا وقدر سے سب کچھ ہوتا ہے۔یوں کہئے کہ اس کا مقدر کہ وہ گذر رہا تھا اور ایسا ہو گیا۔ میرا مقدر کہ میں وہاں پہنچا اور یوں ہوا۔اللہ تعالیٰ تقدیر پر بھی ہمارا ایمان باقی رکھے۔

یہ سب دہراتے رہیں۔جس طرح حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ کھلے، فوراً دہراؤ’رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً‘ اللہ تعالیٰ روزانہ اس کو دہراتے رہنے کی اور دل سے اپنے آقا سے خوش رہنے کی، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے قلب ونظر کو، آنکھوں کو، دل کو خوش رکھنے کی، زبان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود میں تر وتازہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہمیں ایمان ویقین عطا فرمائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عطا فرمائے، عشق عطا فرمائے۔اسی پر ہمیں موت دے، اسی پر وفات دے۔

جیسا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا 'اِنَّ صَلاَتِــیْ وَنُسُـکِـیْ وَمَحْیَـایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَشَرِیْکَ لَہُ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ'۔

صدق اللہ العظیم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک ایام ہیں مبارک گھڑیاں ہیں، ہر گھڑی مولیٰ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے۔ آیئے ہم مولیٰ کے سامنے اپنی پریشانیوں کو پیش کر کے اس سے رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

دعائیہ اشعار

زِدْنِی بِفَرْقِ الْبَلاءِ تَصَبُّرَا وَالْطُفْ بِمَا قَدَّرْتَهُ فِیْمَا جَریٰ

یَامَنْ لَهُ عَنَتِ الْوُجُوْهُ جَمِیْعُهَا رُحْ مَاکَفیٰ الْعَبْدُ الذَّلِیْلُ تَحَیُّرَا

اِنْ لَمْ یَکُنْ لِیْ مِنْکَ لُطْفٌ شَامِلُ اَوْ فَضْلُ اِحْسَانٍ عَلَیَّ مُقَرَّرَا

فَمَنِ الَّذِیْ اَرْجُوْ لِکَشْفِ بَلِیَّتِیْ اَوْ مَنْ اِلَیْهِ اَمِیْلُ مِنْ بَیْنَ الْوَریٰ

وَالْکُلُّ مُفْتَقِرٌ اِلَیْکَ وَسَائِلُ مِنْ فَیْضِ جُوْدِکَ نُقْطَةً اَنْ تَقْطُرَا

لَااَرْتَدِیْ اَحَدًا سِوَاکَ وَاَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْمَلاذُ وَمَنْ رَجَاکَ اِسْتَبْشَریٰ

اِنِّیْ سَأَلْتُکَ وَالْهُمُوْمُ تَرَاکَمَتْ وَالدَّهْرُ عَانِدٌ وَالزَّمَانُ تَنَکَّرَا

حَاشَا تَخَیَّبَ مَنْ رَجَاکَ مُؤَمِّلاً مَهْمَا جَنیٰ اَوْکَانَ فِیْکَ مُقَصِّرَا

اس دعا میں ہم نے یہ مانگا کہ الٰہی ابتلاء اور امتحان بہت ہوگیا، زِدْنِیْ تَصَبُّرَا، صبر بھی پھر

زیادہ دیجئے۔ اور قضا و قدر کے فیصلے تو ہر وقت جاری و ساری ہیں۔ اور تقدیر کیسی کیسی بلائیں لے آتی ہے، ساتھ ساتھ تیرا لطف بھی آتا رہے اور تیری مہربانی بھی ہوتی رہے۔

یہ سارے چہرے الٰہی تیرے سامنے ہی ذلیل بنتے ہیں، سجدہ ریز ہوتے ہیں، یہ ذلیل بندہ حیران ہو کر تیری رحمت کا امیدوار اور طلب گار ہے۔ الٰہی اگر تیری طرف سے موسلا دھار برستی ہوئی مہربانیاں نہ ہوں گی یا مکرر تیری طرف سے مجھ پر احسان نہیں ہوگا تو کون ہے جس سے میں بلاؤں کے دور کرنے کی امید رکھوں۔ یا مخلوق میں سے کس کی طرف میں اپنی حاجت لے کر جاؤں؟ کیوں کہ یہ ساری کی ساری تیری مخلوق ہے تیرے ہی سامنے اپنا مدعا پیش کرتی ہے۔ تیری ہی محتاج ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تیرے جود و احسان کے دریا سے ایک قطرہ ٹپک جائے۔

تیرے سوا میں کسی کے سامنے میں اپنا مدعا پیش نہیں کر سکتا۔ تو ہی مجھے پناہ دینے والا ہے تیرے ہی در پر مجھے پناہ مل سکتی ہے۔ میں سائل بن کر آیا ہوں اور غموم و ہموم، آفات و بلیات اور غم و افکار کا ہجوم ہے اور زمانہ معاند اور دشمن بن چکا ہے اور یہ زمانہ اور وقت اس نے اپنا چہرہ میرے ساتھ بدل دیا ہے جو تجھ سے امید رکھے بہت بعید ہے کہ تیرا امیدوار ناکام رہے، چاہے مَهْمَا جَنیٰ اَوْ کَانَ فِیْکَ مُقَصِّرًا کہ اس نے چاہے کتنی ہی جنایت کی ہوں یا کتنے ہی گناہ کئے ہوں یا تیری جناب میں کتنی ہی تقصیر یا کوتاہی کی ہو۔ تیری رحمت کا دریا بڑا وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مبارک گھڑیوں میں ہم سب کو معافی دے اور ہماری تقصیرات کو حق تعالیٰ شانہ معاف فرمائے کہ جو کچھ مولیٰ کی بارگاہ میں تقصیرات ہماری طرف سے ہوئیں، روزوں میں ہوئیں، عبادات میں ہوئیں، تصور اور سوچ میں ہوئیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرما کر ہر وقت اپنی ذات میں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں ہمیں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تصورات اور خیالات کو اس طرح بدل دے کہ ہم اپنے مولیٰ کے سوا کسی

کو نہ یاد کریں نہ اس میں مشغول ہوں۔ اگر زبان چل رہی ہو تو صرف اسی کی یاد میں، اسی کی حمد میں، اسی کی تسبیح و تحمید میں اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب اور لاڈلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے میں مشغول ہو۔

درود شریف کا اہتمام

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ ہر گرامی نامہ میں یہ تحریر فرمایا کرتے تھے کہ درود شریف کا اہتمام کریں، درود شریف کا اہتمام کریں۔ لیسٹر سے جو یہ مہم درود شریف کی چلی ہے نہایت بابرکت ہے، درود ہی سے آفات اور بلیات اور مصائب دور ہوتے ہیں۔ کیونکہ خود قرآن عزیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہ راست اپنی طرف سے اس کا حکم ہمیں دیا 'اِنَّ اللّٰـهَ وَمَـلٰئِكَتَهٗ يُـصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا' صَلُّوْا عَلَيْهِ یہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ درود پڑھو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وَسَـلِّـمُـوْا تَسْلِيْمًا کہ سلام کرو، یہ تو ہمیں معلوم ہے کیوں کہ جب ہم خدمت اقدس میں حاضری دیتے ہیں، سلام تو ہم کرتے ہیں لیکن یہ صلوۃ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا پیارا جواب عنایت فرمایا؟

فرمایا کہ جو معہود ملاقات پر سلام ہے یہ تو باہمی ملاقات کا تحیہ ہے۔ مگر جب تم نماز میں تشہد پڑھتے ہو، وہاں تم سلام کرتے ہو، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَـلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہ نماز میں تو تم سلام کرتے ہی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ! هٰـــذَا السَّلَامُ قَـدْ عَـرَفْـنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ؟ کہ سلام تو معلوم صلوۃ کیسے؟ اور آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں کیونکہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام تو معصوم ہوتے ہیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **قُولُوا 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ'** کہ جب التحیات ختم ہو **اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلیٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** تک تم پڑھ لو تب آگے مجھ پر درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلیٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلیٰ آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلیٰ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلیٰ آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

'صلّوا عليه'

اسی لئے مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ درود شریف کہاں پڑھا جائے، کس وقت پڑھا جائے، ایک دفعہ پڑھ لینا عمر بھر میں کافی ہے یا بار بار پڑھا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ **صَلُّوْا عَلَيْهِ**، کہ درود پڑھو، یہ امر ہے۔ کتنی دفعہ پڑھنا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی قید نہیں بس ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ امر استحبابی ہے۔ کہ درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کلمہ توحید **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** یہ عمر میں کم از کم ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔

اسی طرح درود شریف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا کم از کم ایک دفعہ عمر بھر میں یہ فرض ہے۔

اسی لئے حنابلہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرے اس وقت سب سے پہلا کلمہ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ** یہ اس سے کہلوانا فرض ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کے ساتھ نماز میں درود شریف پڑھنا یہ فرض ہے۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور شوافع کا قول ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ تشہد میں فرض ہے یہ شعبی کا قول ہے۔ مگر شعبی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں فرق یہ ہے کہ وہ مطلق تشہد میں اس کو فرض گردانتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرض قرار دیا وہ فرماتے ہیں کہ التحیات پڑھ لیا جائے تو التحیات اور سلام کے درمیان درود شریف پڑھا جائے اس کی جگہ بھی انہوں نے متعین کر دی اور شعبی نے جگہ متعین نہیں کی۔ انہوں نے مطلق رکھا کہ تشہد میں پڑھا جائے چاہے درمیان میں پڑھو، اخیر میں پڑھو یا شروع میں پڑھ لو۔

چھٹا قول یہ ہے کہ تشہد کی بھی قید نہیں بلکہ پوری نماز میں کہیں بھی درود شریف پڑھ لیا جائے۔ یہ احمد باقر سے نقل کیا گیا کہ 'تَجِبُ فِیْ الصَّلوٰۃِ مِنْ غَیْرِ تَعْیِیْنِ الْمَحَلِّ'.

ساتواں قول یہ ہے کہ بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ 'یَجِبُ الْاِکْثَارُ مِنْهَا مِنْ غَیْرِ تَقْیِیْدٍ' کہ کثرت سے درود پڑھنا یہ صَلُّوْا عَلَیْهِ سے مراد ہے کہ بار بار پڑھنا ہے اب کتنا اس کی کوئی قید نہیں۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ جب بھی سرکارِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئے یا کان میں پڑے اور سنے، دونوں حالتوں میں درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ احناف کی ایک جماعت کا یہ قول ہے۔

قاضی ابوبکر ابن عربی فرماتے ہیں کہ 'اِنَّهُ الْاَحْوَطُ' کہ یہ سب سے زیادہ محتاط قول ہے جو حنفیہ کا ہے۔

نواں قول یہ ہے کہ ہر مجلس میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف فرض ہے۔ اور پھر جتنی دفعہ ذکر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان پر آئے یا کانوں میں پڑے، ہر مرتبہ میں صلی اللہ علیہ وسلم کہنا یہ فرض ہے۔

دسواں قول یہ ہے کہ 'فِیْ کُلِّ دُعَاءٍ' کہ ہر دعا میں درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دعا کے ساتھ درود شریف نہیں ہوتا وہ آگے جاتی ہی نہیں۔ اس لئے اس کو دعا کا جزو بنا کر فرض کیا گیا کہ دعا میں درود شریف پڑھنا یہ

فرض ہے۔

دیکھئے، آپ نے سب میں دسیوں اقوال میں سنا کہ فرض، فرض، فرض۔ ان میں سے کسی نے واجب کے بھی الفاظ استعمال کئے ہیں مگر اس میں بھی وجوب سے مراد اصطلاحی واجب نہیں ہے کہ واجب تو حنفیہ کے یہاں کی اصطلاح ہے۔ ورنہ دیگر ائمہ کے یہاں واجب فرض ہوا کرتا تھا اسطرح سب کے یہاں درود شریف واجب ہے فرض ہے کے اقوال ہیں، کیونکہ صَلُّوْا عَلَیْہِ کے ذریعہ اسکا حکم ہمیں ملا ہے۔

سب نے فرضیت اور وجوب کا قول بیان کیا۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مدنظر ہے کہ کیسی عظیم ذات کے بارے میں یہ حکم فرمایا گیا۔ انہوں نے اصطلاحی امر کا معنی اور اس کا مقصد اور اس سے مراد کیا ہے اس سے قطع نظر اسی کو دیکھا کہ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق امر ہے۔

ورنہ استیذ ان وغیرہ کے باب میں اور مختلف جگہوں پر، امر استحبابی بھی آیا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ 'صَلُّوْا عَلَیْہِ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تم درود پڑھو، کہ یہ فرض ہے، جس طرح آرڈر کیا جاتا ہے کہ کرو۔ اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کلمات ارشاد فرمائے کہ تم پڑھو 'قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'، پڑھو! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ.

عروہ بن مسعود ثقفی

قائلین وجوب وفرضیت کے قول کو سمجھئے، کہ سمجھنے کی چیز ہے کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق وہ پڑھتے رہے، روایات میں سنتے رہے کہ ان کا کیا حال تھا۔ مثلاً صلح حدیبیہ میں دشمنوں کی طرف سے، کفار قریش کی طرف سے، ایک شخص کو بھیجا جاتا ہے، عروہ بن مسعود ثقفی کو۔ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر گفتگو ہو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عظیم فدائیین کا،

جانثاروں کا مجمع ساتھ ہے، خدام ساتھ ہیں اس لئے انہیں ضرورت پیش آئی کہ اچھی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں سمجھیں۔

چنانچہ عروہ بن مسعود ثقفی نے قریش سے اجازت لی کہ میں نمائندہ بن کے جاتا ہوں وہ پہنچے اور واپس آ کر انہوں نے قریش سے کہا کہ اوہو! ان کے ساتھ تو ایسے جانثاروں کی جماعت ہے کہ فَاِنَّهُ كَانَ لايَتَوَضَّأُ وُضُوءً ا اِلَّا كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ، يَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ‘ کہ ایسا فدائیین کا مجمع اور اپنی جان نثار کرنے والے خدام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہیں کہ جب آپ وضوفرماتے ہیں، تو کوئی قطرہ زمین پر گرنے نہیں دیتے، کوشش ہوتی ہے کہ وہ قطرہ زمین کی قسمت میں نہ جائے، زمین کی مٹی کے حوالہ نہ ہو، چہروں پر ملکر ہم سرخ رو ہوں۔مزید یہ کہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ہیں، کتنا آپس میں پیار ہے، مگر اس تبرک کو حاصل کرنے کیلئے كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ لڑتے جھگڑتے ہیں، قریب ہے کہ قتال کی نوبت آجائے اور لڑ پڑیں۔اور اس کو لے کر کیا کرتے ہیں، يَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ، لے کر اپنے چہرے پر اس کو مل لیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مجھے اس يَتَمَسَّحُوْنَ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک تبرک کا قصہ یاد آیا کہ خلیفہ متقی للہ، ابراہیم بن مقتدر کا دورِ خلافت ہے یہ عباسی خلیفہ ہیں ۳۳۱ھ ہے۔

خلیفہ عباسی ابراہیم بن مقتدر نے ملک الروم کے ساتھ پہلے جنگ لڑی ہوگی اس پر مراسلت جاری تھی۔ اسی مراسلت کے دوران ایک قاصد شاہ روم کی طرف سے خلیفہ کے دربار میں پہنچتا ہے اور ملک روم کا ایک خط خلیفہ کو پیش کرتا ہے۔

جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارا ایک چرچ کنیسہ، کنیسۃ الرھبان کے نام سے ہے اور وہ اِس وقت آپ لوگوں کے قبضہ میں ہے اس میں ہمارے کچھ تبرکات نوادرات ہیں۔ان میں سے صرف ایک چیز ہمیں چاہئے۔

اس کنیسۃ الرھبان میں ایک تبرک ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام جس کپڑے سے وضوء کے بعد اپنے چہرہ انور کو پونچھتے تھے اور اس پونچھنے پر اس کپڑے کو، اس مندیل کو، اس تولئے کو اتنا پیار آ گیا کہ جیسے ہی حضرت مسیح علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام اس تولئے کو اپنے چہرے پر رکھتے ہیں تری سکھانے کیلئے اور پانی پونچھنے کیلئے، اس مندیل نے سوچا کہ کتنا پیارا موقع ہے اور اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر اپنے اندر جذب کر لی۔ اب اس کو ہٹایا گیا ہے اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر موجود ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اس وقت سے لے کر صدیاں گذر گئیں مگر اس میں وہ تصویر اسی طرح محفوظ ہے۔ یہ اِس سوت لگا کاٹن کے بنائے ہوئے مندیل اور رومال کی محبت کا کرشمہ ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ اس لئے ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ ہمارا رومال، یہ تبرک واپس فرما دیں۔ اس کے بعد ملک روم نے لکھا کہ اِنْ اَرْسَلْتَ هٰذَا الْمِنْدِيْلَ اَطْلَقْتُ لَكَ عَشَرَةَ آلَافِ اَسِيْرٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہ ہمارے پاس آپ کے جو قیدی ہیں ان میں سے دس ہزار قیدیوں کو ہم چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔

خلیفہ نے تمام فقہاء علماء، مفتیان کرام اپنے مشیرین سب کو اکٹھا کیا۔ حکماء وزراء سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ان سے تعلقات کی بہتری اسی میں ہے کہ ہم ان کا یہ تبرک واپس کر دیں اور اس میں ہمارے لئے بھی فائدہ ہے کہ دس ہزار قیدی ہمارے رہا ہو جائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی اِن مخلوقات کو عقل وسمجھ ہے۔ ایک رومال اور مندیل حضرت عیسیٰ سے محبت کو آپ سے تعلق کو جانتا پہچانتا ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک خشک تنے اور سوکھا تنا کھجور کا سوکھا درخت اس کی آواز کا معجزہ آپ نے بارہا سنا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے مرے ہوئے دلوں کو زندہ فرمائے اس سے بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رونے کی آوازیں نکلیں۔ سسکی کی آواز جیسی اس کھجور کے تنے سے نکلی تھی، ہمارے دل سے بھی نکلے اور قبول ہو جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

ہم روزے رکھ رہے ہیں۔ یہ بھوکا پیاسا اٹھارہ گھنٹے کا روزہ ہم کیوں گذارتے ہیں، کیوں ادا کرتے ہیں؟ مالک کی خاطر۔ ہم اس کی کوشش کریں، مالک کی عظیم بارگاہ کی عظمت کے شایان شان اس کو پیش کرنے کا عزم رکھیں، ارادہ رکھیں، کوشش رکھیں۔

تمام اعضاء کا روزہ

جیسی اللہ کی عظیم بارگاہ ہے اس کی عظمت کا ہمیں خیال رہے۔ کہ روزہ ہے اس کے ساتھ نظر ادھر ادھر نہ ہونے پائے نہ ہمارے دل میں ادھر ادھر کے وساوس اور تصورات اور خیالات کا ہجوم ہو۔ ہماری زبان محفوظ رہے کہ کسی پر بہتان، تہمت، غیبت جیسے گناہوں میں یہ ملوث نہ ہو۔ ہمارے ہاتھ اور پیر گناہوں کی طرف بڑھنے سے محفوظ رہیں۔ یہ روزہ ہمارے تمام اعضاء کا ہے۔

یہ نہ سمجھیں کہ صرف ہم بھوکا پیاسا رہ کر روزہ اس مالک کی بارگاہ میں اس کی شان کے مناسب پیش کردیں گے۔ نہیں۔ ہمارے تمام اعضاء پر ہماری نظر ہونی چاہئے۔ یہ مالک کی رضا اور اس کی خوشنودی کے خلاف کوئی حرکت ان سے سرزد نہ ہو کہ جس کا اثر پھر ہمارے روزے پر پڑے۔ زبان تلاوت میں مشغول رہے، تسبیح وتحمید استغفار اور درود شریف میں

مشغول رہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس کتنا نازک کہ کوئی غصہ کی بات غصہ کا کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا نہیں جاتا تھا مگر جب رب کائنات کا مسئلہ بیچ میں ہو، مالک سے وہ چیز متعلق ہو، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تکلم بدل جاتا تھا۔

روزوں کی طرح سے اللہ تبارک وتعالیٰ نماز شروع کرنے کے وقت یہ احساس عطا فرمادے کہ ہم کس عظیم بارگاہ میں قدم رکھنے جارہے ہیں۔ یہ ہاتھ جس ذات کے لیے ہم اٹھا رہے ہیں، یہ اٹھنے کے قابل ہیں؟ گناہوں میں آلودہ یہ ہاتھ، گناہوں میں آلودہ یہ آنکھیں جورب کی متلاشی ہیں کہ تم ایسی نماز پڑھو کہ تم رب کو دیکھ رہے ہو۔ یہ آنکھیں اس قابل ہیں جو مالک کو دیکھ سکیں۔ یہ زبان اس قابل ہے اس کا نام اس زبان پر آسکے، ان تصورات کے ساتھ نماز پڑھیں آپ کو لطف آجائے گا اور وہ قبول بھی ہوگی۔

جانوروں سے تشبیہ

ورنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں بعض نمازیوں سے ناراض ہوکر ارشاد فرماتے ہیں سجدہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ 'نُقْرَةٌ کَنُقْرَةِ الدِّیْکِ' جس طرح جلدی جلدی تم نے سجدہ میں سر رکھا پھر اٹھالیا، رکھا اور اٹھالیا۔ مرغ چونچ مارنے کی طرح سجدے پر سجدے کرتے ہو۔

سید جلیل صاحب مدنی کے تایا جان نے فرمایا تھا کہ سجدہ میں سر رکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ تین سو چار سو برس تک پڑا رہوں۔ ایسی لذت کے ساتھ ہمارا سجدہ ہو۔

آدمی نشاط سے رکوع کرے، رکوع میں ذرا سی لاپروائی اور سستی کی وجہ سے سر نیچے ہوگیا، جہاں بالکل اعتدال میں اس کو رہنا چاہئے تھا، درمیان کے بجائے نیچے ہوگیا، ایسے رکوع کے لئے فرمایا کہ کیا گدھے کی طرح سے سر کوع میں نیچا کر لیتے ہو۔ گدھے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی۔ آقا کتنے ناراض ہیں۔ تقریباً دس جانور ہیں جن کے ساتھ غلط

نمازیوں کو تشبیہ دی گئی۔ جیسے دس جانوروں کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی کوتاہی کو تشبیہ دی گئی۔ ایسا ہی کچھ خواب دکھانے والا فرشتہ تشبیہ دیتا ہے۔

سانپ کی تعبیر

معبرین فرماتے ہیں کہ جو خصائل ان جانوروں میں ہوتے ہیں وہ دیکھنے والے کی طبیعت میں موجود ہیں۔ ان کے ازالہ کی طرف حق تعالیٰ شانہ متوجہ فرمارہے ہیں۔

کتے کی تعبیر

جیسے اگر کسی نے کتے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت کتے والی ہے۔ کتے کی طبیعت کیا ہے کہ اگر کھانا رکھا ہوا ہو جو کئی کتے کھا سکتے ہیں مگر وہ دانہ چگنے والے پرندوں کی طرح سے اپنے سامنے سے نہیں کھائے گا بلکہ جیسے ہی اس کی نگاہ پڑی دوسرے پر کہ وہ کتا بھی آرہا ہے، وہ اس پر بھونکنا شروع کرے گا کہ دوسرے نہ کھاسکیں، میرا ہی اس پر قبضہ رہے۔

پھر کھانا بھی کیا؟ جو بھی مل جائے، مردار ہو، ذبح کیا ہوا گوشت ہو، سڑا ہوا ہو، اچھا ہو خراب ہو۔ کہتے ہیں کہ اس کو کوئی پروہ نہیں کہ کیا غذا اس کے پیٹ میں جارہی ہے۔

قرآن تشبیہ دیتا ہے کہ 'اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُکْهُ یَلْهَثْ' کہ اس پر بوجھ لادو گے تب بھی وہ ہانپے گا اور اگر چھوڑ دو گے بوجھ نہیں لادتے تب بھی وہ ہانپے گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے کروڑہا کروڑ نعمتیں دے رکھی ہیں ان کا شکر یہ بھول کر ہر وقت فریاد ہی فریاد۔ نیند نہیں آئی، آج کھا نہیں سکا، آج گیس رہا، آج پیر میں درد رہا آج فلاں درد رہا، یہ کتے سے سیکھا گیا۔ کہ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُکْهُ یَلْهَثْ، اس لئے کتے دِکھائے جاتے ہیں کہ یہ کتے کی صفات تمہارے اندر موجود ہیں۔

گدھے کی تعبیر

انسان گدھے کو دیکھے مراد ایسے کام کرتے رہنا جس میں عقل استعمال نہ کی گئی ہو، حق تعالیٰ شانہ

کی دی ہوئی بصیرت استعمال نہ کی گئی ہو، اس کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ عقل سے کام لو، ذکاوت سے کام لو۔ گدھے کی طرح مت بنو کیوں کہ کہتے ہیں گدھا سب جانوروں میں 'اَقَلُّهُ بَصِيْرَةً'۔ جیسے کتے کے لئے 'اِنْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ'، ہے اس طرح یہاں عالم بے عمل اگر خواب میں دیکھے گدھے کو، اس کا معنیٰ یہی ہوں گے کہ اس علم سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

درندوں کی تعبیر

اسی طرح چیرنے پھاڑنے والے جانور، چیتا، شیر وغیرہ انسان دیکھتا ہے، ہر وقت دوسروں پر حملے کرنا، ان کی عزت کے درپے رہنا، اس پر تنبیہ کے لیے یہ چیرنے پھاڑنے والے درندے دکھائے جاتے ہیں کہ جو صفات ان درندوں میں ہیں ایسی درندگی تمہارے اندر پائی جاتی ہے۔ اس درندگی سے تم توبہ کرو۔

حضرت شیخ قدس سرہ ۶۴ء میں، جس وقت حج میں تشریف لے جا رہے تھے، ریل کی کھڑکی کھول دی گئی، زائرین زیارت کر رہے ہیں پھر ٹرین کے ڈبے کا دروازہ کھول کر حضرت جی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ دروازہ پر تشریف لائے اور بیان شروع فرمایا۔

حضرت جی نے فرمایا کہ اس دقت دنیا میں وحشی جانوروں کی طرح درندہ صفت انسان ہیں۔ اور جس طرح کی بربریت ان میں پائی جاتی ہے وہ انسانوں میں پائی جا رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سبعی صفات سے ہمیں نجات دے ہم انسانوں کو انسان بنائے۔ جتنے مظالم جگہ جگہ ہو رہے ہیں وہ اسی لئے کہ انسانیت ختم ہوگئی۔ گو انسانی شکل ہے مگر وحشی بن گئے، درندے بن گئے۔ اس درندگی سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی بچائے اور سارے عالم کو اس سے بچائے۔

چوہے کی تعبیر

چوہے کی صفت ہے، جہاں کوئی چیز مل گئی، اگر کپڑوں میں ہے، اس کو کترتا رہے گا بلا وجہ فساد اور خرابی پیدا کرنا۔ جو چیز بھی سامنے ہے اسے کترتے رہنا، خراب کرتے رہنا۔ کتابیں

ہیں سامنے انہیں کترتا رہے گا۔ یہ انتہائی درجہ کے فسادی ہونے کی علامت ہے۔ کہ کتے اور چوہے کو بتا کر فرشتہ بتا رہا ہے کہ تمہارے اندر یہ فساد طبیعت ہے اور بلاوجہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی تمہاری عادت ہے۔

زہریلے جانوروں کی تعبیر

زہریلے جانور، سانپ بچھو ڈنک مارتے ہیں جن کے ڈنک میں اور کاٹنے میں زہر پایا جاتا ہے، یہ صفت خواب دیکھنے والے کے اندر موجود ہے۔ ہر وقت ڈستے رہنا، کسی کو چلتے ہوئے کوئی کلمہ کہہ دیا اب ساری عمر کے لیے وہ بے چارہ روتا رہے گا اس کو جب وہ گالی یاد آئے گی تکلیف ہوگی۔ بولنے والا تو سمجھتا ہے کہ میں بڑا عقلمند انسان کہ میں نے کیسا اس کو جملہ کسا ہے، اس کو فخر ہے اس پر، مگر اس کے بولنے میں جو زہر ہے، اس زہر کو نمایاں کرتا ہے خواب والا فرشتہ اور اسے دکھاتا ہے کہ خدارا اس سے تم باز آؤ کہ تم نے کتنوں کو اب تک ڈسا۔ تمہاری زہریلی زبان سے، تمہارے اشاروں کنایوں سے کتنی انسانیت تکلیف محسوس کرتی ہے۔

خنزیر کی تعبیر

خنزیر کو اگر کسی نے خواب میں دیکھا تو لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خوبصورت بیوی دی ہوئی ہے اور جائز طریقہ سے دی ہوئی ہے اور قانونی اعتبار سے، انسانی قوانین کے اعتبار سے، تہذیب وتمدن کے دائرہ میں جس کو جائز قرار دیا گیا ہے اُسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف خیال، دوسروں کی طرف نظر۔ اور پھر یہ نظر اور خیال سے بھی آگے، طیبات کو چھوڑ کر خبیث کی طرف لپکتا ہے۔ خنزیر کی صفت ہے کہ پھل کاٹ کر پھینکے ہوئے ہیں، اس میں اس کو اتنا مزہ نہیں آئے گا جتنا اُسے پاخانہ اور گندی چیزیں میں آئے گا، سب سے پہلے وہ منہ اسی میں ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کیسا زبردست انتظام فرمایا ہے کہ اندرونی چیزیں کوئی ہمیں نہیں بتا سکتا کہ کوئی مشین ایسی ایجاد نہیں ہے جو اس سے آشکارا کر سکے اور اس پر ہمیں متنبہ کر سکے مگر خواب

والے فرشتے کو حق تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان علم دیا ہے کہ جو کچھ بلائیں اور آفتیں ہمارے اندر ہیں، وہ فرشتہ جانتا ہے، پھر کس کے ساتھ تشبیہ دے کر اسے سمجھانا ہے یہ بھی اسے معلوم۔ اندر کی گندگیاں اس شخص کی جب اس نے معلوم کیں تو خواب میں اسے خنزیر دکھایا کہ ہاں تم میں اور خنزیر میں کوئی فرق نہیں کہ وہ بھی سب سے پہلے گوہ کی طرف ٹوائلٹ کی طرف لپکے گا، پاخانے میں منہ ڈالے گا۔

خدارا گندگی کو چھوڑو اور پاکیزگی پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خباثتیں ختم فرمائے۔ خباثتوں سے ہمارے دل و دماغ کو پاک فرمائے، ہمارے اعضاء وجوارح کو پاک رکھے، ہمیں طیب اور پاکیزہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

مور کی تعبیر

کسی نے خواب میں مور دیکھا، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ شخص عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہے۔ مور اپنے پروں کو پھیلا کر خوش رہتا ہے۔ یہ سب جانور حق تعالیٰ شانہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں۔ خنزیر بھی اور کتے بھی اور یہ سارے کے سارے جانور جو تسبیح ان کے لیے متعین کی گئی ہے اس میں ضرور لگے رہتے ہیں 'وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ' کہ ہر چیز آقا کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہے مگر تم اس کی تسبیح وتحمید کو سمجھ نہیں سکتے۔ ان کی یہ صفت انسان اپنے اندر پیدا کرے۔ ہر وقت مولیٰ کو یاد کرے۔ تسبیح ذکر میں لگا رہے۔

اونٹ کی تعبیر

کسی نے اونٹ کو دیکھا تو تعبیر یہ ہے کہ، جس طرح اس میں کینہ ہے، درگذر اس کے پاس کو بھی نہیں۔ کہ کسی پر غصہ آیا، کینہ اب نکلتا ہی نہیں۔ کینہ اس درجہ کا ہے کہ سب سے پہلے کھوپڑی پکڑے گا، پھاڑ دے گا، چبا کر کے بھیجا نکال دے گا۔ اس درجہ کا تکدر، اس درجہ کا کینہ تمہارے اندر ہے، اونٹ والا کینہ۔ اس پر متنبہ کرنے کے لیے فرشتہ اسے خواب میں

اونٹ دکھاتا ہے۔

اسی طرح بے شمار جانور ہیں جو دکھائے جاتے ہیں اس سب میں ایک نہ ایک قسم کی ہمارے لئے تنبیہ ہے۔ اور یہ کتنا بڑا حق تعالیٰ شانہ کا انعام ہے کہ آپ جن کے ساتھ رہتے ہیں، ہر وقت چوبیس گھنٹے جس گھر میں رہتے ہیں، کام کے لئے ساتھیوں کے ساتھ رہتے ہیں آپ کے خیالات فاسدہ ان کے بارے میں کیا ہیں مالک کا فضل واحسان کہ اس پر اس نے دنیا میں پردہ ڈال رکھا ہے۔ خواب والا فرشتہ ہر دن اٹھا کر دکھاتا ہے کہ تم کیا ہو۔

جن کے ساتھ آپ میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہو وہ ہیلپ کرتے ہیں مدد کرتے ہیں مگر ان کی طرف سے آپ کے دل میں کیسے برے خیالات ہیں وہ اگر رفقاء کو معلوم ہو جائیں، ساری عمر کے لیے ایک نظر تمہیں دیکھنا گوارا نہ کریں۔ مگر مالک نے ستاری فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ ستاری ہماری محشر میں فرمائے، وہاں کی رسوائی سے ہمیں بچائے، جس طرح اس نے دنیا میں ہمیں بچا رکھا ہے۔ یہ تمام چیزیں ان کا علم، اللہ نے اس ملک الرؤیا کو دیا، خواب کے فرشتہ کو دیا وہ ان چیزوں پر متنبہ کرتا رہتا ہے کہ تمہارے اندر یہ بری خصلت ہے، یہ بری خصلت ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی توجیہ

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ کے مکاتیب میں بکثرت یہ آتا تھا کہ جانوروں کا دیکھنا کثرت سے دیکھنا، خاص طور پر ایسے زمانے میں زیادہ ہوتا ہے جب انسان ذکر بالجہر وغیرہ اور معمولات پابندی سے کرتا ہے۔ یہ اس لئے دکھائے جاتے ہیں کہ فرشتہ بتاتا ہے کہ اور زور لگاؤ کہ یہ رذائل تمہارے اندر ہیں انہیں نکالنا ضروری ہے۔

اب تک رذائل تم پر غالب تھے۔ اب تم نے تھوڑا سا قدم بڑھایا ہے تو اور آگے بڑھاؤ۔ قدم بڑھانے کے لیے تمہیں ابھارا جاتا ہے۔ تمہاری تحریض اور تشویق اور ترغیب کیلئے ہے کہ آگے بڑھتے رہنا ورنہ یہ تم پر پھر غالب آجائیں گے۔ جیسے کہ اب تک غالب تھے اور تمہیں پتا

بھی نہیں تھا۔

ان مبارک ایام میں حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی یاد میں ہر وقت مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے روزوں کے خراب ہونے سے ہمیں بچائے کہ ہم اپنے ہاتھوں اتنا طویل روزہ رکھ کر خود اس کو ضائع نہ کریں۔ اس کے ضیاع سے حق تعالیٰ شانہ ہماری حفاظت فرمائے۔ ہماری زبانیں اس کی یاد میں ہر وقت تروتازہ رہیں۔ بالخصوص چلتے پھرتے جتنا ہوسکے قرآن پڑھیں۔ کوئی حافظ نہیں ہے، قل ھواللہ تو یاد ہے، الحمد شریف تو یاد ہے وہی پڑھتے رہیں، بار بار۔ اسی کی تلاوت رہے۔ اللہ تعالیٰ ان روزوں کی اور تلاوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ جن جن مصائب میں مبتلا ہے انہیں اس سے نجات نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرنے سے پہلے آقا کو منانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا مولیٰ مالک ہم سے راضی ہوجائے۔

لَکَ الْحَمْدُ یَا ذَاالْجُوْدِ وَالْمَجْدِ وَالْعُلیٰ تَبَارَکْتَ تُعْطِیْ مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ

اِلٰھِیْ لَئِنْ جَلَّتْ وَجَمَّتْ خَطِیْئَتِیْ فَعَفْوُکَ عَنْ ذَنْبِیْ اَجَلُّ وَاَوْسَعُ

اِلٰھِیْ وَخَلَّاقِیْ وَحِرْزِیْ وَمَوْھِلِیْ اِلَیْکَ لَدیٰ الْاِعْسَارِ وَالْیُسْرِ اَفْزَعُ

اِلٰھِیْ لَئِنْ اَعْطَیْتُ نَفْسِیْ سُؤْلَھَا فَھَا اَنَا فِیْ اَرْضِ النَّدَامَۃِ اَرْتَعُ

اِلٰھِیْ تَریٰ حَالِیْ وَفَقْرِیْ وَفَاقَتِیْ وَاَنْتَ مُنَاجَاۃِ الْخَفِیَّۃِ تَسْمَعُ

یہ حمد اور مناجات امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ باری تعالیٰ کو خطاب کرکے عرض گذار ہیں: کہ الٰہی! تمام شان سخاوت اور بزرگی تیرے ہی لائق ہے جسے تو چاہے دے، جس سے چاہے روک لے۔ الٰہی! میرے گناہوں کے تو پہاڑ بنے ہوئے ہیں اور بہت بڑے گناہ ہیں لیکن میرے گناہوں کے مقابلے میں تیرا عفو اور تیری مغفرت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے اور بڑی ہے۔

اے میرے مولا! اے میرے خالق! اے میری جائے پناہ! خوشحالی اور تنگی ہر حال میں ہم

گھبرا کر تیری ہی جناب میں حاضر ہوتے ہیں تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ الٰہی! میرا حال تو یہ ہے کہ میرا نفس تو مجھے اس قدر ورغلاتا ہے کہ اگر میں اس کے ورغلانے پر چلتا رہا تو سوائے ندامت کے سامنے کے میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ الٰہی! تو میرا حال دیکھ بھی رہا ہے، میرے فقر و فاقہ کو بھی دیکھ رہا ہے اور میری زبان کے ان کلمات کا تو کیا ذکر تو میری دل کے دھڑکنے کو اور دل سے تصوراتی طور پر جو مناجات ہوتی ہے اس کو بھی تو سنتا ہے۔

صحابۂ کرام

اللہ عزوجل ان مبارک ایام میں ہمیں معافی دے اور ہمیں معاف کر دے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور غلاموں کی سواریوں کی ناک کی دھول کے صدقے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے 'قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ'

سرکار کا رستہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیں دکھایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اسی رستے پر رکھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع خدام سے ہمیں محبت دے۔ خلفائے اربعہ، عشرہ مبشرہ، بدریین، صلح حدیبیہ کے شرکاء، اہل بیت وجمیع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے ایک ایک فرد سے حق تعالیٰ شانہ ہمیں محبت دے کہ انہوں نے ہمیں صحیح رستہ دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریق کو محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا۔ اسی لئے قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ 'قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ' کہ میں بھی اور میرے جو متبعین ہیں صحابہ وہ بھی میرے اسی رستے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم ایمان کیسے لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہمیں بتائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زکوۃ، حج، ہر چیز ہمیں انہوں نے بتائی۔

هو القائل، والسائل، والبائل

انہوں نے ایک دوسرا آسان رستہ بھی بتایا۔ ایک صحابی ہیں جن کے متعلق محدثین نے

القاب متعین کئے 'هُوَ الْقَائِلُ، وَالسَّائِلُ وَالْبَائِلُ'. کہ جن کی طرف مسجد میں پیشاب کا قصہ منسوب ہے اور جنہوں نے دعا مانگی خدا سے کہ 'اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا'. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا' فرمایا کہ اللہ کی رحمت تو بڑی وسیع ہے تم نے دعا میں یہ مانگا کہ الٰہی صرف مجھ پر رحم فرما اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور تیسرا ہمارے ساتھ کوئی نہ ہو۔ اوہو! کتنی محبت کہ میں رہوں اور سرکار رہیں، کوئی کسی تیسرے کی شرکت ہمیں گوارا نہیں۔ وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا. انہوں نے سرکار دوعالم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے پاس اور کچھ تو ہے نہیں نماز، روزہ، صدقات تو بہت زیادہ نہیں ہیں۔ یہ اعمال میرے پاس زیادہ نہیں ہیں، مجھے صرف ایک چیز پر بھروسہ ہے کہ مجھے آقا سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا 'اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ' کہ قیامت میں انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والا رستہ کتنا آسان رستہ ہے کہ اس میں نہ مال خرچ کرنا ہے نہ تن خرچ کرنا ہے۔ بلکہ صرف ایک تصور اور سوچ کو جمائے رکھنا ہے اور اس کا بھی ہمیں قرآن ہی نے حکم فرمایا 'قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللهُ بِاَمْرِهٖ وَاللهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ.'

آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے گھاٹے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، (اگر یہ تمام چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ

اپنا عذاب لے آئے۔ اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے محبت جس طرح اس صحابی کے لیے یہاں ناجی بن گئی، اسی طرح جو شخص بھی بہت زیادہ نماز روزہ والا نہیں ہوگا اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ 'اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ' کہ جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی اسی کے ساتھ وہ محشور ہوگا اسی کے ساتھ رہے گا، اسی کے ساتھ جنت میں اسے رکھا جائے گا، معیت اسے حاصل ہوگی۔

منتخب جماعت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت اونچا۔ اور یہ منتخب جماعت تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ان میں بھی انتخاب تھا۔ کچھ ایمان لائے پھر بھی حاضر نہ ہو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے مگر زیارت کا شرف انہیں حاصل نہیں ہو سکا۔ صحابی نہیں بن سکے۔ کچھ تھے جو زبان سے ایمان لائے دل میں نفاق رہا، محروم رہے۔ یہ صحابہ کرام کی منتخب جماعت میں تو ہم نہیں ہو سکتے مگر یہ جو صحابہ کرام نے ہمیں رستہ دکھایا ہے حب نبوی کا، یہ ایک ایسی دولت ہے کہ ہم ان صحابہ کرام کا گروہ جہاں پر ہے اس صف میں پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور وہ اگر قبول ہو جائے تو ہم اس صف کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔

کیسے؟ آپ سوچتے ہوں گے کہ اوہو! کتنا بڑا دعویٰ، میں نے عرض کیا کہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ 'اَشَدُّ اُمَّتِی لِی حُبًّا قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ' کہ محمد عربی کے ساتھ، سب سے زیادہ محبت رکھنے والی ایک قوم ہوگی جو میرے بعد ہوگی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت رکھنے والی ایک قوم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگی وہ قوم کون ہوگی؟ ارشاد فرمایا کہ 'یَوَدُّ اَحَدُھُمْ اَنَّهُ فَقَدَ اَھْلَهُ وَمَالَهُ وَاَنَّهُ رَاٰنِیْ' رواہ الامام احمد بن حنبل۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل کیا۔ اس میں یہ الفاظ لائے ہیں 'اَشَدُّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ اَنَّہُ فَقَدَ اَھْلَہُ وَمَالَہُ وَاَنَّہُ رَاٰنِیْ' کہ ان کی خصوصیت یہ ہوگی کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہوگا کہ میرے اہل وعیال مفقود ہو جائیں، میرا مال چاہے چلا جائے، سب قربان کر کے بھی، میں کاش کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلوں اور دیکھ لوں۔ یہ اس کے دل کی چاہت ہو اور اس درجہ کی ہو کہ جو اسے اس صف میں پہنچا سکتی ہے جس صف کا میں نے ابھی ذکر کیا۔

ایک دوسری روایت امام حاکم لائے ہیں اسی کے ہم معنی کہ اِنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ یَأْتُوْنَ بَعْدِیْ کہ میری امت میں کچھ لوگ میرے بعد آئیں گے یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوِاشْتَرٰی رُؤْیَتِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ کہ مجھ سے اس قدر محبت ہوگی کہ وہ چاہتے ہوں گے کہ کاش کہ ہم اپنے اہل وعیال اور مال سب کچھ دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کو ہم خرید کر پاتے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ. اس درجہ کی حق تعالیٰ ہمیں محبت عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس گروہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں پیشین گوئی فرمائی اس میں شامل ہونے کی دعا کریں۔ جماعت صحابہ منتخب جماعت تھی اور اس کا زمانہ ختم ہوگیا۔ مگر یہ جس جماعت کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں فرمایا وہ زمانہ اب بھی ہے۔ ہم اب بھی یہ تمنا کر سکتے ہیں۔ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ، ان کے دل کی یہ چاہت ہو، تڑپ ہو۔ تو اس کمیت چاہت کو بڑھائیں۔

حب نبوی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی چیزیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات ان کو ہم بڑھاتے چلے جائیں۔ اور اس کا حساب اور موازنہ کرتے رہیں کہ اس

میں کچھ فرق آیا، ٹمپریچر ہمارا کچھ بڑھا۔

بھائی جان، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ، میں نے شاید ابھی حفظ شروع نہیں کیا ہوگا تو میں نے بھائی جان کو علی الصباح دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد وہ قرآن شریف لے کر، سامنے قرآن شریف رکھا ہوا ہے پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ ذرا وہاں سے آئینہ دے دو۔ میں نے آئینہ دیا وہ دیکھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے یہ تلاوت شروع کی اس کے بعد میرے چہرے پر نور کچھ بڑھا اس تلاوت کی وجہ سے؟ اس طرح ہم ناپنے کی کوشش کریں کہ نور محبت ہمارے دل میں کتنا بڑھا۔

آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کی یہ جو تمنا اس روایت میں بیان کی گئی ہے کہ 'یَوَدُّ اَحَدُھُمْ اَنَّہُ فَقَدَاَھْلَہُ وَمَالَہُ وَاَنَّہُ رَاٰنِیْ' اس چاہت میں ہم کتنے اور آگے بڑھے اور اس محبت کے رستہ کو کتنا ہم نے طے کیا، کتنا یہ رستہ ہم نے قطع کیا۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں یہ ہمارے لئے آسان فرمادے۔ ورنہ دوستو! جس طرح میں نے عرض کیا تھا وہاں جلسہ میں کہ وہ روتے رہے، اسی میں انہیں مزہ آتا رہا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ قدس سرہ کو سالہا سال ہم دیکھتے رہے کہ کتنا رو رہے ہیں۔ کسی کے یہاں، کسی میت کی موقعہ پر، کسی کی فوتگی کے موقعہ پر اتنا نہ روتے ہوں گے جتنا سالہا سال جب دیکھو، حرم شریف میں ہم بٹھا رہے ہیں اور حضرت رو رہے ہیں، حضرت روز گھنٹوں روتے رہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سالہا سال روتے رہے، روتے رہے۔ جتنا یہ ٹمپریچر بڑھتا ہے اتنا یہ رلاتا ہے۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق میں نے عرض کیا کہ عشق ومحبت کے طرق کو ایجاد کرنے والے ہیں۔ اس کے موجد، اس کے مؤسس ہیں۔

انہوں نے ہی حب نبوی کی بنیاد رکھی۔

عروہ بن مسعود ثقفی

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کس قدر محبت تھی؟ عروہ بن مسعود ثقفی نے قریش کو آ کر بیان کی۔ وہ کفار قریش کی طرف سے قاصد بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہاں سے واپس لوٹے، اپنے ساتھیوں کو، قریش کو بتا رہے ہیں کہ 'مَایَصْنَعُ الصَّحَابَةُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کا برتاؤ تھا وہ انہوں نے بتایا۔ فَاِنَّهُ كَانَ لَايَتَوَضَّأُ وُضُوءً ا اِلَّا كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ يَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ پھر اس کے بعد انہیں جوش آیا عروۃ بن مسعود کو، یہاں تک کہہ کر انہیں نے اپنا انداز بدلا اور کہنے لگے کہ وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ جِئْتُ كِسْرىٰ فِىْ مُلْكِهٖ وَ قَيْصَرَ فِىْ عَظْمَتِهٖ فَمَارَأَيْتُ مَلِكًا مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِىْ اَصْحَابِهٖ کہ قریش! میری بات سن لو۔ کہ میں جس طرح وفد بن کر نمائندہ بن کر ابھی دربار محمدی میں حدیبیہ میں پہنچا تھا، اسی طرح میں تو قیصر و کسریٰ کے دربار میں وفد بن کر اور نمائندہ بن کر ہمیشہ جاتا رہا، مگر میں نے کسی قوم کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی تعظیم فرماتے ہیں۔

پھر ہتھیار ڈال دیئے عروہ نے اور کہا 'وَلَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لاَ يُسْلِمُوْنَهُ لِشَيْءٍ اَبَدًا. فَانْظُرُوْا رَأْيَكُمْ فَاِنْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ رُشْدًا فَاقْبَلُوْا مَاعَرَضَ عَلَيْكُمْ فَاِنِّىْ لَكُمْ نَاصِحٌ کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں کہ جو وہ کہتے ہیں مان لو اور قبول کر لو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ ایسی جماعت سے تمہارا واسطہ پڑا ہے۔

ایک اعرابی

صحیحین کی روایت ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ 'كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ

وَالْمَدِیْنَۃِ وَمَعَہُ بِلَالٌ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ منزل فرمائے ہوئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں۔ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے مال دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَبْشِرْ، ہاں وعدہ تو ہے۔انشاء اللہ ضرور تمہیں ملے گا۔

اب وہ بے چارہ اعرابی، دربارِ محمدی کے آداب اور سلیقہ سے ناواقف۔ اس لئے پھر وہ کہنے لگے آپ نے بہت اَبْشِرْ فرمادیا مگر اب کچھ دیجئے بھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس اَبُشِرُ کے واپس کرنے پر ناراض ہوئے اور فرمایا حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے کہ اُس نے تو ہماری بشارت واپس کردی آؤ تم قبول کرلو۔ انہوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا: 'قَبِلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ' اس کی نشانی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا، جس میں پانی تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا، چہرہ انور کو دھویا، اسی میں کلی فرمائی اور فرمایا کہ اِشْرَبَا مِنْہُ اسے پی لو۔ وَاَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْھِکُمَا وَنُحُوْرِکُمَا وَاَبْشِرَا برکت والے اس پانی کو اپنے چہروں پر ڈال لو، سینہ پر ڈال لو، دل پر ڈال لو۔ سینہ پر اور چہرہ پر ڈال لو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے سے ان حضرات سے فرماتی ہیں کہ تم اپنی امی کو یاد رکھنا اس کا کچھ حصہ ادھر پردے میں بھی، میرے لئے بھی بھیج دینا۔

لعاب مبارک

عروہ بن مسعود نے صحابہ کرام کا حال بیان فرمایا کہ وہ پانی کا ایک قطرہ زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ اور یہاں تک بیان کیا اس نے 'اِنَّہُ کَانَ اِذَا تَنَخَّمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک، تھوک مبارک زمین پر گرنے نہیں دیتے کہ وہ اپنے ہاتھ پر لے لیتے ہیں اور چہروں پر مل لیتے ہیں۔ دَلَکُوْا بِھَا وُجُوْھَھُمْ وَاَجْسَادَھُمْ وَھُوَ یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَ اِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو

کے پانی پرلڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور اپنے چہروں پر اسے مل لیتے ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ مجھے میری خالہ جان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔اور عرض کیا کہ میری بہن کا یہ بیٹا بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔کاش کہ جہاں جہاں یہ امت بے حال ہے، امت پریشان ہے، بے گھر ہے، بھوکی ہے، پیاسی ہے، ننگی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کرے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست شفقت ان کے سر پر پھرے۔بوڑھوں کے سر پر، بچوں کے سر پر، زخم خوردہ زخمیوں کے جسم پر پھرے اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے امت کو ان تمام مصائب سے نجات دے۔وہ فرماتے ہیں کہ فَمَسَحَ رَأْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَکَةِ وَتَوَضَّأَ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِہٖ. میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی سے پیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا پانی

اسی طرح حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ وضو کے پانی کی طرف لوگ کھڑے ہوگئے وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا یَأْخُذُوْنَ یَدَیْہِ کہ جس کو پانی نہیں مل سکا تو اس نے دیکھا کہ سرکار کے دست مبارک میں ابھی نمی ہے، تری ہے، وہ دست مبارک کو لے کر، ہتھیلی مبارک کو اپنے چہرے سے لے کر ملتے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو لیا اور اپنے چہرے پر رکھا۔میں نے دیکھا کہ فَاِذَا ھِیَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ کہ وہ اتنا پیارا اتنا ٹھنڈا ٹھنڈا دست مبارک۔ وَاَطْیَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْکِ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک عظیم خوشبو میں نے پائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان خوشبوؤں سے ہمارے دلوں کو معطر فرمائے، ہمارے ایمان کو معطر فرمائے، ہمارے روزوں کو، نمازوں کو، عبادات کو، عطر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وافر حصہ ہمیں عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

یہ جو راہ، طریق، راستہ، سلوک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے جس میں شریعت بھی ہے طریقت بھی ہے، علم بھی ہے، عمل بھی ہے۔ سراپا سنت ہی سنت کی روشنی ہے۔ فرمایا 'عَلٰى بَصِيْرَةٍ' اس میں بصیرت ہی بصیرت ہے، نور ہی نور۔ کہیں کوئی اشکال آپ کو نظر ہی نہیں آ سکتا۔ یہ رستہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنانے کی ہمیں دعوت دی گئی۔ اس راہ پر جو چلے اور جن کو چلایا، ان کی روشن تاریخ ہے۔ اب اس گئے گذرے زمانے میں آپ دیکھیں، یہاں سے لے کر اوپر تک ان کی سند مسلسل ملتی ہے۔ ایک ہی رنگ، اسی پر چلنے کی سب کی کوشش نظر آتی ہے۔

یوروپین مشائخ

اسی ذیل میں میں نے شعبان کے کسی جلسے میں کہا تھا کہ ہم اپنے ایشیاء کے مشائخ کو تو یاد رکھے ہوئے ہیں ان کا ذکر تذکرہ بکثرت سنا جاتا ہے لکھا جاتا ہے مگر جس خطہ میں ہم مقیم ہیں، جس کو ہم نے اپنا وطن بنایا ہے اس خطہ کے مشائخ، یوروپین مشائخ ان کا حال بھی آپ

پڑھیں۔ میں نے اس پر عرض کیا تھا کہ اسپین کا علاقہ ایسا ہے کہ اسے آپ بغداد کے مشائخ سے تول سکتے ہیں، بلخ اور بخارا اور خراسان کے مشائخ سے تول سکتے ہیں۔ صدیوں یہ سلسلہ چلتا رہا اور انہوں نے قرآن وحدیث کی جو خدمت کی ہے وہ باید و شاید۔

مثلاً جو محبت کا طریق ہے اس کی ایک ادنی مثال آپ سنئے کہ اسپین میں کیسے کیسے مشائخ ہوئے، جیسے میں نے ملا جیون کے متعلق کہا تھا کہ وہ عشق ومحبت کی چنگاری اور انگارہ نہیں تھے بلکہ وہ تو ایک لاوا تھے جو پہاڑوں میں سے پھٹتا ہے میلوں تک کے علاقہ کو لے جاتا ہے۔ اس طرح صدیوں تک مغربی مشائخ وہاں والوں کی نکلی ہوئی دل کی آگ منتقل ہوتی رہی اور اس محبت اور عشق کے رستے کو لوگ اپناتے رہے۔

علامہ میمون خطابی

ان میں سے ایک نام ہے' علامہ میمون خطابی، الفاسی' جن کا عرف ہے ابن خبازہ۔ روٹی پکانے والی کے بیٹے۔ ان کی کنیت ابوسعید میمون بن علی بن عبدالخالق الخطابی ہے۔ بنو خطاب کے خاندان کی طرف منسوب ہیں اور فاس کی طرف بھی منسوب ہیں کہ وہیں فاس میں ان کی ولادت ہوئی۔ اور ان کی وفات رباط میں ہوئی اور رباط میں سلع نامی جگہ میں آپ کی قبر ہے۔ اور ان کی قبر کو لوگ سعید الخباز کے نام سے پہچانتے ہی ہیں، ان کا ایک قصہ، محبت کے رستہ کا بڑا عجیب وغریب ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ یہ اساتذہ ہوتے ہیں بڑے کمال کے، جیسے اساتذہ مل جائیں کسی کی بدقسمتی کہ ملحد استاذ ملا تو الحاد سیکھے گا، کسی کو فلسفی ملا تو فلسفہ کے بھنور میں ڈالے گا۔ اِس جال میں پھنسا کر دین وایمان سے ہاتھ دھلوائے گا۔ اور کسی جلتے دل والے کے پاس پہنچے گا تو اس کو بھی دل جلا بنا کر کے وہ چھوڑے گا۔

جیسا کہ مثال دی تھی کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میوات کے ان پڑھ گنوار جاہلوں کو رونا سکھایا۔ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں اَڑ کر کس طرح اپنا مدعا منظور کروانا

سکھایا۔ ان میانجی میواتیوں کے نام گنوائے تھے، ان کی ادا بیٹھنے کی، رونے کی ادا بتائی تھی۔ اسی طرح ان کو بھی، میمون بن علی الخطابی کو اسپین کے اساتذہ ملے۔

خود ان کا بیان ہے، فرماتے ہیں کہ میرا نام میمون بن علی بن عبدالخالق الخطابی ہے۔ مغرب اور بربر کے قبائل میں سے بنو خطاب ہیں یہ بنو خطاب سنہاجہ، عسکورہ وغیرہ علاقوں میں بھی ہیں تو یہ سنہاجیین میں سے سنہاجی کہلاتے ہیں۔ اور اوپر جا کر ان کا نسب کہاں جا کر ملتا ہے۔ وہ انہوں نے بتایا کہ 'فَهٰذَا النَّسَبُ حِمْيَرِیُ يَمَنِیُ قَحْطَانِیُ' وہاں دو شاخیں ہوتی ہیں قحطانی اور عدنانی۔ یہ قحطانی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میری ولادت فاس میں ہے اور میں نے وہاں کے علماء سے پہلے پڑھا۔ اور ان میں سے سب سے بڑے میرے استاذ میرے نانا علی بن مہدی القیسی ہیں۔ اور پھر دیگر علماء سے پڑھا، ان کے معاصرین سے پڑھا۔ اور علی بن عبداللہ حجری سے میں نے پڑھا، اور ان سے جو پڑھا اس میں کتب احادیث میں 'وَ سَمِعْتُ الْمَوَطَّأ وَالْبُخَارِیَ وَكِتَابَ السُّنَنِ' کہ میں نے موطا ان سے پڑھی، صحیح بخاری ان سے پڑھی، سنن ان سے پڑھیں۔

جس طرح یہ کتابیں ہمارے یہاں پڑھائی جاتی ہیں، پہلے ہمارے نصاب میں بڑی وسعت تھی۔ اسی کے نتیجہ میں جامعہ طبیہ دیوبند میں بنایا گیا تھا کیونکہ ہمارے سارے علماء، درس نظامی میں طب کی کتابیں پڑھتے تھے اور میزان الطب سے لے کر اوپر تک کی تمام کتابیں پڑھ کر فراغت پاتے تھے۔ جہاں سب درس نظامی کی کتابیں پڑھ کر ایک عالم بن کر وہ نکلتے تھے، وہاں ایک اچھے خاصے طبیب بھی بن جاتے تھے۔

ہمارے دوست مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریڈفورڈ میں تھے یہ تمام کتابیں پڑھے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے فلاں معجون بنایا تھا فلاں وقت میں، فلاں خمیرے بنائے تھے، فلاں چیزیں بنائی تھیں۔

طب جسمانی کی کتابوں کی طرح طب روحانی بھی پڑھایا جاتا تھا۔ میمون فرماتے ہیں کہ قَرَأْتُ بِهَا الرِّسَالَةَ الْقُشَيْرِيَّةَ عَلٰى اَبِیْ الصَّبْرِ کہ میرے ایک استاذ تھے ابوالصبر ان

سے میں نے رسالہ قشیریہ پڑھا۔ یہ تصوف کی کتاب ہے، بڑی شاندار کتاب ہے۔اس کے بعد وہ بڑے پیار سے اپنے اسپین کے اساتذہ کا ذکر فرماتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ 'وَ لَحِقْتُ مِنَ الْاُنْدُلُسِ وَلاَ اُحْصِیْهِ' کہ اندلس والوں سے جو پڑھا وہ تو بے شمار ہیں۔ پھر بہت سارے نام گنوائے۔

اندلس کے اساتذہ

فرمایا کہ ابومحمد قرطبی، ابوالحجاج ابن شیخ بدوی ہیں، کہ ابن سمجون سے بھی میں نے پڑھا اور میرے اساتذہ میں سب سے عالی سند وہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ حافظ ابن ابوبکر عربی اور ابن نفیس سے روایت کرتے تھے جو طبری سے روایت کرتے ہیں۔ پھر وہاں کے تمام شہروں کے نام گنوائے۔ بیاسہ میں ابونصر تلمسانی سے میں نے پڑھا، ابن حفصون سے پڑھا۔

تعطیلات میں مالقہ آپ جاتے ہیں سیاحت کے لیے وہاں گن گن کر قدم رکھئے۔ جہاں کہیں آپ قدم رکھو گے، اس زمین کے ذرات میں صدیوں پہلے بسنے والوں کے آثار، تبرکات، نشانات موجود ہوں گے۔

میمون فرماتے ہیں کہ میں نے مالقہ میں ابن الموذن سے پڑھا۔اور غرناطہ بھی آپ جاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ غرناطہ میں میں نے ربیع بن کوثر اور ان کے اصحاب سے پڑھا۔

مرسیہ میں بھی ایک جماعت سے پڑھا اور وہاں کے قاضی ابومحمد فقیہ سے میں پڑھتا رہا۔ شاطبہ میں حافظ ابوعمر بن عاد سے پڑھا۔ کہتے ہیں کہ وادی عاش ایک جگہ کا نام ہے اسپین میں، وہاں حافظ ابن عمر جو موطا کے شارح ہیں ان سے میں نے پڑھا۔

اشبیلیہ تو ہمارے قاضی ابن عربی کی خاص جگہ ہے، ان کا وطن ہے، وہاں اشبیلیہ میں ابو الحسن ابن زرقون سے پڑھا۔ بلنسیہ پہنچا تو وہاں ابوالخطاب ابن واجب سے پڑھا۔ اور مالقہ میں کہتے ابوالربیع قلاعی کی تصانیف کے پانچ اجزاء میں نے ابوالربیع سے پڑھے۔تیرہ گیا تو وہاں ابن خلفون سے پڑھا۔

ان کے علاوہ میرے بے شمار اساتذہ وہاں ادب کے نحو کے لغت کے تصوف کے بکثرت ہیں۔ یہ اساتذہ ان کو کیسے ملے ہوں گے۔ اور انہوں نے کیسے آگ بھڑکائی ہوگی ان کے دل میں۔

پھر انہوں نے کارنامہ انجام دیا بڑا عجیب وغریب۔ ان استاذوں کی محنت رنگ لائی اور وہ بڑا پیارا کارنامہ جو محبت زندہ باد کے نعرے لگوانے والا ہے۔

بیع نامہ

انہوں نے ایک بڑی فصیح وبلیغ عبارت لکھی۔ کوئی چار پانچ صفحے کا ایک فصیح وبلیغ مضمون لکھا اور اس مضمون میں اپنے مولیٰ کے ساتھ ان کے ایک سودے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس مضمون کو نام ہی دیا گیا ہے ’عَقَدَ مَیْمُوْنُ اَلْخَطَّابِیُّ فِیْ بَیْعِ قَلْبِهٖ مِنْ رَبِّهٖ‘ کہ میمون خطابی نے اپنا دل اپنے مولیٰ کو بیچ دیا۔ بیع نامہ اور دستاویز وہ شروع کرتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد فرماتے ہیں: ’یَقُوْلُ الْعَبْدُ الَّذِیْ اِعْتَرَفَ بَمَقْتَرَفٍ‘ وہ شروع ہوتے ہیں بڑی فصیح وبلیغ عربی کے ساتھ اس میں اپنے اتار چڑھاؤ کا ذکر کرتے ہیں کہ مجھے اپنے گناہوں کا اور اپنی گندی حرکتوں کا مجھے اعتراف ہے۔

فرماتے ہیں کہ ’الٰهاً اَجْرٰی اللّٰهُ عَادَةَ اِحْسَانِهٖ وَجُوْدِهٖ‘ کہ اس کی رحمتوں کا دریا بڑا وسیع اس کی جود وسخا بڑی عام ہے۔ اس نے اس غافل بندہ کو اس کی غفلت سے جگایا کہ یہ کاہے کی غفلتوں میں تم پڑے ہوئے ہو؟ کیسے جگایا؟ میں تو غفلت کی نیند میں سو رہا تھا اور مولیٰ کی طرف سے کڑک اور رعد اور گرج اور برق کے ساتھ جس طرح طوفانی بارش سے پہلے آسمان میں گرج، برق، چمک ہوتی ہے اس طرح کر کے حق تعالیٰ شانہ نے خود مجھے جگایا اور میری غفلت کو دور کیا، ’کَشَفَهَا وَجَلّٰهَا‘ پھر وہاں، پہلے تو غفلت ہی غفلت تھی اب حَلَّ بِسَاحَةٍ أَرْضُهَا السَّكْرُ وَالسَّلْوُ سکر اور مدہوشی سے اس کو بدل دیا۔

اب وہ محبت کے رستہ پر گامزن ہو رہے ہیں۔ وَاٰذَنَ لَیْلَةَ الْغَفْلَةِ بِالصَّبَاحِ وَنَادٰی

مُنَادِ اَلْوَصْلَةُ بِمَنَارِ الْعُزْلَةِ حَیَّ عَلیٰ الْفَلاَحِ جب حق تعالیٰ شانہ کا یہ کرم ہوا، سَمِعَ عِنْدَ الصَّبَاحِ یَحْمَدُ الْقَوْمَ السُّرَعَ ثُمَّ کَتَبَ الْعَبْدُ الْمَذْکُوْرُ عَقْدَهُ لکھتے ہیں کہ تب جا کر میری غفلت ٹوٹی اور مالک نے مجھے منتخب کیا اور میں نے ایک بیع نامہ اپنے مالک سے کیا۔ یہ بیع نامہ میں لکھ رہا ہوں، میرا حال یہ ہے کہ وَهُوَ عَلیٰ خَوْفٍ وَوَجْلٍ، ہانپتا کانپتا اس کو میں لکھے جا رہا ہوں، ندامت کے آنسو میرے بہہ رہے ہیں اور آگے پھر بیع نامہ کا مضمون تحریر فرمایا۔

هٰذَا مَااشْتَرىٰ اَلْمَوْلیٰ اللَّطِیْفُ اَلْجَلِیْلُ، مِنَ الْعَبْدِ الضَّعِیْفِ الذَّلِیْلِ، اَلْمَیْمُوْنِ بْنِ عَلِیِّ اِشْتَرىٰ مِنْهُ فِیْ صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ دُوْنَ اِسْتِبْقَاءٍ وَلاَ تَبْعِیْضٍ وَلاَ اِسْتِثْنَاءٍ بِتَصْرِیْحٍ وَلاَ تَعْرِیْضٍ جَمِیْعَ الْمَنْزِلِ اَلْمَعْرُوْفِ بِمَنْزِلِ الْقَلْبِ وَالْفُؤَادِ کہ میرا جو مالک کے ساتھ اس عظیم وجلیل، لطیف وخبیر کے ساتھ جو سودا ہوا کہ ایک طرف وہ مولائے جلیل ہے اور ایک طرف عبد ذلیل ہے، گنہگار ذلیل بندہ ہے میمون بن علی، اس نے سودا کیا ایک مکان کا اور وہ مکان ہے کہ جس کو عرف میں قلب اور فواد کہا جاتا ہے۔

اَلَّذِیْ مِنْ سُکَّانِهِ الْاِخْلاَصُ وَالْمَحَبَّةُ وَالْوَدِعَةُ جب کسی مکان کا سودا ہوتا ہے، اس کے دائیں بائیں جہات اربعہ کی حد بندی کی جاتی ہے کہ اس طرف فلاں کا مکان ہے، فلاں اس طرف باغ ہے، فلاں رستہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ حَدّهُ مِنَ الْقِبْلَةِ قبلہ کی طرف سے اس کی حد کیا ہے؟ 'قُبُوْلُهُ الْاَوَامِرَ' اور مشرق کی طرف، 'وَمِنَ الْمَشْرِقِ لُزُوْمُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ' وَمِنَ الْجُنُوْبِ 'اَلْاِقْبَالُ عَلیٰ مَاعَلَیْهِ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ' اللہ اکبر! اللہ تبارک وتعالیٰ اسی اہل سنت والجماعۃ کے طریق پر ہمیں قائم رکھے کہ جس پر مر مٹنے کا عہد میمون الخطابی حد بندی کرتے ہوئے کر رہے ہیں۔

وَمِنَ الْجُنُوْبِ جو قلب نامی مکان ہے اس کے جنوب اور شمال میں کیا ہے؟ کہ اَلْاِقْبَالُ عَلیٰ مَاعَلَیْهِ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اور مغرب میں، 'وَمِنَ الْغَرْبِ دَوَامُ الْمُرَاقَبَةِ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ وَسَاعَةٍ' اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی تصوف کی چاشنی عطاء فرمائے۔ ہر گھڑی

مراقبہ میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے کہ کسی ایک گھڑی بھی ہم اپنے مولیٰ کو نہ بھولیں۔

مولیٰ کی یاد سے غفلت

اسی لئے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک گھڑی مولیٰ کی یاد سے غافل رہنا یہ اکبرالکبائر ہے۔ جنہوں نے اس لذت کو جانا وہ یہ کلمات فرما سکتے ہیں۔ کہ اس ایک گھڑی کی غفلت سے انسان اپنے مولیٰ سے کتنا دور پہنچ جاتا ہے۔ کتنے دور چلا جاتا ہے، کیا حال ہوگا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب نور اللہ مرقدہ کا جو یہ فرمارہے ہیں۔ کہ ایک گھڑی کیلئے مولیٰ کی یاد سے غفلت یہ اکبرالکبائر ہے۔

اسی لئے حد بندی انہوں نے کی کہ قبلہ کی طرف سے 'قُبُوْلُهُ الْاَوَامِرَ الْمُطَاعَةَ وَمِنَ الْمَشْرِقِ لُزُوْمُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَمِنَ الْجُنُوْبِ اَلْاِقْبَالُ عَلٰى مَاعَلَيْهِ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمِنَ الْغَرْبِ دَوَامُ الْمُرَاقَبَةِ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَسَاعَةٍ' پھر آگے حدود بیان فرمائی کہ وہاں تک اس کی حد بندی ہے، اس کے داخل ہونے کے رستے اور نکلنے کے رستے کے حقوق فلاں جگہ تک ہیں۔

اور جو اس دل کے تابع آلات وجوارح ہیں، وہ بھی سب میں نے اس دل کے ساتھ اس مالک کو بیچ دیئے مِنْ يَدَيْنِ وَرِجْلَيْنِ وَلِسَانٍ وَشَفَتَيْنِ وَعَيْنَيْنِ وَاُذُنَيْنِ وہ بھی سب بیچ دیئے۔ کس طرح؟ 'اِشْتِرَاءً ا صَحِيْحًا جَامِعًا تَامًّاشَائِعًا فِيْ جَمِيْعِ الْمَبِيْعِ الْمَذْكُوْرِ' کاش کہ ان ہاتھوں، پیروں اور آنکھ کان ناک کو خدا ہی کا سمجھیں۔ اور اس میں ہم اپنے اختیار سے کوئی تصرف نہ کریں جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائے اسی طرح استعمال کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سارے اعضاء بھی، جو رستے ہیں دل تک پہنچنے کے، ان تمام کو میں نے جو دل جن آلات کے ذریعہ کام لیتا ہے ان کو بھی میں نے مالک کے حوالہ کردیا

اور میں نے مالک کو بیچ دیا۔ اور میں نے بیچ کر مالک کو سب کچھ سونپ دیا۔

کیسے سونپ دیا؟ 'بِالتَّسْلِیْمِ الصَّحِیْحِ بِلَا شَرْطٍ وَلَا ثُنْیَۃٍ وَلَا خِیَارٍ وَلَا بُقْیَۃٍ مَعَ عَقْدِ نَفْسٍ وَلَا اِخْتِیَارٍ بِثَمَنٍ' کہتے ہیں کہ میں نے اس کو بیچا کہ میری طرف عنایہ ربانیہ اور مشیۃ الٰہیہ میرے ساتھ ہر وقت رہے۔ اور پھر اخیر میں جا کر وہ فرماتے ہیں کہ سَلَّمَ الْعَبْدُ الْمَذْکُوْرُ ھٰذَا الْمَبِیْعَ الْمَذْکُوْرَ تَسْلِیْمًا کہ پورے طور پر میں نے وہ دل مولیٰ کے حوالہ کر دیا۔ دل کے تابع سننے کے، چلنے کے، پکڑنے کے، محسوس کرنے کے، دیکھنے کے، جتنے آلات ہیں وہ آلات بھی میں نے مولیٰ کے حوالے کر دئے۔ اب میرا کچھ نہیں ہے وہی جس طرح چاہے رکھے اور ان اعضاء سے کام لے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ وہ لطیف خبیر ہے۔ میرا مولیٰ ہر باریک سے باریک تر کو دیکھتا ہے اور باخبر ہے۔ اور وہ جیسا چاہے اسی طرح مجھے اب کرنا ہے۔ اور کیا کرنا ہے؟ یہ کہ میں اس کا گنہگار بندہ اس کا التزام کروں گا کہ تَسْھِیْلَ اَرْضِھَا کہ کوئی کوڑا کرکٹ اس مکان میں نہ رہنے پائے، کوئی کانٹا، کوئی پتھر، نہ شرک اور شرکت کی آلودگی رہے۔ میرا کلمہ اخلاص اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، صدق قلب کے ساتھ رہے۔ اور وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ میں اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت گوارا نہیں کرتا اور میں تمام نقائص کے ذریعہ جو اس قلب کو نقصان پہنچانے والی چیزیں ہیں۔ کہ وَتَنْقِیَتَھَا مِنْ اَعْشَابِ الْحَسَدِ وَالْکِبْرِ وَالْخَدِیْعَۃِ وَالْمَکْرِ وَالْغِشِّ تمام چیزوں سے میں قلب کی حفاظت کروں گا اور اس کی جگہ میں زہد وورع کی قلمیں لگاؤں گا، اس کے درخت اگاؤں گا اور میں اس کے اندر لونگ کے درخت لگاؤں گا اور خوشبو کے لیے لونگ اور یاسمین کے درخت لگا کر خوشبو اس مکان کے اندر بساؤں گا۔

میرے مولیٰ کو میں نے سب کچھ بیچ دیا ہے اب میں مولیٰ کی طرف سے اس مکان کی حفاظت پر مامور ہوں اور اس کی خدمت پر مامور ہوں اور میں مولیٰ سے مدد ونصرت کا طلبگار ہوں کہ اب میرے اس مکان پر دشمنوں کی طرف سے حملے ہوں گے، چور آئیں گے، شیطان

کی طرف سے، نفس کی طرف سے، خواہش نفس اور ہویٰ کی طرف سے، ان تمام کے مقابلہ میں ہمت وقوت مانگتا ہوں اور فتح ونصرت کا طلبگار ہوں۔ میں حفاظت کی کوشش کروں گا، مگر میری کوشش تبھی کامیاب ہوسکتی ہے جب کہ میرے مولیٰ کی طرف سے مجھے قوت اور ہمت عطا کی جائے اور وہ جیوش الاصطبار، صبر کے لشکر سے میری مدد فرمائے وفوارس الانتصار، شہسواروں اور پیادوں کی فوج مجھے عطا کرے جس سے میں اپنے دشمنوں پر غالب رہوں۔

یہ سودا اس لئے ہے کہ تاکہ میں جب اس جہان سے جاؤں، مولیٰ اس قدر مجھ سے خوش ہو کہ اس نے مکان کا سودا کیا تھا اور مجھے بیچ دیا تھا اور اس کے بعد قائم رہا اپنے اس سودے پر کہ اس کے بعد مولیٰ مجھ سے کہے 'یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ' اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اپنے دل کی حفاظت کی اس طرح توفیق دے کہ ہمیں بھی مولیٰ کی طرف سے ندا آئے 'یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ'۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ مبارک کے مبارک ایام جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں حضرات صحابہ کرام کے عمل کی روشنی میں ہمارے اکابر نے وصول کیئے، اس طرح وصول کرنے کی حق تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رمضان المبارک سے دو ماہ قبل دعائیں فرما رہے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان گھڑیوں کی کیا رفعت ومنزلت ہوگی کہ دو ماہ قبل آقائے دو جہاں اس کا استقبال فرما رہے ہیں۔ اس کی تیاری فرما رہے ہیں، روزوں پر روزے، دعاؤں پر دعائیں۔ کتنی خوشی ہے ان دنوں کے آنے کی اسی کے نتیجہ میں ہمارے اکابر کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے یہاں کس قدر اہتمام ہوتا تھا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا افطار

ہمارے روزوں کو کھانے کے اوقات کی تبدیلی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی قبول فرمالے، اس میں بھی برکت ڈال دے۔ مگر روزہ جو حضرت شیخ قدس سرہ کا ہوتا تھا میں نے بارہا نقل کیا کہ حضرت کے یہاں رمضان المبارک میں آدھی کھجور سے افطار ہوا، زمزم پیا پھر گھنٹہ ڈیڑھ کیلئے نفلوں اور اوابین کی نیت باندھ لی۔ رمضان المبارک میں اجتماعی اعتکاف

سے پہلے حضرت کا یہی حال تھا۔

جب اعتکاف شروع فرمایا اس وقت بھی افطاری کے بعد حضرت کی طویل نفلیں شروع ہو جاتی۔ مجلس شروع ہونے سے پہلے بھائی ابوالحسن انڈہ اور چائے لے کر حاضر ہوتے، مشکل سے ایک دو چمچ انڈے میں سے لئے۔ آدھی پیالی چائے۔ یہ افطاری ہوگئی، افطاری کے بعد کھانا بھی ہوگیا۔ سحر میں یہی حال کہ آدھا انڈہ اور چند گھونٹ چائے کے۔ پورا رمضان اس طرح حضرت کا گذرتا تھا۔ تعجب ہوتا تھا، حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح حضرت نوے سال کے قریب پہنچنے کو ہیں، اسی نوے کے درمیان چل رہے ہیں اور مجاہدے اس درجہ کے ہیں۔

یہ صحبتیں جن کو ملی، جو سعادت مند طبائع تھیں، جن کی طبیعت میں سعادت تھی، انہوں نے بہت کچھ لوٹا اور بہت کچھ حاصل کیا۔ اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ جس پانی کے پینے سے انسان کو دائمی ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے وہاں لے جایا جائے تب بھی پیاسے واپس آئیں گے۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل ۔۔۔ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر

'میں قبر میں سو کر دیکھوں'

بھائی جان کے معہد کے اساتذہ میں حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے چہیتے داماد، حضرت مولانا قاری ریاض الحق صاحب تھے۔

بھائی جان کی طرح اچانک ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ تعزیت کے لئے میں نے فون کیا، بھائی جان فرمانے لگے کہ دو تین روز قبل قاری ریاض الحق صاحب اچھے خاصے صحت مند تھے۔ فرمانے لگے کہ ایک چیز کو جی چاہتا ہے، بھائی جان نے پوچھا کہ کس چیز کو؟ کیا خواہش؟ کیا جی چاہتا ہے؟ فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ قبرستان جا کر اپنے لئے قبر کھودوں اور وہاں لیٹ کر دیکھوں کہ کیسا لگتا ہے۔ بھائی جان فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ زندہ آدمی جب قبر میں لیٹ کر دیکھے گا، اس میں کیا نظر آئے گا۔ وہ فرمانے لگے کہ نہیں میرا جی چاہتا ہے۔

سبحان اللہ! میں نے عرض کیا کہ یہ یہی صحبت کی برکت اور اسکا اثر تھا۔
کہ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے 'لا پیارے موت کی یاد کا قصیدہ سنا'۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں

یہ قصیدہ سنتے۔ اس طرح موت کی یاد دل میں بسانا وہاں سے سیکھا۔ انتقال سے دو تین روز قبل موت کی یاد کیسی ان کے دل میں بسی ہوئی ہے کہ قاری ریاض الحق صاحب کی خواہش ہے اور تمنا ہے کہ قبر کھودیں اور اس میں جا کر لیٹیں۔ یہ وراثت میں یہ نسبتیں ملتی ہیں۔ موت کو یاد کرنا بھی، قبر کو یاد کرنا۔ قبر کھودنے کا خیال کہ مجھے قبر میں جا کر سونا ہے۔

حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے ہیں، قبیلہ اشعر سے تعلق تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس علاقہ کو پسند فرمایا، وہاں والوں کی دنیا بدل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'اَلْاِیْـمَانُ یَمَانٌ' کہ ایمان تو یمن والوں کا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ہجرت کا شہرہ سن کر یمن سے چلے اور پوری ایک جماعت کی جماعت اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اور ایک بڑی جماعت، لکھا ہے کہ تقریباً پچاس کے قریب حضرات کو اپنے ساتھ لے کر خود بھی مسلمان ہوئے اور پچاس افراد کی ایک بڑی جماعت کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

اب دریائی سفر ہے۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ مگر بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں، ہوا کے رخ نے بجائے حجاز پہچانے کے حبش پہنچا دیا۔ اللہ کی قدرت کہ جب حبشہ پہنچے، وہاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین جو مکہ مکرمہ سے، اہل مکہ کے مظالم کی بنا پر حبشہ پہنچے ہوئے تھے، ان کے ساتھ یہ بھی وہاں مقیم ہو گئے۔

جب یہ قافلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حبشہ سے روانہ ہوا، یہ بھی انہی کے ساتھ شریک

سفر ہوئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ ایسے وقت میں پہنچے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس موقعہ پر آمد سے اتنے خوش ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت میں سے حبشہ کے ان مہاجرین کو اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو بھی حصہ عطا فرمایا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی یہ جماعت بقیع شریف کے قریب مقیم تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رات کے پر سکون وقت میں ان حضرات اشعریین اور یمنیوں کے ذکر اذکار اور قرأت کی آوازیں مسجد نبوی تک پہنچتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں شمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر خوش کہ خیبر کی فتح کے بعد جتنے اسفار ہوئے سب میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ شریک ہیں۔ فتح مکہ میں شریک تھے، غزوہ حنین میں شریک تھے۔

حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو وادی اوطاس کی طرف بھیجا۔ وہاں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ جنگل میں مقیم ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی ضرورت سے جہاں منزل فرمارکھی تھی وہاں سے کچھ فاصلہ پر تشریف لے گئے۔ واپس آکر دیکھتے ہیں حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو کہ نماز پڑھ رہے ہیں، نماز میں مشغول ہیں۔ مگر دیکھا کہ ایک تیر ان کے گھٹنے میں پیوست ہے خون بہہ رہا ہے پھر بھی نماز جاری ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد، سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت چچا جان؟ آپ کو کس نے زخمی کیا؟ ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے کی طرف اشارہ فرمایا۔ دیکھا تو ادھر کافر کھڑا ہے۔ چنانچہ اس کا پیچھا کیا وہ بھاگنے لگا تو

آپ نے اسے شرم دلائی کہ بہادر تو بھاگا نہیں کرتے، بزدل بھاگا کرتے ہیں۔ بالآخر اس کو مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔ مقابلہ ہوا اسے جہنم رسید کیا۔ واپس لوٹے تو دیکھا تو ابو عامر رضی اللہ عنہ کو کاری زخم لگا ہے اور تیر نکالتے ہوئے گودا بھی ہڈی کا بہنے لگا۔

آخری پیغام

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ چونکہ امیر تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے اپنی جگہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، جانشین بنایا۔ اور پیارا پیغام آپکے سپرد کیا، نزع کی حالت میں ہیں، سکرات میں ہیں، کاری زخم لگا ہے، اس جہان سے کوچ فرما رہے ہیں مگر اس حال میں بھی فرمایا کہ میرے بھتیجے! تم مدینہ منورہ پہنچو، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا۔

وصال کے احوال سجدہ کی حالت میں موت کے واقعات ہیں، اشعار پڑھتے پڑھتے اس جہاں سے چلے گئے، قرآن پڑھتے ہوئے وفات ہوئی، مختلف ابواب ہیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن، وضو اور غسل سے فارغ ہو کر یٰسین سنا رہے ہیں اور 'فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَاَجْرٍ كَرِيْمٍ' پہنچے، یہ بشارت سناتے ہوئے آنکھیں بند فرمالیں۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ کے نواسہ داماد مولانا حذیفہ کی گود میں سر رکھ دیا اور اس جہاں کو خیر باد کہہ دیا۔

اس طرح کی ایک جماعت ہے کہ جنہوں نے اخیر وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا۔ ان میں سے یہ ابو عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یاد بھی فرماتے ہیں اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرما کر پیغام بھیجتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا۔ ایک یہ کہ سلام بھجوایا، ساتھ یہ بھی فرمایا کہ 'میری طرف سے عرض کرنا کہ یارسول اللہ! ابو عامر کیلئے دعائے مغفرت فرمایئے'۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور

دفن کیا۔

واپس دربارِ رسالت میں پہنچے، سارا قصہ عرض کیا، سلام پہنچایا، وصیت سنائی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت پانی منگوایا، وضوفرمایا اور دونوں دست مبارک اٹھا کر دعا گو ہوئے کہ ’اے خدا! ابو عامر کو بخش دے اور قیامت میں ایک بڑی جماعت کا ان کو سردار بنا اور ان کے اوپر ان کو فوقیت عطا فرما‘۔

جب دعائیں ہورہی تھیں، بیچ میں تراویح میں پڑھتے ہوئے امام کو لقمہ دیا جاتا ہے۔ حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مصروف ہیں اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ لقمہ دے رہے ہیں کہ ’یارسول اللہ! میرے لئے بھی‘۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ’اے اللہ! عبد اللہ بن قیس کی خطائیں بخش دے اور قیامت کے دن اس کا باعزت داخلہ فرما‘۔

کتنے پیارے صحابہ کرام۔ جیسے ابو عامر رضی اللہ عنہ آخری سانس تک ہمیں تحفے دیتے چلے گئے کہ انسان سوچے آخری وقت میں تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچے۔ اپنے خاندان، بیوی بچوں کسی چیز کو یاد نہیں فرمایا۔ اس وقت یاد دل میں بسی ہوئی ہے تو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد۔ اور سلام بھیجا جارہا ہے تو آقاء کی خدمت اقدس میں سلام بھیجا جارہا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی امارت

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسفار میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں شریک۔ سواریوں کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کیلئے ہوا، ان کے ساتھیوں کیلئے ہوا۔ تبوک سے واپس آنے کے بعد ایک قصہ پیش آیا۔ دو ساتھی ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ وہ دونوں کیا ارادہ، کیا تمنا، کیا خواہش، کیا سوال، کیا درخواست لے کر گئے یہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں معلوم۔

انہوں نے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے عہدہ کی طلب کا اظہار کیا کہ ہمیں کسی

جگہ کا امیر کسی جگہ کا حاکم بنادیا جائے۔ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جو مانگتا ہے اسے ہم نہیں دیتے، حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ کس ارادہ سے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مانگنے والوں کو تو انکار فرمادیا کہ جو مانگتا ہے اسے ہم امارت نہیں دیتے۔ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ، ہم نے تمہیں وہاں کا عامل مقرر کردیا۔

یمن کا ایک اوپر والا حصہ اور ایک زیریں، نیچے والا علاقہ تھا۔ اوپر والے حصہ پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا اور نیچے والے حصہ پر حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'یَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، بَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا' کہ اسلام کو مشکل بنا کر مت پیش کرنا، آسان بنا کر پیش کرنا۔

حجۃ الوداع

وہاں کے گورنر تھے، ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہیں سے حجۃ الوداع کیلئے پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ احرام میں تم نے کس چیز کی نیت کی؟ کتنے سمجھ دار، کتنے عقلمند! عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نیت یہ تھی کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احرام کی نیت ہوگی وہی میری نیت۔ کتنا آسان بنالیا اپنے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابوموسیٰ! تم اپنے ساتھ قربانی لائے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو قربانی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام میں رہے اور ان کے ساتھ قربانی نہیں تھی اس لئے ان سے فرمایا کہ تم طواف سعی کر کے احرام کھول دو۔

حج سے فارغ ہوکر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وداع ہوکر پھر واپس یمن پہنچے۔ اور یہاں کے علاقہ کو جب ارتداد نے آگھیرا۔ اسود عنسی کا فتنہ شروع ہوا، ان دونوں حضرات نے بڑی

زبردست جانفشانی سے کام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی جب ارتداد جگہ جگہ پھیلا، یہاں ان حضرات کی برکت سے اللہ نے ان کے علاقہ کو محفوظ رکھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہاں کے حاکم رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتوحات شروع ہوئیں، جگہ جگہ فتوحات میں ان کے کارنامے، بڑے عظیم کارنامے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب تحکیم کا قصہ پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے انہیں حکم بنایا ادھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔ وہ داھیۃ العرب تھے، عرب کے عقلمند ترین انسان، اور یہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ان کے مقابلہ میں بھولے تھے۔ وہاں تحکیم والے قصہ میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ بعد میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مکہ مکرمہ کا رخ فرمالیا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے ہیں، وہاں کسی چیز سے آپ کو کوئی سروکار نہیں رہا تھا۔ حالانکہ عمر زیادہ نہ تھی، جب آپ کا وصال ہوا ہے، صرف اکسٹھ برس کی عمر تھی مگر وہ جو تحکیم کا قصہ پیش آیا، اس نے دل کو اتنا زخمی کیا کہ وہ غم آپ کیلئے جان لیوا ثابت ہوا۔ کہ اس کے بعد سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کے مکہ مکرمہ، یا اس کے اطراف میں مقیم ہوگئے۔

وصال

لکھا ہے کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے خدام سے فرمایا کہ یہاں میرے لئے قبر کھودو۔ اس طرح کھودو، اتنی گہری کھودو۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس میں بٹھاؤ۔ اس میں بیٹھ کر دیکھا، اس میں بیٹھ کر روئے، اپنے لئے دعائیں کیں اور حدیث سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ دو منزلوں میں سے ایک منزل بنے گی یا تو میری قبر چالیس ذراع ہر طرف سے وسیع کردی جائے گی اور جنت سے اس میں دروازے

کھول دیئے جائیں گے **فَلَانُظُرَنَّ اِلیٰ مَنْزِلِیْ فِیْهَا وَاِلیٰ اَزْوَاجِیْ وَمَا اَعَدَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِیْ فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ** کہ میں یہاں اپنی قبر میں سے جنت میں میرا مکان، میری حوریں اور وہاں کی تمام نعمتیں میں دیکھتا رہوں۔ **وَاِنْ تَکُنِ الْاُخْریٰ** کہ خدانخواستہ اور کوئی بات ہوئی تو عذاب ہی عذاب ہے۔

یہ اپنی زندگی میں جس طرح مولانا قاری ریاض الحق صاحب نے سوچا کہ میں قبر کھودوں اس میں جا کر لیٹوں، یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی جنرل کا اتباع اور ان کی سوچ کہ انہوں نے اپنے لئے قبر کھدوائی۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اس کے اندر جا کر بیٹھے، روئے اور دعائیں کیں اپنے لئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی موت کو اس طرح یاد رکھنے اور اس کیلئے تیاری کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ قدس سرہ کا ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں قیام تھا اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ حضرت کی خدمت میں موصول ہوا جس میں حضرت سے درخواست تھی۔ کہ زہے قسمت کہ میری طرف سے کوئی وہاں مطاف میں یہ درخواست پیش کردے:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو   شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیل ما   آفریں بر دست و بر بازوئے تو

کہ آپ کی گلی میں مفلس بن کر میں حاضر ہوا ہوں۔ اللہ کے واسطہ کچھ جمال جہاں آرا کی ایک جھلک نصیب ہوجائے۔ اگر زیارت چہرۂ انور کی نہ کرسکیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ زنبیل حاضر ہے، اس زنبیل کی طرف ذرا سا ہاتھ بڑھتا ہوا دیکھنے کو ملجائے۔

دست بکشا جانبِ زنبیل ما   آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

یہ مانگنے کے انداز بھی سب کے بڑے نرالے ہیں۔ وہی راوی ہیں حضرت مولانا علی میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی دعائے سحر گاہی میں پہنچ گیا، دروازہ کے باہر کھڑا رونے کی سسکیوں کی آوازیں سن رہا ہوں، سنتا رہا، سنتا رہا لیکن جب یہ شعر کان میں پڑا کہ

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے ۔۔۔ مگر دیگراں را رہائی شدے

کہ کیا ہی اچھا ہو کہ الٰہی دوزخ تو مجھ ہی سے پر کر دے بھر دے۔ کہ میں جلوں، میں مروں، میں عذاب بھگتوں مگر دوسروں کو تو نجات مل جائے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح جوش میں ہیں۔ فرماتے ہیں

نہ دنیا دوست می دارم ۔۔۔ نہ عقبیٰ را خریدارم

مرا چیزے نمی باید ۔۔۔ بجز دیدار یا اللہ

کتنے جوش میں ہیں کہ نہ مجھے دنیا سے دوستی، نہ آخرت سے، نہ جنت سے۔ نہ دنیا کو دوست رکھتا ہوں نہ آخرت کے محل خریدنے کے لیے میں عبادت کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے بجز دیدار یا اللہ، بس تیرا دیدار چاہئے۔

یہ مانگنے کے ایام ہیں، مانگنے کی گھڑیاں ہیں، دوستو! کتنا مبارک مہینہ، کتنی مبارک گھڑیاں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ روزہ دار کی تو ہر گھڑی مبارک۔ اور اس کی رحمت تو کتنی وسیع، اسقدر وسیع کہ میرے بندہ شب برات، شب قدر کے منتظر نہ رہیں اس لیے صبح وشام قبولیت کی گھڑیاں رکھ دیں۔ کتنی ساری رکھ دیں؟ مانگنے والے تو ہوں۔ وہاں پہنچ جاؤ، مطاف میں مانگو، کعبہ کا پردہ پکڑ کر مانگو، حجر اسود پر مانگو، رکن یمانی پر مانگو، حطیم میں مانگو، پرنالہ کے نیچے مانگو، ملتزم پر مانگو، مدینہ منورہ پہنچو تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مانگو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر مانگو کہ اندر سے آمین ہوگی تو مہر لگ جائے گی۔

غریب بے چارہ مشکل سے اپنا پیٹ بھرتا ہے وہ تو روتا ہی رہتا ہے کہ میں تو کب پہنچوں

گا مدینہ منورہ۔ وہ کب پہنچے گا کعبہ کے پاس کہ وہاں پہنچ کر دعا کرے گا، کب پہنچے گا مدینہ شریف۔ کسی کو محروم نہیں رکھا، اپنی رحمت سے۔ مالک کی رحمت وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ کہ کسی کو مایوسی نہ ہو، کسی موقعہ پر بھی مایوسی نہ ہو۔ قبولیت کی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی ایسی رکھی کہ جس سے کوئی محروم نہیں رہ سکتا۔

جس وقت انسان کا دل پسیج رہا ہو، مولیٰ کی طرف متوجہ ہو، اور مولیٰ کو یاد کر کے آنکھوں میں آنسو آرہے ہوں، کہتے ہیں کہ وہ گھڑی ایسی ہے کہ اس وقت جو مانگنا ہے مانگو مل جائے گا اس کے لیے وہی شب قدر ہے، اسی وقت وہ ملتزم پر ہے۔ وہی گھڑی ایسی ہے کہ جس میں وہ دربارِ رسالت میں موجود ہے، جس طرح وہاں دعا قبول ہوتی ہے اس طرح یہاں قبول ہوجائے گی۔ اس لئے دوستو مانگنے کا وقت ہے، مانگنے کا مہینہ ہے، مانگنے کی گھڑیاں ہیں، کاش کہ ہم اسے ضائع ہونے سے بچائیں۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث، بہت بڑے مفسر، بہت زبردست واعظ اور متکلم، جنازے اٹھتے تھے جن کی مجلس وعظ سے۔

جب اس دنیا سے سفر ہورہا ہے، وصیت فرمارہے ہیں کہ دیکھو! میں مرجاؤں تو میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا۔ جیسے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ میری طرف سے وہاں کوئی یہ شعر پڑھ دے:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیل ما — آفریں بر دست و بر بازوئے تو

اسی طرح ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میری قبر پر یہ لکھ دیا جائے:

يَا كَثِيرَ الْعَفْوِ عَنْ مَنْ كَثُرَ الذَّنْبُ لَدَيْهِ

جَاءَ الْمُذْنِبُ يَرْجُوْ صَفْحَ جُرْمٍ يَدَيْهِ

اَنَـا ضَیُفٌ وَجَـزَاءُ الـضَّیُفِ اِحُسَـانٌ اِلَیُـهِ

کہ اے خدا! تو تو بہت زیادہ معافی دینے والا ہے۔ ان گنہگاروں کو کہ جن کے گناہوں کے انبار لگ گئے، پہاڑ بن گئے۔ لیکن یہ گنہگار اتنے گناہوں کا بوجھ لے کر اب حاضر ہوا ہے۔ معافی کا امیدوار ہے، معافی کی امید لے کر آیا ہے۔ جو جرائم کئے، اس کی معافی کی امید لے کر آیا ہے۔

جس طرح میں نے عرض کیا، یہاں بھی منطق چلائی۔ کہ میں آ گیا ہوں اب تو، آپ کا مہمان ہوں۔ اَنَــا ضَیْفٌ. کہ میں مہمان ہوں اور مہمان کا بدلہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اچھا سلوک کر دیجئے معافی دے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معافی دے کہ مہینہ ختم ہو اور ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے مستحق نہ ٹھہریں، اس لئے الٰہی تو مغفرت فرمادے۔ ورنہ مہینہ ختم ہوگا اور تو نے مغفرت نہ کی تو ہم آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے مستحق ہوجائیں گے۔ اَنَا ضَیُفٌ وَجَزَاءُ الضَّیُفِ اِحُسَانٌ اِلَیُهِ. انکے قبر پر لکھنے کی انہوں نے تاکید کی۔ ابن جوزی کہتے ہیں میری قبر پر یہ لکھ دو۔

حضرت ربیع بن قیثم رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے بزرگ ہیں ربیع بن قیثم۔ ان کے متعلق روایت میں ہے کہ اَدْرَکَ زَمَانَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں اسلام لا چکے تھے مگر زیارت کی نوبت نہیں آئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور خدام میں سے بھی بڑے بڑے خدام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے بڑے حضرات کی زیارت کی، ان سے فیض یاب ہوئے، ان سے حدیثیں روایت کیں۔ اسی طرح ان کے شاگرد بھی ابراہیم نخعی، شعبی وغیرہ بڑے لوگ ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

یہ ایسے چہیتے اور لاڈلے شاگرد تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے، کہ حضرت

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعلان فرما رکھا تھا تاکید فرما رکھی تھی کہ جب یہ ہوں، اس وقت مجھے مشغول نہ کرو جب تک یہ خود فارغ ہو کر میرے پاس سے نہ جائیں۔ کَانَ الرَّبِیْعُ اِذَا دَخَلَ عَلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَمْ یَکُنْ لَهُ اِذْنٌ لِاَحَدٍ حَتّٰی یَفْرُقَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْ صَاحِبِهٖ' کتنی محبت ہوگی۔

اسی محبت کا اظہار پھر ان سے فرمایا ان کلمات میں۔ ربیع بن قیثم کی کنیت تھی ابو یزید۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ 'لَوْ رَاٰکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّکَ' کہ اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دیکھا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تم محبوب بن جاتے۔ اللہ نے ایسی تم میں صفات رکھی ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ 'هٰذِهٖ مَنْقَبَةٌ عَظِیْمَةٌ لِلرَّبِیْعِ' کہ خصوصی توجہات تھیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی، اس نے اپنا رنگ چڑھایا۔ شاگرد اپنے استاذ ربیع کے متعلق فرماتے ہیں کہ کَانَ الرَّبِیْعُ اَوْرَعَ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ ان کا رنگ، زہد و ورع اگر کسی میں تھا تو وہ حضرت ربیع بن قیثم میں تھا۔

شعبی اپنے استاذ پر فدا ہیں۔ جس طرح میں نے بارہا نقل کیا، لوگوں کو تعجب بھی ہوتا ہوگا کہ یہ ایک ہی اپنے شیخ کا ذکر بار بار کرتا رہتا ہے۔ لیکن حضرت شیخ تو حضرت شیخ ہی تھے۔ اللہ عزوجل نے ایک ایک چیز ان کی انوکھی نرالی بنائی تھی، حسن و جمال، کیا حضرت کی جود و سخا، کیا حضرت کا حلم، کیا حضرت کا علم، کیا کیا کہیں۔ اس کے الگ الگ ابواب ہیں، کتنے ابواب گنوائیں حضرت کے۔ یہ حضرت شعبی بھی اپنے استاذ ربیع بن قیثم سے بہت متاثر ہیں۔

اس قدر متاثر ہیں کہ یہاں تو فرمایا کہ 'کَانَ الرَّبِیْعُ اَوْرَعَ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ' اور اصحاب عبد اللہ کو شعبی دیکھ چکے سب کو اس کے بعد ان کا یہ فیصلہ ہے۔ اصحاب عبد اللہ پر رنگ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کیسا تھا۔ کیسے وہ رنگ دیتے تھے اپنے رنگ میں۔ فرماتے ہیں کہ 'مَارَأَیْتُ قَوْمًا قَطُّ اَکْثَرَ عِلْمًا' کہ میں نے کوئی قوم، کوئی جماعت، کوئی

تلامذہ کا گروہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے گروہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ سب سے زیادہ علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے پاس تھا۔ شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابۂ کرام کی زیارت کی، وہ کہہ رہے ہیں۔

'وَلاَ اَعْظَمَ حِلْمًا' گجراتی کی کہاوت پہلے سنائی تھی کہ 'ایک من علم تو دس من حلم تب جا کر کام بنتا ہے'۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دریا کے دریا، سمندر کے سمندر عشق الٰہی کے پی گئے مگر ڈکار تک نہیں لی۔ پھر مثال دیتے ہیں کہ فلاں فلاں کی زبان پر یہ کلمات، یہ شطحیات جاری ہوئے۔ یہاں شریعت ہی شریعت نظر آرہی ہے۔ فرماتے کہ مَارَأَیْتُ قَوْمًا اَکْثَرَ عِلْمًا وَلاَ اَکْثَرَ حِلْمًا وَلاَ اَکَفَّ عَنِ الدُّنْیَا مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ کہ دنیا سے دور رہنے والے اور اپنا دامن دنیا سے بچانے والے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے اس صفت میں کوئی بڑھ نہیں سکتا۔ ہاں البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ساتھ تو غیر صحابی کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'وَلَوْلاَ مَا سَبَقَ عَلَیْهِمُ الصَّحَابَةُ مَاقَدَّمْنَا عَلَیْهِمْ اَحَدًا'۔

ایک نصیحت

یہ حضرت ربیع بڑے پیارے بزرگ تھے۔ حضرت ربیع کی خدمت میں کوئی آکر نصیحت کا طالب ہوتا، اسے یوں نصیحت فرماتے کہ 'اِتَّقِ اللّٰہَ فِیْمَا عَلِمْتَ وَمَااسْتُؤْثِرَ بِهٖ عَلَیْکَ' کہ اللہ نے کسی کو ترجیح دی، اس کو مال زیادہ دیا، حسن زیادہ دیا، آواز اچھی دی۔ مالک پر اعتراض مت کرنا، ورنہ محروم رہو گے۔ فَکِلْهُ اِلٰی عَالِمِهٖ۔ مالک کے حوالہ کرو جو اسے جانتا ہے کہ کیوں اس کو دیا۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟ کیوں جلتے ہو تم؟ لَاَنَا عَلَیْکُمْ فِی الْاَمَدِ اَخْوَفُ مِنْکُمْ فِی الْخَطَاِ۔ وَمَا خَیْرُکُمُ الْیَوْمَ بِخَیْرٍ، وَلٰکِنَّهٗ خَیْرٌ مِنْ آخَرِ شَرٍّ مِنْهُ۔ وَمَا تَتَّبِعُوْنَ الْخَیْرَ حَقَّ اِتِّبَاعِهٖ وَ مَا تَفِرُّوْنَ مِنَ الشَّرِّ حَقَّ فِرَارِهٖ۔ وَلاَ کُلُّ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَدْرَکْتُمْ وَلاَ کُلَّ مَا تَقْرَئُوْنَ تَدْرُوْنَ مَاهُوَ'۔

کتنا ڈانٹ رہے ہیں۔ کہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ سب تم نے پالیا کہ تم اس طرح تردید کرتے ہو کہ فلاں گمراہ ہے فلاں جاہل ہے۔ اس علم کا تو ایک ذرہ برابر بھی تمہیں مشکل سے پہنچا ہوگا۔ اور پھر جو پہنچا وہ سارا تم سمجھ گئے؟ **وَلا کُلَّ مَا تَقْرَئُوْنَ تَدْرُوْنَ مَاهُوَ۔**

پھر ڈانتے ہیں فرماتے ہیں۔ **اَلسَّرَائِرُ، اَلسَّرَائِرُ اللاَّتِیْ یَخْفَیْنَ مِنَ النَّاسِ وَهُنَّ لِلّٰهِ بِوَادٍ** کہتے ہیں کہ یہ جو تنہائیاں ہوتی ہیں خلوتیں تمہاری، تم اس میں گناہ کر کے فارغ مت ہو جاؤ، وہ سب سے زیادہ خطرناک۔ لوگوں کیلئے، وہ پردے میں ہے اللہ کیلئے وہ کھلی وادی میں ہیں وہ دیکھ رہا ہے۔

پھر آگے ڈرا کر مایوس نہیں کیا۔ فرمایا '**اِلْتَمِسُوْا دَوَائَهُ**' تنہائی میں، خلوت میں جو چپکے چپکے گناہ کئے اس کا علاج تلاش کرو۔ **اِلْتَمِسُوْا دَوَائَهُ** کہ اس کی دوا کیا ہے۔

پھر خود اس کا جواب دیتے ہیں کہ '**اِلَّا اَنْ یَتُوْبَ، ثُمَّ لایَعُوْدَ**'۔

ہم آج کے سبق میں اس کو پلے باندھ لیں، پورا رمضان ختم ہونے تک کیلئے ایک گرہ باندھ لیں اس کو بار بار چِھ مس کرتے رہیں، **اِلَّا اَنْ یَّتُوْبَ، ثُمَّ لَایَعُوْدُ**۔

کہ الٰہی بس میں آج توبہ کرتا ہوں، جتنے گناہ میں نے کئے، جتنے گناہوں کی مجھے عادت پڑی ہوئی ہے ان سب سے آج توبہ۔ اب پھر آئندہ ہرگز نہیں کرونگا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ. میں توبہ کرتا ہوں اور پھر آگے انہوں نے کیا فرمایا۔ **اِلَّا اَنْ یَتُوْبَ، ثُمَّ لایَعُوْدَ.** پھر واپس کبھی نہ کرے۔

بس اتنا پختہ عہد کرلو رمضان المبارک میں کہ اب رمضان کے بعد بھی کبھی بھی عمر بھر اس گناہ کو سوچیں گے بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قلت کلام

ان کی عملی زندگی کیسی زبردست تھی کہ ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ بیس برس تک میں

ان کی صحبت میں رہا۔ بیس برس کی صحبت میں میں نے کوئی ایک کلمہ ایسا نہیں سنا ان کی زبان سے جس کے متعلق کوئی اشکال کرسکتا ہو اور اسے عیب بتا سکتا ہو۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ میں سالہا سال اپنے استاذ ربیع بن قثیم کی خدمت میں رہا، دنیا کیا کر رہی ہے لوگوں کا کیا حال ہے، آج کیا ہے، فلاں ہے کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ خود مجھ سے اپنے متعلق بھی اتنے سالوں میں کوئی سوال جواب کبھی کیا ہی نہیں۔ صرف ایک مرتبہ دو کلمے زبان سے نکالے 'اُمُّکَ حَیَّۃٌ؟' کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ بس۔ اس کے آگے کچھ نہیں پوچھا۔

اللہ تعالیٰ یہ زبان جسے ہم ہروقت چلاتے رہتے ہیں اس کی آفتوں سے ہمیں بچائے اور اِن کی طرح سے اِس پر ہمیں کنٹرول اور قابو ہمیں عطا فرمائے۔

کبھی کوئی آکر جس طرح عادتاً پوچھتا کہ 'کَیفَ اَصبَحتُم؟' کہ حضرت آپ کا حال کیسا ہے۔ بڑا پیارا جواب دیتے۔ فرماتے 'ضُعَفَاءَ، مُذْنِبِینَ' کمزور ہو رہے ہیں، گناہ ہو رہے ہیں۔ نَاکُلُ اَرْزَاقَنَا وَنَنْتَظِرُ اٰجَالَنَا گناہ ہمارے ہو رہے ہیں اور رزق ہم اپنا کھا رہے ہیں اور اجل موت کا انتظار ہے۔

اور انتظار انہوں نے کیسے کیا؟

آخری ایام

ایسے کیا کہ آخری دنوں میں بار بار تاکید فرماتے کہ 'اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھٰذَا الْمَوْتَ الَّذِیْ لَمْ تَذُوْقُوْا قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ' کہ یہ بڑا کڑوا پیالہ ہے موت کا پیالہ جو تمہیں پینا ہے۔ اور یہ پیالہ سارا پینا ہے اور یہ ایسا ہے کہ تم نے اس جیسا سخت مزہ چکھا ہی نہیں کہ کتنا کڑوا ہے۔

اسی موت کی یاد کیلئے قبر کھدوائی، قبر کھدوا کر روز اس کے اندر اترتے تھے، اس میں لمبے ہو کر لیٹتے تھے جس کی چاہت تھی قاری ریاض الحق صاحب کو۔ اس طرح یَاْخُذُ یَنْزِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ وَیَتَبَدَّدُ اس میں لیٹ کر روتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں موت کی تیاری کی توفیق دے۔ ہمیں موت اور مابعد الموت کی زندگی پر یقین دے۔ یہ ہمارا عقیدہ کمزور ہے۔ واللہ اس کمزور ہونے کی وجہ سے ہم سوچتے ہیں کہ ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔

جب ان کا آخری وقت آیا تو بیٹی رو رہی ہے، ربیع فرمارہے ہیں کہ بیٹی مت روؤ۔ بلکہ یوں کہو کہ اوہو! کتنی زبردست بشارت ہے میرے ابا کیلئے کہ آج میرے ابا کا حال اب اچھا ہوگیا ہمیشہ کیلئے۔ اللہ کرے کہ ہمارا حال اچھا رہے اور یہ ندا ہمیں ملے 'یَـآاَیَّتُھَـا الـنَّفْـسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً'۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کرے کہ ہمارا یہ ماہ مبارک خیریت کے ساتھ گذرے۔ اس کے لمحات ہم اس طرح وصول کریں کہ مالک راضی ہوجائے اور یہ ہماری مغفرت کا سامان بن جائے۔

جو پاک جگہوں پر پہنچے ہوئے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا سفر قبول فرمائے۔ طواف اور زیارت کو حق تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور قرب کا ذریعہ بنائے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ حرم مکی میں بیٹھ کر کعبہ کی طرف ٹکٹکی باندھے رہتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری رہتی تھی۔ جو کعبہ پر رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے ان رحمتوں کے نزول کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں ان رحمتوں کے نزول کو دیکھ رہا ہوں۔

ہماری دل کی آنکھیں اللہ کھول دے اور ان حضرات اکابر کی طرح ہمیں اپنے گناہوں پر ندامت نصیب ہو، توبہ نصیب ہو اور توبہ بھی ایسی کہ ثم لا یعود کہ پھر کبھی ہم اس گناہ کا تصور بھی نہ کریں۔

حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ اتنے علم کے سمندر اس کے باوجود بچوں کی طرح اپنی دعائے سحر گاہی میں چلا چلا کر رو رہے رہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق بارہا عرض کیا، حضرت شیخ قدس سرہ کے والد صاحب کے متعلق عرض کیا۔ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب میواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اپنے والد حضرت مولانا عبد السبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ وہ عشاء کے بعد قبرستان چلے جاتے اور رات بھر وہاں روتے رہتے تھے۔ ان حضرات نے یہ رونا سیکھا اپنے بزرگوں سے۔

کوفہ کے چار بزرگ

اسی لئے ابن سعد نے لکھا ہے کہ کوفہ میں سب سے زیادہ رونے والے چار بزرگ تھے۔ ضرار بن مرۃ، عبدالملک بن ابجر، محمد بن سوقہ اور مطرف۔ کہ یہ چار بزرگ بکاء کے لقب سے مشہور تھے، سب سے زیادہ رونے والے۔ اور یہ رونے کے لیے با قاعدہ انتظام فرماتے تھے، رونے کی مجلس قائم فرماتے تھے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ رونے ہی کے لیے فرماتے کہ 'لا پیارے موت کا قصیدہ سنا'۔ سنتے اور روتے۔

اسی لئے لکھا ہے کہ محمد بن سوقہ اور ضرار بن مرۃ یہ دونوں دوست تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دوست ہمیں بھی عطا فرمائے جو ہمیں مولیٰ سے قریب کرنے والے ہوں۔ جن کی دوستی، جن کی صحبت، جن کے کلام سے، جن کے ساتھ رہ کر اقوال و افعال وحرکتوں سے ہم مولیٰ کی رحمتوں سے دور ہو رہے ہوں، ایسے دوستوں سے مولیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ سوچ کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے کہ ہم کس سے بات کرتے ہیں، کس سے ملتے ہیں، کس کے یہاں جاتے ہیں، کس کے یہاں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالی بری صحبت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کو تلاش کرتے تھے اور اس کے لیے بھی ایک خاص دن متعین کر رکھا تھا۔لکھا ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا، **یَطْلُبُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ** کہ ہر ایک دوسرے کو تلاش کرتا ہوتا کہ میرا دوست کدھر ہے۔ جب اکٹھے ہوجاتے **فَیَجْلِسَانِ**، کہیں بیٹھ جاتے۔ ہماری طرح ان کی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔ ہماری باتیں تو گناہوں کے پہاڑ کو اور بلند کرنے اور اونچا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔

لیکن وہ **فَیَجْلِسَانِ وَیَتَحَدَّثَانِ** اور آپس میں قرآن، حدیث، اکابر کے قصے، ان کی باتیں، ان کے مواعظ، ہر ایک دوسرے کو سناتا اور **وَیَبْکِیَانِ** اور روتے چلے جاتے، روتے رہتے۔

اسی لئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ اتنا روئے، اتنا روئے ان کے شاگرد ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ تم عطاء بن سائب اور ضرار بن مرۃ کو دیکھتے، آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو لائنیں ان کے گال پر پڑ گئیں تھیں۔نمکین پانی کے اثر سے۔ پھر بھی انہیں کفایت نہیں ہوتی تھی، تلاش میں رہتے تھے ساتھی کے کہ کب جمعہ کا دن آئے، کب ساتھی ملیں اور کب بیٹھیں اور کب رلانے والے قصے اور کہانیاں ایک دوسرے کو سنائیں اور مل کے روئیں۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں   تو پکار ہائے گل میں پکاروں ہائے دل

اللہ نے ان کو اس رونے کی وجہ ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ انانیت اور نفس کٹ چکا تھا، ختم ہو چکا تھا۔

'میں' کے گلے پر چھری

حضرت شیخ قدس سرہ کے درس صحیح بخاری میں قربانی کا باب آتا اور کتاب الذبح آتا تو وہاں فرماتے کہ 'میں کے گلے پر چھری'۔ بکری میں میں بولتی ہے، اس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ فرماتے انا، میں، کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا، کسی چیز کا اپنی طرف سے دعویٰ کرنا، اس کے متعلق فرماتے کہ میرے پیارو! میں کے گلے پر چھری پھیر دو، اس کو کاٹ کر رکھ دو۔ کبھی

زبان سے 'میں' نہ نکلے۔ کہ میں نے ایسا کیا، میں نے یہ لکھا، یہ انانیت ہے، خود پسندی ہے۔ حضرت فرماتے کہ میں اس کے گلے پر چھری پھیر دو۔

ان کا نفس اس طرح کٹا ہوا تھا کہ ایک اونٹ تھا، اس کے اوپر پانی کہیں سے لاد کر لاتے اور دیکھتے کہ کسی گھر میں بڑھیا ہے بے چاری پانی کے لیے نہیں جاسکتی، اس کے یہاں پانی پہنچاتے۔ کسی اور غریب کو تلاش کیا، معذور کو اس کے یہاں پہنچایا، ان کے رشتہ دار کوستے، حضرت ضرار کو کہ فَضِحْتَنَا، آپ نے تو ہمیں رسوا کر دیا 'فَأَنْتَ فِيْنَا سَاقِطٌ' بالکل ہی گرا ہوا نکلا ہماری قوم میں۔ تم نے خاندان کو رسوا کیا۔ وہ فرماتے 'اُسْكُتُوْا! لَيْسَ تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا' تمھیں کیا پتہ؟

نفسانیت، انانیت، خود پسندی، عجب سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اور اپنی یاد میں موت کے خوف سے رونے کی ہمیں توفیق دے۔

انہوں نے اپنی وفات سے پندرہ برس پہلے قبر کھود رکھی تھی۔ اس میں بیٹھ جاتے کہ جب یہاں مجھے مرنے کے بعد آنا ہے، اس کو آباد کروں۔ اس میں بیٹھ کر ایک عمل کرتے وَكَانَ يَأْتِيْهِ فَيَخْتِمُ فِيْهِ الْقُرْآنَ اس میں بیٹھ کر قرآن ختم کرتے اور پورا قرآن پڑھ لیتے پھر وہاں سے نکلتے تھے۔ ان جیسے جو بکاء اور عباد گذرے ہیں ان سے ہمارے اکابر نے یہ لیا رات رات بھر قبرستان میں رونا۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے 'لا میرے پیارے! قصیدہ موت سنا'۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے بزرگ ہیں حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر، یہ تو تابعی ہیں ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن شخیر وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جیسا میں نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا دعائے سحر گاہی کا کہ

'چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے'

سن کر حضرت مولانا علی میاں صاحب بھاگ گئے تھے،

ایسے ہی موقعہ پر حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا پہنچے۔

وہ خود فرماتے ہیں 'اَتَیۡتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیۡ وَلِصَدۡرِهٖ اَزِیۡزٌ کَاَزِیۡزِ الۡمِرۡجَلِ مِنَ الۡبُکَاءِ' چاول پکا رہے ہوں، اور ہانڈی ابلتی ہے، آواز ہوتی ہے اس کے ابلنے کی۔ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کے سامنے نماز کی نیت باندھے ہوئے ہیں، قرأت ہو رہی ہے اور نماز پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے یہ آواز میں سن رہا ہوں کہ 'وَلِصَدۡرِهٖ اَزِیۡزٌ کَاَزِیۡزِ الۡمِرۡجَلِ' ہانڈی ابلتی ہے تو اس سے جو آواز نکلتی ہے تو اس طرح سسکیوں کی آواز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی سن رہا تھا۔

اب بیٹے نے اپنے والد محترم سے جب ایسی روایات سنی ہوں گی اور ان سے وہ نقل کرتے ہیں اور جن آنکھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جن کانوں نے ان کلمات کو سنا ان آنکھوں کو دیکھ رہے ہیں اور اس زبان سے وہ سن رہے ہیں، اس میں کیسی زبردست تاثیر ہوگی کہ کتنا حضرت مطرف کی زندگی پر ان کلمات نے اثر ڈالا ہوگا، ان پر بھی رونے کا حال غالب رہتا تھا۔ اور مستجاب الدعوات مشہور تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں ہوسکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ولادت ہوئی۔ لکھا ہے کہ جنگ بدر والے سال ان کی ولادت ہے۔ اور حجاج بن یوسف جب حاکم بنا ہے، اس کی ولایت کے شروع میں اور اس کی امارت کے شروع میں ان کا وصال ہوا ہے۔ اور یہ بہت بڑے رئیس تھے، مگر جب حال ان پر رونے کا طاری ہوا ہے، اس نے ہر چیز کو بدل کر رکھ دیا۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت مطرف کی شادی ہوئی، تَزَوَّجَهَا عَلٰی ثَلَاثِیۡنَ اَلۡفٍ وَبَغۡلَةٍ

وَقَطِيْفَةٍ وَمَاشِطَةٍ کہ بیوی کوتیس ہزار درہم یا دینار دیئے۔ایک سواری دی، ایک خادمہ ماشطہ بیوی کو دی، کپڑے دیئے۔

موت کی بکثرت یاد

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ مُطَرِّفٌ لَهُ مَالٌ وَثَرُوَةٌ وَبَزَّةٌ جَمِيْلَةٌ لیکن وہ ہر وقت موت، موت، موت۔اور فرمایا کرتے تھے کہ ’اِنَّ هٰذَا الْمَوْتَ قَدْ اَفْسَدَ عَلٰى اَهْلِ النَّعِيْمِ نَعِيْمَهُمْ‘ کہ موت ایسی چیز ہے کہ اس نے عیش والوں کا عیش اور نعمت والوں کی تنعم پرستی کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔فرماتے تھے کہ ایسی کوئی لذت کی چیز، ایسی کوئی نعمت تلاش کرلو دنیا میں ’فَاطْلُبُوْا نَعِيْمًا لَامَوْتَ فِيْهِ‘ جس میں موت نہ ہو۔

کہتے تھے کہ ہر چیز کو فنا ہے یہاں کی ہر نعمت کو فنا ہے۔نعمت بھی فنا ہوگی اس سے لذت اٹھانے والے بھی فنا ہو جائیں گے۔

لکھا ہے کہ اس زمانے میں حجاج بن یوسف کا فتنہ شروع ہوا، اس وقت ان کا وصال ہوا۔ اس سے پہلے بھی جب فتنے چلتے تھے، ’يَلْزِمُ قَعْرَ بَيْتِهٖ‘ بس گھر کا کونہ پکڑ لیا نہ جمعہ کے لیے نکلنا نہ جماعت کے لیے نکلنا جب تک وہ فتنہ ختم نہ ہو جائے، لَايَقْرُبُ لَهُمْ جُمُعَةً وَلَا جَمَاعَةً حَتّٰى تَنْجَلِيَ جب کہ وہ فتنہ ختم ہو جاتا اس کے بعد پھر وہ گھر سے باہر نکلتے اور روتے رہتے۔

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

جب اس طرح کے فتنے آتے، کہتے ہیں دو بزرگ تھے، دونوں مختلف قسم کے، ایک حضرت مطرف تھے کہ دیکھا کہ یہ فتنہ شروع ہوا ہے تو نَهٰى عَنْهَا، اس سے لوگوں کو روکا، اس کو سمجھنا کہ یہ فتنہ ہے اگر چہ تمہیں دونوں طرف مسلمان نظر آ رہے ہیں تم انہیں پہچانتے بھی ہو مگر وہ فتنے میں پڑ گئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ فرما کر بھاگ جاتے اور کہیں جا کر چھپ جاتے۔ پھر جب تک وہ فتنہ رہتا کہیں نظر نہیں آتے تھے۔

لیکن ایک دوسرے بزرگ تھے حضرت حسن بصری، وہ لوگوں کو فتنے سے تو روکتے لیکن اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے۔ اپنا گھر، مسجد، جامعہ بصرہ جہاں درس ہوتا تھا وہ کبھی چھوڑتے نہیں تھے، کبھی بند نہیں کرتے تھے وہ اسی طرح جاری رہتا۔ مطرف کہا کرتے تھے کہ یہ ہمارے بزرگ حسن بصری بڑے عجیب بزرگ ہیں اس آدمی کی طرح جو 'یُحَذِّرُ النَّاسَ السَّیْلَ' کہ لوگوں کو تو چلا کر کہتے ہیں بھاگو بھاگو سیلاب آرہا ہے اور خود سینہ تان کر اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ! کیسی ہمت، کیسی جواں مردی۔ یہ دونوں بزرگ ان کا مزاج بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھا۔

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کی سوٹی

یہ حضرت مطرف بڑے صاحب کرامات تھے۔ کہیں رات کو جارہے ہیں، ان کے ہاتھ میں ایک سوٹی تھی، ایک لکڑی، گھٹاٹوپ اندھیرا کوئی شئ نظر نہیں آتی۔ اللہ میاں نے ان کی سوٹی کو ٹارچ بنا دیا روشنی ہی روشنی۔ پھر وہ اپنے ساتھی سے کہتے ہیں کہ اگر ہم جا کر کہیں گے کہ ہماری لکڑی میں سے روشنی اور نور نکل رہا تھا اور یہ ہمارے لئے روشنی اور ٹارچ کا کام دے رہی تھی، کوئی مانے گا بھی نہیں۔

کسی نے ان کو دیکھ لیا کہ وہ جنگل کی طرف سے آرہے ہیں اور وہی سوٹی جس میں سے کسی دن روشنی اور نور نکل رہا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنے کان سے سنا کہ جس طرح کوئی آدمی اپنے ساتھ تسبیح کا ٹیپ چلا رہا ہو، نعت کا ٹیپ چلا رہا ہو، تلاوت کا ٹیپ چلا رہا ہو، کیسٹ چلا رہا ہو، کہتے ہیں کہ اس طرح ان کی اس سوٹی میں سے آواز تسبیح کی میں سن رہا ہوں۔

ایک عجیب کرامت

ان کی بڑی کرامات ہیں۔ ایک دفعہ وہ جارہے ہیں گھوڑے پر سوار، جمعہ کی نماز کے لیے، دیکھا کہ قبرستان میں ہر قبر پر قبر والا باہر نکل کر بیٹھا ہوا ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے

کہتے ہیں کہ هٰـذَا مُـطَـرِّفُ. یہ مطرف ہیں نماز جمعہ کے لیے جارہے ہیں، کتنا کشف ان کا بڑھا ہوا ہوگا۔

مطرف نے پھر ان قبر والوں سے پوچھا کہ یہ حساب ایک ہفتہ، دو ہفتے، جمعہ سے جمعہ، یہ ہفتے کا حساب تمہیں کیسے معلوم ہے۔ أَتَـعْـلَـمُـوْنَ عِـنْـدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ تم جانتے ہو؟ تمہارے ہاں بھی جمعہ کا دن آتا ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں ہمیں پتہ ہے کہ جمعہ کا دن کب آتا ہے اور اس جمعہ کے دن میں یہ پرندے کیا بولتے ہیں یہ بھی ہمیں معلوم ہے۔

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ 'مَاتَقُوْلُ الطَّيْرُ فِيْهِ' کہ پرندے اس میں کیا بولتے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ بولتے ہیں کہ 'سَلَامٌ سَلَامٌ مِـنْ يَـوْمٍ صَالِحٍ' کتنا پیارا دن آیا، سلامتی لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام کی اور جمعہ کی اور جمعہ کی گھڑیوں اور رمضان المبارک کی ساعتوں کی ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح ان کی سوٹی میں سے نور اور ان کے دل کی آنکھوں کا نور اتنا بڑھا ہوا کہ سارے قبرستان کے مردوں کو زندہ اپنی قبر پر بیٹھا ہوا دیکھ رہے ہیں، ان سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ اور اس قصہ کو جعفر بن سلیمان نے روایت کیا ابوالتیاح کی روایت سے اور اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ 'اِسْـنَـادُهُ صَحِيْحٌ' کہ یہ اٹکل پچو کی اور گھڑی ہوئی، ادھر ادھر کی روایت اور قصہ نہیں ہے۔ یہ حضرت مطرف بہت بڑے بزرگ ہیں۔

سورۃ الم السجدہ

اسی طرح ان کے انتقال کے وقت بھی ہوا کہ سارا مجمع بیٹھا ہوا ہے ان پر بے ہوشی طاری ہے۔ عیادت کے لیے بیٹھے ہوئے لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ایک نور ان کے سر کے پاس ہے، ایک سینہ کے پاس درمیان میں ہے ایک نور پیروں کے قریب ہے۔ جب کچھ ہوش آیا، تو سب کہنے لگے کہ ہم نے عجیب چیز دیکھی، اس نور کا تذکرہ کیا، پوچھا تم لوگوں نے دیکھا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے دیکھا، کہنے لگے کہ یہ سورۃ السجدہ کا نور تم نے دیکھا۔ اس کی ابتدائی

---

[1] اسد الغابة

آیتوں کا نور میرے سر کے پاس دیکھا، درمیانی آیات کا میرے قلب کے پاس درمیان میں اور آخری آیات کا نور، جو تم نے دیکھا میرے پیروں کے پاس وہ آخری آیات کا نور ہے۔

اور فرمایا کہ میں اس سورت کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس کی شکل بنا دی گئی میرے لئے۔ میں بھی دیکھتا ہوں مجھے پتہ ہے اس لئے میں نے تشریح کی کہ فلاں نور فلاں جگہ پر ہے۔ اور جیسا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی فضیلت میں اس سورت کی فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے، اس طرح یہ کل قیامت میں میرے لئے شفاعت بھی کریں گی اس کی آیتیں اور یہ سورت اور یہ میری حفاظت بھی کرے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سورتوں کی، قرآن پاک کی اور قرآن پاک کی تلاوت کی رمضان المبارک میں ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم قرآن کو چھوڑ کر کسی چیز میں منہ نہ لگائیں۔ زبان ہماری کھلے قرآن پاک کی تلاوت میں اور جب تھک جائے تب بند ہو، اور سکوت اور مولیٰ کی یاد کیلئے ہو۔

سلیمان بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ مطرف اپنے گھر میں داخل ہوتے، گھر میں جتنے برتن رکھے ہوتے ان سب کی تسبیح کی آواز بھی وہ سنتے اور ساتھ جتنے لوگ داخل ہو رہے ہوتے وہ بھی سنتے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

میں نے قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے یہاں ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ ان کے بیٹے نے لکھا تھا کہ یہ آخری وقت ہے اور یہ جائیدادوں کی فکر میں ہیں۔ حضرت فوراً تشریف لے گئے اور مراقب ہوئے۔ جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے گردن جھکائی، سارے اساتذہ کی جماعت جو دیوبند سے ساتھ گئی تھی وہ اور وہاں کے مقامی حضرات سب نے سنا کہ در و دیوار اور کھڑکیاں اور دروازے سب مشغول بحق ہیں اور اس کا اثر بیمار پر یہ ہوا کہ کل تک جو جائیداد کے فکر میں تھے اسی کا تذکرہ

رہتا تھا، مگر پھر مرتے دم تک کوئی چیز ان سے نہیں سنی گئی سوائے مولیٰ کی یاد کے۔

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

حضرت مطرف کا جب آخری وقت ہوا، انہوں نے فرمایا کہ قبر کھودو۔ اس قبر میں جا کر بیٹھتے اور اس میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ آخری گھڑی جب آنے والی تھی اس دن فرمایا کہ مجھے اس میں جا کر لٹا دو۔ قرآن شریف پڑھتے رہے۔ الف لام میم سے شروع فرمایا۔ قرآن ادھر ختم ہوا اور ادھر روح اللہ کے حضور پہنچ گئی۔ ایسی موت اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ **یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَةً** کہ ہمیں بھی کہا جائے **'یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ'.**

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ’اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ‘

کہ تمام لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔اسی لئے بتایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ موت کا قصیدہ سنتے اور روتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

سفیان ثوری بہت بڑے امام، بہت بڑے محدث۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ، ان کے ہم عصر۔ دونوں اماموں کے شاگرد آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے، کچھ کہتے ہمارے امام بڑے، دوسرے کہتے ہمارے امام بڑے۔ان کے ایک شاگرد ہیں قبیصہ، وہ فرماتے ہیں کہ **’مَاجَلَسْتُ مَعَ سُفْیَانَ الثَّوْرِیّ مَجْلِسًا اِلاَّ ذَکَرَ الْمَوْتَ‘** کہ میں مدتوں ہمارے استاذ کی خدمت میں رہا۔فرماتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی خالی نہیں جاتی تھی کہ جس میں سفیان ثوری موت کو یاد نہ کرتے ہوں۔

حضرت شیخ قدس سرہ اور برائت اختتام

درس میں حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب یہاں پر کیوں ختم کیا نکتہ پیدا فرماتے کہ دیکھو یہاں یہ کلمہ لائے ہیں ’و آخرہ‘، تو یہ موت کی طرف اشارہ ہے

کہ اس آخری گھڑی کو یاد رکھو، موت آنے والی ہے۔ ہر باب کے اخیر میں، صحیح بخاری میں کوئی باب ایسا نہیں ہوگا، کوئی کتاب ایسی نہیں ہوگی کہ جس کے ختم پر حضرت یہ نہ فرماتے ہوں کہ دیکھو یہ موت کی طرف اشارہ فرمایا۔ ہمیں متوجہ فرمایا تنبیہ فرمائی کہ موت کو یاد کرو۔ کہ جس طرح یہ ایک چیپٹر chapter ختم ہوا، ایک کتاب ختم ہوئی، اس طرح تمہاری زندگی کی کتاب بھی ختم ہوگی اور تمہاری بھی بساط زندگی کی اس طرح لپیٹ دی جائے گی۔

میں نے کہا کہ ہر چیز میں chain ہے سند ہے۔ جس طرح زبانی بیان فرماتے ہیں۔ یہ صرف زبانی نہیں ہوتا ان کے ہر قول، ہر فعل، اس میں غور کرتے ہیں یہ حضرات۔ تدقیق اور توجہ سے پڑھ کر اس میں سے نکتے پیدا فرماتے ہیں۔

قبیصہ فرماتے ہیں کہ میں مدتوں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا مگر کوئی مجلس موت کی یاد سے ان کی خالی نہیں جاتی تھی اسی لئے کہتے ہیں کہ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ 'مَارَأَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَکْثَرَ ذِکْرًا لِلْمَوْتِ مِنْهُ' کہ ان سے بڑھ کر موت کو یاد کرنے والا اور کوئی میں نے دیکھا نہیں۔ اسی لئے وہ سوتوں کو جگانے کے لیے غافلوں کو متنبہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ 'لَوْ اَنَّ الْبَھَائِمَ تَعْقِلُ مِنَ الْمَوْتِ مَاتَعْقِلُوْنَ مَا أَکَلْتُمْ مِنْھَا سَمِیْنًا' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنا تم موت کو سمجھتے ہو اللہ نے تمہیں جتنا موت کے متعلق علم دیا کہ موت کا فرشتہ ایسا ہوتا ہے، موت کا مزہ ایسا ہوتا ہے فلاں نبی نے موت کیسی ہے اس کو دیکھنا چاہا، موت کے فرشتے کو دیکھنا چاہا وہ دیکھ نہیں پائے بے ہوش ہوگئے۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ 'کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ' موت ہی کا جگہ جگہ تذکرہ۔ احادیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ تنبیہ فرمائی۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتنا سارا علم تمہیں موت کے متعلق دیا گیا، اگر اس کا کچھ حصہ ان گونگے چوپایوں کو، جانوروں کو ملا ہوتا تھوڑا سا حصہ بھی اس کے علم کا، وہ کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ تمہیں کوئی گوشت والا موٹا جانور کھانے کو نہ ملتا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر تذکرۂ موت کا اثر

ابونعیم نے نقل کیا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ کَانَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ اِذَا ذَکَرَ الْمَوْتَ لَمْ یُنْتَفَعْ بِهٖ اَیَّامًا کہ موت کا ان کے سامنے تذکرہ کیا جاتا تو کئی دنوں تک طبیعت پر اس کا اثر رہتا اور اسی موت کی آنے والی گھڑی کا خوف اور ڈر اتنا ان پر چھایا رہتا کہ ان سے علمی انتفاع ہمارے لئے مشکل ہوجاتا تھا۔ بس ہر وقت رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، ایک ہی دھن ہے۔ لَمْ یُنْتَفَعْ بِهٖ اَیَّامًا کئی دنوں تک اس چیز کا اثر رہتا۔

یہ جو روتے رہتے تھے موت کا خوف بھی تھا۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق جو بیان کیا گیا کہ وہ بے ہوش ہوجاتے تھے موت کے فرشتے کو دیکھ کر ڈرنا تو چاہئے لیکن یہ تمام اولیاء اللہ، یہ موت کو ایک محبوب کی طرح جانتے ہیں۔ ڈرتے بھی ہیں، دونوں چیزوں کو اکٹھا چلاتے ہیں۔ کہ اب اُس گھڑی نہ معلوم میرا کیا حال ہو میں اپنا ایمان بچا کر لے جاسکوں یا نہ جاسکوں۔ لیکن جب ایمان کی وجہ سے ڈھارس بندھتی، موت کو پکارتے کہ کیوں نہیں آجاتی۔

حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم نے روتے ہوئے دیکھا۔ حضرت فرماتے کہ اوہ! میرے اکابر میں سے سب جاچکے۔

ذَهَبَ الَّذِیْنَ یُعَاشُ فِیْ اَکْنَافِهِمْ وَبَقِیْتُ فَرْدًا کَالْبَعِیْرِ الْاَجْرَبِ

کہ ہماری ساری جماعت میرے حضرت مدنی چلے گئے، میرے حضرت رائپوری چلے گئے، خود میرے حضرت چلے گئے اور فرماتے کہ جس طرح اونٹوں کا ایک ریوڑ ہوتا ہے، اس میں کوئی اونٹ جسے کھجلی لگی ہوئی ہو، کھجلی کی وجہ سے وہ اونٹ بیمار ہو، کھجلی کی اونٹ کی بیماری متعدی ہوتی ہے دوسرے اونٹوں کو بھی لگ سکتی ہے، اس خارش والے اونٹ کو ریوڑ کے ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ اسے ریوڑ سے الگ تھلگ رکھا جاتا تھا۔

حضرت اپنے متعلق تصور فرماتے اس خارشتی اونٹ کا کہ وہ چلے گئے مجھے کیوں نہیں لے گئے؟

حضرت مولانا عمر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عمر جی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے مولانا عمر جی کے وصال سے دو ہفتے قبل خواب دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ آئے اور مولانا عمر جی صاحب ان کے ساتھ گئے۔ اب یہ خواب بھی بڑی عجیب دنیا ہے۔

اس خواب میں وہ کہتی ہیں کہ کئی دن گذرے نہیں آرہے ہیں اور میں رو رہی ہوں۔ کہتی ہیں کہ زمانہ گذر گیا کہ میرے شوہر کیوں نہیں آتے۔ میں لوگوں کے سامنے جا کر روتی ہوں کہ حضرت شیخ آئے تھے اور ان کے ساتھ وہ چلے گئے۔ وہ نہیں آرہے۔

چند سیکنڈ کے اس خواب میں کتنا طویل زمانہ۔ اوہو! اسی لئے قیامت کے دن کی مدت، مختلف آیات میں مختلف بیان کی گئی۔ خواب جو انہوں نے دیکھا وہ چند سیکنڈ کا خواب تھا مگر اس میں کتنے دن، کتنے ہفتے، کتنے مہینے وہ گذار رہی ہیں رو رہی ہیں لوگوں کے سامنے کہ میرے شوہر حضرت شیخ کے ساتھ چلے گئے واپس نہیں آتے تو لوگ مجھے تسلی دے رہے ہیں کہ وہ تو حضرت شیخ کے ساتھ ہیں تم کیوں روتی ہو؟

یہ حضرت سفیان ثوری اور یہ تمام ہمارے اکابر موت سے ڈرتے بھی ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح لیکن موت کو بلاتے بھی ہیں۔ حضرت شیخ روتے ہیں کہ

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ وَبَقِيْتُ فَرْدًا كَالْبَعِيْرِ الْاَجْرَبِ

کہ خارشتی اونٹ کو الگ رکھا جاتا ہے اس طرح اس جماعت میں سے مجھے الگ کر دیا گیا۔ اپنے آپ کو خارش زدہ، گنہگار، گندہ، بدبودار سمجھئے۔

کاش کہ یہ تصور ہم گنہگاروں کو اپنے متعلق پیدا ہو جائے اور ہم اپنے آپ کو جو ہماری حقیقت ہے اس کو ہم سمجھنے لگیں۔ ہماری انانیت، عجب، خود پسندی، تو ہیچو من دیگرے نیست، ہیچو من دنگرے نیست کا ہمیں بھوت سوار ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور موت سے محبت

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میرے جسم کو پیدا کرنے والے کی قسم اِنِّیۡ لَاُحِبُّ الۡمَوۡتَ کہ مجھے تم روتا ہوا دیکھتے تو ہو، لیکن موت مجھے بڑی محبوب ہے، بڑی پیاری ہے موت۔ یہی مزیدار زندگی ہے۔ یہ اچھے مکانات، اچھی کاریں، اچھے سفروں کے مزے، اچھے کھانوں اور اچھے لباس کے مزے کچھ بھی نہیں ہیں۔

اسی لئے کہا جاتا تھا کہ ملوک وسلاطین کو معلوم ہو جائے کہ فقراء کے پاس کیا ہے، جس طرح سلاطین وملوک ملکوں کے لیے جنگ لڑتے ہیں اِس طرح وہ ان فقراء اور اہل اللہ سے جنگ کرنے لگیں کہ اوہ ہو اصل دولت تو ان کے پاس ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انی لأ حب الموت۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے موت نہایت محبوب ہے۔جس طرح اس گروہ نے موت کو محبوب جانا، موت کے لیے تیاری کی، موت کے لیے روتے رہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب نے دنیائے اسلام کی عظیم سلطنت کے مالک خلیفہ ہارون الرشید امیر المومنین کا قول نقل کیا کہ وہ تخت پر بیٹھے بادل کو خطاب کرکے کہتے تھے کہ 'اَمۡطِرِیۡ حَیۡثُ شِئۡتِ وَسَیَأۡتِیۡنِیۡ خَرَاجُکِ' کہ بادل! تیرے اندر جو پانی ہے، اس کو لے کر کرۂ ارض پر جہاں تیرا جی چاہے وہاں جا کر برس، تیرے برسنے کی وجہ سے جو غلہ پیدا ہوگا جو فصل آئے گی وہ میرے ان قدموں میں پہنچے گی۔

اس کے باوجود ان کی عبادت ریاضت مجاہدے کا حال یہ تھا کہ اتنی بڑی سلطنت کا مالک، ان کے متعلق آتا ہے کہ اِنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیۡ فِیۡ خِلَافَتِہٖ کُلَّ یَوۡمٍ مِائَۃَ رَکۡعَۃٍ اِلٰۤی اَنۡ مَاتَ یعنی صرف اخیر عشرہ میں سو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے، صرف رمضان میں نہیں، بلکہ دائمی معمول تھا سو رکعت۔

گذشتہ رمضان میں بیان کیا تھا کہ پانچ سو رکعت والے بھی تھے، ہزار رکعت والے بھی تھے خود احمد آباد میں بھی تھے۔ اب موت کے لیے کتنی بڑی ان کی تیاری۔
میں نے عرض کیا کہ دوستو! دل و دماغ کو محبتوں سے اور عشق سے رنگین کرلو۔ کہ یہ اتنا بڑا خلیفہ اور بادشاہ۔ وہ ہماری طرح سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس طرح نہیں پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ درود پڑھنے کا ان کا انداز ایک نرالا جدا بنایا تھا۔ یہ تمام مشائخ کے الگ الگ درود شریف آپ کے اس ریڈیو پر گذشتہ سال رمضان میں تین دن تک بیان کئے تھے، ان میں سے ایک درود شریف ہارون الرشید بادشاہ کا 'صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِیْ' جب بھی درود پڑھنا ہوتا، وہ پڑھتے 'صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِیْ'.

ابو معاویۃ الضریر رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ ہارون رشید

ایک مرتبہ ایک بزرگ نابینا تھے ابو معاویۃ الضریر۔ وہ ہارون کے دربار میں پہنچے، کھانا ان کے ساتھ کھایا۔ جب خادم ہاتھ دھلانے لگا، لوٹا امیر المومنین نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور خود پانی ڈالنے لگے۔
پھر ان سے پوچھتے بھی ہیں، شیخ ابو معاویۃ الضریر نابینا ہیں آواز سے تو پہچان سکتے ہیں کہ یہ ہارون الرشید بول رہے ہیں یہ فلاں بول رہے ہیں لیکن دیکھ نہیں سکتے۔ ہارون الرشید پوچھتے ہیں کہ پتہ ہے کہ کون آپ کے لیے پانی ڈال رہا ہے ہاتھ دھلانے کے لیے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا۔ کہنے لگے کہ میں خود ڈال رہا ہوں اور یہ اِجْلالًا لِلْعِلْمِ. کہ میں علم کی تعظیم اور تکریم کی خاطر میں نے خادم سے لوٹا لے کر خود پانی ڈالنا شروع کیا۔

خلیفہ ہارون رشید اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

کبھی پالیٹکس کی وجہ سے، حکومت کی وجہ سے، کسی سے اختلاف ہوتا ہے، محدث عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ میں فضیل کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا۔ فضیل فرمانے لگے کہ 'اَلنَّاسُ یَکْرَهُوْنَ هٰذَا' کہ لوگوں کو تو یہ خلیفہ پسند نہیں ہے لیکن 'وَمَا فِی الْاَرْضِ اَعَزُّ مِنْهُ' کہ

میرے نزدیک روئے زمین پر اس سے زیادہ عزیز انسان کوئی نہیں۔

پھر ایک پیشین گوئی فرمائی کہ ابھی تو اس خلیفہ پر تنقید کر رہے ہو لیکن **'لَوْمَاتَ لَرَأَیْتَ اُمُوْرًا عِظَامًا'** کہ تنقید کرنے والے اس وقت تو انہیں برا کہہ رہے ہیں مگر اگر یہ دنیا سے چلے گئے اور ان کے بعد جو فتنے کا دروازہ کھلے گا، اس کے بعد یاد کریں گے کہ اوہو! کتنی بڑی غلطی پر تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسے دینی خلفشار اور عقیدہ اسلامی پر براہ راست قرآن وحدیث پر ایسے حملے شروع ہوئے کہ الامان الحفیظ۔ کتنی بڑی پیشین گوئی کہ **'لَوْمَاتَ لَرَأَیْتَ اُمُوْرًا عِظَامًا'** فضیل فرماتے ہیں کہ بڑی مصیبتیں ان کے مرنے کے بعد تم دیکھو گے۔

چونکہ اللہ کی دی ہوئی فراست سے فضیل بن عیاض دیکھ رہے تھے کہ کیا ہونے والا ہے ان کے بعد۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ **'مَامِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ اَشَدُّ عَلَیَّ مَوْتًا مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ هَارُوْنَ'** کہ کسی کے مرنے سے مجھے اتنی تکلیف نہیں جتنی تکلیف مجھے امیر المومنین کے مرنے سے ہوگی۔ کتنے بڑے روحانیت کے امام فضیل بن عیاض وہ فرماتے ہیں کہ **'لَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ زَادَ فِیْ عُمُرِهٖ مِنْ عُمُرِیْ'** کہ اے خدا! میری عمر اس کو دے دے۔

سننے والوں کو عجیب سا لگتا تھا کہ اوہو! یہ بوریا نشین اس امیر المومنین، ہارون الرشید کو اتنا بڑھاتے ہیں اتنا اونچا کرتے ہیں۔ **فَلَمَّا مَاتَ هَارُوْنُ وَ ظَهَرَتِ الْفِتَنُ وَكَانَ مِنَ الْمَامُوْنِ مَاحَمَلَ النَّاسَ عَلٰی خَلْقِ الْقُرْآنِ قُلْنَا الشَّیْخُ كَانَ اَعْلَمَ** کہ جب ہارون الرشید کا انتقال ہوا اور وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد مامون آیا اور خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا، الامان الحفیظ۔ وہ داستانیں آپ پڑھ نہیں سکتے جن سے بڑے بڑے ائمہ علماء مشائخ دو چار ہیں اور مصائب جھیل کر کس طرح انہوں نے صحیح دین ہم تک پہنچایا ہے۔ ان مصائب کا آپ تصور نہیں کر سکتے کہ ایسی اذیتیں بھی دی جا سکتی ہیں۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اتنے اونچے کلمات ہارون الرشید کے متعلق فرماتے تھے کہ لوگوں کو ان کلمات سے تکلیف ہوتی تھی کہ یہ کیا ہو گیا انہیں، اتنے بڑے بزرگ کبھی کوئی بات غلط ان سے نہیں سنی اور یہ اتنی تعریف کئے جا رہے ہیں کہ **لَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ زَادَ فِیْ عُمُرِهٖ**

مِنْ عُمُرِیْ کہ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری عمر کم کر دے اور ان کی بڑھا دے۔ جب یہ مامون کا فتنہ شروع ہوا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو طویل عرصہ تک کے لیے اس نے اس مصیبت کدے میں پھینک دیا تب لوگوں نے کہا کہ 'الشَّیْخُ کَانَ اَعْلَمَ' کہ وہ دیکھ کر فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان فراست والوں کی ہمیں قدر عطا فرمائے۔

اسی لئے میں نے ایک جگہ تفصیل سے بیان کیا تھا کہ حضرت مدنی قدس سرہ نے فرمایا تھا، کہ 'ارباب باطن کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ ہندوستان تقسیم ہوگا، پنجاب تقسیم ہوگا، بنگال تقسیم ہوگا'۔ کس طرح دیکھ لیتے تھے فضیل بن عیاض کی طرح سے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے دسترخوان پر میں نہیں تھا، جب پہنچا تو فرمایا، کہاں رہ گیا تھا۔ عرض کیا مولانا یونس کا سبق تھا۔ فوراً حضرت شیخ قدس سرہ نے پرچہ لکھوایا شیخ یونس صاحب کو اور ایک پیشین گوئی فرمائی کوئی پچاس برس تک کی۔ بڑا عجیب وغریب وہ خط ہے، بڑی عجیب وغریب پیشین گوئی ہے جو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ یہ فراست حق تعالیٰ شانہ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں جس سے وہ دیکھ لیتے ہیں۔

آخری وقت

ابن ابی الدنیا محدث نے اپنی کتاب کِتَابُ الْمُحْتَضِرِیْنَ میں اس دنیا سے جانے والے کس شان سے گئے، ان کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ انہوں نے ہارون الرشید کا بھی قصہ ذکر کیا کہ ہارون الرشید نے اپنی وفات سے پہلے قبر کھود لی تھی۔ آپ کے خادم کا نام ہے مسرور، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ہارون الرشید نے حکم فرمایا آخری وقت کہ میرا کفن لے آؤ۔ کفن لے کر اپنی آنکھوں پر اسے رکھتے ہیں، چومتے ہیں۔ پھر مجھے فرمایا کہ میری قبر کھودو۔ پھر فرمایا کہ مجھے لے جا کر میری قبر دکھاؤ۔ کہتے ہیں کہ ہم اٹھا کر لے گئے 'فَجَعَلَ یَتَاَمَّلُہٗ' غور سے گھور رہے ہیں کتنی چوڑی ہے، کتنی لمبی ہے، کتنی گہری ہے، کیسی ہے اس میں سوؤں گا تو کیا ہوگا۔ قاری ریاض الحق کی طرح کہ میں چاہتا ہوں کہ میں قبر میں سو کر کے دیکھوں کہ کیسا لگتا

ہے۔

فَجَعَلَ یَتَامَّلُهُ ، غور سے اسے دیکھ رہے ہیں اس کے بعد قرآن پاک کی آیت پڑھنے لگے۔ اوہو اتنی طویل میری بادشاہت اور خلافت اور اتنی عظیم وسیع اور مستحکم میری مملکت، کوئی چیز اس موت کی گھڑی کو ایک سیکنڈ کے لیے آگے پیچھے نہیں کرسکتی۔ یہ سوچ کر وہ قرآن کریم کی آیت پڑھتے ہیں '**مَاأَغْنیٰ عَنِّیْ مَالِیَهْ، هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ**' اس کو دہراتے جارہے ہیں، روئے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم اس طرح سمجھ کر اور رو کر پڑھنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح آخری گھڑی میں یہ کلمات ہارون الرشید کی زبان سے نکل رہے ہیں رو رہے ہیں اس کی ہمیں عادت پڑ جائے۔ ساری زندگی وہ اس طرح روتے رہے تب جا کر یہ عادت پڑی اور آخری گھڑی میں رو سکے اور وہاں کی تیاری اپنے متعلق کر سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا خاتمہ بہتر فرمائے، ایمان کے ساتھ ہمیں اٹھائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک گھڑیاں ہیں، مبارک ایام ہیں، مبارک راتیں ہیں، جتنا مانگ سکو ہر وقت چلتے پھرتے، زبان سے تصور سے دل سے حق تعالیٰ شانہ سے مانگا کرو۔ انسان جو مانگتا ہے مالک اسے دیتا ہے بالخصوص جب اس نے وعدہ کیا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہ یہ گھڑیاں مبارک ہیں جو مانگو گے ملے گا۔

ایک مزدور کی تسبیح

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں ایک مزدور کی تسبیح بیان کی۔ جیسے ہمارے حکیم استغفراللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو انہیں ملتا اسے فرماتے استغفار پڑھو۔ بات کرتے ہوئے بھی ٹوکتے تھے استغفار پڑھو۔ اسی طرح وہ بزرگ ہر وقت عافیت عافیت دہراتے رہتے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ عجیب ایک کلمہ آپ دہرائے جارہے ہیں عافیت عافیت۔ انہوں نے پھر اس کی تشریح کی اور اس کا شان ورود بتایا اور فرمایا کہ میں لوگوں کیلئے مزدوری کیا کرتا تھا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا مقام

مزدوری پر یاد آیا کہ ہمارے شیخ قدس سرہ بہت اونچے تھے، بہت اونچے۔ اللہ نے کیا

مقام عطا فرمایا تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے متعلق کیسی عظیم الشان پیشن گوئی فرمائی کتنے انقلابات مظاہر العلوم پر آئے پھر وہ اسی مدرسے میں رہیں گے، صحت مند رہیں گے اور یہی کتاب بخاری شریف پڑھاتے رہیں گے اور کتنے سال پڑھائیں گے، اس کی تحدید کے ساتھ پچاسوں برس کی تحدید فرمادی کہ اتنی مدت تک تو تم پڑھاؤ گے۔ کیسے اللہ کے بندے اس کو دیکھ لیتے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ بہت اونچے تھے۔ جس طرح یہ بزرگ جن کا میں قصہ بتانے جارہا ہوں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں محنت مزدوری کیا کرتا تھا، اسی طرح حج کا موسم ہے، مدینہ طیبہ میں بہت بھیڑ بھاڑ ہے سینکڑوں حجاج کا عصر کی نماز کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہجوم ہے۔ ایسے ہجوم میں مصافحہ ہورہا ہے تیز تیز کہ چلو بھائی جلدی کرو، جلدی کرو۔

چلو چلو کی آوازیں لگ رہی ہیں کہ ایک تیئس سالہ نوجوان مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ مصافحہ فرما کر اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ پوچھا تم کیا کرو؟ کیا مشغلہ؟ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں مزدوری کرتا ہوں۔ کہاں؟ عرض کیا دوبئ میں۔ فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں بیعت کی اجازت ہے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اسے بیعت کرلینا۔ وہ سن کر ششدر رہ گئے کہ اس کا کیا معنیٰ۔ جب انہیں حیران دیکھا ہمارے صوفی جی نے تو انہوں نے ذرا زور سے بلند آواز سے کہا کہ حضرت آپ کو خلافت دے رہے ہیں، بیعت کی اجازت دے رہے ہیں۔

مجمع ہے ہجوم ہے، حضرت نے فرمایا۔ ہم تو ہر چیز کھو بیٹھے ہماری، جتنی عظیم نعمتیں اللہ نے عطا کی تھی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ کنواری خاتون سے بھی کئی گنا زیادہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم باحیا تھے۔ حیا ہی تو زندگی ہے۔ اگر حیا نہیں تو حیات نہیں۔ بلا حیا کے تو انسان مردہ ہے۔ مرد ہو یا عورت ہو۔ یہ اولیاء اللہ بھی اسی طرح انتہائی حساس اور باحیا ہوتے ہیں کہ اپنی عظمت اور بڑائی کا متعلق کوئی کلمہ یا اشارہ بھی ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعریف سن نہیں سکتے۔

اسی بنا پر حضرت اپنے متعلق صوفی جی کے تشریحی کلمات کہ خلافت دیتے ہیں یہ کلمات مجمع کے بیچ میں حضرت سن نہیں پائے۔ زور سے فرمایا اب اس کو الگ لے جا کر سمجھا دے۔ چنانچہ صوفی جی انہیں الگ لے گئے اور پھر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ پھر ان کا پتہ لیا کہ اپنے معمولات حضرت کو لکھتے رہو۔

وہ حج وزیارت سے فارغ ہو کر واپس دوبئ پہنچے۔ کیا تیر لگا ہوگا، روحانی تیر جو سیدھا دل پر لگا۔ وہاں جاتے ہی پھر انہوں نے حضرت کو لکھا کہ میں مزدوری چھوڑ کر اپنے وطن جا کر مدرسہ میں داخلہ لے کر پڑھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وطن واپس لوٹے پاکستان مدرسہ میں جا کر داخلہ لیا۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ اوہو! کر بوغہ شریف میں ان کی بہت بڑی خاندانی بزرگوں کی گدی ہے۔ وہاں سے دوبئ پہنچے تھے اور حضرت شیخ قدس سرہ نے تئیس سالہ نوجوان کو صرف مصافحہ میں، جیسے حکیم نبض دیکھتے ہیں کہ نبض دیکھ کر بیماری جانچ لیتے ہیں، انہیں پہچان لیا۔

کیسے پہچانا ہوگا۔ حضرت تو چہرہ بھی نہیں دیکھتے تھے۔ تیز تیز مصافحہ ہو رہا ہے ہر ایک کو دیکھنے کیلئے سر اٹھائیں گے گردن بھی دکھ جائے گی، اسلئے حضرت کی نگاہ یا تو قلب پر ہوتی یا مصافحہ والے ہاتھ پر ہوتی۔ نگاہ چہرہ پر تو نہیں پڑی ہوگی کہ کون ہے۔ مگر وہ دل کو دیکھ کر حضرت نے معلوم فرمالیا کہ اتنے اونچے خاندان کا یہ بیٹا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے روحانیت کا عظیم کام ان کے بعد ان سے لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ سلامت رکھے، ان کی عمر میں برکت دے۔

عافیت، عافیت، عافیت

یہ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا حال بیان کیا، کہ وہ ہر وقت بولتے رہتے تھے عافیت، عافیت، عافیت۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تسبیح بڑی عجیب تسبیح آپ کی عافیت عافیت۔ پھر انہوں نے شان ورود بتایا کہ میں مزدوری کیا کرتا تھا بوجھ اٹھاتا تھا۔ ایک دن میں نے آٹے کی بوری اٹھائی ہوئی تھی اسے لے کر میں جا رہا ہوں رستہ میں میرے لئے آگے بڑھنا

دشوار تھا، میں نے چاہا کہ میں تھوڑی دیر کے لیے زمین پر رکھ دوں، سانس لے لوں، ستا لوں، ذرا آرام کر کے آگے چلوں گا، میں نے اس ارادہ سے وہ بوری زمین پر رکھی اور بیٹھ گیا۔

جوں ہی وہاں بیٹھا، بیٹھتے ہی میں نے اپنے مولیٰ سے فریاد شروع کی کہ اے خدا! تو ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے وہ مشقت و مزدوری کرتے کرتے بہت تنگ ہو گئے ہوں گے، تھک گئے ہوں گے۔ عرض کیا کہ الٰہی تو مجھے بغیر تھکان کے، بغیر مشقت کے دو روٹیاں اگر مجھے دے دیا کرے، یہ میرے لئے کافی ہیں۔ بس اس سوچ سے، تصور سے دعا ہو رہی ہے اپنے مولیٰ سے۔ اتنے میں دیکھا کہ سامنے جھگڑا ہو رہا ہے، دو آدمی لڑ رہے ہیں، ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ ان دونوں کو سمجھانے کے لیے اور جھگڑا افرو کرنے کے لیے آگے بڑھے، ان کو بھی چوٹیں آئیں۔

کچھ دیر میں پولیس وہاں پہنچ گئی۔ دیکھا کہ وہ دونوں مارنے والے جنھوں نے ایک دوسرے کو مارا وہ زخمی ہیں۔ اِن کو دیکھا کہ یہ بھی کچھ زخمی ہیں کچھ ان کے کپڑوں پر بھی خون ہے، پولیس اِن کو بھی پکڑ کر لے گئی اور تینوں کو جیل میں ڈال دیا۔ اب وہاں صبح و شام دو روٹیاں آ رہی ہیں۔ اب وہاں سے چھٹکارا چاہتے ہیں کہ کب یہ مقدمہ ختم ہو اور کب یہاں سے چھٹکارا ملے۔ کہتے ہیں کہ اب اس کی فریاد شروع ہوئی کہ میں یہاں کیوں؟ کہ بِلا کسی جرم کے مولیٰ تو نے مجھے یہاں بھیج دیا۔ خواب میں ان کا وہ جرم بتایا گیا، جرم تو نہیں کہہ سکتے ان کی وہ چوک اور خطا، بھول بتائی گئی کہ تم نے بغیر تھکان کے دو روٹیاں مانگی تھیں وہ تمہیں مل رہی ہیں اس لئے تمہیں یہاں لایا گیا۔ اگر تم وہ دو روٹیاں عافیت کے ساتھ مانگتے، تو عافیت کے ساتھ ہم دیتے۔

حضرت شیخ قدس سرہ جیسے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ عزوجل کی ذات پاک البیلا معشوق ہے۔ اسکے یہاں ہر چیز ایک ایک کلمہ، ایک ایک نظر، ایک حرکت، ایک ایک سوچ، تصور کو دیکھا جاتا ہے اس کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے۔ اس لئے مانگنے میں ہمارے لئے عافیت یہ ہے

کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلمات نکلے ہم انہی کلمات کو دہرائیں، ہم انہی کلمات کے ذریعہ اپنا مدعا پیش کریں۔ موت مانگیں تو، بیماری مانگیں تو، صحت مانگیں تو ہر چیز میں مسنون دعائیں زبان پر ہوں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیماری مانگی تھی۔ ہمارے صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے جوانمرد تھے۔ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا اسی پر عمل فوراً شروع، اس پر اتنا یقین، اس پر اتنا عقیدہ ان کا پختہ کہ چاہے کسی طرح کا بھی وہ عمل ہو وہ اس کو کر گذرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمّیٰ اور بخار کی فضیلت بیان فرمائی۔ فضیلت سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اللہ عز وجل سے عرض کیا کہ الٰہی میرے معمولات موجودہ جاری رہیں، انکے ساتھ مجھے بخار دے دے۔ کہ بخار میرے لئے ان معمولات میں حائل نہ ہو۔ چنانچہ وہ دائمی طور پر وفات تک بخار میں مبتلا رہے۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے، عیادت کے لیے میں پہنچا۔ میں تو عیادت کررہا ہوں کہ حضرت بیمار ہیں، بخار ہے، تکلیف ہے۔ مگر حضرت مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ بخار آتا ہے مجھے بہت مزہ آتا ہے۔

کتنا یقین! ہم تو اس کے دفعیہ کے لیے ہزاروں تدبیریں کریں گے مگر حضرت مولانا اسلام الحق صاحب فرماتے ہیں کہ بخار آتا ہے، مجھے بہت مزہ آتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی مزے کے لیے بخار مانگا، فضیلت حاصل کرنے کے لیے بخار مانگا۔

ہم تو ان چیزوں کے متحمل نہیں کہ مانگ بیٹھیں اس لئے ہمارے لئے عافیت اسی میں ہے کہ ہم وہی مانگیں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے مانگا۔ یہ جو ہم بار بار موت کا ذکر کررہے ہیں وہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا کہ 'اَکْثِرُوْا

ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ' موت، موت۔اس کو یاد کرو، اس کو پڑھو، سنو، قبرستان جاؤ۔ بیماروں کی عیادت کے لیے بیماروں کے پاس جاؤ۔

ابوبکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ابوبکر رشیدی ہیں۔انہوں نے شیخ محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا کہ شیخ طوسی کسی کو پیغام بھیجنا چاہتے ہیں۔فرمایا کہ ابوسعید سے جا کر میرا پیغام پہنچادو اوران سے کہہ دینا

وَکُنَّا عَلٰی اَنْ لاَ نَحُوْلَ عَنِ الْھَوٰی　　فَقَدُوْ حَیٰوۃَ الْحُبِّ حُلْتُمْ وَمَا حُلْنَا

تَشَاغَلْتُمْ عَنَّا بِصُحْبَۃِ غَیْرِنَا　　وَاَظْھَرْتُمُ الْھِجْرَانَ مَاھٰکَذَا کُنَّا

لَعَلَّ الَّتِیْ یَقْضِیْ الْاُمُوْرَ بِعِلْمِہٖ　　سَیَجْمَعُنَا بَعْدَ الْمَمَاتِ کَمَا کُنَّا

کہ ہمارا تو حال یہ تھا کہ ہم آپس کی دوستی کو کبھی بھلا ہی نہیں سکتے تھے لیکن اب عجیب تمہارا حال ہے کہ ہم کہیں اور تم کہیں۔تمہیں اور دوست مل گئے ہمارے مرنے کے بعد اور تم نے اپنی طرف سے ترک تعلق اپنا لیا۔ہم دونوں دوست ایسے تو نہیں تھے کہ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے۔شاید قضا وقدر مالک کا یہی فیصلہ ہے اپنے علم سے وہی فیصلہ کرتا ہے۔کوئی بات نہیں، اب تو میں نیچے ہوں قبر میں پہنچ چکا ہوں جب تم یہاں پہنچو گے، جس طرح دنیا میں ہم اکٹھے تھے، تمہاری وفات کے بعد ویسے ہی ہم اکٹھے ہو جائیں گے۔

اب جیسے خواب میں ان سے کہا گیا کہ یہ پیغام جا کر ابوسعید کو پہنچادو۔انہوں نے جا کر شیخ ابوسعید کو یہ پیغام پہنچا دیا۔وہ چونک پڑے اوہو! کہنے لگے کہ اصل میں ہوا یہ کہ میرا معمول تھا کہ میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر حاضری دیا کرتا تھا اور اس جمعہ کو نہیں جاسکا، انہیں شکوہ ہوا اور شکوہ میں وہ یہاں تک کہہ گئے کہ اب تو جب تم یہاں آؤ گے جبھی ملاقات ہماری ہوگی۔

قبر والے کتنا یاد رکھتے ہیں، حالانکہ ہم قبرستان جاتے ہیں، تو جس طرح دکان چلے گئے، شاپ پر چلے گئے، کسی کام کے لیے چلے گئے۔اسی طرح قبرستان بھی چلے گئے ادھر ادھر دیکھا کہ یہ کوا ہے۔یہ درخت ہے۔ایسے نہیں بلکہ ان پر غور کرو کہ وہ کس حال میں ہوں گے۔میں

سلام کر رہا ہوں، حدیث پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ تمہارا سلام سنتے ہیں جن کو زندگی میں پہچانتے تھے انہیں پہچانتے بھی ہیں۔ یہ ہر جمعہ کو جاتے تھے، انہیں پتہ ہے کہ ہر جمعہ کو آتے تھے اس جمعہ کو کیوں نہیں آئے، کسی اور کے خواب میں آکر پیغام بھیجا کہ ان کو جا کر یہ اشعار سناؤ۔

محمد بن یوسف الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ

قبرستان جانے سے عبرت ہوتی ہے اور قبرستان جانے سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور موت کی یاد ہی کے لیے قبرستان تشریف لے گئے ایک بزرگ۔ جن کا نام ہے محمد بن یوسف الاصبہانی اور یہ بزرگ بڑے اونچے درجہ کے۔ ان کی عظمت اور رفعت معلوم کرنا ہوتو عبداللہ بن مبارک سے پوچھئے کہ انہوں نے عبداللہ بن مبارک نے ان کو پہچانا تھا کہ یہ کون ہیں کیا ہیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

اب یہ عبداللہ بن مبارک کون ہیں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق زار۔ اور ابن مبارک کون ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کے در اقدس سے بڑے بڑے سلاطین کو، خلفاء کو، قاضی القضاۃ کو دھکے دے کر نکالا جاتا تھا کہ ابھی وقت ختم ہوگیا، نکلو ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور تلامذہ اور ہمیشہ کے حاضر باشوں نے عجیب منظر دیکھا کہ ایک شخص آتا ہے خراسان سے اور آکر سلام کرتا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی گدی پر انہیں بٹھاتے ہیں، فرماتے ہیں یہاں بیٹھو، انہیں پس وپیش ہوتا ہے، اصرار سے فرماتے ہیں کہ اور، اور قریب بیٹھو۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے تھے، وہاں سہارنپور میں مہمانوں کی چاہت ہوتی تھی، نئے آنے والے مہمانوں کی، کہ ہم حضرت کے برابر میں نماز

پڑھیں، حضرت کے ساتھ کھڑے رہیں۔

لیکن میں جیسے ہی حضرت کے پاس کھڑا ہوا، طبیعت میں ایک قسم کی اپنے آپ سے نفرت تھی کہ حضرت کے جسم سے میرا ناپاک جسم کیسے مس ہو، میں ذرا فصل سے کھڑا ہوا۔ حضرت ہاتھ پکڑ کر کھینچتے، کبھی آستین پکڑ کر کھینچتے۔ کبھی فرماتے 'ابے کچھ کاٹے؟ گھن آوے؟' اور مدینہ طیبہ میں تو حضرت کھینچ کر فرماتے کہ ابھی اور ادھر سے کھڑا ہو کوئی اور آجائے گا۔ کیوں کہ وہاں تو ذرا سی جگہ کسی نے دیکھ لی، فوراً کوئی گھس جائے گا۔

چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک کو بالکل اپنی گدی پر، تخت پر اور چوکی پر ساتھ بٹھایا اور اب درس جاری ہے اور درس کے درمیان میں کوئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں، کسی حدیث کا حوالہ دے رہے ہیں۔ ان سے پوچھ رہے ہیں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ **'مَایَقُوْلُ اَصْحَابُکُمْ؟ مَایَقُوْلُ صَاحِبُکَ؟'** آپ کے کوفہ کے ساتھی، وہاں کے علماء، وہاں کے اساتذہ، وہاں کے مشائخ **'مَایَقُوْلُ صَاحِبُکُم؟'** اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آپ کے ساتھی، آپ کے صاحب۔

ہمارے حضرت حکیم عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اہلیہ محترمہ 'صاحب' کہہ کر پکارتی تھیں۔

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جو شفقت میسر آئی، اسی طرح کا پیار انہیں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ملتا تھا۔ بالکل جس طرح میں نے نماز کے متعلق عرض کیا ان کا بھی نماز ہی کا قصہ ہے کہ عبداللہ بن مبارک امام اعظم سے پڑھتے رہے، پھر وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے، وہاں کے علوم یہاں پہنچائے۔ پوچھتے رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اور یہ بتاتے رہے کہ اس مسئلہ میں اُدھر والوں کا یہ خیال ہے اُن کا یہ فتویٰ ہے اُن کا یہ قول ہے۔ مگر جب یہاں سے گئے۔ کوفہ والے رفع یدین نہیں کرتے تھے، ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ جب حرمین میں آئے تو دیکھا کہ یہاں رفع یدین والے ہیں، حضرت امام عبداللہ بن مبارک نے رفع یدین کرنا شروع کردیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، اب رفع یدین ہو رہا ہے۔ سلام پھیر کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ارے! تم اڑنا چاہتے ہو، جو تم بار بار ہاتھ اوپر کرتے ہو۔

بچوں کی کہانیوں میں بھی آتا ہے کہ پری نے ہاتھ اوپر ایسے کیا اور وہ اڑ گئی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ تُرِیْدُ اَنْ تَطِیْرَ؟ کہ تم اڑنا چاہتے ہو اس لئے بار بار ہاتھ اٹھا رہے ہو؟

یہ بھی معشوقانہ انداز میں اس عشق ومحبت والا جواب دیتے ہیں۔ یہ کیا کہتے ہیں کہ ہاں اگر میں نے اڑنے کا ارادہ کیا ہوتا تو پہلی دفعہ ہاتھ ایسے کئے اڑ جاتا۔

وقت ختم ہو رہا ہے، دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان مبارک گھڑیوں کی قدر ہمیں عطا فرمائے۔ مبارک ائمہ ہمیں ملے ان کی قدر عطا فرمائے۔ کس چین (chain) اور سلاسل سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوڑا ہے روحانیت کی ہماری chain، ہماری حدیث کی chain، افتاء اور فقہ کی chain، ہماری مدارس کی chain۔ اللہ تعالیٰ ان سلاسل کے ساتھ ہمیں وابستہ رکھے ان کے علوم وفیوض کی برکات سے ہمیں متمتع فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالیٰ ہمارے روزے اعتکاف کو قبول فرمائے۔ اعتکاف کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ہم اعتکاف کا مقصد پہچانیں۔ رمضان کے مہینہ کے روزوں کا مقصد ہم پہچانیں۔

اعتکاف کا مقصدِ اصلی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد سے اعتکاف کا معمول رہا۔ مفسرین اور شراح حدیث اعتکاف کا مقصد اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ **قَطْعًا لِاَشْغَالِهٖ** کہ ہر وہ چیز جو مالک سے مشغول کرنے والی ہو اپنی طرف متوجہ کرنے والی اس کو کاٹ کر پھینک دو۔ صرف اُسی ایک ذات کا ہر وقت تصور اور اسی میں مشغول رہنا ہے۔ نوافل کا پڑھنا، تلاوت، درود شریف کی تسبیح اور دعا یہ سب چیز بمدِ زائد ہیں اعتکاف میں۔ جو اصل چیز ہمیں اعتکاف میں سیکھنی ہے اور جس کی مشق کرنی ہے وہ مولیٰ کی ذات پاک سے تعلق ہے۔

اسی لئے فرمایا کہ **قَطْعًا لِاَشْغَالِهٖ وَتَفْرِيْغًا لِبَالِهٖ** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف ہوتا تھا کہ ہر چیز سے قطع تعلق جو مولیٰ سے اپنی طرف مشغول کرنے والی ہو اور **تَفْرِيْغًا لِبَالِهٖ** کہ دل ہر وقت مولیٰ کے لیے فارغ رہے **وَتَخَلِّيًا لِمُنَاجَاةِ رَبِّهٖ**۔ اور ہر وقت اپنے مولیٰ کے ساتھ مناجات کہ اے اللہ! میں تیری چوکھٹ پر پڑا ہوں تو مجھے اندر آنے دے، اپنے پاس بلالے،

آنے کی باریابی کا مژدہ میں سن لوں۔آگے شراح لکھتے ہیں کہ وَکَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِرُ حَصِیْرًا یَتَخَلّٰی فِیْھَا عَنِ النَّاسِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چٹائی کا مسجد میں حجرہ بنادیا جاتا تاکہ آپ اس میں تنہائی میں رہیں فَلاَ یُخَالِطُھُمْ وَلاَ یَشْتَغِلُ بِھِمْ.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے امام احمد اس مقصد کی طرف اتنی تاکید سے فرماتے ہیں کہ معتکف کے لیے لاَیَسْتَحِبُّ لَہُ مُخَالَطَۃُ النَّاسِ کہ معتکف کے لیے لوگوں سے ملنا جلنا بالکل مناسب نہیں حَتیّٰ وَلاَ لِتَعْلِیْمِ الْعِلْمِ وَلاَ لِاِقْرَاءِ الْقُرْاٰنِ یہاں تک کہ تعلیم علم کے لیے بھی مشغول نہ ہو، کسی کو قرآن پڑھانا ہو یا کوئی درس چل رہا ہو اس میں بھی مشغول نہ ہو۔ دیکھئے علم کی تو کتنی اہمیت آپ ہر جگہ سنتے اور پڑھتے ہیں اور قرآن کریم کی درس و تدریس اور تعلیم قرآن کے کتنے فضائل ہیں مگر امام احمد کے یہ الفاظ ہیں کہ بَلِ الْاَفْضَلُ لَہُ الْاِنْفِرَادُ بِنَفْسِہٖ کہ میں ہوں اور میرا مولیٰ اور بیچ میں کوئی چیز نہ ہو۔ وَالتَّخَلِّي بِمُنَاجَاۃِ رَبِّہٖ اور ہر وقت مولیٰ کے ساتھ سرگوشی ہو، ہر وقت اسی کی طرف دھیان ہو اور رونا ہو۔

یہ جو ساری عمر دور رہا مولیٰ سے، وہ تو ہر وقت ہمارے ساتھ 'وَھُوَ مَعَکُمْ' مگر ہم نے اس معیت کو نہ پہچانا نہ جانا، نہ اس کی لذت سے ہم آشنا ہوئے۔قرآن کہتا ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ مگر اس کو نہیں سمجھ سکے۔اللہ تعالیٰ ہمارے اس قصور کو معاف فرمائے۔

امیر المومنین فی الحدیث

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک کا تذکرہ چل رہا تھا۔تلامذہ کو اپنے اساتذہ سے کتنا پیار ہوتا تھا۔کتنا پیار! کہ خلفائے کرام کو امیر المومنین امت نے لقب دیا۔پھر آگے وہ دوسرے خلفاء میں بھی قرن اول کے بعد منتقل ہوا وہی چلتا رہا۔ان کے تلامذہ کو اپنے اساتذہ سے اتنا پیار کہ وہ اساتذہ کے مقابلہ میں سلاطین زمانہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

بلکہ اپنے مشائخِ حدیث کوامیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا۔

دنیا تو کوشش کرتی تھی کہ کسی طرح دربار میں رسائی مل جائے، وہاں پہنچ جائیں، آشنائی ہوجائے، خلیفہ مجھے پہچان لیں۔ فلاں مدرسہ میرے حوالے کردیں، فلاں جامعہ کی تدریس حدیث کی مسند مجھے مل جائے۔ ان کی طرف نگاہیں اٹھتی تھیں۔

مگر جو تلامذہ سمجھ دار تھے انہوں نے ایک لقب تجویز کیا کہ حاکم امیر المومنین ہے، خلیفہ ہے اور ہمارا استاذ خلیفہ نہیں، تو ہے، مگر یہ بھی امیر المومنین ہے۔ انہوں نے پیار میں لقب بنایا کہ 'امیر المومنین فی الحدیث' کہ اُس امیر المومنین کے برابر ہم اِس کو جانتے ہیں بلکہ اُس سے بڑھ کر اِس کو جانتے ہیں کہ یہ امیر المومنین فی الحدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

یہ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک ایک اپنے دوست کو ہاتھ پکڑ کر قبرستان لے گئے۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میری چپل کی پٹی ٹوٹ گئی۔ میں رستے میں چل رہا ہوں، کوئی چپل لے کر آ گیا کہ یہ پہن لیں۔ مجھے پیش کیے۔ پوچھا کہ کیا تمہاری نیت صرف ثواب کمانے کی ہے؟ کیا یہ ہدیہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک جب کبھی ادھر سے گذرتے، اس کے پاس تشریف لے جاتے، سلام فرماتے، حال احوال پوچھتے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ زمانہ ہوگیا میں نے اسے دیکھا نہیں۔ جب بھی وہاں گذرتا ہوں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جگہ میں نہیں ہے جہاں بیٹھ کر چمڑے کے چپل، جوتے بنایا کرتا تھا وہ جگہ اور دکان بند ہے۔ میں نے پڑوسیوں سے پوچھا کہ اگر بیمار ہے، ہم اس کی عیادت کو جاتے ہیں اور اگر کہیں وہ الجھ گیا ہے، ہم اس کی مدد کرتے ہیں اور اگر کوئی اور اس کی ضرورت ہے، ہم اس کی وہ ضرورت پوری کرتے ہیں۔ اس کے پڑوسی بھی نہیں جانتے تھے کہ کہاں ہے۔

تلاش کے بعد حضرت عبد اللہ بن مبارک نے ان کو پا لیا۔ پوچھا کہ تم اب دکان میں نہیں

بیٹھتے؟ وہ کہنے لگے کہ آپ عبد اللہ بن المبارک ہیں؟ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ میری طرف متوجہ ہیں، اور مجھ سے پیار کرتے ہیں، آپ نے بھی مجھے لوگوں میں شہرت دے دی۔ **فَالْبَسْتَنِیْ قَمِیْصًا لَیْسَ لِیْ مِنْهُ شَیْءٌ۔**

ہم تو طلبگار رہتے ہیں کہ کسی جگہ شہرت مل جائے، یہ امامت ملے، یہ اسٹیج ملے، بڑی جگہ میں وعظ کا موقعہ ملے زیادہ لوگ ہمیں جان لیں، پہچان لیں، ان سے ہمارا تعارف ہو جائے، اسی کی طلب۔

یہ ایک روڈ پر بیٹھنے والا، چپل گانٹھنے والا اس کو اللہ نے صحیح سمجھ عطا فرمائی کہ صرف عبد اللہ بن مبارک اس کے پاس، اتنے بڑے بزرگ اور اتنے بڑے محدث اس سے جا کر ملتے ہیں، اب لوگ اس موچی کا اکرام کرنے لگے کہ اس میں بزرگی ہے، جبھی تو عبد اللہ بن مبارک ان سے اتنا پیار فرماتے ہیں۔ اس کو اللہ نے سمجھ صحیح عطا فرمائی کہ اس نے اپنی دکان ہی بند کر دی۔ کہ لوگ جو مجھے سمجھتے ہیں کہ میرے اندر کچھ ہے وہ یہ غلط سمجھتے ہیں تو اپنی دکان بند کر کے کونے میں وہ بیٹھ گیا۔ نکلنا بند کر دیا، روزی کمائی بند کر دی۔

شَتَّانَ بَیْنَ مَشْرِقٍ وَمَغْرِبٍ ہمارے لئے عبرت کا مقام ہے کہ کہاں وہ جوتے گانٹھنے والا اور کہاں ہم مولوی لوگ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نے جب مجھے یہ جواب دیا کہ **یَرَاکَ النَّاسُ تَمِیْلُ اِلَیَّ فَالْبَسْتَنِیْ قَمِیْصًا لَیْسَ لِیْ مِنْهُ شَیْءٌ** کہ میں تو خالی خولی ہوں نہ میرے پاس علم، نہ عمل، نہ روحانیت نہ کچھ اور۔ آپ کی نسبت سے لوگ مجھے پہچاننے لگے اس لئے میں چھپ گیا۔

عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ **فَاَخَذْتُ بِکُمِّهٖ فَصِرْتُ بِهٖ اِلَی الْمَقَابِرِ** میں نے اس کی آستین کا کونہ پکڑا اور کھینچا۔ جس طرح میں نے عرض کیا کہ حضرت میری آستین پکڑ کر کھینچتے اور فرماتے کہ کچھ کاٹے، کھُن آوے؟ عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں قبرستان لے گیا اور میں نے قبرستان میں لے جا کر تعارف کرایا **فَقُلْتُ لَهٗ هٰذَا قَبْرُ فُلَانٍ وَکَانَ مِنْ**

شَاْنِہٖ کَذَا کہ یہ ایسا تھا، ایسا تھا۔ اور ھٰذَا قَبْرُ فُلَانٍ وَکَانَ مِنْ شَاْنِہٖ کَذَا دوسری قبر کے متعلق بتایا۔ وہ بے چارہ تو ان چیزوں کو جانتا نہیں تھا، کہنے لگا کہ آپ مجھے کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔

یہ عبد اللہ بن مبارک اس کو جو کلمات فرما رہے تھے مخاطب تو وہ تھا لیکن ان کلمات کا خطاب وہ اپنے نفس کو کر رہے تھے، اپنے آپ کو سمجھا رہے تھے کہ میری وجہ سے اسے شہرت ملی، میں اپنے نفس کو سمجھاؤں قبرستان میں جا کر کہ لوگوں کے پہچان لینے سے اور لوگوں کی تعریف کرنے سے اور لوگوں کی واہ واہ سے، ذرہ برابر بھی نہیں ملتا، ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ عزت میں اضافہ ہوتا ہے نہ مال میں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ صرف ہوا ہوتی ہے جس طرح بال ball میں ہوا بھرتے ہیں بچے، تو پھولتا ہے اس طرح انسان پھولتا رہتا ہے۔ اور زیادہ بھر دیں، آخر میں پھڑاک سے۔ پھٹ جاتا ہے۔ تباہی آتی ہے اس سے تو یہ تباہی لانے والا رستہ ہے یہ ہوا شہرت کی آرزو کا مرض جو اہل علم کی کمزوری اور بیماری ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب اس نے پوچھا کہ فَقَالَ لِیْ یَا ابْنَ مُبَارَکٍ مَااَعْرِفُ مَا تَقُوْلُ اس کے بعد عبد اللہ بن مبارک فرمانے لگے کہ جو لوگ زبانوں سے ہماری تعریف کرتے ہیں اس سے بھی کچھ نہیں ہوتا اور جو لوگ اشارے کرتے ہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں اس سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ نہ دنیا ملتی ہے نہ آخرت ملتی ہے۔ ملتا کس کو ہے؟ صحیح دولت کیا ہے؟ 'اِنَّمَا الرَّجُلُ مَنْ سَتَرَ عَلَیْہِ اللّٰہُ فِیْ حَیَاتِہٖ فَاَدْخَلَہٗ قَبْرَہٗ مَسْتُوْرًا' کہ کامیاب اور دولت مند انسان جس نے کمایا وہ تو وہ شخص ہے جس کی اللہ دنیا میں ستاری فرمائے اور اسی ستاری کی حالت میں فَاَدْخَلَہٗ قَبْرَہٗ مَسْتُوْرًا اور قبر میں اسے ستاری کی حالت میں لے جائے ثُمَّ اَبْرَزَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَیْسَ عَلَیْہِ ذِلَّۃُ مَعْصِیَۃٍ. فَذٰلِکَ الرَّجُلُ کہ پھر جب اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو نکالے، اس پر گناہ کی، معصیت کی کوئی ذلت اس پر نہ ہو، کوئی دھبہ اس پر نہ ہو، یہ انسان انسان ہے۔

اس طرح ان تمام جھوٹی تعریفوں سے بچنے کی حق تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہم

اپنے نفس کے مکائد کو اور مکرو فریب اور دھوکے کو سمجھ پائیں، اس کی اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ بار بار قبرستان جانے سے، قبرستان والوں سے عبرت حاصل کرنے سے ہوتا ہے جس طرح عبداللہ بن مبارک اس جوتے والے کو پکڑ کر قبرستان لے گئے۔ یہ قبرستان والے سچے دوست ہیں۔ یہ دنیا کی دوستیاں اپنی مصالح تک محدود ہیں۔ کسی کی مصلحت اور اس کا نفع اس سے وابستہ ہے، اس سے ملا۔ وہاں تک دوستی، پھر نفع ختم، دوستی ختم۔

ایک پیغام

وہ دوستی ہی پائیدار ہے جس کے لیے شعر سنایا تھا کہ جا کر ابوسعید سے کہہ دو کہ

وَ کُنَّا عَلیٰ اَنْ لاَ نَحُوْلَ عَنِ الْھَویٰ　　فَقَدُوْ حَیوٰۃَ الْحُبِّ حُلْتُمْ وَمَا حُلْنَا

تَشَاغَلْتُمْ عَنَّا بِصُحْبَۃِ غَیْرِنَا　　وَاَظْھَرْتُمُ الْھِجْرَانَ مَاھٰکَذَا کُنَّا

لَعَلَّ الَّتِیْ یَقْضِیْ الْاُمُوْرَ بِعِلْمِہٖ　　سَیَجْمَعُنَا بَعْدَ الْمَمَاتِ کَمَا کُنَّا

کہ ہم نے تو عہد کیا تھا کہ ہم محبت کو قائم رکھیں گے۔ محبت کی زندگی کی قسم! تم بدل گئے ہم تو نہیں بدلے۔ یہ قبر والے یاد رکھتے ہیں کہ یہ کب آئے تھے۔ غیر حاضری بھی لیتے ہیں کہ اتنا زمانہ ہو گیا وہ نہیں آئے۔ بار بار میں یہ قصہ سناتا ہوں۔ مجھے بار بار سنانے میں کوئی عار نہیں ہوتی میں سوچتا ہوں کہ یہ برکت ہی برکت ہے۔

مولوی فرقان بارہ بنکوی

کتنی مبارک گھڑیاں ہوں گی، کیسا وہ مبارک لمحہ ہوگا ہمارے دوست مولوی فرقان بارہ بنکوی کا۔ وہ بیمار ہیں میں نے چائے وغیرہ کچھ جا کر پیش کی کہ یہ پاپا کھا لو۔ وہاں بسکٹ کو، ٹوسٹ کی طرح ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں پاپا۔ میں نے کہا کہ یہ پاپا ٹوسٹ کھا لو۔ چائے پی لو، آپ بیمار ہو۔ وہ روئے جا رہے ہیں۔ پھر کچھ سنبھلے اور کہنے لگے کہ میرا معمول تھا کہ میں پچیس یا ستائیس دفعہ، سونے سے پہلے درود شریف پڑھ کر سویا کرتا تھا۔ بیماری کی وجہ سے آج آنکھ لگ گئی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ایسی شفقتیں ہمارے لئے بھی مقدر فرمائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ ہمیں بھی حاصل ہوں۔ عبداللہ بن مبارک نے قبرستان لے جاکر اس کو سمجھایا۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن اشکاب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کو حضرت شیخ قدس سرہ برابر پہچانتے تھے کہ باب کے اخیر میں یہ کلمہ اس لئے لائے کہ موت کو یاد کرو۔ جس طرح یہ کتاب ختم ہوگئی، یہ باب ختم ہوا اس کے ختم ہونے پر اپنی عمر کے ختم ہونے کو سوچو، موت کو یاد کرو، یاد دہانی کے لیے ہمیں تنبیہ فرمائی یہ کلمہ لاکر۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آخری سند **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَشْکَابٍ** لائے، یہ بزرگوں کی سند والی یہ روایت یہاں لائے ہیں روحانیت والوں کی۔ کیوں کہ محمد بن اشکاب یہ انہی فقراء پارٹی میں سے ہیں، اہل طریقت میں سے ہیں، اہل طریقت کے عقیدت مندوں میں سے ہیں، ان کے اوصاف پیدا ہوں اس کی کوشش کرنے والوں میں سے ہیں۔

اسی کوشش کے نتیجے میں محمد بن اشکاب فرماتے ہیں **حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ دَاوُدَ الطَّائِیْ** کہ داوٗد طائی کے پاس اٹھنے بیٹھنے والے، ان سے سننے والے، ان کے تلامذہ میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کا بیان ہے کہ **قُلْتُ لَهُ یَوْمًا**، میں نے داوٗد طائی سے عرض کیا کہ 'ابوسلیمان! ہماری آپ کی تو بہت قریبی رشتہ داری ہے۔ اس لئے میرا تو آپ پر حق بنتا ہے۔ مجھے آپ کچھ وصیت کریں، نصیحت کریں'۔ سن کر وہ رو پڑے۔

ایک نصیحت

دیکھئے محمد بن اشکاب کتنے معتقد ہیں اہل طریقت کے، صوفیائے کرام کے، کہ وہ ان سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ **حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ دَاوُدَ الطَّائِیْ.** چنانچہ یہ سوال سن کر کہ **فاوصنی**، داوٗد طائی رو پڑے اور پھر نصیحت شروع فرمارہے ہیں۔ فرمایا کہ **یَا اَخِیْ! اِنَّمَا اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ مَرَاحِلُ، یَنْزِلُهَا النَّاسُ مَرْحَلَةً مَرْحَلَةً. حَتّٰی یَنْتَهِیْ بِهِمْ ذٰلِکَ اِلٰی**

اٰخِرِ سَفَرِہٖ. کاش! یہ مرحلہ مرحلہ ایک ایک دن آ رہا ہے، پھر عید آ جائے گی، پھر شوال شروع ہوگا، پھر مہینوں کا سلسلہ ختم ہوگا پھر سال ختم ہوگا۔ پھر دوسرا آئے گا، 'حَتّٰـی یَنْتَہِیَ بِہِمْ ذٰلِکَ اِلٰی اٰخِرِ سَفَرِہٖ' اپنا سفر کسی وقت ایک دم اچانک ختم ہو جائے گا۔ اس لئے سمجھ دار اگر تم ہو 'فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَقَدَّمَ فِیْ کُلِّ مَرْحَلَۃٍ زَادًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْہَا فَافْعَلْ'۔ اسلئے ابھی کچھ کر لو۔

سوچئے! حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر شریف میں ہیں اور وہ کب سے ہیں، کوئی ہزاروں میں بیان کرتا ہے اور کوئی لاکھوں میں بیان کرتا ہے۔ کتنا لمبا مرحلہ اس برزخ کا ہے قبر میں رہنے کا ہے اور اس کے بعد پھر اس سے بھی طویل عرصہ جہاں گذرنا ہے وہ حشر، پھر پلصراط، پھر نشر اعمال۔ کتنے سارے مراحل، ہر مرحلہ کتنا طویل کتنا لمبا، جب کہ برزخ کا قبر کا مرحلہ اتنا لمبا ہے۔

اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ سمجھداری کی بات یہ ہے کہ اِنَّمَا اللَّیْلُ وَالنَّہَارُ مَرَاحِلُ، یَنْزِلُہَا النَّاسُ مَرْحَلَۃً مَرْحَلَۃً. حَتّٰی یَنْتَہِیَ بِہِمْ ذٰلِکَ اِلٰی اٰخِرِ سَفَرِہٖ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَقَدَّمَ فِیْ کُلِّ مَرْحَلَۃٍ زَادًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْہَا فَافْعَلْ' کہ اگلے مرحلے کے لیے تم کچھ توشہ بھیجنا چاہو تیار کر کے تو ابھی سے بھیج دو۔ فَاِنَّ انْقِطَاعَ السَّفَرِ عَنْ قَرِیْبٍ یہ دم یہ سانس کسی وقت تھک جائے گا۔ وَالْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَتَزَوَّدْ لِسَفَرِکَ اسی لئے تمہیں جلدی کرنا چاہئے۔ سفر کے لیے توشہ تیار کرنا چاہئے 'فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ' اب تیرا معاملہ ہے جو چاہے فیصلہ کر لے۔ فَکَاَنَّکَ بِالْاَمْرِ اِنِّی لَاَقُوْلُ لَکَ ہٰذَا وَمَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَشَدَّ تَضْیِیْعًا مِنِّیْ لِذٰلِکَ' کہتے ہیں کہ میں تجھے تو کہہ رہا ہوں، نصیحت کر رہا ہوں مگر تجھ سے زیادہ اپنی زندگی کے مبارک لمحات کو میں خود ضائع کر رہا ہوں۔

چونکہ یہ جب نصیحت کرتے ہیں، سامنے والے کو نہیں کرتے سامنے ہزاروں، لاکھوں بیٹھے ہیں ان کو نہیں کہتے، اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ کہ یہ تو ان کو نہیں کہہ رہا اپنے نفس سے مخاطت ہیں کہ تو خود سن، اپنے نفس کو سناتے ہیں۔ پھر اخیر میں دل کی بات کہہ دی کہ تم سے زیادہ ان

لمحات کو ضائع کرنے والا میں خود ہوں، اس کے بعد روتے کڑھتے ہوئے مجھے اکیلا چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ یہ داؤد طائی جن کی روایت محمد بن اشکاب نے یہاں بیان کی، ان کی سند سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آخری حدیث لائے ہیں۔

قبرستان میں

انہی کا قصہ ہے کہ ایک جنازہ تھا کوفہ میں، میت کو دفن کیا جا رہا ہے۔قبرستان میں یا جنازہ پر کوئی بھی آپ کی طرف دیکھے، ہاتھ دے، آپ نیچے دیکھ کر ہاتھ دے دیں، چہرہ بھی نہ دیکھیں، بات بھی نہ سنیں، کوشش کریں کہ کوئی کلمہ آپ کی زبان سے وہاں نہ نکلے نہ کسی کی طرف آپ دیکھیں، نہ کسی کی بات سنیں، نیچے زمین دیکھ کر مراقبہ جاری رکھیں کہ مجھے یہاں گڑنا ہے، مجھے یہاں سلایا جائے گا، ہزاروں من مٹی ڈال کر مجھے یہاں پھینک کر لوگ چلے جائیں گے۔ یہ سوچ کر نیچے ہی دیکھتے رہو اگر کچھ پڑھ سکو تو پڑھو ورنہ اپنا انجام سوچتے رہو۔ جانے والے سے زیادہ ہمیں اپنی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں ایک جنازہ میں تھے میت کو دفن کیا جا رہا تھا، یہ ایک کونے میں بیٹھ گئے۔لوگ بھی آ کر بیٹھ گئے، آپ نے انہیں نصیحت فرمائی۔ **مَنْ خَافَ الْوَعِيْدَ قَصَرَ عَلَيْهِ الْبَعِيْدُ** کہ جسے خوف آتا ہے، دور بھی اسے قریب معلوم ہوتا ہے۔قرآن نے اسے کہا **اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ** اتنا ہولناک ہے ایسا زبردست ہے وہ کام کہ بتایا کہ وہ بالکل قریب ہے، ابھی ہونے والا ہے تمہارا حساب۔ یہ نہ سوچے کہ حساب ہوگا تب ہوگا حشر میں۔اس لئے قرآن نے کہا کہ '**اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ**' اس لئے فرماتے ہیں کہ **مَنْ خَافَ الْوَعِيْدَ قَصَرَ عَلَيْهِ الْبَعِيْدُ وَ مَنْ طَالَ اَمَلُهُ ضَعُفَ عَمَلُهُ** کہ جس کی لمبی امیدیں ہوں گی کہ میری عمر تو ابھی بائیس سال ہے ابھی تو زندگی ہے، تو وہ کچھ نہیں کر پائے گا۔ وہ بائیس سال کی عمر میں جب یہ سوچے گا کہ میں تو جینا تھا وہ جی لیا پتا نہیں اسی لمحہ آ کر ملک الموت میری روح قبض کر لے تب وہ جا کر کچھ کر سکتا ہے۔

مَنْ طَالَ اَمَلُهُ ضَعُفَ عَمَلُهُ کہ جس کی لمبی امیدیں ہوں گی، اس کا عمل کمزور رہے گا۔ وَ کُلُّ مَاھُوَ اٰتٍ قَرِیْبٌ یہ مت سوچو کہ حشر اور نشر کب ہوگا اور کب مولیٰ حساب لے گا۔ جو چیز آنے والی ہے وہ تو قریب ہی ہے، اسے تو آنا ہی ہے ہر حال میں۔

پھر آگے نصیحت فرمائی کہ 'یَااَخِیْ! اِنَّ کُلَّ مَایُشْغِلُکَ عَنْ رَبِّکَ فَھُوَ عَلَیْکَ مَشْئُوْمٌ کہ جو مکان، اولاد، دکان، بزنس مولیٰ سے تمہیں غافل کرے، مشغول کردے کہ اس میں آپ الجھ کر رہ گئے مولیٰ کی یاد دل سے نکل گئی تو سمجھو کہ اس میں نحوست ہے، باعث وبال ہے یہ، اس میں شؤم ہے، نحوست ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَھْلَ الْقُبُوْرِ اِنَّمَا یَفْرَحُوْنَ بِمَا یُقَدِّمُوْنَ کہ جو آگے انہوں نے بھیجا تھا اسی سے وہ خوش ہیں۔ اور جو پیچھے چھوڑ کر آئے اس میں 'اَھْلُ الدُّنْیَا یَقْتَتِلُوْنَ وَیَتَنَافَسُوْنَ فِیْمَا عَلَیْہِ اَھْلُ الْقُبُوْرِ یَنْدَمُوْنَ' کہ یہی مکان اور بزنس اور اکاؤنٹ جو کچھ دولتیں چھوڑ کر گئے، قبر میں جا کر انہیں ندامت ہو رہی ہے کہ میں چھوڑ کر کیوں آیا، حساب بھگتنا مجھے ہے اور اس سے مزے کوئی اڑا رہا ہے تو انہیں ندامت ہی ندامت ہے۔

حضرت داؤد طائی سمجھا رہے ہیں کہ ہر لمحہ سمجھو کہ موت تمہیں آنی ہے۔ اور اسی کے لیے وہ اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھنے کے لیے بیماروں کے پاس جاتے۔ قبرستان والوں کی زیارت کرتے، ان سے عبرت لیتے۔

ایک امیر

ایک بڑے امیر تھے، ان کا ایک کمرہ تھا، ان کی طرف سے اجازت نہیں تھی کہ اس کو کوئی کھولے۔ سب تعجب میں کہ یہ اس کمرہ میں نہ کسی گھر والوں میں سے کسی کو ساتھ لے جاتے ہیں اور نہ کسی دوست کو اور نہ محبوب کو اور نہ ہی ان کی غیبت میں کسی کو اس میں جھانکنے کی اجازت دیتے ہیں نہ کھولنے کی۔ نہ جانے اس میں کیا دولت چھپائی ہوگی کہ کسی کو جھانکنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جیسے ہی ان کا انتقال ہوا اور دفن سے فارغ نہیں ہوئے کہ ایک دم کھولو

کھولو اس کو! کیا ہے اس میں؟

کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ قبر کا گڑھا کھودا ہوا ہے اور پیروں میں جو مجرموں کو بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں، گلے میں زنجیر اور طوق ڈالا جاتا ہے وہ وہاں اس گڑھے میں پڑا ہوا ہے۔ یہ امیر روز اس میں جاتے، اس گڑھے میں اتر کر کے پیروں میں زنجیر اور گلے میں طوق ڈال کر، موت اور قبر میں جس طرح فرشتے عذاب دیتے ہیں طوق کے ذریعہ، زنجیروں کے ذریعہ جکڑ کر کے۔ وہاں قبر و برزخ کو یاد کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ہمیں یقین عطا فرمائے۔ دوستو اللہ سے یہ مانگتے رہیں کہ اے خدا! اصل بنیاد جو میری گمراہ ہونے کی ہے وہ یہی ہے کہ میرا عقیدہ درست نہیں، میرا عقیدہ پختہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا عقیدہ پختہ فرما دے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے ہم مستحق نہ ہوں کہ یہ مہینہ ختم ہو جائے اور مولیٰ کی طرف سے معافی اور مغفرت سے محروم رہیں۔ یہ بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ بس تہیہ کر لیں کہ اب پچھلے کی تلافی مجھے کرنی ہے کہ الٰہی میں نے بہت سارے رمضان ضائع کیے، کتنے حسین ترین لمحات میں ضائع کرتا رہا، رمضانوں کے، شب قدر کے، لیلۃ البرأۃ کے اور حرمین کی حاضری کے۔ الٰہی اس جرم کو معاف فرما دے ہر وقت یہ ارشاد نبوی ذھن میں رہے کہ جس پر رمضان گذر جائے اور وہ اپنی مغفرت اللہ سے نہ کرائے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبریل امین کی بد دعا ہے۔

الٰہی تو ہمیں ان بدبختوں میں شامل نہ فرما۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہماری ستاری فرما، پردہ پوشی فرما دنیا میں بھی، حشر میں بھی، آخرت میں بھی، میزان عدل پر بھی۔ ہر جگہ تو ہمیں رسوائی سے بچالے۔

ہمارا رمضان تب وصول ہوگا جب ہمارا نام ان سعادت مندوں کی فہرست میں آئے گا کہ جن کی حق نے مغفرت فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اشقیاء میں سے نہ بنائے، بدبختوں میں سے نہ بنائے، اللہ تعالیٰ ہمیں نیک بختوں میں سے بنائے اور اس رمضان میں ہماری مغفرت

کا رب کی طرف سے فیصلہ ہوجائے اورآئندہ کے لیے حق تعالیٰ شانہ اپنی رضا اورخوشنودی کے کاموں میں ہر وقت لگے رہنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ یہ مانگتے ہی رہنے سے ہوگا۔ مانگتے رہیں، دعا کرتے رہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے بتایا تھا کہ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا مانگا ہوگا؟ اوہو! کتنا بڑا کام اللہ نے ان سے لیا۔ مدینہ طیبہ میں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا کہ دربارِ رسالت سے حکم ہوتا ہے کہ ھندوستان واپس جاؤتم سے کام لیا جائے گا۔اب کام لیا جارہا ہے۔
وہ اس دوران خودخواب دیکھتے ہیں اور حضرت شیخ قدس سرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں چل رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے تم چل رہے ہو۔
حضرت شیخ کی طبیعت میں عجلت تھی۔ ہم ہروقت بھاگے پھرتے تھے بچوں کی طرح، بڑے بڑے مشائخ بیٹھے ہیں، ان کے اوپر سے پھلانگ لگا کرکود جاتے تھے کہ اِن کی تو گستاخی ہوگی مگر ہمارے حضرت کی تعمیل ارشاد یہ گستاخی کر کے بھی کر پائیں تو سستا سودا ہے۔ اس لئے ہم مشائخ کو پھلانگ کرکود کر جایا کرتے تھے کہ اِدھرکسی کو دھکا لگا، کسی کو اُدھر لگ گیا مگر ہم سوچتے تھے کہ حضرت کا حکم ہے، بھاگ کر جا۔ تو کیوں پھر چلیں۔اس درجہ عجلت تھی حضرت کی طبیعت میں۔

آدھا خواب سنا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں چل رہا ہوں اور میرے پیچھے پیچھے تم چل رہے، اتنا سن کر حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ میں آپ کے پیچھے چلنے کی کوشش کرتا ہوں مگرنہیں چلا جاتا۔کہ جس طرح تبلیغ،تبلیغ،تبلیغ آپ نے اوڑھ رکھی ہے اس طرح مجھ سے نہیں ہوتا بلکہ مجھے تو جب اپنی تدریس تصنیف سے جب چھٹیاں ہوتی ہیں، فارغ ہوتا ہوں، تب آتا ہوں۔حضرت چچا جان نے فرمایا کہ یہ جو تم نے کہا ہے یہ مرادنہیں ہے اس لئے کہ آگے تو سنو۔

پھر بقیہ خواب سنایا کہ میرے پیچھے تم ہو، تمہارے پیچھے حضرت سہارنپوری ہیں۔ تب حضرت شیخ قدس سرہ نے عرض کیا کہ چچا جان! آپ تعبیر ارشاد فرمائیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ میرا یہ کام بڑا عظیم الشان کام ہے۔ بہت سوں کو اس میں اشکالات بھی ہوں گے مگر یہ مشائخ کا طبقہ، علمائے کرام کا طبقہ میرے اس کام پر اعتراضات سے خاموش ہے اس وجہ سے کہ میرے پشت پناہ تم ہو۔ اور تمہارا سب لحاظ کرتے ہیں کہ تمہارے پشت پناہ بہت بڑے ہیں، حضرت سہارنپوری ہیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

پشت پناہی کے ذریعہ، دعاؤں کے ذریعہ اس مبارک کام کو ایک دھکا ملا ہے ایک زبردست دھکا۔ یہ اسلام اسی طرح دھکا دینے سے چلا ہے۔

مثال بیان کی تھی حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے، کہ اسلام کی اس ٹرالی کی، پہلے ریل کی ٹرالیاں آٹومیٹک ٹرالیاں نہیں ہوتی تھیں، چار آدمی اس پر سوار ہوتے تھے، آگے دو افسران ہوتے تھے اور پیچھے دو مزدور بیٹھے ہیں وہ اتر کر دس بیس قدم اس کو دھکا دے کر پش (push) کرتے تھے، جتنا بیس قدم انہوں نے پش کیا، دو ہزار قدم ٹرالی ان کو آگے لے جاتی تھی۔ اسلام کی اس ٹرالی کو ہم دھکا دے دیں، سب مل کر اس کو دھکا دے دیں، یہ لے جائیگی ہمیں آگے ہزار دو ہزار سال۔ اللہ تعالیٰ ان دھکا دینے والوں میں اور اسلام کے خدام میں شامل رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مخالف جماعت کے آلہ کار بننے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

نظام الدین کی عمومی بیعت

تبلیغی کام کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ کیسا مبارک دھکا اس کو لگا ہے کیسی پشت پناہی اس کو ملی ہے۔ حالانکہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد، اور خود حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی بہت کچھ ہوا، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کے بعد تو زبردست اس پر دھاوا بولا گیا کہ کسطرح ملیا میٹ ہوجائے یہ کام۔ اور مؤسسین نظام الدین کی عمومی بیعت روک دی گئی۔ جب پاکستانی حضرات فیصلہ کر کے کمرہ سے نکلے ہیں، ان سے کہا گیا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ افسوس کی بجائے وہ کہنے لگے کہ پنجاب کے بڑے پیروں کی گدیاں ہم نے چھین لی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہاں نظام الدین کے درویش قرآن وسنت پر مر مٹنے والے اور کہاں دنیا دار پیر، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو جس نہج پر حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمایا تھا، حضرت مولانا اسماعیل کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بنیاد رکھی تھی، حضرت شیخ قدس سرہ نے جس نہج پر اس کام کو دیکھنا چاہا تھا اللہ تعالیٰ اسی نہج پر اس کو باقی رکھے۔ اور نہج کیا تھا علم، روحانیت، خانقاہ۔ وہیں سے یہ کام ملا تھا اور میں نے آپ حضرات کو بتایا تھا کہ کیسے ملا تھا وہاں سے، کہ پورا پورا دن رشیدی خانقاہ میں گنگوہ شریف میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مسجد کے برابر والی گلی میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے۔ رونے سے کام بنا اور رونے سے انہوں نے کام کی ترقی اور استحکام کو منوالیا۔

آج بھی امت بہت پریشان ہے۔ کاش کہ ہم حق تعالیٰ شانہ سے اس کو مانگیں اور اتنا مانگیں کہ ہم مولیٰ سے اس کو منوالیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس ادبار کو اقبال سے بدل دے اور اور آئندہ کے لیے ہر قسم کے فتنے سے اس امت مسلمہ کو، ملت اسلامیہ کو، اسلام کو، اسلامی قلعوں کو، اسلامی مراکز، مدراس کو، اسلامی کاموں کو، اسلامی شعائر کو حرمین شریفین کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

دوستو! یہ ایک زندہ مثال آپ کے سامنے ہے، کہ کتنا بغیر کسی دعایہ اور پروپیگنڈہ کے پوری دنیا میں کس طرح یہ روحانیت والا کام چل رہا ہے، یہی مثال سمجھئے ہماری خانقاہوں کی، یہی مثال سمجھئے ہماری مذہب حنفی کی کہ بالکل ہو بہو اسی طرح علم اور روحانیت کے امتزاج نے اس کو دھکا دیا مذہب حنفی کو بھی اور تصوف کو بھی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ دھکا دینے والے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے رمضان کا حال بار بار بیان کیا۔ ہر ایک رمضان میں ساٹھ ساٹھ قرآن شریف ختم کرنے کا ہمیشہ کا معمول رہا۔ اللہ تعالیٰ اس قدر تلاوت ہمارے لئے بھی آسان فرمائے۔ ہمیں اس میں تھکاوٹ سے اللہ بچائے، اس کی حلاوت اور لذت ہمیں نصیب فرمادے، پھر مزے ہی مزے ہیں۔ پھر کبھی سوچنے پر بھی تھکاوٹ کا خیال نہیں آسکتا۔ جب اس کا چسکا لگ جائے کسی کو، پھر جتنا وہ کرے گا اسے کم ہی سمجھے گا کہ میں نے جو کیا یہ تو ابھی کچھ نہیں ہے۔

علم اور روحانیت کا دھکا کیسے ہمارے مذہب حنفی کو لگا۔ کل میں نے روایت بیان کی تھی حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَشْکَابٍ. راوی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن اشکاب کا بیان ہے کہ حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ دَاوٗدَ الطَّائِیْ کہ داؤد طائی کے تلامذہ، ان کے گھر والوں، ان کے متعلقین میں سے ایک شخص نے خبر دی کہ انہوں نے داؤد طائی سے پوچھا کہ یا ابا سلیمان! کہ آپ کو میرا اور آپ کا تعلق اور رشتہ داری، نسبی، روحانی، علمی کہ ہم ایک استاذ سے پڑھنے والے، ایک گھاٹ سے ہم پانی پینے والے ہیں، اس تعلق کا پہلے واسطہ دیا اور پھر پوچھا 'فَاَوْصِنِی' کہ مجھے آپ نصیحت فرمائیں، مجھے نصیحت کی ضرورت ہے۔

یہ سن کر پہلے داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور پھر نصیحت فرمائی جو میں نے پہلے بیان کی تھی کہ 'یَا اَخِیْ! اِنَّمَا اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ مَرَاحِلُ، یَنْزِلُھَا النَّاسُ مَرْحَلَةً مَرْحَلَةً. حَتّٰی یَنْتَھِیْ بِھِمْ ذٰلِکَ اِلیٰ اٰخِرِ سَفَرِھِمْ، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُقَدِّمَ فِیْ کُلِّ مَرْحَلَةٍ زَادًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْھَا فَافْعَلْ. فَاِنَّ انْقِطَاعَ السَّفَرِ عَنْ قَرِیْبٍ وَالْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَتَزَوَّدْ لِسَفَرِکَ، فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ مِنْ اَمْرِکَ فَکَاَنَّکَ بِالْاَمْرِ اِنِّی لَاَقُوْلُ لَکَ ھٰذَا وَمَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَشَدَّ تَضْیِیْعًا مِنِّیْ لِذٰلِکَ کہ میں نصیحت تو تمہیں کر رہا ہوں لیکن مجھے ضرورت ہے نصیحت کی اور میں اپنے اوقات کار کو ضائع کر رہا ہوں۔ یہ فرما کر ثُمَّ

قَامَ وَتَرَکَنِیْ اٹھے اور تشریف لے گئے۔

یہ داؤد طائی بڑے علم اور روحانیت کے مالک تھے اور حق تعالیٰ شانہ نے ان کو کس قدر نوازا تھا، بڑوں بڑوں کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اور آپ کا علم اور آپ کی جلالت علمی سب کو کھینچ کھینچ کر لائی۔

حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی یہ خلیفہ اور جانشین تھے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جانشین تھے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ جانشین تھے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی مشغلوں میں لگے ہوئے تھے اور علمی چسکا تھا۔ ایک مسئلہ پیش آیا۔ بہت سے محدثین اور فقہاء کی خدمت میں پہنچے۔ اس کو حل کرنے کی کوشش کی، **فَاَعْیَتْھُمْ** مسئلہ ایسا پیچیدہ ہوگا کہ سب عاجز ہوگئے۔

جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مسئلہ پیش کیا، فوراً جواب حاضر اور جواب بھی قابلِ اطمینان، اسپر مطمئن تو ہوگئے۔ مگر دلیل پوچھی کہ **مِنْ اَیْنَ قُلْتَ ھٰذَا؟** کہ آپ نے جو ارشاد فرمایا یہ کہاں سے؟ فرمایا کہ فلاں حدیث میں یوں آیا اور اب اس کو تم سوچو، یہی نتیجہ نکلے گا جو میں نے آپ سے عرض کیا۔ اس کے بعد اس مسئلہ کو پھیر کر بیان فرمایا کہ اگر یہ مسئلہ جیسا آپ نے پوچھا ایسا نہ ہوتا یوں ہوتا، تب یہ جواب ہوتا اس لئے کہ حدیث میں یوں آیا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ایک مثال دی، دوسری مثال دی، تیسری مثال دی اور پھر اس کا طریقِ استنباط بھی سمجھایا۔

کہتے ہیں کہ ان تینوں مسائل کو لے کر میں سب سے ملا۔ پہلے تو ایک مسئلہ تھا اب تین مسائل لے کر سب کے پاس گھوم رہے ہیں۔ تمام محدثین فقہاء کہتے ہیں کہ سب عاجز ان کا جواب دینے سے۔ '**فَکَانُوْا فِیْھَا اَعْمٰی مِنِّیْ**' میں نے ان تینوں مسائل کے جواب ان کے

سامنے پیش کیئے اور دلیلیں بیان کیں۔ تب جا کر وہ پوچھتے ہیں کہ 'مِنْ اَیْنَ لَکَ هٰذَا؟' کہ یہ سب تم کہاں سے سیکھ کر آئے۔ میں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مسائل اور ان کے دلائل مجھے معلوم ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان تین مسائل کی وجہ سے ان تمام فقہاء اور محدثین کا میں رئیس بن گیا 'فَصِرْتُ رَأْسَ الْحَلَقَةِ بِثَلاثِ مَسَائِلَ'۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور امام نے بھی ان کی بہت قدر افزائی فرمائی۔ اپنے سامنے بٹھاتے تھے۔ ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ (یہ ابونعیم اصبہانی نہیں ہیں، یہ ابونعیم فضل بن دُکین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں) ان کا بیان ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل اپنے سامنے بٹھاتے تھے اور پہلو میں، بالکل برابر میں، امام ابو یوسف کے لیے جگہ تھی۔

علم حدیث کا مقام

حق تعالیٰ شانہ نے خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر احادیث کا علم عطا فرمایا تھا، فرماتے ہیں فضل بن دکین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم کہ 'کُنْتُ اَمُرَّ عَلٰی زُفَرَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِثَوْبٍ' کہتے ہیں وہ کپڑا اوڑھ کر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے اور اکڑوں بیٹھ کر اپنے کپڑے کو چاروں طرف سے، گھٹنوں کو اور پیٹھ کو باندھ رکھا تھا، مجھے فرماتے 'یَا اَحْوَلُ! تَعَالُ' یہ جملہ سننے کے قابل ہے 'حَتّٰی اُغَرْبِلَ لَکَ اَحَادِیْثَکَ' اوہو! کتنا بڑا علم ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ تم اپنی احادیث پیش کرتے جاؤ میں اس کو چھانتا جانتا ہوں۔ کہ یہ روایت صحیح ہے، اس میں فلاں راوی ہے۔ میں چھان کر کے تمہارے سامنے پیش کردوں۔ میری چھلنی میں اپنی احادیث کو چھان لو، آؤ میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے محدثین سے سنا ہوتا اس کو پیش کرتا اور وہ چھان رہے ہیں اور فرماتے جاتے کہ 'هٰذَا یُؤْخَذُ بِهٖ وَهٰذَا لاَ یُؤْخَذُ' اس کی وجوہات اور دلائل بیان فرماتے۔ فرماتے کہ 'هٰذَا نَاسِخٌ، هٰذَا مَنْسُوْخٌ' یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا مقام فقہی اعتبار سے اور حدیثی اعتبار سے بہت اونچا ہے۔

روحانی مقام

روحانی طور پر ان کا مقام یہ تھا کہ ابراہیم بن سلیمان کا بیان ہے کہ جب ہم ان کی مجلس میں موجود ہوتے تھے مجال نہیں تھی کسی کی کہ دنیا کا تذکرہ ان کے سامنے آئے۔ جیسے ہی کسی نے قرآن وحدیث، علم وروحانیت کے سوا کوئی کلمہ کسی کی زبان سے سنا کہ **قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ وَتَرَكَهُ** کہ مجلس سے اٹھ جاتے اور حلقہ کو چھوڑ دیتے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے وکیع کو دیکھا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر میں کہ ان کا یہ معمول بن گیا تھا کہ صبح کے وقت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے اور شام کے وقت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری دیتے۔ جب یہ انہوں نے دیکھا کہ امام زفر کی مجلس خدا جانے کب تک قائم رہے اس کا خوف رہتا تھا کہ کبھی ہمیں چھوڑ کر مولیٰ کے پاس جا پہنچیں، اسلئے پھر دونوں وقت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری دینے لگے۔ امام ابو یوسف کے یہاں جانا موقوف کر دیا۔

وکیع جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچتے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کرتے اور جاتے ہی یہ عرض کرتے کہ '**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکَ خَلْفًا لَنَا عَنِ الْإِمَامِ**' کہ تمہاری مجلس میں حاضری دے کر ہم امام اعظم کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ **وَلٰکِنِّیْ لَایَذْهَبُ عَنِّیْ حَسْرَةُ الْإِمَامِ** کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے چلے جانے کا غم مجھے اس قدر ستا رہا ہے کہ آپ کی خدمت میں آکر پورے طور پر تسلی نہیں ہوتی اور امام صاحب یاد آتے ہیں۔ اسکے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہ کسی کی مجلس سے مجھے اتنا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری سے مجھے فائدہ

ہوا۔

آخری وقت

بشر فرماتے ہیں کہ جب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ قریب الموت تھے، فرمانے لگے کہ میں نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا مجھے مولیٰ کے یہاں حساب کا خوف ہو۔ اللہ! کیسی زاہدانہ زندگی ہے! کیسی مبارک زندگی! کہ اطمینان ہے اپنے بارے میں۔ **لاَ اُخَلِّفُ بَعْدَ مَوْتِیْ شَیْئًا اَخَافُ عَلَیْہِ الْحِسَابَ** مرنے کے بعد اپنے پیچھے کوئی چیز بھی میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا جس پر مجھے حساب دینے کا خطرہ رہے۔

طیبہ مسجد کے ایک مصلی

ابھی اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہمارے طیبہ مسجد کے امام صاحب کو ایک نمازی اپنے گھر لے گئے کہ تمام فرنیچر کا حساب لگا لو۔ چند کپڑوں کے سوا کوئی کائنات ان کے پاس نہیں تھی۔ اور پھر تین چار روز کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ ایسی صاف ستھری، پاکیزہ زندگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا ترکہ صرف تین درہم تھا، یہ کل کائنات ان کے گھر کی تھی۔ **فَلَمَّا مَاتَ قُوِّمَ مَا فِیْ بَیْتِہٖ فَلَمْ یَبْلُغْ ثَلٰثَۃَ دَرَاھِمَ** تین درہم کو بھی نہیں پہنچی۔ اخیری وقت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پہنچے، دیکھا کہ اس جہاں سے جا رہے ہیں تو عرض کیا کہ حضرت نصیحت فرما دیجئے۔ فرمایا **ھٰذَا الْمَتَاعُ لِزَوْجَتِیْ** یہ سامان تو میرا نہیں، میری بیوی کا ہے اور یہ تین درہم میرے بھائی کی اولاد کے ہیں ان کو دے دیجئے اور کسی کا نہ مجھ پر کوئی قرض ہے اور نہ کسی کی کوئی چیز میرے ذمے ہے۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے بھائی بنایا تھا حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ جن کے متعلق

حَدَّثَنِیُ مُحَمَّدُ بُنُ اَشُکَابٍ کہ وہ محمد بن اشکاب جا کر امام داؤد طائی سے وصیت کے طالب ہوتے ہیں۔ **کَانَ زُفَرُ وَدَاؤُدُ الطَّائِیُ** آپس میں یہ دونوں بھائی بھائی تھے۔

اللہ تعالیٰ ایسے بھائی ہمیں بھی عطا فرمائے، ایسی صحبتیں ہمیں بھی عطا فرمائے، ایسے دوست ہمیں بھی دے۔ اللہ تعالیٰ مولیٰ سے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ہماری لوا یسے لگائے کہ اس کے بعد نہ کسی دوست کی ہمیں ضرورت ہو نہ کسی مددگار کی۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ مبارک ایام کی ہمیں قدر عطا فرمائے اور ہم مولیٰ سے قریب ہو جائیں۔ ہم تو ساری عمر مولیٰ سے دور ہوتے رہے، دور ہوتے ہوتے کتنے دور ہم پہنچ گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہماری اس دوری کو قرب سے بدل دے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی بارگاہ کے حاضر باشوں میں سے ہمیں بنا دے اور اللہ عزوجل ہماری تمام خطائیں معاف فرما دے۔ ہم نے ایسی ایسی خطائیں کی ہیں کہ ان میں سے ہر خطا ایسی ہے جس سے ہم لعنت کے مستحق ہوں۔

کتنی مجالس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر ہمارے لب کھلے نہیں ہوں گے، ہماری زبان چلی نہیں ہوگی صلی اللہ علیہ وسلم نہ بول سکے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا فرمائی کہ جو اسم گرامی، نام نامی کو سُنے اور اسے دعا کی توفیق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری عمر کی عمداً جان بوجھ کر کی ہوئی خطاؤں کو معاف فرما دے۔

ہم تو یہ کہہ ہی نہیں سکتے جیسا کہ حدیث پاک کی دعاؤں میں آتا ہے کہ 'بھول چوک معاف فرما'۔ کہ بھول سے ہوگیا، چوک ہوگیا۔ ہماری تو ہر چیز جان بوجھ کر ہوتی ہے۔ ہم سے بڑے مجرم دنیا میں کون ہوں گے؟ دوستو! یہ بہت مبارک گھڑیاں ہیں ان کی قدر پہچانو اور رستہ بدل لو۔ ابھی بھی موقعہ ہے۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پہلے بھی میں تذکرہ کرتا رہا، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ہماری طرح جو بھٹکے ہوئے ہوں، وہ توبہ کرنے چاہیں، راہ راست پر آنا چاہیں، اپنے نفس کو ادب سکھانا چاہیں، اس کے لیے بھی ہمارے اکابر ہمیں طریقے بتا گئے، رستے بتا گئے۔اور وہ اپنے عملی تجربے بتا گئے۔

داؤد طائی فرماتے ہیں کہ جب نفس کو ادب سکھانا چاہا، میں نے اپنے نفس سے کہا، اس میں تو نفس نظر نہیں آتا کہ اس سے کچھ کہیں، یا اس کا کان پکڑیں۔ وہ تو ہمارا کان پکڑ کر جیسا کرواتا ہے ہم ویسا کرتے رہتے ہیں۔ مگر داؤد طائی اپنی روح کو بھی پہچانتے تھے، نفس کو بھی پہچانتے تھے، تیسرا ساتھی ہاتھ پیر والا ظاہری جسم اس کو الگ سے پہچانتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس سے کہا، اس کو ایک آرڈر دے رہے ہیں، حکم دے رہے ہیں کہ میں تجھے علمی مجلسوں میں لے جاتا ہوں مگر تجھے بولنے کی اجازت نہیں۔ بس چپ رہنا ہوگا۔ چپ کا روزہ، پچھلی امتوں میں ہوتا تھا، جس طرح ہمارے کھانے پینے جماع کا روزہ ہے، اسی طرح ان کے یہاں بولنے کا بھی روزہ ہوتا تھا۔

حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم

یہ سکوت، زبان بندی اعتکاف کے دوران حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھ کر وہاں خاندان میں منتقل ہوئی ۔کہ ہمارے حضرت پیر صاحب اعتکاف کی حالت میں مسجد سے استنجا وضو کے لیے نکلتے تھے، تو کوئی بات کرنا چاہے اسے جواب نہیں ملیگا، کہ گویا انہوں نے سنا ہی نہیں، کوئی جواب نہیں ملیگا۔

اس لئے کہ معتکف کو نکلنے کی اجازت ہے جس کام کے لیے نکلے جلدی سے فارغ ہو کر مسجد میں چلے جانا چاہیئے۔

داؤد طائی اپنے نفس سے فرما رہے ہیں کہ میں علمی مجلسوں میں تجھے لے جاؤں گا، وہاں

بولنے کی تجھے اجازت نہیں، چپ رہنا پڑے گا۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اس کا اہتمام کیا کہ بالکل چپ۔کوئی مسئلہ پوچھے تب بھی، زبان بند اور اپنی طرف سے بھی کسی سے کوئی سوال پوچھنا یاد آئے، کوئی روایت بھی پوچھنی ہے، اجازت نہیں نفس کو کہ نہیں پوچھ سکتے۔فرماتے ہیں کہ میں نے سال بھر تک اس طرح اپنے نفس کو رگڑا کہ میں فقہاء کی مجلس میں جاتا رہا مگر زبان بند ہے، لب بند ہیں۔

بعض دفعہ تو کسی مسئلہ کا آپس میں تذکرہ ہوتا، اور میں سن رہا ہوں، اس کا جواب مجھے معلوم، وہ روایت بھی مجھے معلوم ہے، سب کچھ معلوم ہے، اندر سے بولنے کی خواہش ہوتی تھی، بہت زیادہ شدت سے کسی کو پیاس لگی ہو، وہ پیاسا جس طرح پانی کا طلبگار ہوتا ہے اور پانی اس کے سامنے رکھا ہوا ہے، ٹھنڈا گلاس رکھا ہوا ہے روزہ بھی نہیں، مگر وہ اپنے نفس کو ادب سکھاتا ہے کہ میں تجھے پانی نہیں پلاؤں گا، اس طرح میں نے چپ کے روزہ پر صبر کیا لب نہیں کھولے، سال بھر تک میں نے نفس کو اس طرح رگڑا۔

لب بہ بند

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زبان کو بند رکھنے پر قدرت دے۔وہ چلتی رہتی ہے۔کتنے گناہوں میں یہ چلتی ہے۔ایک بزرگ نے اس کے متعلق کیسے کلمات فرمائے کہ جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، کہ سونے کے پانی سے اسے لکھا جائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ زبان سے اتنے گناہ ہوتے کیوں ہیں کہ سب سے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں، حالانکہ بولنے میں اللہ نے کوئی لذت نہیں رکھی، جیسے کوئی کھانے کی لذت کے خاطر کھالے، حرام کھالے، ناجائز چیز کی اس میں ملاوٹ ہے، ایسا مشروب پی لے، ایسا بسکٹ کھالے، کیونکہ لذت کی اسے تلاش ہے اور وہ لذت اس میں موجود ہے۔اسی لئے اسے کھا رہا ہے۔شراب کی لذت کی عادت کسی کو پڑی ہوئی ہے، اسے پی لیتا ہے ایسا مشروب جس میں مسکرات پڑے ہیں اسے نشہ کے خاطر پی لیتا ہے۔اسمیں اسے مزہ آتا ہے، مبتلا ہوتا

ہے۔

مگر جب آپ زبان سے کسی کو گالی دے رہے ہیں، جھوٹ بول رہے، غیبت کر رہے ہیں، بہتان باندھ رہے ہیں، کسی کی عزت پر ہاتھ ڈال رہے ہیں، اس وقت بولتے ہوئے زبان کو کچھ مٹھاس ملا؟ لذت ملی؟ کوئی لذت نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر بھی یہ ہاتھ، پیر، ناک کان تمام گناہوں کے مقابلہ میں اس کے گناہ کیوں زیادہ ہیں؟

حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کو جہنم میں اوندھے منہ ڈالا جائے گا کہ سر نیچے اور پیر اوپر ہونگے، فرشتے پکڑے ہونگے اور اس طرح جہنم میں پھینکا جائے گا۔اس کی وجہ کیا ہوگی؟ '**اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ**' یہ ان کی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہیں، بولتے رہے بولتے رہے گناہوں کے انبار اکٹھے کرتے رہے، اس کے نتیجے میں جہنم میں اوندھے منہ انہیں ڈالا جائے گا۔

انہوں نے وجہ بتائی کہ کیوں ایسا ہے؟ مگر بولنے میں زبان کو لذت نہیں ملتی، گلا خشک ہوتا ہے پھر بھی وہ چلتی رہتی ہے۔ایسا کیوں؟ دوستوں، اس لئے کہ اُسے گناہ سمجھا ہی نہیں۔

اسکے بالمقابل ہاتھ سے کسی کو مکا ماریں گے، تھپڑ ماریں گے، اب یہ ہاتھ کا عمل سامنے ہے کہ، ہاتھ نے مارا۔

گناہ کی طرف آگے بڑھنے سے کہ پیروں کا عمل ہے۔ بدنظری ہوئی، اوہو یہ آنکھ کا عمل ہوگیا دیکھ لیا، ایک عمل ہوگیا۔ ہم نے بولنے کو عمل نہیں سمجھا۔ اگر ہم اس کو سمجھ لیں کہ یہ بھی زنا کی طرح ایک عمل ہے، یہ بھی شراب کے گلاس کی طرح ایک عمل ہے، گناہ سمجھیں گے تو نہیں ہوگا، لیکن ہم نے اس کو سمجھا ہی نہیں کہ یہ بھی عمل ہے، یہ قول بھی عمل ہے۔

داؤد طائی بہت بڑے محدث ہیں، بہت بڑے بزرگ ہیں، اتنے بڑے محدث کہ سفیان بن عیینہ، اسحٰق بن منصور، وکیع، فضل بن دکین، جنکا بار بار نام آتا ہے بخاری شریف میں **حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ** یہ سب ان کے شاگرد ہیں۔اور بڑے بڑے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسوں سے انہوں نے حدیث پڑھی۔

چھ نمبر

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تبلیغ کے لیے چھ نمبر بنائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے طلبہ کے لیے، اہل علم کے لیے، اس علم کی وادی میں قدم رکھنے والوں کے لئے اصول بیان فرمائے کہ '**اَلنِّیۃُ، ثُمَّ الْاِسْتِمَاعُ، ثُمَّ الْفَھْمُ، ثُمَّ الْعَمَلُ، ثُمَّ الْحِفْظُ، ثُمَّ النَّشْرُ**'۔ عبداللہ بن مبارک نے اپنے استاذ امام اعظم کی عملی زندگی دیکھ کر بنائے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیر کیوں لگی، دیر سے مسند پر کیوں بیٹھے؟

عبداللہ بن مبارک، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اپنے استاذ سے جو سیکھا وہی بیان فرما رہے ہیں، اسی لئے یہ ترتیب بیان فرما رہے ہیں۔ اپنے استاذ سے جو سیکھا اور انہیں جیسا کرتے دیکھا۔ کہ وہ نیت کی درستگی کے ساتھ علم کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں، پہلے نیت درست کرتے ہیں، پھر غور سے سنتے ہیں، پھر جو سنا اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی اپنے طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔

ثُمَّ الْفَھْمُ، ابن جوزی نے ایک عالم کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے پڑھا روایت میں اور اس پر عمل شروع کیا۔ وہ جب استنجے کے لیے بیٹھتے، تو پڑھتے وتر، وتر، وتر۔ کسی نے کہا کہ یہ کیا؟ کوئی استنجے میں بولا کرتا ہے؟ کہنے لگے کہ یہ، حدیث میں آیا ہے۔ **مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ** وہ روایت سنی ہے، یاد بھی ہے، لیکن فہم نہیں ہے سمجھا نہیں ہے کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اسی لئے اساتذہ فرماتے ہیں کہ پہلے نیت درست کرو، پھر سنو، پھر سمجھو، ثم العمل۔ پھر چوتھا درجہ عمل کا۔

کئی دہائیوں کی خلوت

آپ ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء پڑھیں، درجنوں محدثین ملیں گے کہ یہاں پہنچ کر سمجھ کر پھر عمل شروع کیا۔

کیسے عمل شروع کیا؟ کہ وہ تنہائی میں چلے گئے، خلوت میں، عبادت میں مصروف ہیں۔

اور کتنا عرصہ؟ ایک سال، دو سال نہیں، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ بیس برس عمل کے لئے ہوتے تھے، عبادت کیلئے ہوتے تھے۔ کہ بیس سال کی عمر میں علم حاصل کیا، علم سنا، سمجھ لیا، اب عمل کا میدان آیا۔ بیس برس کی عمر ہوگئی ہے، اکیسویں برس میں قدم رکھا، یہاں سے عمل شروع کیا۔

اکیسویں برس کی عمر میں عمل شروع کر کے کہاں تک؟ چالیس سال کی عمر تک عمل میں لگے رہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چالیس سال میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، پھر رسالت عطا کی گئی۔ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ، بیس برس کی عمر سے لے کر چالیس سال کی عمر تک عمل کرنا ہے ایک ہی کام ہے۔ خلوت، اس کے سوا کوئی کام نہیں۔

اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیر سے مسند پر تشریف لائے۔ اب جو طویل مدت تک خلوت میں رہے گا، ان کو کہاں مکان چاہیے؟ کہاں مکان بنانے کی فرصت؟ کہاں باغات اور جائیدادیں بنانے کی فرصت؟ انہیں کہاں عیش و عشرت کے سامان کی ضرورت؟ داؤد طائی بھی یہاں پہنچ کر خلوت میں چلے گئے۔ برسہا برس کی یہ خلوت رہی۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کی زاہدانہ زندگی

لکھا ہے ان کے حالات میں عطاء بن مسلم کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'کُنَّا نَدْخُلُ عَلٰی دَاوُدَ الطَّائِیْ فَلَمْ یَکُنْ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا' کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو گھر میں دیکھتے کہ ایک چٹائی کا بوریہ ہے، ایک اینٹ ہے تکیہ کے لیے، اور ایک مٹی کا برتن اس میں سوکھی روٹیاں پڑی ہوئی ہیں اور ایک وضو کا برتن ہے جس سے وضو کر سکیں، اور پانی پی سکیں۔

یہ ہمارا مُدّ آج کل ہر جگہ اس کی طلب ہے، اللہ کرے کہ جلدی بن کے آجائے، ہر گھر میں ہم پہنچا سکیں۔ کہ اسی سے وضو کیجئے، اسی سے پانی پی جئے۔ گلاس بھی وہی وضو کا برتن بھی

وہی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسپر مجھے لطیفہ یاد آیا کہ حافظ سورتی صاحب مرحوم نے حضرت شیخ الاسلام مدنی صاحب قدس سرہ کے واقعات اپنے باغ کے سنائے کہ حضرت اس پیڑ کے پاس تشریف فرما ہوئے، جہاں جو واقعہ پیش آیا وہ بتایا تھا اور حافظ شیر مار حضرت مجھے اس لئے فرماتے تھے کہ یہاں میں نے شیر مارا تھا۔

ان تین درختوں کے بیچ میں حضرت کی مجلس ہوئی تھی۔ اس درخت کے ساتھ حضرت ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔

حضرت کو وضو کی ضرورت پیش آئی، حضرت نے لوٹا لیا۔ حضرت لوٹا لے کر جا رہے ہیں کہ وضو فرمالیں کہ میں بڑھا اور میں نے دوسرا لوٹا پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس لوٹا ہے، اس میں پانی بھی ہے، آپ دوسرا لا رہے ہیں؟ ایسا کیوں؟ اِنہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے پاس جو لوٹا ہے وہ استنجے کے لیے ہے۔ حضرت نے فرمایا دیکھو ان گجراتیوں کو کہ ان کے یہاں استنجے کا لوٹا الگ ہوتا ہے اور وضو کا لوٹا الگ ہوتا ہے۔

حالانکہ یَتَوَضَّأُ مِنْهَا وَمِنْهَا يَشْرَبُ. کہ ایک ہی برتن تھا جس سے داوٗد طائی وضو بھی فرماتے تھے اور اسی سے پیتے بھی تھے۔

نفس کو ادب سکھانے کے لیے انہیں مدت درکار تھی۔ کتنی؟ بیس برس۔ بیس برس تک عمل، عمل، عمل ہی کرتے تھے۔ جب مکمل طور پر اطمینان ہوگیا کہ میں نے عملی طور پر نفس کو درست کرلیا، اب میں کسی کے سامنے بیٹھنے اور منہ دکھانے کے قابل ہوا تب جا کر وہ مسند پر آتے تھے اور امت کو فیض یاب فرماتے تھے۔

تبلیغی کام کو کیسا دھکا دیا گیا۔ امت کی گاڑی کو کیسے دھکا دیا۔

بڑے تعلیمی مراکز

دار العلوم دیو بند کے بانیوں نے کیسا دھکا دیا، کیونکہ ایک ہی وقت میں دار العلوم دیو بند، مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ شاہی مراد آباد، تینوں کو بنایا گیا۔ کتنے فتنے آئے مگر وہ دھکا ایسا مبارک ہاتھوں کا ہے کہ الحمد للہ اب تک ساری دنیا فیض یاب ہورہی ہے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی کتنے مبارک ہاتھوں نے اس مذہب حنفی کو دھکا دیا ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یہ داؤد طائی ایسے ہیں، تو خود امام کیسے ہوتے ہوں گے؟ کہ داؤد طائی کے متعلق محارب بن دثار، 'حدثنا محارب بن دثار' روایات میں آتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ 'لَوْ كَانَ دَاوُدُ فِي الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ لَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِ' کہ امت محمدیہ میں داؤد طائی پیدا ہوئے، ان کے حالات ہم نے دیکھے ایسے حالات ہیں کہ اگر یہ پچھلی امتوں میں پیدا ہوئے ہوتے، جس طرح قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے متعلق اور پچھلی امتوں کے انبیاء اور ان انبیاء کے خدام کے متعلق قرآنی آیات ناطق ہیں اور اسی طرح داؤد طائی بھی پچھلی امتوں میں پیدا ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے متعلق قرآنی آیات اتارتا۔ قرآن میں ان کا ذکر ہوتا، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی کتابوں میں ان کا ذکر ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ان کی جیسی زندگی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے، کہ ہم تو بدنام کنندہ ہیں اپنے بزرگوں کے، اپنے طریق کے، اسی لئے، سب فتنے ہیں، مصیبتیں ہیں۔ دنیا میں جتنے مصائب آرہے ہیں میری وجہ سے، میرے گناہوں کی وجہ سے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گناہوں پر ندامت اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۲ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک دفعہ اپنے متعلق بیان فرمایا کہ فلاں جگہ سے ایک دفعہ ڈھیروں پھل پہنچے اور میں نے ان سب کو تقسیم کروادیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان دنوں میں نے زائد چیزوں کے ترک کا تھیہ اور عہد کر رکھا تھا۔ ایک جملہ میں کتنی بڑی تاریخ حضرت نے بیان فرمادی کہ وہ میرا زمانہ ایسا تھا کہ جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں، اس کی تو مجبوری ہے۔ پیٹ بھرنے کے لیے چند لقمے کھالینا، لباس پہن لینا، تو ضرورت کے درجے میں ہیں اور لباس بھی کیسا کہ حضرت کو ہم کرتا پہنا رہے تے تھے فرمایا کہ یہ سترہ برس سے میں اسے پہن رہا ہوں، ساری سردیوں میں پہنتا ہوں۔ سترہ برس سے چھ مہینے وہی کرتا حضرت کے بدن پر رہتا تھا۔ اور ایک پائجامہ تھا فرمایا کہ یہ دس برس سے میرے جسم پر سردیوں میں رہتا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی ضرورت سے زائد چیزیں تھیں ان تمام زائد چیزوں کو چھوڑ رکھا تھا کہ کوئی مٹھائی آئے گی، کھانا آئے گا، پیسے آئیں گے، کپڑے آئیں گے جو چیز بھی آئے گی دوسروں کی ضرورت کے لیے خرچ کردو۔ مجھے ضرورت نہیں۔

اب کتنے زمانے تک یہ عہد کیا ہوگا؟ برسہا برس اپنے نفس کو رگڑا دیا ہوگا؟ مشائخِ قرونِ

اولیٰ کی طرح، جنھوں نے اپنی تادیب کے لیے بیس برس متعین کئے تھے، اس کا نام ہی رکھا تھا خلوت کے بجائے تعبد۔

تعبد کے لیے بیس برس ہوتے تھے۔ عبادت ہی عبادت، مولیٰ کی یاد ہی یاد، نماز، روزہ، تلاوت، ذکر اسی میں مشغول رہتے بیس برس کے لیے۔ اور بعض مشائخ کے حالات میں ہے کہ کسی نے اور بڑھا کر تیس برس کئے، ان کے متعلق خدام بیان کرتے ہیں کہ تیس برس تک وہ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ تب جا کر کندن بن گئے، کتنا پھر مخلوق کو فائدہ پہنچا ہوگا اس ذات گرامی سے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو تیس برس تک رگڑا، بیس برس تک رگڑا۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ابو الربیع واسطی کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد طائی سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی لذتوں سے روزہ رکھ لو۔

ہمارا روزہ بھی کوئی روزہ ہے؟ ہمیں تو جو لذتیں سال بھر حاصل نہیں ہوتیں وہ ہم رمضان المبارک میں حاصل کر لیتے ہیں۔ جہاں کہیں سے کوئی چیز نظر آئی، اوہو! یہ روزہ کے لیے، افطاری کے لئے، شام کے لئے، سحر کے لئے۔ اور وہ اکابر تو فرماتے ہیں کہ جتنے لذائذ ہیں، ٹھنڈا پانی، ٹھنڈا مشروب، ہر چیز کی لذت کو ترک کر دو اور ان سے روزے کی نیت کر لو۔ جیسا حضرت نے فرمایا کہ میرا زائد چیزوں کے ترک کا زمانہ تھا کہ میں نے زائد چیزوں کو چھوڑ رکھا تھا۔

ترک لذائذ

ٹھنڈے پانی کی روزوں کے بعد افطاری کے وقت ان کو خواہش نہیں ہوتی ہوگی؟ ان کے دل نہیں چاہتے ہوں گے؟ ایک شخص داود طائی کی خدمت میں پہنچے۔ دیکھا کہ پانی کا گھڑا جہاں رکھا ہے وہاں دھوپ پڑ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ مٹی کا گھڑا اس پر دھوپ پڑے اور وہ بھی عرب کی دھوپ پچاس ڈگری والی، سوچا انہوں نے اپنے جی میں کہ یہ تو پانی ابل جائے گا،

پینے کے قابل نہیں رہے گا۔

انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ اسے ہٹا کر سایہ میں کیوں نہیں رکھ دیتے۔ فرمایا کہ جب میں نے رکھا تھا، وہاں دھوپ نہیں تھی اب مجھے اس سے شرم آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں دیکھے کہ میں اپنے نفس کی لذت کی خاطر ٹھنڈا پینے کی خاطر کوئی قدم اٹھا رہا ہوں۔

قدم اٹھتے ہی نہیں تھے، دونوں قدم کے نیچے دبا رکھا ہے اپنے نفس کو کہ پیر اٹھائیں گے تو نفس پھر جاگے گا اور پھر حملہ کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کی خاطر کوئی قدم اٹھا رہا ہوں اس حال میں مجھے میرا مولیٰ دیکھے یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ داؤد طائی کے پاس نہ شہرت ہے، نہ اسٹیج ہے، نہ کتابیں ہیں، نہ مدرسہ ہے۔ وہ تو خلوت خانے میں روئے جارہے ہیں۔

حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی اس طرح ایک بزرگ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مسلسل دیکھے، میرے پیٹ میں درد اٹھنے لگتا ہے۔ اسی طرح ان داؤد طائی کو بھی ان کا گھڑے کی طرف یہ دیکھنا ناگوار ہوا، فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بزرگانِ دین بے مقصد دیکھنے کو بھی پسند نہیں فرماتے؟ کہ جس طرح بے مقصد زبان چلاؤ، چلاؤ اور بے مقصد بولتے چلے جاؤ، اس طرح تم کیوں خواہ مخواہ گھور رہے ہو؟ اسطرح داؤد طائی نے اُسے ڈانٹا کے تم نے گھڑے کو دیکھا کیوں؟

زندگی بھر کا روزہ

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک زمانے تک کے لئے تمام لذائذ کو چھوڑ دیا تھا اور فرمایا کہ زائد چیزوں سے ترک کا وہ میرا زمانہ تھا۔ یہ قیمتی نکتہ کہاں سے حضرت شیخ قدس سرہ کو ملا ہوگا؟ یہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا کی لذتوں سے روزہ رکھو لو اور موت پر افطار کو طے کرلو۔

ففرّوا الی اللّٰہ

یہ بھی فرمایا کہ لوگوں سے اختلاط ہی نقصان دہ ہے۔ اس لئے لوگوں سے اس طرح بھاگو جس طرح درندوں سے بھاگتے ہو۔

درندوں سے کیوں بھاگتا ہے انسان کہ وہ چیر دے گا، پھاڑ لے گا۔ وہ درندہ تو ظاہری زندگی کو ختم کرتا ہے، جسم کو کاٹ لیا، زخم کر دیا اور یہ اختلاط مع الانام دنیا اور عقبیٰ دونوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ لوگوں سے اس طرح بھاگو جس طرح تم درندوں سے بھاگتے ہو۔

قلت طعام

ایک دفعہ داؤد طائی سے ان کی خادمہ کہنے لگی کہ جس طرح سب لوگ روٹی کھاتے ہیں، اس طرح آپ کیوں نہیں کھاتے؟ آپ تو روٹی کو پانی میں مسل دیتے ہیں اسے پانی بنا لیتے ہیں، اور وہ گاڑھا گاڑھا پانی آپ پی لیتے ہیں۔ آپ کو روٹی سب کی طرح کھانے کی خواہش کیوں نہیں ہوتی؟ خادمہ کو جواب دیا کہ روٹی چبانے کی بجائے شوربہ میں بھگو کر پی لیتا ہوں اس لئے کہ میں اگر روٹی کھاؤں اور کھانے میں اپنا وقت ضائع کروں، اس میں میری پچاس آیتوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے پی لیتا ہوں کہ میں پچاس آیتیں زیادہ پڑھ سکوں۔ اس طرح حساب کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

تقلیل نوم

حضرت داؤد طائی لا ینام یہ سوتے ہی نہیں تھے۔ ہمارا تو ہر کام ٹائم ٹیبل سے ہوتا ہے، کھانے کے اوقات مقرر ہیں، دسیوں اوقات کہ اس وقت میں پھل، فلاں وقت میں چائے، دوپہر کو کھانا ہے، فلاں وقت میں ناشتہ ہے اور اتنے بجے سونا ہے۔ ہمارا ٹائم ٹیبل ہے سونے کا، اکابر کے یہاں سونے کے لیے کوئی ٹائم ٹیبل ہی نہیں، اس کے لیے کوئی تیاری ہی نہیں،

کوئی بستر ہی نہیں۔ بس بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند ہوگئیں، اتنی دیر بند رکھیں، بیٹھے رہے، ٹولتے رہے اور پھر آنکھ کھلی اور مولیٰ کی یاد میں لگ گئے۔

ٹولتے ہوئے پھر وہ اپنے مولیٰ سے فریاد بھی کرتے ہیں کہ الٰہی، تیری یاد نے اور تیرے غم نے مجھے دنیا کے غموں سے آزاد کردیا۔ دنیا کے غم میرے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتے کہ یہ بھی کوئی غم ہے کہ یہ تو گناہ ہے اس کا غم اوڑھنا۔ تیرے غم نے میرے لئے دنیا کے غموں کو بے اثر بنادیا۔ اور تیرا غم میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہوگیا کہ تیرا غم، تیری یاد، تیرا خوف اور تیری ملاقات کا شوق یہ چیزیں میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہوجاتی ہیں اور میں سو ہی نہیں سکتا۔

حضرت شیخ قدس سرہ اور مولانا نصیر الدین

حضرت شیخ قدس سرہ بھی اسی طرح مولیٰ کی یاد میں رہتے تھے کہ سردیوں کا موسم تھا، مولانا نصیر الدین صاحب کی ٹال میں، جمعہ کی نماز کے بعد کھانا ہوا، کھانے کے بعد حضرت کو ہم نے ٹال میں لٹایا، جس طرف سے دھوپ آتی تھی اس طرف رسی باندھ کر چادر لٹکادی کہ سیدھی دھوپ حضرت پر نہ آئے، چادر کا سایہ رہے۔ عصر کے وقت ہم حضرت کو اٹھانے پہنچے حضرت روتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے ہیں

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے نہ آنے کی قسم
خواب میں دیکھنے کا آسرا بھی جاتا رہا

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کے ٹائم ٹیبل کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عظیم شاگرد

یہ کیسے بڑے بڑے لوگ جنہوں نے مذہب حنفی کو دھکا دیا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد داؤد طائی ایسے ہیں، تو خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیسے ہوں گے۔ جس کسی طالب علم کو بدنام کرنا ہو، کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صوفی ہے۔ یعنی کچھ سمجھتا نہیں۔ استعداد اس کی نہیں

ہے۔ انا للہ! تصوف کی یہ عزت اور یہ تکریم۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ داؤد طائی علم میں اور استعداد میں کس درجہ کے تھے اسے سنئے!

داؤد طائی کا حال فضل بن دکین بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جَلَسَ دَاوُدُ مَعَ اَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ کہ عربی لغت، اس کی فصاحت، بلاغت، بیان، بدیع ان علوم میں اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ جب اس فن کے ماہرین کے ساتھ وہ بیٹھے، **حَتّٰى صَارَ رَأْسًا فِيهِمْ** کہ ان سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ آپ ہمارے امام۔ ان کے رئیس اور سردار بن گئے۔

جب تجوید والوں کے ساتھ قراء کے ساتھ بیٹھے **حَتّٰى صَارَ رَأْسًا فِيهِمْ** ان میں سب سے بڑے قاری سب سے بڑے مجود آپ ہوئے۔

محدثین کے ساتھ بیٹھے، اصحاب حدیث کے ساتھ، **ثُمَّ مَعَ الْمُحَدِّثِيْنَ حَتّٰى صَارَ اِمَامًا لَهُمْ** ان کے امام، انہوں نے آپ کی امامت کا اقرار واعتراف کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے آکر معلوم کرتے، پوچھتے۔

ثُمَّ جَالَسَ الْاِمَامَ اَبَا حَنِيْفَةَ وَتَفَقَّهَ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی مجالس میں استفادہ کیا، اس قدر کہ **حَتّٰى لَمْ يَتَقَدَّمْ عَلَيْهِ اَحَدٌ** کہ امام صاحب کے زمانے میں، آپ کے شاگردوں میں، آپ کے زمانے میں بھی اور آپ کے بعد بھی آپ کے سلسلہ میں داؤد طائی کے مرتبہ کو فقہ میں کوئی نہیں پہنچ سکا۔

مجاہدات کی چوٹی پر

یہاں تک پہنچ کر پھر فضل بن دکین فرماتے ہیں کہ **ثُمَّ تَرَكَ وَتَخَلّٰى لِلْعِبَادَةِ** کہ اس کے بعد کہ یہاں تک علم مکمل کر لیا، یعنی **اَلنِّيَّةُ، ثُمَّ الْاِسْتِمَاعُ، ثُمَّ الْفَهْمُ،** اب سب کچھ سمجھ لیا، پڑھا پڑھایا۔

اب عمل کا درجہ آیا۔ چنانچہ **وَتَخَلّٰى لِلْعِبَادَةِ، حَتّٰى صَارَ جَبَلًا** اوہو! وہ مجاہدات ان

کے، وہ مجاہدات کا پہاڑ کہ کوئی اس پر سر اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتا اتنا اونچا ان کا مجاہدات کا پہاڑ بن گیا کہ کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا اس کی بلندی کو، اس پر چڑھنا تو درکنار۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چہیتے شاگرد تھے۔

گوشہ نشینی

ایسے منظورِ نظر بنے، ایسے منظور نظر بنے امام صاحب کے کہ محمد بن سوید طائی جو انہی کے خاندان کے ایک بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ پہلے تو میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ **یَغْدُوْ وَیَرُوْحُ اِلَی الْاِمَامِ** کہ داود طائی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں حاضر ہو رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں لیکن پھر اس کے بعد ایک وقت وہ آیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ سے، اور آپ ہی کے فرمان سے گوشہ نشین ہوئے، اب **رَأَیْتُ الْاِمَامَ جَاءَ زَائِرًا لَهُ** اب خود استاذ محترم امام ابوحنیفہ ان کی زیارت کے لیے، خبر گیری کے لیے ان کی خلوت گاہ میں پہنچ رہے ہیں۔

قاسم بن معن نے ایک دفعہ دیکھا کہ اوہو! یہ عمل مسلّم ہے علماء کا کہ وہ علم اور فہم کے بعد عمل کو ضروری سمجھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں مگر یہ تو پھر واپس نکلتے ہی نہیں، اپنی خلوت میں چلے گئے، عبادت میں مصروف ہیں، فلاں فلاں اتنے برس عبادت کر کے مسند تدریس، مسند تحدیث پر تشریف لے آئے، اسلئے ان کو خود جا کر پوچھا کہ '**تَرَکْتَ اِخْوَانَکَ**؟' کہ آپ نے تو اب سب کو چھوڑ رکھا ہے؟ جو ساتھی آپ کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے تھے ان کو بھی آپ نے چھوڑ دیا ان سے بھی آپ نہیں ملتے؟ پھر وہ علماء جنہوں نے آپ کو یہ رستہ بتایا '**وَمُجَالَسَةَ مَنْ یَدُلُّکَ عَلَی الْعِلْمِ**' ان سب کو آپ نے چھوڑ رکھا ہے تو کیا بات ہے؟

کہتے ہیں کہ بہت دیر تک وہ سوچتے رہے پھر انہوں نے اس کی وجوہات بتائیں کہ '**رَأَیْتُ قُلُوْبًا لَاهِیَةً**' غافل دلوں کو میں نے دیکھا کہ ان پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں،

زبانیں ایسی چلتی ہیں قینچیوں کی طرح کہ اپنا نامۂ اعمال بھی خراب کر کے چھوڑتے ہیں اور دوسروں کی عزتیں تار تار کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کی توجہ جس چیز کی طرف ہے وہ سب الگ الگ ہے۔ کوئی کدھر کا رخ کئے ہوئے ہے۔ کسی کو دین کے نام سے فلاں منصب چاہئے، فلاں کتاب تدریس کے لیے چاہئے اس سے کم کے لیے وہ تیار نہیں اپنی توہین سمجھتا ہے فلاں کو فلاں مدرسہ کی مسند کی خواہش، فلاں کو فلاں عظیم مرکز اور جامع مسجد کے منبر کی خواہش۔ اور آخر میں فرمایا کہ 'ودنیا' اور دنیا طلبی ہی رہ گئی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ 'اِعْتِزَالِی اِلَیْهِ اَکْبَرُ الْعَافِیَةِ' کہ میں تنہائی اور خلوت میں سب سے بڑی عافیت سمجھتا ہوں۔

عظمت الٰہی

یہ ان کا باطن تھا، اس نے کہاں سے کہاں تک پہنچایا داؤد طائی کو۔ اسی لئے عبد اللہ بن مبارک سے حسن بن ربیع نے سوال کیا کہ دوسرے بھی بہت سارے بزرگ ہیں مگر داؤد طائی سب سے آگے کیوں بڑھ گئے؟ کہ ہر جگہ انہی کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں، حالانکہ ان کے جیسے ان کے ساتھی سفیان ثوری اور فلاں اور فلاں وہ بھی موجود ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا 'اِنَّمَا عَظُمَ اَمْرُهُ عِنْدَهُمْ' کہ لوگوں کے نزدیک جوان کی عظمت ہے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی ذات پاک کی عظمت کو سمجھا، جتنا وہ حق جل مجدہ کی ذات پاک کو عظیم سمجھتے ہیں اتنی عظمت اللہ پاک نے ان کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے۔

تلاوت کا انداز

اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت کیسی ہوتی تھی۔ عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'کَانَ دَاوُٗدُ اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَسْمَعُ الْجَوَابَ مِن رَّبِّهٖ' کہ سننے والا محسوس کرتا ہے جب داؤد طائی پڑھتے ہیں کہ اوہو! یہ تو ایسا پڑھ رہے ہیں جیسا حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انہیں اس کا جواب مل رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی تلاوت ہمیں بھی نصیب فرمائے، اس کا کوئی حصہ ہمیں بھی مل جائے۔ان کے جیسے روزے، اور دنیا کی لذتوں سے روزے کی انہوں نے ٹھان لی اسی طرح اللہ تعالیٰ ان جھوٹی لذتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، اپنے مولیٰ کی عظمت پہچاننے کی ہمیں توفیق دے، اس کی معرفت کی حلاوت ہمیں نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ ہونا چاہئے کہ روزہ کے احکام کیا ہیں، اس کے فضائل کیا ہیں، اور روزہ کے آداب کیا ہیں، اعتکاف کے فضائل، اور اعتکاف کے آداب، اور اعتکاف کے احکام کیا ہیں، مگر کیا کروں میں اپنا حال دیکھ کر سوچتا ہوں کہ وہ روزہ اور اعتکاف اور آداب یہ سب بڑی اونچی اور نیک لوگوں کے کام کی چیزیں ہیں یہاں تو فکر ہے جس کا ہر وقت خطرہ، خوف اور ڈر رہتا ہے کہ نہ معلوم کب آ کر موت گلا گھونٹ دے۔

آپ نے قریب میں دیکھا کہ مولانا عمر جی صاحب چلے گئے، ان سے پہلے ہمارے کمرہ کے ساتھی مولانا گورا صاحب، مولانا عبدالرحیم ملک صاحب، حافظ غلام محمد صاحب ایک ایک کر کے سب چل دیئے۔ بھائی جان تشریف لے گئے۔ ’میرے بھائی جان‘ نامی کتاب آپ میں سے بہت سوں نے دیکھی۔ اس کی کھانیاں کل کی بات معلوم ہوتی ہے کہ ابھی ولادت کی خوشیاں ہیں، ابھی نانی نرولی میں ہیں، ابھی حفظ سے پہلے ناظرہ، الف با کی تختی پڑھ رہے ہیں مولانا بھورات سے، پھر مولانا سرکار صاحب سے حفظ کر رہے ہیں، پھر جامعہ راندیر جا رہے ہیں، وہاں سے فراغت پا کر مستقل سہارنپور کے ہو کر رہے اور یہ ساری داستانیں رہ گئیں۔ اس طرح میں بھی سوچتا ہوں کہ کون رہا ہے جو آئندہ بھی رہ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سفر

سے پہلے پہلے اس کی تیاری کی توفیق دے۔

عسکر الموت

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے نصیحت چاہی۔ حارث بن ادریس درخواست پیش کرتے ہیں کہ 'عظنی'، کچھ نصیحت فرما دیجئے۔

فرمایا کہ 'عَسۡکَرُ الۡمَوۡتِ یَنۡتَظِرُوۡنَکَ' کہ موت کا لشکر تمہاری تاک میں ہے، ایسے میں کس کو خیال رہ سکتا ہے کہ میرا روزہ ہوا نہیں ہوا اور اعتکاف کیا ہے؟ کسی اور کو نصیحت کرتے ہوئے داؤد طائی فرما رہے تھے کہ 'مَنۡ اَمۡهَرَ الدُّنۡیَا دِیۡنَهٗ زُفَّتۡ اِلَیۡهِ النَّدَامَةُ' یہ سب سے بڑی اس زمانہ کی بیماری، سب سے بڑی اہل دین کی بیماری، سب سے بڑی اہل علم کی بیماری، میرے جیسوں کی کہ جن کی جھوٹی نسبت ہوگئ علم سے، مدرسوں سے کہ 'مَنۡ اَمۡهَرَ الدُّنۡیَا دِیۡنَهٗ زُفَّتۡ اِلَیۡهِ النَّدَامَةُ'۔

اللہ! کتنا گندہ سودا، کتنا غلیظ ترین سودا، کتنا بدبودار سودا کہ اپنا دین مہر میں دے دو اور دلہن مل گئی دنیا۔ اللہ، جو بوڑھی ہو چکی، جس کے دانت گر گئے ہیں۔ دنیا کی عمر کے متعلق آپ نے پڑھا ہوگا کہ اتنے ملین سال پرانی کھوپڑی ملی۔ اس دلہن کو خریدنے کے لیے کیا دے دیتے ہیں، اپنا دین، علم، قرآن، حدیث۔

جس نے یہ نصیحت طلب کی ہوگی، اس میں یہ مرض فراست کی نگاہ سے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر کتنی پیاری نصیحت فرمائی 'مَنۡ اَمۡهَرَ الدُّنۡیَا دِیۡنَهٗ زُفَّتۡ اِلَیۡهِ النَّدَامَةُ' ابھی تو عیش دنیا سامنے ہے اسے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہی دائمی نعمت ہمیں مل گئی، مگر جب پردہ ہٹے گا تب ندامت سامنے ہوگی۔ لوگ انگلی چباتے ہیں کاٹ بھی لیتے ہیں کہ زخم ہو جاتا ہے اتنا زور سے انسان کاٹ لیتا ہے، کہتے ہیں کہ وہ چبا کر کہنیوں تک چبا لیں گے ندامت اس درجہ کی ہوگی کہ اپنا ہی ہاتھ چبا رہے ہیں اور پتا بھی نہیں ہے۔

اسی طرح کسی اور کو ڈانٹ رہے ہیں داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کہ 'کَمۡ مِنۡ مَسۡرُوۡرٍ بِاَمۡرٍ

فِیْــــهِ هَلاکُــهُ' کہ نہیں پتا کہ ہم مزے سمجھ رہے ہیں اور لذت آرہی ہے مگر اسی میں اس کی ہلاکت ہوتی ہے 'وَکَـمْ مِنْ کَارِهٍ اَمْرًا فِیْهِ صَلَاحُهٗ دُنْیَا وَّدِیْنًا' اور کچھ چیزیں مجبوراً کرنی پڑتی ہیں بوجھ معلوم ہوتا ہے اتنے لمبے روزے کیسے رکھیں، استنجا میں انتظار، ایسی جگہ اعتکاف کیسے کریں مگر دین اور دنیا کی صلاح وفلاح اسی میں ہوتی ہے۔

تسلیم ورضا

ہم تو بندے ہیں اس مالک کے 'لَیْـسَ لَنَـا اِلَّا الـرِّضَـا وَالتَّسْلِیْمُ وَ الْاِسْتِکَـانَۃُ وَالْخُشُوْعُ' کہ ہمارے لئے صرف تسلیم ورضا ہی ہے کہ اے خدا! جس حال میں جس طرح بھی مجھے رکھے میری اسی میں خوشی ہے۔ اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سبق سکھایا کہ آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلا کلمہ یہ زبان سے نکلنا چاہئے کہ

'رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا'

کہ اے خدا مجھے تیرا دین بھی بہت پسند، تیرے محبوب تیرے پسندیدہ اور میرے بھی پسندیدہ اور تیری ذات پاک سے مجھے عشق اور محبت ہے۔ ان تین کو چھوڑ کر کہیں آگے میں نظر اٹھا کر نہیں دیکھوں گا۔ ہمیں آنکھ کھلتے ہی اس کے معنیٰ سمجھ کر اقرار کرنا چاہئے زبان سے کہ

'رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا'

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی طرح سے ہمیں ایمان نصیب فرمائے، اپنی ذات خاص کے ساتھ ذاتی تعلق عطا فرمائے۔

عظمائے مذہب حنفی

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم بزرگ ہیں! آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور ان کے علم کا حال میں نے بتایا تھا کہ جس وادی میں بھی انہوں نے قدم رکھا اس کے رئیس بن گئے، اس کے امیر بن گئے، ان میں سب سے نمایاں شیخ الحلقہ بن گئے۔ عربیت والوں کے ساتھ بیٹھے، 'صَـارَ رَأْسـاً فِیْهِمْ'. قراء کے ساتھ بیٹھے، 'صَـارَ رَأْسًـا

فِيهِمُ'. محدثین کے ساتھ بیٹھے، 'صَارَ اِمَامًا لَهُمُ'.

بڑے بڑے اور کتنے پیارے لوگوں کو تیار کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے۔ کیسا دھکا دیا حنفیت کو، کیسے لوگوں کے ذریعہ دلوایا۔ یہ تو ایک پہلو ہے دوسرا پہلو جو سلفیوں کی زبانی کبھی سنتے ہوں گے۔ وہ کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں ان جنتیوں کوا ور کیا کیا تہمتیں، کیا عقیدے کی، کیا علم کی کہ ان کے پاس حدیث نہیں ہے، قیاس ہی قیاس ہے۔

حسن بن زیاد لؤلؤی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ محمد بن سماعہ کا قول ہے کہ میں نے خود ان کانوں سے حسن بن زیاد سے سنا کہ 'كَتَبْتُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ اِثْنَىٰ عَشَرَ اَلْفَ حَدِيْثٍ' کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھیں اور پچاسوں ان کے دوسرے اساتذہ ہیں۔ ایک استاذ کے متعلق جب وہ فرمارہے ہیں کہ میں نے بارہ ہزار احادیث لکھیں، اوروں سے کتنی لکھی ہوں گی!

ان سے بھی جو بارہ ہزار احادیث لکھی ہیں وہ صرف ایک موضوع کی ہیں، احکام کی روایات ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اس کے ساتھ شرط لگائی کہ یہ جو میں نے بتایا کہ 'كَتَبْتُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ اِثْنَىٰ عَشَرَ اَلْفَ حَدِيْثٍ' وہ کون سی احادیث ہیں، اس کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ 'كُلُّهَا يَحْتَاجُ اِلَيْهَا الْفُقَهَاءُ' فقہی احکام میں فقہاء کو جن روایات کی ضرورت پڑتی ہے وہ روایات میں نے بارہ ہزار لکھی ہیں۔

جب ان سے اس ایک باب کی اتنی روایات ہیں، پھر کتاب التوحید کی، کتاب العلم کی، کتاب التفسیر کی، زہد اور رقاق کی، قرب قیامت کی، اشراط الساعۃ کی اور مغازی کے ابواب کی روایات کتنی ہوں گی؟ ایک استاذ کی اسقدر روایات ہیں تو آگے آپ اس حساب سے سوچیں۔ ایسے زبردست شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تیار کئے کہ جن کے ذریعہ ہمارے اس مذہب حنفی کو ایک دھکا دیا گیا۔

اسی کے نتیجے میں ہم اس مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے تلامذہ، اساتذہ کو ہماری

طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ہمارے لئے کتنا کچھ کیا۔ یہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ ہے اتنا عظیم کارنامہ ہے کہ اس کے لیے دفاتر چاہئیں۔

اماتتِ مذہب ابی حنیفہ

یہ سلفیوں کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف کان دھرنے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد فوری طور پر قریبی زمانہ ہی میں ایک مہم چلائی گئی تھی 'اماتتِ مذہب ابی حنیفہ' کہ کوفہ میں ایک مذہب جو تیار کیا گیا ہے اس کو ختم کرو اور طویل عرصہ تک پوری دنیا میں یہ مہم چلائی جاتی رہی۔

لیکن اس کا کوئی اثر ہوا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ خالق اور مالک ہے، علام الغیوب ہے، اسے معلوم ہے کہ کیسے کیسے مبارک ہاتھوں نے کس اخلاص سے اسے تیار کیا ہے، مدون کیا ہے۔ آج تک اللہ کا فضل وکرم ہے کہ آپ اور ہم اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ میرے کمرہ کے ان ساتھیوں کے جانے کے بعد اللہ کی طرف سے مجھے گویا تنبیہ کی گئی، کہ ایک گئے، دوسرا گیا، تیسرا، چوتھا کہ تمہیں اس پر بھی عقل نہیں آتی؟ اس پر بھی تم اپنی غفلت سے جاگتے ہی نہیں؟ ابھی تک دنیا ہی سوار ہے۔ اس لئے میں نے کچھ عرصہ سے اس موضوع پر مزید پڑھنا شروع کیا تاکہ میرے دل کی غفلت کے پردے ہٹیں اور ان جانے والوں کے احوالِ رفیعہ جس طرح سننے میں آرہے ہیں، مجھے بھی اس گھڑی کے لیے کچھ تیاری کر کے تیار رہنا چاہئے۔ اسی ذیل میں پیچھے میں نے آپ حضرات کو ان حضرات کے نام بتائے کہ جنھوں نے اپنی زندگی میں اپنی قبریں کھود لیں۔

قاری ریاض الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جس میں ذکر آیا تھا کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے فون کیا، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے داماد قاری ریاض الحق صاحب کے وصال پر تعزیت کے لیے

فون کیا، مجھے بتایا کہ ابھی چند روز پہلے قاری ریاض صاحب ایک دن فرمانے لگے کہ میرا ایک چیز کو جی چاہتا ہے کہ میں قبر میں لیٹ کر دیکھوں کہ کیسا لگتا ہے۔ قبر میں لیٹنے کی انہیں تمنا ہوئی مگر کھود نہ سکے، لیٹ نہ سکے، اس سے پہلے ہی اللہ نے برزخ میں لے جا کر لٹا دیا سلا دیا۔ وہاں سے سیدھے جنت میں اللہ نے پہنچایا۔ کتنے احوالِ رفیعہ، کتنے اونچے حالات۔

اسی ذیل میں پھر علماء، صلحاء، مشائخ کے علاوہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے تخت نشیں امیر المؤمنین ہارون رشید کا قصہ سنایا کہ وہ اپنی زندگی میں قبر تیار کروا کر کے وہاں پہنچے۔ رو رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں 'مَاأَغْنىٰ عَنِّیْ مَالِیَهْ، هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ'۔

علامہ عُسیلی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں سے ایک ہمارے یورپ کے عُسَیلی ہمیں مل گئے۔ یہ عسیلی کون ہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں فِرَبری، جن کا نسخہ ہمارے یہاں معروف ہے، صحیح بخاری کے مختلف نسخوں میں سے ان کا نسخہ معروف ہے۔ ان کے شاگرد ابو یزید مَروزی، اور ان ابو یزید مروزی کے شاگرد یہ علامہ عسیلی ہیں۔ یہ ہمارے یورپ کے ہیں اور عَسِیلہ یا عُسَیلہ میں ان کی ولادت بتائی جاتی ہے۔ یہ ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم اموی، عُسَیلی ہیں۔ اس کا ضبط ہمارے یہاں عام طور پر عُسَیلہ کیا گیا مگر اس کا دوسرا ضبط وہاں والوں نے عَسِیلہ بھی بتایا ہے۔

یہ عَسِیلہ یا عُسَیلہ مغرب میں ہے یا اسپین میں ہے اندلس میں ہیں۔ بہت بڑے محدث ہیں۔

ان کی شان کتنی بلند و بالا ہوگی کہ جنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد ابو یزید مروزی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری پڑھی۔

اور جن کے متعلق دار قطنی فرماتے ہیں کہ 'سَمِعَ مِنِّیْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ' کہ وہ بھی میرے شاگرد اور میں بھی ان کا شاگرد ہوں۔

انہوں نے مجھ سے احادیث روایت کی ہیں اور میں نے بھی ان سے احادیث لی ہیں۔ وہ ایک شان رکھتے تھے۔

جب آپ جاتے ہیں قرطبہ، زائرین کو گائیڈ لے جاتا ہے زیارت کراتا ہے قریب ہی میں مدینۃ الزہراء ہے، مدینۃ الزہراء جب تعمیر کیا گیا اور جامع مسجد وہاں تعمیر کی گئی، اب اختلاف پیدا ہو گیا کہ ایک ہی شہر میں دوسری جامع کیسے بنائی گئی؟ اس میں دوسری نماز اور دوسرا خطبہ کیسے ہوگا، اس پر ان کی ایک تالیف ہے۔ اسی طرح ان کی ایک بہت شاندار، بہت عمدہ جیسے حضرت سیدی شیخ الحدیث مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی 'اختلاف الائمۃ' بڑی پیاری کتاب ہے، اسی طرح ان کی کتاب ہے 'کِتَابُ الدَّلائِلِ عَلیٰ اُمَّھَاتِ الْمَسَائِلِ' جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذاہب کو بیان کیا گیا ان کے دلائل کو بھی بیان کیا گیا۔

انہوں نے یہاں اندلس میں ابتدائی علم حاصل کیا اور اس کے بعد مشرق کا وہ سفر فرماتے ہیں اور وہاں علم حاصل کرتے ہیں۔ ۳۴۲ھ میں یہ قرطبہ میں پہنچے ہیں جس وقت وہاں اندلس میں علم کی، روحانیت کی حدیث کی ایک بھار ہوا کرتی تھی۔ اور وہاں کے مشائخ سے انہوں نے علم فقہ، علم حدیث، علم لغۃ تمام علوم حاصل کئے۔ وہاں قرطبہ کے مشہور شیخ شیخ لؤلؤی تھے ان سے پڑھا، ابن حزم سے پڑھا، ابان بن عیسی بن دینار سے پڑھا۔

پھر اس کے بعد وہاں سے چلے اور ۳۵۲ھ میں انہوں نے مشرق کا رخ کیا۔ افریقہ کے شیوخ سے علم حاصل کیا اور ۳۵۳ھ میں ابو یزید مَروزی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری انہوں نے سنی۔ اسی سفر میں انہوں نے دارقطنی سے احادیث لیں اور دارقطنی نے ان سے احادیث لیں۔ پھر جب بغداد پہنچے، وہاں دوسری مرتبہ پھر ابو یزید سے صحیح بخاری پڑھی اور اور ایک طویل مدت، سالہا سال انہوں نے وہاں ان علاقوں میں مشرق میں گذارے۔ اس زمانے میں اس کو، اسپین اور اندلس کے مقابلہ میں مشرق کہا جاتا تھا۔ اہل مدینہ کی ایک بڑی جماعت سے انہوں نے روایات حاصل کیں۔

وصال

مجھے ان کا یہ قصہ بیان کرنا تھا کہ یہ جب ۹۲ھ میں آخری وقت قریب آتا ہے جمعہ کا دن ہوتا ہے، ذی الحجہ کا آخری عشرہ شروع ہے، انہوں نے اپنی ایک قبر تیار رکھی تھی، اس کے متعلق خدام سے فرمایا کہ مجھے وہاں لے جاؤ، وہاں لے جا کر مجھے اس میں لٹاؤ۔ چنانچہ آپ کو خدام قبر پر لے گئے۔ وہاں آپ کو لٹایا گیا اور وہاں انہوں نے دعا کی 'اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَدْ وَعَدْتَ بِالْجَزَاءِ عِنْدَ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَلاَ مُصِیْبَۃَ عَلَیَّ اَعْظَمُ مِنْ نَفْسِیْ فَاَحْسِنْ جَزَائِیْ عَنْھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ' اتنا تو بلند آواز سے سب سن سکے۔ ہمارے یہاں تو تین کپڑوں میں تکفین سنت ہے۔ انہوں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر پانچ کپڑوں کی وصیت فرمائی۔ 'اَوْصیٰ اَنْ یُدْفَنَ فِیْ خَمْسَۃِ اَثْوَابٍ وَاَنْ یُدْفَنَ لَیْلاً' وصیت کی کہ مجھے رات کے وقت میں دفن کر دینا، جمعہ کی مبارک رات ہے آنے والی رات۔ اور میرے جنازہ کی اطلاع نہ کی جائے۔

انہوں نے جو یہ دعا پڑھی 'اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَدْ وَعَدْتَ بِالْجَزَاءِ عِنْدَ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَلاَ مُصِیْبَۃَ عَلَیَّ اَعْظَمُ مِنْ نَفْسِیْ فَاَحْسِنْ جَزَائِیْ عَنْھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ' پھر روایت میں ہے کہ ثم خفت۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ معلوم نہیں کر سکے، سن نہیں سکے کہ کیا فرما رہے ہیں، کیا پڑھ رہے ہیں، اسطرح وہ دعائیں پڑھتے رہے اور ان کا آخری وقت ہو گیا۔ جب ہمارا آخری وقت آئے، ہماری زبان پر بھی کلمہ ہو 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۴/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں موسلا دھار برس رہی ہیں، ان رحمتوں کے صدقے وہ ہماری خطاؤں کو بخش دے۔ آئندہ کے لیے گناہوں سے باز رہنے کی ہمیں توفیق دے۔ اس کی رضا کے کاموں میں ہم مشغول رہیں اس کی ناراضگی کے اسباب سے اللہ ہمیں بچائے رکھے۔ جب ہمارا وقت آخری آئے، اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں ایمان اور کلمہ کے ساتھ اٹھائے۔ ہماری زندگی کے تمام لمحات میں سب سے اہم ترین لمحہ ہمارا وہی اس دنیا سے جانے کی گھڑی ہے۔ ساری زندگی خیر کے ساتھ گذری، ایمان وعمل کے ساتھ گذری لیکن آخری گھڑی میں ہم اگر ڈانواں ڈول ہو گئے، تو پھر خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نزع کے وقت ایمان چھن جاتا ہے کہ ایسی سخت ترین وہ گھڑی ہے کہ اس سے ڈرتے ہوئے ایک بزرگ ہیں بڑے حمدون قصار، کہ عام طور پر دیکھا گیا کہ جب خدام، تلامذہ، علماء، نیک لوگ جو میت کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں جب وہ محسوس کرتے ہیں کہ آخری وقت ہے، اب گھر والوں کو موقعہ دو، ان کو آنے دو۔ وہ خود ہٹ جاتے ہیں اور اقرباء کو بلا لیتے ہیں۔

حمدون قصار نے وصیت فرمائی کہ ایسا مت کرنا اور خاص طور پر فرمایا کہ مجھے عورتوں کے درمیان مت چھوڑنا۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

نزع اور سکرات یہ بڑی کٹھن گھڑی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق سب کی الگ الگ داستانیں ہیں۔ کوئی ستائیس اٹھائیس برس پہلے بزرگوں کے وصال کے احوال کتاب لکھی تھی۔ بھائی جان کے وصال سے کچھ پہلے اس میں اضافہ کرکے دوبارہ اسے شائع کیا، اس میں ہر ایک جانے والے کا قصہ دوسرے سے مختلف ہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ پر جب نزع طاری ہوئی، ان کی کیفیت دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ابونصر! آپ زندہ رہنے کو پسند کرتے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی بہت سخت چیز ہے۔ کیسے ہم مالک کے دربار میں ہم پیش ہوں اور حاضر ہوں۔

دنیا کے بادشاہوں کے سامنے، ملوک وسلاطین کے سامنے، حکام کے سامنے جانے سے لوگ ڈرتے ہیں اور یہاں تو ملک الملوک، سب کا خالق اور مالک اس کے دربار میں حاضری اور پیشی ہے۔ جس مالک کے سامنے پیش ہونا ہے ہماری پیدائش سے قبل سے لے کر ہر چیز اس کے سامنے آشکارا ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا۔ ہمارے ایک ایک ذرے کے حال کو وہ جانتا ہے، ہمارے ایک ایک سیکنڈ، ایک ایک لمحہ ایک ایک پلک جھپکنا اسے معلوم ہے اس کے سامنے کیسے پیش ہوں؟

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور ساتھیوں میں سے کوئی جب کسی سفر پر رخصت ہوتا اور حضرت سے پوچھتا کہ حضرت! میرے لائق کوئی خدمت، فرماتے کہ ہاں ایک کام ہے۔ وہ پوچھتے حضرت فرمائیے! فرماتے کہ اگر تمہیں کہیں سے موت مل جائے، میرے لئے خرید لینا۔

لیکن جب خود سفیان ثوری کا آخری وقت آتا ہے، آپ فرمانے لگے کہ ہم اس موت کی آرزو کیا کرتے تھے مگر یہ تو بڑی سخت ترین چیز ہے۔

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آخری وقت میں رو رہے ہیں۔ پوچھا گیا، تو ارشاد فرمایا کہ ایسے آقا کے سامنے حاضری ہو رہی ہے کہ جس آقا کو کبھی دیکھا نہیں۔ ان سب پر، اس عالم کے مسافروں پر، خوف طاری ہے، دہشت ہے، الگ الگ رنگ ہیں جانے والوں کے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن مبارک نے وفات کے وقت آنکھیں کھولیں اور ہنس کے فرمایا ' لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ ' اس دن کیلئے اے عمل کرنے والو! عمل کرلو۔

مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ

مکحول شامی ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ ہر وقت خشیت الٰہی کا ان پر غلبہ رہتا۔ خوف و خشیت کی وجہ سے ہر وقت آنکھیں بہہ رہی ہیں، آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہمیشہ ان پر غم اور حزن ساری عمر غالب دیکھا جاتا تھا۔ وفات کے وقت خدام نے اس کے برعکس دیکھا۔ دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں۔ پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہیں تعجب اسلئے ہوا کہ اس طرح ہنستے ہوئے انہیں ہم نے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ فرمایا کہ میں کیوں نہ ہنسوں کہ جس سے میں ڈرتا تھا اس سے جدائی کا اور جس سے میں امید رکھتا تھا اس کے پاس جلد پہنچنے کا وقت آ گیا ہے۔

کیا گزری؟

اسی لئے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا گذری؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ 'میں جیل خانہ سے چھوٹ گیا'۔ ساری عمر اسے

جیل خانہ سمجھتے رہے کہ کب مولیٰ کے پاس جائیں، کب اس مصیبت کدہ سے خلاصی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام میں اس گھڑی کے لیے، اس موت کے مرحلہ کو طے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہمیں تیاری کرنے کی اس وقت توفیق نصیب فرمائے کہ ہم کچھ رولیں، دھولیں، کچھ عمل کرلیں جو وہاں ہمیں کام آئیں۔

دو ماہ پہلے سے ہم دعائیں کررہے تھے، مانگ رہے تھے 'اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ' رجب بھی گذر گیا، شعبان بھی گذر گیا، اکثر ایام رمضان المبارک کے بھی گذر گئے۔ جو باقی رہ گئے اللہ تعالیٰ ان دنوں کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

'اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان'

حافظ ابن رجب حنبلی نے یہ روایت بیان کی زائدہ بن ابی رقاط زیاد بن نمیری سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ کہ الٰہی رجب اور شعبان میں بھی برکت دے اور رمضان بھی ہمارے لئے مقدر فرما کہ رمضان بھی ہمیں مل جائے۔ اس کے بعد ابن رجب فرماتے ہیں کہ وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ قَالَ 'لَمْ یَصِحَّ فِیْ فَضْلِ رَجَبَ غَیْرُ ھٰذَا الْحَدِیْثِ کہ ابو اسماعیل انصاری فرماتے ہیں کہ صرف یہی ایک حدیث رجب کی فضیلت کے بارے میں صحیح روایت آئی ہے اور صحیح ثابت ہے ورنہ اور کوئی روایت صحیح اس باب میں نہیں آئی۔ اس قول کو بھی ابن رجب نے نقل کر کے اس کی تردید فرمائی 'فَاِنَّ ھٰذَا الْقَوْلَ فِیْہِ نَظَرٌ فَاِنَّ ھٰذَا الْاِسْنَادَ فِیْہِ ضُعْفٌ'.

ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ابن رجب حنبلی بھی ان مشائخ میں سے ہیں جنہوں نے زندگی میں اپنی قبر تیار کروائی، تاکہ ہر وقت استحضار رہے، موت یاد رہے، موت کے لیے تیاری ہو۔ حالانکہ حافظ ابن رجب

کتنے بڑے محدث اور سات سو چھتیس ہجری میں بغداد میں ان کی ولادت ہوئی۔ مگر یہ بھی ساری زندگی نیک کام کرنے، علم اور بالخصوص علم حدیث کی خدمت میں رہنے کے باوجود وہ موت سے ترساں تھے، ڈرتے تھے اور خوفزدہ تھے کہ کیا حال ہوگا جب مالک کے سامنے حاضری کی وہ گھڑی آجائے گی۔

وفات سے چند روز پہلے انہوں نے خادم سے فرمایا۔ ایک جگہ اسے لے گئے اور فرمایا کہ اس جگہ پر میری قبر بنائی جائے۔ جب قبر کھودی گئی، خود قبر میں اترے، وَاضْطَجَعَ فِيْهِ، اس میں لیٹ کر دیکھا، پسند آئی کہ ٹھیک ہے، قاری ریاض الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بھائی جان سے اسی کی تمنا کی تھی کہ میری چاہت ہے کہ میں اپنی قبر میں لیٹ کر دیکھوں۔

یہ ایک ایسا قصہ ہے جو ہر شخص کے ساتھ لگا ہوا ہے کہ امیر وغریب چھوٹا بڑا مالک مملوک ہر ایک کو یہ پیش آنے والا ہے۔ اللہ کرے کہ جب ہمارا آخری وقت آئے، مولیٰ کی رحمت ہمارے شامل حال رہے، ورنہ پھر تباہی ہی تباہی ہے۔ اس لئے کہ ہم نے اپنی تباہی کے معاملہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور دو چار نمازیں پڑھ لیں، دو چار رکعتیں پڑھ لیں اور اسی پر، ہم صرف اتنے پر امید باندھے ہوئے ہیں کہ جس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ 'وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا' کہ مالک کے یہاں تو پتہ نہیں ہمارے ان اعمال کو کیا درجہ ملا ہوگا مگر حدیث ہے، ہماری ہر نماز ایسی، ہر سجدہ ایسا، کہ سر اٹھتے ہی فرشتہ منہ پر مارتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس اطمینان سے ہمیں بے اطمینانی نصیب فرمائے اور ان جانے والوں نے جس طرح تیاری کی اس طرح تیاری کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ابوالحسن علی ابن احمد تجیبی رحمۃ اللہ علیہ

تیاری کے لئے بار بار ان اکابر کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مغرب کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ ہیں ابوالحسن علی ابن احمد تجیبی۔ مغرب کے بہت بڑے علماء میں سے ہیں۔ مغرب کے علماء سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ پھر حجاز آئے اور اس زمانے میں امام حرم شریف ابوعبداللہ

محمد قرطبی تھے ان سے فیضیاب ہوئے۔ اور کس قدر ان سے فیض اٹھانے کا انہیں موقعہ ملا؟
لکھا ہے ان کے حالات میں کہ ہم نے سورہ فاتحہ ان سے پڑھی، سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہم ان کے پاس پڑھتے رہے کہتے ہیں کہ چھ مہینے تک سورہ فاتحہ کی تفسیر وہ بیان فرماتے رہے اور اس میں ہم دیکھ رہے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان پر کس قدر انعامات ہیں کس قدر علم کا دریا ہیں، کیا برکات، کیا حق تعالیٰ کے مواہب لدنیہ، **لاتُحصیٰ، لا عَینٌ رَأَتھا وَلا اُذُنٌ سَمِعَتھا وَلا خَطَرَ علیٰ قَلْبِ بَشَرٍ۔**
اسی لئے انہوں نے کتاب لکھی '**مِفتاحُ بابِ المُقفَّلِ علیٰ فَھمِ القُرآنِ المُنزَّلِ**' بکثرت علمائے کرام سے انہوں نے اس طرح علوم حاصل کئے۔
جب مصر پہنچے ہیں، وہاں علامہ عز الدین عبد السلام سے بھی ان کا مباحثہ ہوا۔ بڑے صاحب کشف وکرامات تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ علم وروحانیت ان کو عطا فرما رکھی تھی۔
ہمارے اکابر میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے احوال ہم سنتے ہیں ان کی طرح کے یہ بزرگ تھے۔ جس طرح حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ پر تہمتیں لگائی گئیں، انہیں پریشان کیا گیا، اسی طرح ان کے ساتھ بھی واقعات پیش آتے رہے۔
ایک شخص براہ راست ان کے پاس پہنچ گیا۔ چھرا ہاتھ میں ہے۔ یہ اطمینان سے اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے؟ وہ بھی کہتا ہے کہ میں تمہیں قتل کرنے آیا ہوں۔ اس کے باوجود نہ ڈرنا، نہ چیخ وپکار، نہ کوئی مدد کے لیے دہائی دے رہے ہیں۔ اطمینان سے اسے فرمارہے ہیں کہ آرام سے آپ تشریف رکھئے۔ پھر اس سے سوال جواب ہوتا ہے۔ پوچھتے ہیں کہ مجھے تم کیوں قتل کروگے؟ وہ کہتا ہے کہ مجھے کہا گیا ہے کہ 'انک کافر'۔ آپ نے اس اتہام کا جواب دیا، اس تہمت کا جواب دیا۔
آپ نے فرمایا کہ جس نے آپ سے یہ کہا ہے کہ میں کافر ہوں اگر وہ جھوٹا ہے، تب تو تمہارے لئے میرا قتل جائز نہیں۔ اور اگر اس نے سچ کہا کہ میں کافر ہوں، اب میں تمہارے

سامنے پڑھتا ہوں 'اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اس ایک کلمہ کے سننے کا اس شخص پر قاتل پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں اس نے پیر پکڑ لئے حضرت کے کہ مجھے بیعت فرمالیجئے۔ فَجَدَّدَ الرَّجُلُ اِيْمَانًا بَيْنَ يَدَيِ الشَّيْخِ اب وہ ان کے کہلوانے پر پڑھتا ہے 'اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِنْکَ۔

حضرت شیخ قدس سرہ

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کو جب کسی کے متعلق پتہ چلتا کہ یہ سید ہیں، حضرت کا معاملہ یکسر بدل جاتا۔ ہزاروں آدمی آتے تھے، ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معاملہ۔

سعودی عرب کے حضرت سید محمد علوی مالکی تشریف لائے، ان کے لیے دسترخوان پر کتنی چیزیں سنوائی، پینسٹھ اقسام کے کھانے تیار کروائے۔ یہ ان کا اکرام تھا۔ اس میں ان کی ملکیت کو بھی دخل تھا، لیکن سب سے زیادہ ان کے شریف خاندان سے سادات میں سے ہونے کو دخل تھا۔

اسی طرح ان کے یہاں بھی بھی جب اہل بیت میں سے کوئی آتا، يَقُوْمُ لَهٗ مِنْ مَجْلِسِهٖ وَيَتَمَثَّلُ بالکل سیدھے جس طرح کسی بادشاہ کے سامنے اس کے باڈی گارڈ کھڑے ہوئے ہوں، خدام کھڑے ہوئے ہوں۔ ان کے زہد کا حال، ان کی کرامتوں کا حال پڑھنے کے قابل ہے۔ بے شمار ان کی کرامتیں، جس طرح آپ کے سامنے میں نے اس قاتل، قتل کے لیے آنے والے کی کرامت بیان کی، بے شمار کرامتیں ہیں۔ مستقل کئی صفحات میں ان کی کرامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابوالحسن علی ابن احمد تجیبی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ایک طویل عرصہ پہلے اپنی موت کی خبر دے

دی اور سب کو فرما رہے تھے کہ جب بارہ شعبان ہوگی، اسوقت ایک سفر ہمیں درپیش ہے۔ جب شعبان کا مہینہ شروع ہوگیا تو لوگ دیکھ رہے کہ کہیں کی تیاری نہیں ہے۔ تعجب ہوا لیکن پوچھنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ شیخ کو اسہال شروع ہوگئے، دست ہورہے ہیں، کمزور ہوگئے۔ پھر بھی معمولات اسی طرح جاری رہے۔

جب بارہ شعبان کی رات ہوئی، فرمایا کہ شمعیں جلاؤ، میرے پاس بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت شروع کرو۔ زمزم کا پانی لاؤ، پلاؤ۔ پھر کفن منگوایا سنت کفن دیکھ کر اسے پسند فرمایا۔ پھر فرمایا کہ یہاں پر میرے لئے قبر تیار کرو۔ قبر تیار کر کے اطلاع دی گئی، فرمایا کہ اچھا اب جب عصر کی اذان ہورہی ہوگی اس وقت میں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں قدم رکھوں گا۔ **اِذَا اُذِّنَ الْعَصْرُ،** جب عصر کی اذان ہوگی میری موت کا وقت ہے۔ جب یوں وقت کی تحدید کے ساتھ خبر دے دی، تو بیوی رونے لگی۔ **کَیْفَ اَصْنَعُ ؟ مَابِیَ الصَّبْرُ** جواب میں فرمایا کہ اللہ تجھے صبر دے دے گا۔

عصر کا وقت آیا، جس طرح ہمارے بھائی جان نور اللہ مرقدہ آدھی رات سے پوچھ رہے تھے کہ فجر کا وقت ہوگیا؟ فجر کا وقت ہوگیا؟ کتنے منٹ باقی، کتنا ٹائم باقی؟ اور فجر پڑھی، آدھی پیالی چائے پی اور فرمایا کہ استنجا جانا ہے۔ خود تشریف لے گئے، خود فارغ ہوکر باہر نکلے، وہیل چیئر منگوائی کہ باہر سب منتظر ہیں، سب کو تعجب کہ باہر کوئی نہیں سناٹا ہے کون منتظر ہے۔ دروازہ پر جب وہیل چیئر پہنچی، آسمان کی طرف گردن اٹھائی اور آسمان اور زمین کے خالق اور مالک کو سلام کر کے السلام علیکم۔

کہتے ہیں کہ جب آپ گھر کا دروازہ چابی سے گھر کھول کر جائیں جہاں کوئی نہ ہو، روایت ایک یہ بھی ہے کہ وہاں کیا کہا جائے **'اَلسَّلَامُ عَلیٰ اللّٰہِ'، 'اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ'** اسی طرح خالق اور مالک کو سلام فرما رہے ہیں السلام علی اللہ۔ چنانچہ جس طرح آپ نے خبر دی تھی کہ اذان کے وقت میری موت ہے۔ پھر پوچھتے رہے بار بار کہ عصر کا وقت ہوگیا؟ عصر کا وقت ہوگیا؟ جب عصر کی اذان شروع ہوئی تو سب بول پڑے **'ھٰذَا الْمُؤَذِّنُ یُؤَذِّنُ**

بِالْعَصْرِ' اور جواب بھی دیتے رہے 'حَیَّ عَلیٰ الْفَلاَحِ، حَیَّ عَلیٰ الْفَلاَحِ'. 'اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلـلّٰہُ اَکْبَرُ' جیسے ہی ادھر مؤذن کہہ رہا ہے 'لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'، یہ بھی اس کے ساتھ دہرا رہے ہیں 'لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ' اور اسی کے ساتھ ہی مولیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی پیاری موت ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ. فَاعْتَکَفَ عَامًا حَتّٰی اِذَا کَانَ لَیْلَۃَ اِحْدیٰ وَعِشْرِیْنَ وَھِیَ اللَّیْلَۃُ الَّتِیْ یَخْرُجُ فِیْ صَبِیْحَتِھَا مِنْ اِعْتِکَافِہٖ. قَالَ مَنْ کَانَ اِعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ وَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا وَقَدْ رَأَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَطِیْنٍ مِنْ صَبِیْحَتِھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْھَا فِی کُلِّ وَتْرٍ. صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے مہینہ کا اعتکاف بھی مروی ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ **اِنَّہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ، ثُمَّ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، **ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ اُوْتِیْتُ** پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک آنے والا آتا ہے اور

مجھ سے کہتا ہے کہ 'اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ' کہ وہ لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ'۔ فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ' کہ اب تیسرے عشرہ میں جنہیں معتکف رہنا ہو وہ میرے ساتھ معتکف رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔ یہ اعتکاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں مختلف عشروں کا فرمایا کرتے تھے مگر آخری سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیری عشرہ کے اعتکاف کا ہوگیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کے متعلق حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ کی طرف سے یہ فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر اخیر عشرہ کی راتوں میں ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ. فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے۔ آخری دس سالوں میں اخیری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔ جس سال وصال ہوا اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کے مقاصد

وَاِنَّمَا كَانَ يَعْتَكِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شراح اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف مختلف مقاصد کے لیے ہوتا تھا۔ اہم مقصد طلب لیلۃ القدر کہ لیلۃ القدر مل جائے۔ پھر فرماتے ہیں کہ 'قَطْعًا لِاَشْغَالِهٖ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے امور وابستہ ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم فرمانا چاہتے تھے۔ کہ اعتکاف سے باہر ازواج مطہرات کی نوبت پر ان کے گھروں میں تشریف لے جانا، آنے والے وفود سے ملنا، مختلف مشاغل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ان کو کم فرمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمالیتے تھے۔

اور 'وَتَفْرِيْغًا لِبَالِه' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب اطہر کو فارغ رکھنا چاہتے تھے۔ کیوں؟ وَتَخَلِّيًا لِمُنَاجَاةِ رَبِّهِ وَذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ، تا کہ صرف مالک اور اس کا بندہ، عبد اور اس کا اللہ، رب ذوالجلال اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں کوئی تیسرا کام، تیسری بات، تیسرا کوئی شخص حائل نہ ہو۔ اپنے رب سے مناجات رہے، اس کا ذکر اور اس سے دعا رہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشغول رہنا چاہتے تھے۔ علامت کے طور پر لوگوں کو معلوم ہو، کسی کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرج نہ پہنچے اس کے لیے يَحْتَجِرُ حَصِيْرًا، ایک چٹائی کی دیوار بنادی جاتی، ایک چٹائی کھڑی کردی جاتی اور اسی کا حجرہ بنا دیا جاتا تا کہ يَتَخَلّٰى فِيْهَا عَنِ النَّاسِ. لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت چاہتے تھے فَلاَ يُخَالِطُهُمْ وَلاَ يَشْتَغِلُ بِهِمْ. ان سے اختلاط نہ ہو ان کے ساتھ مشغولی نہ ہو۔

اعتکاف کے آداب

اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو معتکف نے اپنا وقت فارغ کیا ہے وہ صرف اپنے مولیٰ کے لیے ہے۔ اسی لئے ذَهَبَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ اِلٰى اَنَّ الْمُعْتَكِفَ لاَيَسْتَحِبُّ لَهُ مُخَالَطَةُ النَّاسِ کہ جو معتکف ہو تو اسے لوگوں سے اختلاط، ملنا جلنا یہ اچھا نہیں ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ 'حَتّٰى وَلاَ لِتَعْلِيْمِ عِلْمٍ وَاِقْرَاءِ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد جو یہ فرمارہے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ بالکل ہر کام سے فارغ ہو جاؤ۔ نہ علمی اشتغال ہو، نہ قرآن کی تعلیم اس اعتکاف کے دوران ہو رہی ہو، اسی لئے فرمایا 'وَلاَ لِتَعْلِيْمِ عِلْمٍ وَاِقْرَاءِ قُرْآنٍ، بَلِ الْاَفْضَلُ لَهُ الْاِنْفِرَادُ بِنَفْسِهٖ وَالتَّخَلِّى بِمُنَاجَاةِ رَبِّهٖ وَذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ' کہ یہی صحیح اعتکاف ہے، صحیح شرعی خلوت ہے۔

عشرۂ اخیرہ

یہ پورے رمضان المبارک کا بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اعتکاف تو رمضان المبارک کے علاوہ اور ایام میں جب چاہیں مساجد میں اعتکاف کیا جاسکتا ہے لیکن یہ رمضان المبارک

میں خاص طور پر 'خُصُوصًا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ'، پورے مہینہ کا بھی کیا جاسکتا ہے اور 'خُصُوصًا فِيْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ' سنت مؤکدہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے، كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

اخیری عشرہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا یا پورے مہینہ میں سے کسی ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا یا درمیانی عشرہ اور تیسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سابق معمول تھا لیکن جو آخری سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ رہی وہ اخیری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ 'خُصُوصًا فِيْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ'.

اب معتکف نے اپنے آپ کو اپنے ارادے سے، اپنی خوشی سے ایک طرح سے گویا روک رکھا ہے، اپنے آپ کو مقید کر رکھا ہے کہ میں بس ایک ہی کام کروں گا۔ وہ یہ کہ مولیٰ سے میری لو لگی رہے۔ اور یہ صرف جسمانی طور پر اعضاء اور جوارح سے نہ ہو بلکہ بِقَلْبِهٖ وَقَالِبِهٖ. کہ قلب بھی اور قالب بھی، دل بھی اور اس کے ساتھ سارا جسم بھی اسی کی طرف مشغول ہو۔ اور ان کاموں میں مشغول رہے جو مولیٰ سے قریب کرنے والے ہوں، ذکر ہو، تلاوت ہو۔

اگر اس کا کوئی ھَم اور غم ہے، کوئی کام ہے، تو صرف یہ کہ مولیٰ، مولیٰ، اللہ، اللہ۔ اس کے سوا کسی کا خیال نہ رہے، کسی سے واسطہ نہ رہے، بس ایک ہی رٹ ہو، ہر وقت مولیٰ کی کہ وہ کسی طرح مل جائے۔

جیسا کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ فرماتے ہیں 'هَمُّكَ عَطَّلَ عَلَيَّ الْهُمُوْمَ' بہت قریب سے مناجات کرنا سیکھیں۔ ان اکابر نے یہ انواع و اقسام کے جو طریقہ ایجاد فرمائے کہ تم تلاوت کرو، ذکر کرو، تسبیحات پڑھو، استغفار کرو، درود شریف پڑھو، پاس انفاس کرو، سانس سے ذکر کرو، دل سے ذکر کرو۔ دل کے علاوہ اور جو مختلف جگہیں ہیں جہاں انوارات چمکتے ہیں ان کے ذریعہ ذکر کرو۔ پھر جسم کے ہر بن مو سے، ہر بال کی جڑ سے اللہ اللہ نکل رہا ہو۔ سلطان الاذکار کرو۔

بس اسی کی یاد میں ہر وقت تم مشغول رہو تبھی جا کر لذت ملے گی۔

حضرت داؤد طائی فرماتے ہیں کہ 'هَمُّکَ عَطَّلَ عَلَيَّ الْهُمُوْمَ' تیری یاد نے، تیرے غم نے سارے غموں کو میرے سامنے بیکار کر کے رکھ دیا، غم ہے، ایک ہی غم۔ تیرا ہی غم۔ 'وَشَوْقِیْ اِلیٰ النَّظْرِ اِلَیْکَ اَوْبَقَ مِنِّیْ اللَّذَّاتِ' کہ بس تیری طرف جو میری ٹکٹکی لگی ہوئی ہے، اس نے دوسری تمام لذتوں کو مار بھگایا اور یہی تیری زیارت کا شوق مجھ پر ایسا غالب ہوا کہ 'حَالَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الشَّهَوَاتِ' کاش کہ اس کا کوئی ذرہ ہمیں ملے اور ہماری یہ دنیا طلبی اور اشغال دنیا اس سے ہم نجات پائیں اور اس مولیٰ سے مناجات کا ہم لطف اٹھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ کی یاد کے لیے پورے پورے ماہ کا بھی اعتکاف فرمایا۔ 'اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ، ثُمَّ اِعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ اُوْتِیْتُ' کہ وہ میرے پاس آنے والا آیا۔ اس نے کہا کہ وہ لیلۃ القدر آخری راتوں میں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیسرے عشرہ کا اعتکاف خود بھی فرمایا اور صحابہ کرام سے بھی فرمایا کہ تم میں سے جو اعتکاف کرنا چاہے، وہ اعتکاف کر سکتے ہیں۔ اسی مناجات کے لیے اور مولیٰ سے قریب ہونے کے لیے کہ بس مولیٰ ہو اور ہم ہوں۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے داؤد طائی، ان کی کنیت بھی ہے ابوسلیمان داؤد طائی۔ اسی طرح ابوسلیمان ایک اور ہیں ابوسلیمان دارانی۔ وہ مزہ میں آکر فرماتے ہیں 'اَهْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِهِمْ اَلَذُّ مِن اَهْلِ اللَّهْوِ فِیْ لَهْوِهِمْ' کہ یہ کھیل تماشوں میں جن کا دل لگتا ہے، جنہیں مزہ آتا ہے، لذت آتی ہے انہیں کیا اس میں ملتا ہوگا، مزہ، یہ اڑاتے ہیں اھل اللیل۔

اپنے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس میں اتنا مزہ آتا ہے کہ 'وَلَوْ لاَ اللَّیْلُ مَا اَحْبَبْتُ الْبَقَاءَ فِیْ الدُّنْیَا' کہ اللہ نے رات پیدا کی اور مجھے پیدا کیا جبھی مجھے دنیا میں لذت آرہی

ہے اور اس دنیا سے میں فائدہ اٹھا رہا ہوں اس سے مزے لے رہا ہوں۔ اگر یہ رات نہ ہوتی، مجھے جینا ہی نہیں تھا۔ اس دنیا میں رہ کر میں کیا کرتا۔ ’وَلَوْ لاَ اللَّيْلُ مَا اَحْبَبْتُ الْبَقَاءَ فِيْ الدُّنْيَا‘. رات نہ ہوتی، مجھے دنیا میں رہنا پسند نہیں تھا۔

کہتے ہیں کہ جو رات کا درمیانی حصہ ہے وہ محبین کے لیے ہے، حق تعالیٰ شانہ سے محبت لڑانے والوں کے لیے ہے تاکہ خلوت میں اپنے محبوب سے مناجات کرسکیں۔

اور جو رات کا آخری پہر ہے سحر کا وقت، سحر کے قریب، روزہ شروع کرنے سے پہلے کا وقت، وہ گنہگاروں کے لیے ہے کہ اپنے گناہوں سے استغفار کریں۔

اور جو نصف شب کا وقت ہے وہ خواص کی خلوت کے لیے ہے کہ اس وقت میں کوئی کوئی جاگا ہوتا ہے۔ جو رات جاگتے ہیں وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے آدھی رات میں تھک کر ستانے لگتے ہیں۔

یہ مبارک راتیں، ان کے وصول کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ان کو ہم وصول کرکے اپنے مولیٰ کو منالیں۔ ہم نے اپنے آقا کو ناراض کررکھا ہے۔

کسی جلسہ میں عرض کیا تھا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے، شب برأت آتی ہے، اس میں ٹیکسٹ ایک دوسرے کی طرف چلاتے ہیں کہ معافی چاہتا ہوں، معاف کردیجئے۔ اُدھر بھی ٹیکسٹ جانا چاہیئے، اُوپر بھی، مولیٰ کی طرف۔

مبارک گھڑیاں

ہر وہ گھڑی جس میں دل نرم ہو، ندامت کے آنسو دل ٹپکا رہا ہو، وہ گھڑی اس کے لیے لیلۃ القدر کا درجہ رکھتی ہے، اسی وقت مولیٰ سے جو مانگنا ہو مانگ لے اسے مل جائے گا۔ یہ مبارک راتوں میں حق تعالیٰ شانہ مانگنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہم مولیٰ کو راضی کرلیں ورنہ بہت بڑا خطرہ ہے کہ خدانخواستہ اگر اسی طرح یہ رمضان المبارک گذر گیا، ہمارا کیا حال ہوگا۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے مستحق ٹھہرے، ہمارے لئے کون سا در ہے،

کون سی شفاعت کا در ہے کہ جہاں سے ہم اپنے گناہوں کو بخشوائیں گے۔

ہر وقت تیار رہنا چاہئے، جس طرح تیاری کرنے والے اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر ہر وقت روتے رہتے ہیں اس طرح ہر وقت ہمیں آنسو بہاتے رہنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور یہ ہمارے لئے رمضان المبارک کی گھڑیاں ان میں اس مرحلہ کو آسان فرمادے جس کے لیے یہ سارے کے سارے ہر وقت روتے رہتے ہیں۔ ان کی آخری گھڑیوں میں ان کا تڑپنا، ڈرنا، ان کے واقعات، ان کے کلمات بار بار آپ حضرات کے سامنے پیش کئے۔

یہ زندگی فانی ہے، جس پر سب کچھ ہم اپنا خرچ کئے بیٹھے ہیں۔ یہ ہر چیز فانی ہے۔ اصل زندگی وہی آخرت کی زندگی ہے اور وہ زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ اس کے لیے مختلف واقعات سنائے، قبریں جنہوں نے اپنے لئے تیار کیں، ان کے واقعات سنائے۔ اور سب سے زیادہ مؤثر واقعات سنانے والے ابن جوزی ہیں۔ ان کی کتابیں آپ پڑھیں، کیا ان کا طرز بیان، کیا ان کی فصاحت و بلاغت، کیا ان کی نظم ونثر پر قدرت کہ جو زبان دان ہو اس کا دل ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔

شیخ عبدالمغیث الحربی رحمۃ اللہ علیہ

ابن جوزی کے تذکرہ سے مجھے ان کے ایک معاصر یاد آئے، شیخ عبدالمغیث، بہت بڑے محدث، بہت بڑے زاہد، تصوف کے اونچے مشائخ میں ان کا شمار ہے، پھر بھی ابن جوزی کی اس عظمت شان کے باوجود شیخ عبدالمغیث کے ساتھ کوئی نہ کوئی چپقلش رہا کرتی تھی۔

ایک دفعہ مسئلہ چلا جس طرح ہمارے یہاں چند سال پہلے چلا تھا یزید کے بارے میں۔ مضامین لکھے جاتے تھے، کتابیں لکھی جاتی تھیں پاکستان میں خاص طور پر۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ اس میں سب سے معتدل ہے۔ یہی فتویٰ ان دونوں کے مابین چلا، شیخ عبد المغیث الحربی ایک طرف اور علامہ ابن الجوزی ایک طرف۔ اور طویل عرصہ تک یہ مسئلہ چلتا

رہا۔ یہ مسئلہ دور تک پہنچ گیا۔ مسئلہ چلتے چلتے خلیفہ بغداد تک جا پہنچا۔

ایک دفعہ خود یہ شیخ عبدالمغیث امام احمد کی قبر کے پاس فاتحہ کے لیے کھڑے ہیں اتنے میں خلیفہ ناصر وہاں پہنچ گئے۔ کسی نے اشارہ بھی کر دیا ہوگا اور یہ باتیں پہنچانے والے عجیب وغریب انداز سے باتیں پہنچاتے ہیں۔ انہیں جو بات پہنچائی تھی، فوراً خلیفہ نے ان سے سوال کیا 'اَنْتَ عَبْدُ الْمُغِیْثِ الَّذِیْ صَنَّفَ مَنَاقِبَ یَزِیْدَ؟' کہ تم نے یزید کے مناقب لکھے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ 'مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ اَقُوْلَ اَنَّ لَہُ مَنَاقِبَ' کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں یوں کہوں کہ اس لئے مناقب ہیں۔ لیکن میرا مذہب یہ ہے کہ خلیفہ اگر فاسق ہو جائے، وہ واجب الخلعۃ نہیں ہوتا کہ اسے کرسی سے اتار دیا جائے ایسا نہیں ہوسکتا۔ جواب سن کر خلیفہ نے کہا 'اَحْسَنْتَ یَا حَنْبَلِیُ' طویل عرصہ یہ مسئلہ بھی چلتا رہا۔

پھر اسی طرح کا ایک اور مسئلہ خاص یہ قبر کے بارے میں بھی چلا۔ اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں ایک طرف علامہ ابن الجوزی اور ایک طرف یہ شیخ عبدالمغیث الحربی۔ شیخ عبدالمغیث نے اپنے لئے قبر کی ایک جگہ پسند کی اور وہاں قبر بنائی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب وہ جگہ تھی۔ اب علامہ ابن جوزی کی طرف سے اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگئی۔

یہ فی سبیل اللہ کی جگہ ہے اس کی تحجیر، اسپر قبضہ کرنا، اور اس میں پہلے سے قبر کھود کر قبضہ میں لے لینا جائز نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہاں کے ہر ذرے میں صدیوں سے لوگ دفن ہوتے چلے آئے ان کے اجسام کے ذرات اس میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں اس کی ہڈی کو توڑا جائے۔

شیخ عبدالمغیث نے کہا بھی کہ میں نے تو کھودا اس میں کسی کی ہڈی مجھے تو ملی نہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ زمین ہر چیز کو کھا جاتی ہے، اس کے ذرات میں وہ ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔ پھر انہوں نے ایک وجہ اور بیان کی کہ تم نے ایسی جگہ قبر بنائی کہ تمہارے پیر حضرت امام احمد کی طرف ہوتے ہیں یہ سوئے ادب ہے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ

اس پر مجھے یاد آیا کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ سے پہلے کئی ایک بزرگوں کے انتقال کے وقت جہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کی قبر بنی ہے، اس جگہ قبر کے لیے جگہ ناپی گئی، بار بار لوگوں نے جا کر دیکھا کہ یہاں قبر کی کوئی جگہ ہے یا نہیں ہے۔ بالاتفاق مدتوں سالہا سال سب لوگ دیکھتے رہے کہ اب یہاں قبر کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ جب حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے وصال پر لوگوں نے دیکھا، کہتے ہیں کہ اوہو! بہت ساری جگہ ہے۔

چنانچہ جمعیت کے ناظم اعلیٰ حضرت سید محمد میاں صاحب نوراللہ مرقدہ، حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کو جب قبر میں اتار رہے تھے، چونکہ ان کو پہلے سے معلوم تھا کہ یہاں تو جگہ تھی نہیں، یہ جگہ کیسے نکلی اور اتنی جگہ کہ، بڑی وسیع جگہ قبر کے لیے مل گئی، کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ استاذ نے شاگرد کو اپنے دامن میں لے لیا۔ چنانچہ قبر جب کھودی گئی، تھوڑی سی قبر جب کھلی، دیکھا گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا کفن نظر آ رہا ہے۔ اتنی مدتوں کے بعد کفن بھی موجود ہے۔ **فَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ۔**

شیخ عبدالمغیث

اسی طرح یہی اشکال انہوں نے بھی کیا کہ اتنی قریب تم نے قبر کھودی ہے، یہ سوئے ادب ہے۔ آپس میں ان کی چپقلش چلتی رہتی تھی۔ لیکن پھر حق تعالیٰ شانہ کا ان پر فضل ہوا، ان کی تڑپ اور دعائیں، ان کی طلب اور تڑپ حق تعالیٰ شانہ سے کہ پھر اسی جگہ جہاں قبر انہوں نے کھودی تھی شیخ عبدالمغیث رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن ہوئے۔

ان کے وصال کے بعد شیخ یعقوب حربی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالمغیث کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ **'مَافَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟'** کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

اَلْعِلْمُ یُحْیِیْ اُنَاسًا فِیْ قُبُوْرِهِمْ وَالْجَهْلُ یُلْحِقُ اَحْیَاءً ا بِاَمْوَاتٍ

کہ علم قبر میں بھی پھر زندہ کرتا ہے۔ علماء کے متعلق بھی شہداء کی طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے اجساد بھی محفوظ رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ موت کا مرحلہ ہمارے لئے آسان فرمائے، قبر کا مرحلہ آسان فرمائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہوں اس حال میں ہمیں دنیا سے اٹھائے۔ حق جل مجدہ اس رمضان کو ہمارے لئے بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

مبارک ایام ہیں، ان ایام میں، دنوں میں ان راتوں میں، ان ساعتوں میں خوب مانگیں۔ مولیٰ سے سب کچھ مانگنا چاہیے، سب سے عظیم تر دعا 'اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر میں مانگنے کے لیے یہ دعا ہمیں تعلیم فرمائی۔ 'اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ' پھر جو جو حاجات ہیں ساری مانگنی چاہئیں، صحت مانگنی چاہیے، عافیت مانگنی چاہیے، اس کی عبادت کی ہمت اور توفیق مانگنی چاہیے۔ امت مسلمہ بدحال ہے، اس کے لیے نجات مانگنا چاہیے، لیکن جیسا کہ پیچھے بھی عرض کیا ہوگا کہ جو معتکف ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ چیزیں مانگنا نہیں ہوتا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں

اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو رمضان المبارک میں اعتکاف فرماتے تھے جو غارِ حرا میں معتکف رہتے تھے، محدثین اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ یہ اعتکاف کیوں ہوتا تھا، اس کا مقصد کیا ہوتا تھا۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ 'قَطْعًا لِاَشْغَالِہٖ' کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو مشغول کرنے والی اپنی طرف متوجہ کرنے والی کوئی چیز باقی نہ رہے۔ اس لئے سب سے فارغ ہو کر مسجد تشریف لے گئے، کونا پکڑ لیا۔ چٹائی کھڑی کر کے اس کی دیوار

بنادی کہ کوئی آنے نہ پائے۔

مکہ مکرمہ میں جبل نور کے غارِ حراء میں تشریف لے جاتے، وہاں رمضان المبارک گذارتے، تاکہ دل کو مشغول کرنے والی کوئی چیز نہ رہے۔ کتنے دور تشریف لے جاتے، اس زمانے میں مکہ کے باہر جبل نور تھا، اب تو آبادی وہاں تک پہنچ گئی۔ اس زمانے میں جنگل بیابان تھا، کسی کا ادھر کو گذر نہیں، تاکہ دل مشغول نہ ہو، مولیٰ کی یاد میں لگے رہیں۔ **وَتَفْرِيغًا لِبَالِهِ،** اپنے دل کی توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر صرف ایک کے لیے مختص کردی جائے، صرف مولیٰ کے لیے۔ اسی لئے آگے فرمایا **'وَالتَّخَلِّي بِمُنَاجَاةِ رَبِّهِ وَذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ'**.

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ **"اَنَّ الْمُعْتَكِفَ لَايَسْتَحِبُّ لَهُ مُخَالَطَةُ النَّاسِ'** کہ معتکف کا لوگوں سے میل ملاپ نہیں ہوتا، نہ بات چیت، نہ سلام نہ کلام، بس اپنے کام سے کام۔

اور یہ بحث پڑھی ہوگی آپ نے کہ عابد، عبادت گذار یہ بڑا یا عالم بڑا؟ کس کا مرتبہ اونچا ہے، کون افضل؟ وہاں پھر اہل علم غالب آجاتے ہیں کہ عابد کے مقابلہ میں عالم بڑا۔ اس کے دلائل دیتے ہیں۔ مگر اعلم العلماء، امام الائمہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً تو اس بحث میں کیا فرماتے ہوں گے مجھ جاہل کو نہیں معلوم۔

لیکن معتکف کے باب میں ان کا فتویٰ کیا ہے وہ سنئے۔

وہ فرماتے ہیں کہ **'لَايَسْتَحِبُّ لَهُ مُخَالَطَةُ النَّاسِ حَتّٰى وَلَا لِتَعْلِيمِ عِلْمٍ'** کہتے ہیں جب اعتکاف میں ہو، تدریس، تعلیم، علم میں مشغولی، یہ بھی چھوڑ دو۔ اس سے بھی کوئی تعلق اور سروکار نہ رہے۔ اور اس سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر آپ نے فرمایا کہ **'وَاِقْرَاءِ قُرْآنٍ'** کہ اگر کسی بچے کو قرآن پڑھا رہے ہو، اس کا سبق سن رہے ہو، وہ بھی بند۔ **'بَلِ الْاَفْضَلُ لَهُ الْاِنْفِرَادُ بِنَفْسِهِ وَالتَّخَلِّي بِمُنَاجَاةِ رَبِّهِ وَذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ'** کہ بس الٰہی میں تیرے در پر

پڑ گیا ہوں اب تو ہے اور میں ہوں۔ میرا معبود ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ کسی تیسرے کی شرکت مجھے یہاں اور اس کا شور وشغب اور اس کا اختلاط، اس کی دخل اندازی مجھے گوارا نہیں۔

کاش کہ اس نکتہ کو ہم سمجھیں اور یہ چند ساعتیں جو ہم نے مختص کر رکھی ہیں مولیٰ کے لیے، اور اعتکاف کے لیے، اعتکاف کا مقصد سمجھیں کہ اعتکاف کا مقصد مولیٰ ہی کو مولیٰ سے مانگنا ہے۔ اسی کو اسی سے مانگیں۔ وہ مل جائے، سب کچھ ملے گا، جنت بھی ملے گی، جہنم سے خلاصی بھی ملے گی، عافیت بھی ملے گی، بلائیں بھی جائیں گی، بیماریاں بھی جائیں گی، دشمن بھی منہ کالا کریں گے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ

اسی لئے شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے انتقال کا وقت ہے۔ گھر والوں نے سمجھا کہ وہ ویسے ہی بیمار ہیں۔ دور سے اہلیہ محترمہ آواز دے رہی ہیں کہ 'میاں! یہ رقیہ رو رہی ہے اسے منالو!' ادھر سے جواب دیتے ہیں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ 'کون سی رقیہ، کس کی رقیہ، کہاں کی رقیہ، میں نے تو اپنے روٹھے کو منالیا'۔ واہ واہ کتنے پیارے کلمے سے جان دی۔ میں نے تو اپنے روٹھے کو منالیا۔

ہم نے کتنا ناراض کیا ہے اس مولیٰ کو کہ لاکھوں مرتبہ زندگی میں یہ واقعات پیش آئے ہوں گے کہ ایک طرف درس میں استاذ پڑھ رہا ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے رہا ہے، قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہمارے کانوں میں پہنچتا ہے مگر ہم اپنے کن دھندوں میں پڑے ہوئے تھے۔ خطیب کہتا ہے، واعظ کہتا ہے، تعلیم میں ہم سنتے ہیں مگر ہونٹ ہلاتے ہوئے ہونٹوں پر فالج پڑ جاتا ہے۔ 'صلی اللہ علیہ وسلم' ہم نہیں کہہ سکتے۔

حالانکہ اس کی کتنی بڑی وعید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے دور ہو وہ کہ جس نے میرا نام نامی سنا اور 'صلی اللہ علیہ وسلم' وہ نہ کہہ سکا۔ رمضان

المبارک اس نے پایا اور اپنی مغفرت اپنے مولیٰ سے نہ کروا سکا۔

میں تو اپنے متعلق سمجھتا ہوں کہ دونوں جرم میں نے کئے ہیں۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ رمضان بھی ضائع کئے۔ عمر بھر کے سارے رمضان، حرمین کے بھی ضائع کئے، سہارنپور کے بھی ضائع کئے، یہاں کے بھی ضائع کئے۔ مولیٰ سے ہم نہیں منوا سکے کہ ہمیں معافی مل گئی۔ جس طرح معافی ملتی تھی کہ 'اَبُوْ بَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ، عُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ، عُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ، عَلِیّ فِی الْجَنَّۃِ'. لَا اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ. ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہوگا ہمارے ساتھ۔

اور اتنے بڑے جرائم کے بعد ہم مطمئن ہیں۔ اتنے بڑے ہم مجرم، اور اتنے بڑے جرموں اور جرائم کے پہاڑ کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں۔ اسلئے بس اس ایک در کو پکڑ لو، اسی کو منالو۔ 'میں نے اپنے روٹھے کو منالیا'۔ 'کیسی رقیہ، کہاں کی رقیہ'۔ اس روٹھے کو کاش کہ ہم منالیں اور وہ مان لے کہ تم اب میرے ہو۔

اسی لئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے معتکف! سمجھ کہ تیرے اس اعتکاف کا مقصد کیا ہے؟ علم کو بھی چھوڑ، تعلیم کو بھی چھوڑ، قرآن پڑھانے کو بھی چھوڑ، صرف مولیٰ کو منالے۔ پھر فرماتے ہیں کہ وَھٰذَا الْاِعْتِکَافُ ھُوَ الْخَلْوَۃُ الشَّرْعِیَّۃُ. کہ یہ خلوت شرعی ہے۔

جنات کے جلانے کا عمل

ایک دفعہ بھائی جان کے ساتھ ذکر آیا۔ تذکرے ہوتے رہتے تھے۔ کسی زمانے میں ہمیں بھی تعویذ کا شوق تھا، سیکھے علاج کئے۔ رشید بھائی بھام کے ساتھ باٹلی میں کسی جن کو جلانے کی کوشش کی۔ حضرت شیخ قدس سرہ کو کشف ہوگیا یا حضرت کے پاس جنات شکایت لے کر پہنچے اور پانچویں چھٹے دن جس زمانے میں اس کا امکان نہیں، ناممکن تھا کہ کوئی فون گیا ہو یا اور کسی رستے سے اطلاع ہوئی ہو۔ صرف یہی دو رستے ہوسکتے تھے کہ یا تو حضرت کو کشف ہوگیا، یا

حضرت کے پاس جنات شکایت لے کر گئے اور حضرت نے تحریر فرمایا کہ یہ جنات کو جلانے کا عمل نہ کرو، اس سے ان سے عداوت ہو جاتی ہے وہ انتقام لیتے ہیں۔

عملیات میں تاثیر

اس زمانے میں خود ہمارے استاذ محترم جن سے ہم نے حفظ کیا مولانا سرکار صاحب۔ ان سے میں نے پوچھے تعویذات، انہوں نے فرمایا کہ ستائیسویں شب میں یہ آیۃ القطب، چوتھے پارہ میں جو سب سے لمبی آیت ہے **'ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ'** اس آیت کو کثرت سے لیلۃ القدر میں پڑھا جائے۔

اسیطرح جو اس کے ماہرین ہیں انہوں نے بتایا کہ اپنے تمام عملیات میں تاثیر چاہتے ہو، جن سورتوں کے شروع میں حم ہیں، **'حٰم عسق'، 'حم والکتٰب المبین' حم،** یہ سات حوامیم ہیں ان کی تلاوت ستائیسویں شب میں کر لی جائے، اس سے عملیات میں تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ پتہ نہیں کیا کیا سیکھا تھا اور کیا تھا۔

'یا احد، یاصمد، یا فرد، یاوتر'

ان چیزوں کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا بھائی جان سے، ایک دفعہ ذکر ہوا کہ سوتے وقت **'یَا اَحَدُ، یَاصَمَدُ، یَا فَرۡدُ، یَاوَتۡرُ'** سانس کے ذریعہ اس کا ذکر کیا جائے، ارواح طیبہ سے ملاقاتیں ہوتی ہیں، اسے وہ سن نہیں پائے۔ اتنا سنتے ہی وہ فرمانے لگے کہ مولیٰ سے اس کے علاوہ کو ہم کیوں مانگیں؟ اس سے مانگنے کی اور بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے اس کی ذات بحت کے سوا۔ اور آپ نے کبھی ذکر سنا ہو بھائی جان کا تو کبھی جوش میں آجاتے، روتے ہوئے، زار وقطار رو رہے ہیں، آنسو بہہ رہے ہیں اور پڑھتے چلے جاتے:

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی　　نہ دیا منزل عقبیٰ کا مجھے رستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے یوں چھوڑ کے ہرزہ سرائی　　ملِکا! ذکر تو گویم کہ تو پاکی وخدائی
نہ روم من بجز آں رہ کہ تو آں راہ نمائی

نہ پھروں عہد سے جب تک کہ رہے دم میں مرے دم　　رکھوں پیمان محبت کو تیرے یونہی محکم
طلب وصل ہو تیری میرے دل سے نہ کبھو کم　　ہمہ درگاہِ تو جویم، ہمہ در آہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بہ توحید سزائی

نہ پرستش کا تو محتاج، نہ محتاج عبادت　　نہ عبادت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی سے نہ کسی سے ہے قرابت　　نہ نیازت بہ ولادت نہ بہ فرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

نہ تجھے عجز کسی شے کا نہ شیوہ تیرا شیون　　نہ تجھے دوست کی حاجت نہ اندیشہ دشمن
نہ تجھے چاہئے ماویٰ، نہ تجھے چاہئے مسکن　　بری از خور دن وخفتن بری از تہمت مردن
بری از بیم و امیدی، بری از رنج وبلائی

نظر آتی ہے جہاں میں جو سفیدی و سیاہی　　قلم صنع پہ تیرے دے ہے دن رات گواہی
تیری یکتائی مبریٰ ہے ہراک شے سے الٰہی　　تو زناں جفت نہ جوئی تو خور و وخفت نہ خواہی
بے زن و جفت ملکا کام روائی

خرد و وہم نے گو بات نئی دل سے تراشی　　کہ ہوا اول وآخر کی حقیقت کا متلاشی
میرے نزدیک اس کے سوا ہیں سب سمع خراشی　　نہ بود خلق تو بودے، نہ بودے خلق تو باشی
نہ تو کاہی نہ فضائی

یہ اشعار روتے ہوئے پڑھتے جاتے تھے۔ بار بار دہراتے تھے۔ ’ملِکا! ذکر تو گویم تو پاکی و خدائی، ملِکا! ملِکا!‘ انہیں جوش آتا تھا پڑھتے ہوئے کہ بس مولیٰ سے اسی کو مانگنا ہے۔ اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ ہم کچھ اور کمائیں۔ یہ انکی سمجھ میں آیا ہی نہیں، بہت زور سے مجھے ٹوکا۔

دستِ غیب

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی حسین وغیرہ

فلاں فلاں مجھ سے یہ نسخہ پوچھ رہے تھے کہ دست غیب مل جائے کہ جس سے پیسے آتے رہیں۔ اتنا سن کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو نہیں چاہئے۔ پھر پوچھا کہ کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ جنات لاتے ہوں گے، فلاں ہوگا، فلاں ہوگا۔ پھر لمبے قصے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصے سناتے رہے، لکھنو کے حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب کے قصے سناتے رہے۔ یہ 'یا رزاق، یارزاق، یارزاق' پڑھتے رہیں، اس سے روزی مانگیں، دولت مانگیں، پیسے مانگیں جائز تو ہے لیکن یہ حضرات بھائی جان کی لائن کے، مشائخ فرماتے ہیں کہ مولیٰ سے مولیٰ ہی کو مانگو۔ یہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں کہ 'حَتّٰـی وَلاَ لِتَـعْلِيْـمِ عِلْمٍ' کہ معتکف کو سب علمی اشتغال بھی اعتکاف کی حالت میں چھوڑ دینے چاہئیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم نے دیکھا کہ ساری عمر ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہوتا تھا تصنیفی کمرہ میں تشریف بری میں ایک منٹ آگے پیچھے ہو، تو حضرت سب کے سر ہو جاتے تھے۔ کہ جلدی جلدی، جلدی کرو۔ اسی طرح وہاں سے اترتے ہوئے بھی کوئی بڑے سے بڑا امیر آیا ہو، بادشاہ آیا ہو، حاکم آیا ہو۔ جو وقت متعین تھا، جس وقت اترنا ہے، فارغ ہونا ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے نیچے تشریف لاتے اور دسترخوان لگ جاتا۔

حضرت شیخ مہاجر مدنی قدس سرہ کو اتنا علم محبوب، اتنی تصنیف وتدریس محبوب، لیکن ماہ رمضان میں کوئی علمی اشتغال نہیں ہوتا تھا، صرف گردن جھکی ہوئی ہے، تلاوت جاری ہے، ایک ایک قرآن روز پڑھا جارہا ہے، مراقبے پر مراقبے ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی ذات پاک کی حلاوت ہمیں بھی عطا فرمائے۔ اور اس میں انہیں کھانا پینا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہمارے ایک ایک دن کے افطار اور سحر کی مقدار حضرت شیخ قدس سرہ کے کل مہینہ کی مقدار ہوتی ہوگی۔ یہ قوت انہیں کہاں سے ملتی تھی؟ وہی مولیٰ سے لوگی ہوئی ہے۔ اِنَّـمَـا يُـطْـعِمُنِـىْ رَبِّـىْ

وَيَسْقِيْنِىْ. ان حضرات کے لیے سارا اس طرح سے یہ انتظام ہوتا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں چھوڑ دیتے ہیں، بھائی جان جس طرح پڑھتے

ملکا! ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی — من نہ روم بجز آں راہ کہ تو آں رہ نہ نمائی

پڑھتے جارہے ہیں روتے جارہے ہیں۔

مالي شغل سواه

اسی طرح ایک بزرگ عربی میں اشعار پڑھ رہے ہیں کہ مَالِيْ شُغُلٌ سِوَاهُ مَالِي شُغُلٌ کہتے ہیں 'مَالِيشغل، مَالِيشغل'. مجھے نہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہے کہ میرا کوئی دوست نہیں جسے میں پہچانتا ہوں، نہ کسی کو سلام کرنا ہے، نہ کلام کرنا ہے، نہ کسی کی خیریت پوچھنی ہے۔ فرماتے ہیں:

مَالِي شُغُلٌ سِوَاهُ مَالِىْ شُغُلٌ — مَايَصْرِفُ عَنْ قَلْبِىْ هَوَاهُ عَذْلٌ
مَا اَصْنَعُ اِنْ جَفَا وَخَابَ الْاَمَلُ — مِنِّى بَدَلٌ وَمِنْهُ مَالِىْ بَدَلٌ

کیوں؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں، مَالِيْ شُغُلٌ سِوَاهُ مَالِيْ شُغُلٌ. کہ وہی میرا محبوب ہے۔ میرے دل کو مشغول کرنے کی، میری آنکھوں کے لیے نگاہیں لڑانے کے لیے وہی میرا محبوب ایک چاہئے۔

مَالِي شُغُلٌ سِوَاهُ مَالِىْ شُغُلٌ — مِنِّى بَدَلٌ وَمِنْهُ مَالِىْ بَدَلٌ

کہتے ہیں کہ میرے بدلے میں تو اس کو بہت سے عشاق مل جائیں گے اس کو چاہنے والے اور بہت ملیں گے۔ مگر مجھے کون ملے گا؟ کہ مِنِّي بَدْلٌ، میرا بدل تو اس کو مل جائے گا مگر وَمِنْهُ مَالِيْ بَدَلٌ، کہ مجھے اور کون بدل ملے گا۔ کاش کہ اس سوچ تک ہم پہنچیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی معرفت ہمیں نصیب فرمائے، اپنی محبت نصیب فرمائے۔

هُو هُو هُو

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں تشریف فرما ہوتے تھے میلوں تک کوئی

انسان نہیں اور وہاں کی پچاس ڈگری گرمیوں میں کوئی چرند پرند بھی نہیں کہ جس کی آوازوں سے انسان کا دل بہلے۔ ہُو کا علم۔ یہ ہُو بھی، ہُو کا عالم یہ تو اردو میں کہتے ہیں کہ ہُو کا عالم۔

مگر اولیاء اللہ ایک سوال قائم فرماتے ہیں کہ سورہ اخلاص سناؤ۔ آپ سنائیں گے کہ 'قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'. کہتے ہیں کہ 'قل' کا معنی 'کہئے'۔ اور ھو کا معنی وہ۔ اور وہ تو اس وقت کہتے ہیں جب پہلے کسی کا قصہ، کسی کا تذکرہ گذر چکا ہو اور یہاں تو سورت شروع ہو رہی ہے اور اسی میں پہلے 'ھو'، وہ۔

کہتے ہیں وہ اولیائے کرام کہ یہ محبوب اتنا دل میں رچا بسا ہو کہ جب 'وہ' کہیں، بس۔ 'وہ' ہمارا سیکرٹ کوڈ، وہی بس ایک۔ اور کوئی نہیں ہماری مراد۔ اس لئے انہوں نے نکتہ پیدا کیا کہ ھا واؤ پیش ھو، اس طرح نہیں ہے یہ، ھا پر پیش اور اس کے بعد واؤ ساکن، اس طرح یہ پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے لکھا گیا۔ ورنہ وہ کہتے ہیں یہ دائرہ توحید ہے۔ ہ کو گول لکھو، یہ ہوئی ھا اور اس کے اوپر پیش ڈالو۔ یہ ہے دائرہ توحید۔ اللہ تعالیٰ حق جل مجدہ کی توحید کو سمجھنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح جیسے وہ کہتے ہیں

مَالِي شُغُلٌ سِوَاهُ مَالِیُ شُغُلٌ مِنِّی بَدَلٌ وَمِنْهُ مَالِیُ بَدَلٌ

اسی طرح ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

اَوُحَشَتْنِیُ خَلَوَاتِیُ بِکَ مِنْ کُلِّ اَنِیسِ وَتَفَرَّدْتُ فَعَایَنْتُکَ بِالْغَیْبِ جَلِیْسِیُ

کہتے ہیں جب میں سب کو چھوڑ کر تنہائیوں میں چلا گیا اور میں نے اپنے تمام انیسوں کو پھینک مارا اور میں اکیلا ہو گیا تب جا کر 'فَعَایَنْتُکَ بِالْغَیْبِ جَلِیْسِیُ' مولیٰ ملتا ہے جب ہم اپنے دل سے تمام کو اتار پھینکیں۔

حق جل مجدہ اپنی ذات پاک کی عظمت، رفعت، بلندی شان پہچاننے کی ہمیں توفیق دے جس کے انعامات ہر وقت ہم پر موسلا دھار برس رہے ہیں۔ اور ان تمام احسانات کو بھول کر ہم چھوٹی چھوٹی بیماریوں وغیرہ، یہ تکلیف وہ تکلیف، اللہ تعالیٰ ان شکووں سے اور ان شکایتوں

سے ہمیں بچا کر اس سے محبت ہی محبت عطا فرمائے۔ ہر تکلیف کو ہم اس کی طرف سے معشوق کی چٹکی سمجھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہت مبارک گھڑیاں ہیں دوستو! ایک لمحہ اس کا ایک سیکنڈ اس کا ضائع نہ ہواس کی کوشش کیجئے۔ اور انسان جو فتنوں کی آگ میں گھرا ہوا ہے وہاں آگ ہی آگ ہے تو اس میں اسے کیسے فرصت ہوگی، کیسے اس کا دل چاہے گا اور کیسے وہ کرسکتا ہے یہ کہ کسی کی طرف نظر اٹھائے، اِس کو دیکھے، اُس کو دیکھے اور اس کو سلام کرے۔

دنیائے اسلام اور مسلمان، ملت اسلامیہ کس قدر فتنوں کی آگ میں گھری ہوئی ہے، کوئی ملک خالی نہیں، کوئی قوم خالی نہیں، کوئی جگہ خالی نہیں، کوئی ادارہ خالی نہیں۔ وہ فتنوں کی زد میں ہے۔ جب ان فتنوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے، ان دجالوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کون سا تیر کس طرف سے کس صورت اور شکل میں آرہا ہے اس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، پھر ہم جو اِن دجالوں کا رئیس اور سردار ابلیس آخری وقت میں آئے گا ہم اسے کیسے پہچان پائیں گے۔ اسے تو حضرت پیران پیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہچان لیا، جب سکرات کے وقت آکر اس نے پیالہ پیش کیا۔

ابلیس حضرت شیخ قدس سرہ کے کمرہ میں

اسے تو ہمارے پیر ومرشد حضرت شیخ قدس سرہ نے مدینہ طیبہ میں مدرسہ علوم شرعیہ کے اس

کمرہ میں پہچان لیا آخری دنوں میں کہ اچانک حضرت نے فرمایا مارو اس کو۔ ہم نے سوچا کہ یہاں تو کوئی ہے نہیں۔ کس کو؟ ایک دفعہ ہم چپ رہے، دوسری دفعہ اور زور سے فرمایا کہ 'مارو اس کو!' تب پوچھنا پڑا کہ حضرت کس کو ماریں؟ لیکن ہمارے سوال کا بھی حضرت کو کچھ پتہ نہیں، حضرت اپنے حال میں تھے۔ تیسری مرتبہ سب سے زیادہ بلند آواز میں 'مارو اس کو!' اس کے بعد پھر جواب عنایت فرمایا حضرت نے۔ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ 'ابلیس ابھی یہاں آیا تھا'۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ہم تو پہچان نہیں پائیں گے، ماریں گے کیسے اور کس چیز سے ماریں گے۔ وہ تو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے جو اسے پہچانتے بھی تھے اور اس سے کشتی بھی لڑ سکتے تھے۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں ابلیس سے کشتی ہوئی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی، اس کے سینہ پر، اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر رستہ بدل لیتا ہے، دوسری گلی سے بھاگتا ہے۔ وہ پہچانتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں پالن پور کے ایک بڑے میاں تھے وہ ابلیس کو پہچانتے تھے، بڑے ذاکر شاغل تھے۔

دوستو! جب ہم اس کو نہیں پہچانیں گے، کیا ہوگا؟ ہوتا یہ ہے کہ جب نہیں پہچان پاتے، وہ ہماری متاع چھین کر لے جاتا ہے۔ اور متاع ہماری کیا ہے؟ یہ مکان، زمین، دولت، سونا، ہیرے جواہرات، یہ اکاؤنٹ؟ متاع دنیا پر نہیں بلکہ متاع ایمانی پر ڈاکہ ڈالنے وہ آتا ہے۔ اس لئے براہ راست آتے ہی سب سے پہلے اس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اُتْرُکْ هٰذَا الدِّیْنَ یہ چھوڑ دے، یہ دین تو ڈھکوسلے ہیں، کچھ نہیں ہے۔ نہ خدا ہے، نہ آخرت ہے، نہ سوال ہے نہ جواب ہے، نہ حشر ہے نہ نشر ہے۔ کچھ نہیں ہے۔ اور پیاس لگی ہے تجھے یہ پیالہ پی لے۔ جیسے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وہ آیا تھا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں '**اَکْثَرُ مَایُسْلَبُ الْاِیْمَانُ عِنْدَ النَّزْعِ**' کہ ساری عمر اس متاعِ ایمان کو ہم بچاتے رہے کہ لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، بچاتے بچاتے، ساری عمر بچا کر لے گئے لیکن اس آخری گھڑی وہ دشمن چھین کر لے جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سنا کہ اس گھڑی وہ ایمان چھین کر لے جاتا ہے، اب ہمیں حفاظت کیلئے کیا کرنا چاہئے؟ کیسے ہم اس سے بچ سکتے ہیں اور کیسے ہم اس کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ کہ اس عظیم دشمن سے اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے ہمیں ڈرا تو دیا لیکن اس کا مخلص اور اس سے نجات کا کوئی رستہ بھی ہمیں بتائیے۔

ایک راہب

جیسے ایک قصہ آتا ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خادم کو ایک کام کے لیے مصر روانہ فرمایا۔ انہیں مصر بھیجا گیا کہ تم جاؤ مصر۔ کام کیا تھا '**لکسوۃ الکعبۃ**' کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کے غلاف کے انتظام کے لیے انہیں بھیج رہے ہیں مصر۔ اب تک بھی وہاں کا سوت اور وہاں کا کاٹن مشہور ہے مصری کاٹن۔ اللہ کرے کہ یہ کسوۂ کعبہ سنی ہاتھوں سے کعبہ کو پہنایا جاتا رہے قیامت تک کے لیے۔ وہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خادم جا رہے ہیں، مصر کا سفر ہے۔ شام کے علاقے سے گذر رہے ہیں۔

وہاں کسی راہب کو اپنی عبادت گاہ میں دیکھا۔ اس زمانے میں یہ اس وقت کی طرح ہوٹل اور انتظامات نہیں ہوتے تھے۔ کوئی بڑھیا اجازت دے دے کہ اس کے یہاں ایک رات کے لیے پڑ جائیں، کسی درخت کے نیچے پڑ جائیں مگر وہاں درندوں کا چوروں کا خوف۔ کوئی اپنے گھر میں بلا لے۔ چنانچہ **فَنَظَرَ الرَّجُلُ بَعْضَ اَرْضِ الشَّامِ اِلیٰ جَانِبِ صَوْمَعَةِ حِبْرٍ مِنَ**

اَلْاَحْبَارِ اس راہب کے عبادت خانے میں وہ رات گذارنے کے لیے ٹھہر گئے۔
وہاں کا جو راہب تھا وہ بڑا زبردست علامہ تھا۔ اسے جب پتہ چلا کہ یہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خادم ہے اور ان کی طرف سے کوئی کام اسے سونپا گیا ہے اور وہ ان کے خصوصی خدام میں سے ہے، اس راہب نے چاہا کہ اس سے استفادہ کرے کچھ حال احوال پوچھے، کوئی علمی باتیں اسے معلوم ہوں۔ اس نے اپنے یہاں ان کو ٹھہرانے کے لیے اشارہ تو کردیا کہ آجاؤ پھر اندر دروازہ کھولا، گھر کے اندر یہ داخل ہوئے۔ صحن آیا، کھلا صحن ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے مکان کے اندر داخل ہوگیا۔ اب دیر ہوگئی وہ نکلتا نہیں، باہر آتا نہیں۔

کافی دیر کے بعد جب وہ راہب باہر نکلا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خادم اس سے شکایت کرنے لگے کہ بھائی میں تو ڈر گیا تھا کہ تم نے مجھے بلالیا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے، کیا قصہ ہے؟ کہتے ہیں کہ وہ راہب کہنے لگا صاف صاف بات کہ ہم نے ایک عام رستہ چلتا انسان دیکھ کر تمہیں دعوت دے دی، بلا تو لیا مگر جب قریب سے تمہیں دیکھا، ہمارا حال خراب ہوگیا۔

فَرَأَیْنَاکَ عَلٰی هَیْبَةِ السُّلْطَانِ ۔ کہ ایک بڑے عظیم الشان سلطان کی جیسی ہیبت، رعب اور دبدبہ ہوتا ہے، تمہاری آنکھوں سے آنکھیں ملاتے ہی میں دیکھ رہا تھا کہ میرا حال خراب ہے۔ کہ یہ میرے جیسا ایک انسان، رستہ چلتا، لیکن میں اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتا۔ میں اس کیفیت سے جب ڈر گیا، میں نے سوچا اپنے دل میں کہ اب میں کیا کروں؟

کہتے ہیں کہ مجھے اپنی، ہماری توریت کی ایک آیت یاد آئی۔ **لِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ لِمُوْسٰی، یَامُوْسٰی اِذَا تَخَوَّفْتَ سُلْطَانًا فَتَوَضَّأْ** کہ اے موسیٰ! جب تمہیں کسی فرعون کا، کسی سلطان کا خوف ہو، وضو کرلو۔ کہا جاتا ہے '**اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ**'. ہماری شریعت میں بھی اس کی تاکید ہے۔ ہر وقت باوضو رہنے سے انسان شیطان کے حملوں کے ڈر سے بچ جاتا ہے۔ باوضو رہنے کی بہت تاکید آئی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں آیت ہے کہ 'اِنَّ اللّٰہَ تبارَکَ وَتعَالیٰ قَالَ لِمُوسیٰ، یَامُوسیٰ اِذَا تَخَوَّفتَ سُلطَانًا فَتوَضَّأْ' کہ اے موسیٰ تمہیں جب کسی بادشاہ کا ڈر ہو، وضو کر لیا کرو۔ وَأْمُرْ اَھلَکَ بِالْوُضُوْءِ اپنے اہل وعیال کو بھی وضو کی تاکید کرو۔ فَاِنَّ مَنْ تَوَضَّأَ کَانَ فِیْ أَمَانٍ مِّمَّا یَتَخَوَّفُ کہ جو بھی خوف وڈر ہوگا مخلوق کا ڈر ہوگا کسی چیز کا، باوضو ہونے کی حالت میں امان مل جائے گی۔ اس لئے مجھے دیر ہوگئی کہ میں وضو کر رہا تھا۔ فَأَغْلَقْنَا دُوْنَکَ الْبَابَ حَتّٰی تَوَضَّأْتُ کہ میں نے دروازہ بند کرلیا اور میں وضو سے فارغ ہوکر آیا ہوں۔

میں نے خود بھی وضو کیا اور چونکہ حکم ہے کہ 'وَأْمُرْ اَھلَکَ بِالْوُضُوْءِ' ہمارے سب گھر والوں نے بھی وضو کیا، نماز پڑھی۔ وَتَوَضَّأَ جَمِیْعُ مَنْ فِیْ الدَّارِ وَصَلَّیْنَا اور اب ہم تمہاری طرف سے امن میں ہوگئے اس لئے اب ہم نے دروازہ کھولا۔ یہ اَلْوُضُوْءُ سِلاَحُ الْمُؤْمِنِ۔ کہ وضو جس طرح یہ راہب کہتے ہیں کہ ہماری تورات میں ہے، اسی طرح ہمارے یہاں بھی ہروقت باوضو رہنے سے شیطانی وساوس کا اثر کم ہوتا ہے۔ اس کے حملے سے انسان امن میں اور حفاظت میں رہتا ہے۔

باوضو رہنے کی فضیلت

ابھی تو ہمیں یہ جو ایام ہیں، اس میں ہر وقت کوشش کرنا چاہیئے کہ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس مقصد کے لیے تیار رہیں۔ اور ہر وقت جب تک کہ آپ جاگ رہے ہیں، اس کی کوشش کریں کہ ہروقت آپ باوضو رہیں۔ اور یہ شیطان سے حفاظت کے لیے بھی وضو، شیطانی حملوں سے حفاظت کے لیے بھی وضو، کسی کے ڈر اور خوف کو رفع کرنے کے لیے بھی وضو اور نماز۔

مگر ابھی ہمیں ان ایام میں باوضو خاص طور پر اس لئے رہنا چاہیئے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر جو تراویح بیس رکعت آپ نے شروع فرمائی 'فَجَمَعَ النَّاسَ لِلتَّرَاوِيْحِ وَنَصَبَهَا اِلیٰ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ' یکم رمضان المبارک اور رمضان المبارک کی پہلی رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ پیارا منظر دیکھا کہ اَقْرَؤُهُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ صحابہ کرام میں سب سے بڑے قرآن حکیم کے عالم اور قاری اور صاحب علم وہ امام ہیں اور مسجد بھری ہوئی ہے، قنادیل روشن ہیں، عام دنوں سے زیادہ روشنی کا انتظام ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ خَرَجَ فِی اَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَسَمِعَ الْقِرَاءَ ةَ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَاٰی الْقَنَادِيْلَ تَظْهَرُ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا بِالْقُرْآنِ کہ اپنے زمانے میں جب تمام مساجد کو معمور دیکھا، اس وقت اس قصہ کو یاد فرما رہے ہیں اپنے ذہن میں تازہ کر رہے ہیں کہ اوہو! سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک امام پر سب کو جمع فرما کر، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر تراویح شروع فرمائی تھیں ہماری مدینہ منورہ کی تمام مساجد میں یہ تراویح ہو رہی ہیں۔

فَسَمِعَ الْقِرَاءَ ةَ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَاٰی الْقَنَادِيْلَ تَظْهَرُ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا بِالْقُرْآنِ پھر آگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی تاریخ بیان فرمائی۔ اور فرمایا کہ 'اِنَّمَا أَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هٰذِهِ التَّرَاوِيْحَ مِنْ حَدِيْثٍ سَمِعَهُ مِنِّیْ' کہ یہ جو امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تراویح کا انتظام فرمایا، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، کا ہے پر، کہ آپ نے مجھ سے ایک حدیث سنی تھی۔ خدام نے پوچھا 'مَاهِیَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟'. حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تلامذہ

اور خدام پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے سنی تھی؟

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ 'اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ حَوْلَ الْعَرْشِ مَوْضِعًا یُسَمّٰی حَظِیْرَۃَ الْقُدُسِ کہ عرش الٰہی کے اطراف میں ایک جگہ کا نام ہے حظیرۃ القدس۔ **وَھُوَ مِنَ النُّوْرِ** وہ نور سے بنی ہوئی ہے **وَفِیْھَا مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ لَایُحْصِیْ عَدَدَھُمْ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالیٰ** کہ سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی اس کی تعداد کو جانتا نہیں۔ **یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ عِبَادَۃً لَایَفْتُرُوْنَ سَاعَۃً** کہ ہر سانس ہر گھڑی ان کا کام عبادت ہی عبادت ہے۔

'فَاِذَا کَانَ لَیَالِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ اِسْتَأْذَنُوْا رَبَّھُمْ اَنْ یَنْزِلُوْا اِلیٰ الْاَرْضِ' جب رمضان المبارک کی راتیں ہوتی ہیں، مولیٰ سے وہ اجازت مانگ کر زمین پر اترتے ہیں **'فَیُصَلُّوْنَ مَعَ بَنِیْ آدَمَ'** امت محمدیہ کے ساتھ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ نزول اور اترنا **'فَیَنْزِلُوْنَ کُلَّ لَیْلَۃٍ الْاَرْضَ'** رات کو وہ اترتے ہیں۔ اور جس کو بھی مشغول پاتے ہیں نماز میں، یاد الٰہی میں، **فَکُلُّ مَنْ مَسَّھُمْ اَوْ مَسُّوْہُ سَعِدَ سَعَادَۃً لَایَشْقیٰ بَعْدَھَا اَبَدًا** کہ جس کا بھی ان سے مصافحہ ہوگیا، یا جس مصلی پر بھی انہوں نے ہاتھ رکھ دیا، کندھے پر ہاتھ رکھ کر شفقت فرما گئے، سر پر ہاتھ رکھ گئے برکت کے لیے کہ امت محمدیہ کا یہ فرد، کتنی اچھی نماز پڑھ رہا ہے، پیار میں ٹچ کرلیا، مس کرلیا، اس کا کام بن گیا۔

حظیرۃ القدس

اس لئے ہر وقت ہمیں تیار رہنا چاہئے کہ وہ حظیرۃ القدس کے فرشتے اتریں گے اور میں اپنی واہیات میں، واہی تباہی چیزوں میں مشغول ہوں، کتنا اچھا چانس، موقعہ ہم گنوا دیں گے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ہر وقت باوضو رہیں، ہر وقت تیاری رکھیں۔ اور ہر وقت مولیٰ کی طرف اپنی ٹکٹکی بندھی ہوئی ہو۔ اور مولیٰ سے مولیٰ ہی کو مانگتے رہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ میں نے شروع تو یہاں سے کیا تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ **اَکْثَرُ مَایُسْلَبُ الْاِیْمَانُ عِنْدَ النَّزْعِ** کہ سکرات اورنزع کے وقت ابلیس، ساری عمر ایمان چھیننے کی کوشش کرتا رہا، گناہ کرواتا رہا۔

بات یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ایک مستحب انسان چھوڑتا ہے، اس کی سزا میں سنت کی توفیق اٹھالی جاتی ہے۔ سنت کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ پھر سنت چھوٹتی ہے، واجب چھوٹنا آسان ہوجاتا ہے۔ واجب چھوٹا، پھر فرض گئے۔ فرض گیا، جاتے رہے، جاتے رہے فرض، پھر اخیر میں جاکر ایمان چلا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مستحبات کی رعایت کی توفیق دے، سنتوں پر عمل کی توفیق دے۔ واجبات اور فرائض کی ادائیگی کی ہمیں توفیق ارزاں فرمائے۔ ہمارا ایمان محفوظ اور سلامت رکھے۔

خدام نے دیکھا کہ امام اعظم نے زبردست تنبیہ فرمائی کہ موت کے وقت ایمان چھن جاتا ہے۔، پھر پوچھا کہ بہت سارے گناہ ہیں کہ جن سے ایمان چھن سکتا ہے مگر ان میں سب سے زیادہ خطرناک چیز کیا ہے کہ جس سے ایمان چھن سکتا ہے؟ کوئی خاص چیز ہمیں بتادیں، فرمایا '**تَرْکُ الشُّکْرِ عَلیٰ الْاِیْمَانِ**' ایمان، ایمان، اس کو ایک عظیم نعمت سمجھنا یہ بہت ضروری ہے۔ اسی کو روتے رہیں کہ الٰہی یہ دولت دی ہے، میں کہاں رکھوں اسے، یہ ابلیس اور ابلیسوں کی جماعت مجھ سے یہ ایمان چھیننا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ ایمان پر شکر نہ کرنا **وَتَرْکُ خَوْفِ الْخَاتِمَۃِ**۔ کہ انسان مطمئن ہوجائے، آرام سے رہے جس طرح کہ ہم آرام سے ہیں، موت ہمیں یاد ہی نہیں آتی۔ اپنی رنگ رلیوں اور اپنی عیش وعشرت سے ہمیں فراغت ہی نہیں ہے۔ سوئے خاتمہ کا خوف نہ ہونے سے ایمان چھن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موت کی یاد دل میں بسانے کی توفیق دے، خاتمہ کا ہمیں خوف عطا فرمائے کہ اس وقت آخری گھڑی آئے گی، کیا میرا خاتمہ ہوگا، **الی الجنۃ او النار**. روز اس کو ہر دعا میں روکر حق تعالیٰ شانہ سے ہمیں منوانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک چیز تو بیان فرمائی کہ ایمان پر شکر نہ کرنا، اور خاتمہ کا خوف نہ ہونا، مطمئن بیٹھے رہنا اور تیسرا گناہ بتایا کہ '**ظُلْمٌ عَلَی الْعِبَادِ**' بندوں پر ظلم۔ اس سے انسان آخری وقت میں ایمان

سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور ابلیس ایمان چھین کر لے جاتا ہے کہ وہ جو آہیں تھیں مظلوموں کی وہ آہیں رنگ لاتی ہیں۔ اور وہ ایک خاص جو متاع تیرے پاس ہے، ساری عمر عیش میں گذر رہی ہے تو سمجھتا ہے کہ سب کچھ میں فلاں کے ساتھ کر رہا ہوں مگر میں تو مزے سے ہوں، کوئی خدا کا عذاب میں نے نہیں دیکھا مگر وہ تو موقوف ہے ابھی۔ اُس آخری وقت میں جو سب سے قیمتی متاع ہے ایمان وہ چھین کر لے جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم سب اسی اللہ لا شریک لہ کی ملک ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ جب اس کے پاس لوٹ کر جانے کا وقت ہو، ہماری زبان پر ہو 'اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسا کہ بار بار میں اپنے آپ کو کوستا رہتا ہوں کہ یہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'اَکْثَرُ مَایُنْزَعُ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ'، اس کا تمہیں فکر ہے کہ نہیں؟ تم نے کتنا اس فکر کو اوڑھا؟ کتنا اس کو بڑھایا؟ جن کی طبیعت میں سعادت اور نیک بختی ہوتی ہے وہ تو فوراً ہر چیز کو پس پشت پھینک کر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ تابعین میں بڑے اونچے، روحانیت میں بھی بہت بڑھے ہوئے بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کا کام صرف ایک آیت کے سننے پر ہو گیا۔ اس سے وہ ایسے ڈرے، آیت سن کر، حالانکہ ابتک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، مسلمان اپنی نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ اپنی نماز میں یہ آیت پڑھ رہے ہیں 'یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا' کہ اے اہل کتاب! تم اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا یہ ان کتابوں کو بھی سچا بتلاتا ہے جن کو تم مانتے ہو، تورات، انجیل، زبور، صحائف ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام، مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا کہ اس سے پہلے کہ ہم تمہاری شکلیں بگاڑ دیں کہ ابھی تمہارا چہرہ سینہ کی طرف ہے

اس کو ہم ٹرن کر کے موڑ کر کے تمہاری گدی سینہ کی طرف کر دیں اور پیٹھ کی طرف تمہارے آنکھ کان ناک ہو جائیں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت میں نے سنی، میں ایسا ڈرا کہ میں بھاگ کر گیا کہ اب کس وقت میں مسلمان ہو جاؤں اور کب کلمہ پڑھ لوں کہ ان کے خلیفہ حضرت عمر تشریف لائے ہوئے ہیں، بیت المقدس میں ہیں، میں جاؤں، ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو جاؤں۔

کتنا ڈر، کتنا خوف۔ کیا گارنٹی کہ کب موت آجائے۔ مولانا عمر جی صاحب اچانک چلے گئے، حضرت مولانا گورا صاحب اچانک تشریف لے گئے، وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ ہمارے تینوں بھائی اچھے بھلے، کھاتے پیتے، کھلاتے پلاتے، آناً فاناً تشریف لے گئے۔

ہمارے بھائی جان بھی، ہمارے دوسرے خالہ زاد بھائی الحاج سلیمان لمباڈا بھی، حافظ غلام احمد ترکی بھی، کتنی عبرت کا مقام ہے کہ یہ ابلیس گمراہی میں مجھے کھینچ کر جہاں لے جاتا ہے میں چلا جاتا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمائیں میرے لئے بھی، اپنے لئے بھی اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت بہتر فرمائے۔

ان کی داستان بڑی عجیب ہے کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ فرماتے ہیں کہ جب بیت المقدس والوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صلح ہوگئی، معاہدہ ہوگیا اور دس روز وہاں آپ ٹھہرے، میں بھی بیت المقدس کے قریب فلسطین کے کسی گاؤں میں تھا۔ اور میں اسی نیت سے وہاں پہنچا تھا کہ مجھے اطمینان ہو جائے، تب میں اسلام میں داخل ہو جاؤں کیونکہ مجھے میرے والد محترم جو توریت کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے توریت کے احکام، توریت کی تعلیم، انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی تاریخ اور تمام چیزیں مجھ سے چھپائے بغیر تمام چیزیں مجھے تعلیم فرمادی تھیں۔

جب آخری وقت ہوا، اس وقت مجھے بطور خاص بلا کر فرمایا کہ بیٹے تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا۔ کچھ میں نے چھپایا نہیں مگر پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ یہ جھوٹے کذاب دجال تمہیں اپنے فریب میں پھنسا کر تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے اس کا مجھے ڈر

ہے۔اس لئے اس ڈر کی وجہ سے کہ تم ہدایت کے رستہ پر رہو، ہدایت پر رہو اس کے لیے میں نے مزید تمہارے لئے انتظام کیا ہے اور یہ سامنے جو سوراخ ہیں اس میں میں نے تحریر لکھ کر تمہارے لئے رکھ دی ہے مگر ابھی مت چھیڑنا۔

نبی آخر الزمان کا اسم گرامی 'محمدؐ' ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب تمہیں کہیں سے اطلاع ملے کہ یہ نبی مبعوث ہوگئے، اس وقت اسے کھول کر پڑھ لینا۔ یہ وصیت فرمائی اس کے بعد ان کے لیے اللہ کا حکم آگیا، آخری وقت ہوگیا، ان کا انتقال ہوگیا ہم نے دفن کر دیا۔ان کا بیان ہے کہ مجھے اشتیاق تھا کہ میں کب یہ تحریر پڑھوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

جیسا ہی تعزیت کے ایام گذر گئے کہ میں نے وہ اوراق کھول کر پڑھنا شروع کئے۔ پہلا کلمہ جہاں سے یہ تحریر شروع ہوتی تھی 'لا اللہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، خاتم النبین، لانبی بعدہ' ۔اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں ہمیں دنیا و عقبی میں رکھے۔ زندگی میں رکھے، موت کے وقت میں بھی رکھے، قبر میں بھی رکھے، حشر میں بھی رکھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے سایہ میں حق تعالیٰ شانہ ستاری فرما کر ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جنت میں پہنچائے۔ختم نبوت کے خلاف جتنے فتنے اٹھے ہیں اور جو اٹھ رہے ہیں حق تعالیٰ شانہ ان فتنوں کا خاتمہ فرمائے۔اس کے لیے جو جماعت، جو حضرات جدو جہد کر رہے ہیں حق تعالیٰ شانہ ان سب کو قبول فرمائے۔

پھر اس تحریر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مکمل تعریف بیان کی گئی، نشاندہی کی گئی کہ وہ مکہ معظّمہ میں پیدا ہوں گے اور ان کی ہجرت یثرب، مدینہ طیبہ، کی طرف ہوگی۔اور وہ نہ بدخو ہوں گے نہ درشت مزاج، سخت مزاج ہوں گے، کم بولنا ان کی خاص صفت ہوگا۔اور ان کی امت کا حال بھی بیان کیا کہ ان کی امت ہر حال میں باری تعالیٰ کی شکر گذار اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوگی۔ان کی زبانیں تکبیر و تہلیل میں ہر وقت مصروف ہوں گی۔حق تعالیٰ شانہ انہیں فتوحات عطا فرمائیں گے وہ فاتح و منصور رہیں گے۔اور ان کے طہارت کے آداب واحکام میں ان کی شرمگاہوں کا دھونا بھی شامل ہوگا۔ان کے سینے قرآن کریم سے

معمور ہوں گے۔ وہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح دیگر امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ تحریر جب میں نے پڑھی، میں نے دل میں والد محترم کا شکریہ ادا کیا کہ یہ عظیم نعمت وہ مجھے عطا فرما کر گئے۔ بعد میں میں تحقیق کرتا رہا۔

پھر جب مجھے پتہ چلا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ پھر سنا کہ اب آپ ہجرت فرما کر یثرب، مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں برابر معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتلاء، دشمنوں کے ساتھ مقابلہ غزوات کا حال مجھے معلوم ہوتا رہا۔ میں نے بہت چاہا کہ میں دربار رسالت میں حاضر ہو جاؤں۔ اتنے میں مجھے مایوس کن خبر ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور وحی ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی۔

جب یہ اطلاع ملی، اس کے بعد میں متردد رہا کہ شاید میرے ابا نے جن کے متعلق لکھا ہے شاید وہ یہ نہ ہوں۔ اسی دوران میں ایک خواب دیکھتا ہوں کہ آسمانوں کے دروازے کھل رہے ہیں اور فرشتے جماعت در جماعت اتر رہے ہیں اور ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے پیغمبر اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور وحی کا سلسلہ اب ختم ہو گیا۔

پھر اس کے بعد کے احوال کے متعلق بھی مجھے تتبع رہا، مجھے معلوم ہوا کہ ان کے خلیفہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو خلیفہ ہوئے ان کا نام یہ ہے ابوبکر صدیق۔ مگر ان کے متعلق بھی مختصر مدت کے بعد ہی مجھے پتہ چلا کہ وہ بھی رحلت فرما گئے اور ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس لئے میرا تردد اور بڑھا کہ میں اچھی طرح پہلے تحقیق کر لوں۔ اسی دوران مجھے پتہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لائے ہیں اور جو عہد نامہ بیت المقدس والوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اس کی عبارت میں نے غور سے پڑھی، اس کے پڑھنے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہ سچا مذہب ہے۔ میرے والد محترم جس نبی آخر الزمان کی پیشین گوئی فرما کر گئے تھے وہ یہی نبی ہیں اور یہی دونوں ان کے خلفاء ہیں۔

اب کعب رضی اللہ عنہ اپنے متعلق سوچ رہے ہیں کہ کس موقعہ پر جا کر میں حاضر خدمت ہو جاؤں اور کلمہ شہادت پڑھ لوں۔ وہ جو میں نے شروع میں آیت پڑھی تھی فرماتے ہیں کہ میں اسی تردد میں تھا، اسی تذبذب میں، پس و پیش میں تھا کہ اتنے میں ایک دفعہ میں رات کے وقت کسی مسلمان کی قرأت دور سے سن رہا تھا کہ 'یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ' اس میں جو وعید بیان کی گئی کہ جلدی ایمان لے آؤ جلدی ورنہ خدا کا عذاب آیا، خدا اس طرح عذاب دینے پر بھی تمہیں قادر ہے کہ اور کچھ نہ ہو اور صرف چہرہ تمہارا پیچھے کی طرف کر دیا جائے۔

فرماتے ہیں کہ میں اتنا ڈرا کہ میں ٹٹول رہا ہوں کہ کہیں میرا چہرہ تو نہیں پھیر دیا گیا۔ صبح ہوتے ہی میں نکل کھڑا ہوا بیت المقدس پہنچا، اس وقت صخرہ کے قریب امیر المؤمنین فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز کے بعد میں حاضر ہوا۔ سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پوچھا تم کون؟ میں نے عرض کیا کہ میرا نام کعب بن احبار ہے اور میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور اس نیت کے ساتھ حاضر ہوا ہوں کیوں کہ میں نے اپنی کتابوں میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دیکھی ہیں۔

اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو حکم فرمایا تھا کہ اے موسیٰ! وہ میں نے نقل کیا کہ 'اے موسیٰ! میرے نزدیک اپنی مخلوقات میں سب سے مکرم معزز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے زیادہ مکرم معزز میں نے اپنی مخلوق میں کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اور انہی کی وجہ سے مخلوقات کا یہ نقشہ تم دیکھ رہے ہو۔ جنت اور دوزخ، چاند اور سورج، زمین اور آسمان سب میں نے انہیں کی وجہ سے پیدا کی۔ اگر میں انہیں پیدا نہ کرتا، ان چیزوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

پھر ان کی امت کا حال اس میں مذکور ہے کہ ان کی امت تمام امتوں سے بہتر، ان کا دین تمام دینوں سے بہتر۔ اے موسیٰ! میں زمانہ کے آخر میں انہیں مبعوث کروں گا اور ان کی امت امتِ مرحومہ ہوگی اور وہ نبی رحمت ہوں گے اور ان کی صفات ہوں گی کہ وہ نبی امی

ہوں گے، تہامی ہوں گے، قریشی ہوں گے بالمؤمنین رؤف الرحیم ہوں گے۔ اشداء علی الکفار ان کی صفت ہوگی۔ ان کا جو ظاہر تم دیکھو گے وہی ان کا باطن ہوگا۔ ان کا کوئی قول ان کے عمل کے خلاف نہیں ہوگا۔ ان کا ہر عمل جو وہ فرمائیں گے اسی کے مطابق ہوگا۔ ان کے نزدیک قریب والے، بعید والے سب یکساں ہوں گے اور ان کے خدام آپس میں رحماء بینہم ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بشارت اور پیشین گوئی تورات کی سنی، پوچھا کہ یہ سچ ہے؟ میں نے قسم کھا کر کہا کہ وہ خدا جو میرے دل کے بھید کو جانتا ہے وہ خدا اس کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل سچ ہے۔ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالک کا شکر یہ ادا کیا 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَزَّنَا وَاَکْرَمَنَا وَشَرَّفَنَا وَرَحِمَنَا بِرَحْمَۃِ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ وَھَدَانَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' پھر پوچھا کہ اے کعب! اب تم ہمارے دین میں داخل ہو سکتے ہو؟ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ کے پاس جو کتاب ہے اس میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر خیر بھی ہے؟ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ آیات جن میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے وہ پڑھنی شروع فرمائیں 'وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرَاھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ'.

اسی طرح نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ، مَاکَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَانَصْرَانِیًّا پھر دین اسلام کے متعلق آیات پڑھنی شروع فرمائیں، اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ، وَمَن یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَن یُّقْبَلَ مِنْہُ کہ انہوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ 'اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ' اسی طرح پڑھا 'مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ'.

وہ آیات پڑھتے جارہے تھے اور کعب بن احبار فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ حضرت امیر المؤمنین! اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'.

جب یہ اسلام لے آئے، سب سے پہلی دعوت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کعب

احبار کو کس چیز کی دیتے ہیں کہ کعب! کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم مدینہ طیبہ چلو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرو؟ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا، مجھے دعوت دی مدینہ طیبہ چلنے کی، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں ایسا ہی کروں گا۔

دیکھئے! حضرت کعب بن احبار کے لیے یہ ایک آیت سننا ان کے لیے کافی ہوگیا۔ اور جیسے ہی انہوں نے یہ اپنے متعلق سنا کہ فرشتہ نے آکر خواب میں آیت سنائی کہ ایمان لے آؤ، ورنہ تمہارے چہرے ہم ٹرن کر دیتے ہیں پیچھے کی جانب۔ امیر المؤمنین ایمان لانے کے بعد کعب بن احبار کو قبر شریف پر لے جا رہے ہیں کیونکہ 'اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ'۔

گذشتہ سال رمضان المبارک میں کشف قبور کا بیان تھا۔ وہ قصے اسی لئے تو بیان کئے تھے کہ یہ عقیدہ عوام کا نہیں خواص کا خراب ہے۔ اللہ عزوجل نے ان اولیاء اللہ کو جو باطنی فراست عطا فرمائی جو بڑے بڑے علوم کے پہاڑ، اخلاص، مُخلِص ہی نہیں مخلَص، حق تعالیٰ کے منتخب بندے 'مخلَصین' ہیں۔ ان کے متعلق بدبختوں کو واہمہ ہوتا ہوگا کہ وہ جھوٹ اپنے متعلق قصے بناتے ہوں گے، ان کے خدام بناتے ہوں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی لئے تو بتایا تھا کہ یہ عقیدہ ہمارا رہے۔ ہمیں بھی مرنا ہے قبر میں ہمیں بھی زندگی گذارنی ہے۔ برزخ کی زندگی، پھر اس کے بعد جنت ہے یا جہنم ہے۔ ایک عقیدہ ایک جگہ ڈانواں ڈول ہوا، یہ سارا سلسلہ پھر منقطع، ختم۔ کہیں کوئی ایمان نہیں رہے گا۔ ورنہ میں کیوں پورا مہینہ ضائع کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت کعب کو کیوں لے گئے، آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جبھی تو لے گئے قبر پر، ورنہ کیا فرق تھا وہاں بیت المقدس میں ان کو اطلاع دے دی۔ قبر کوئی ان کے یقین کے لیے تو دکھانی نہیں تھی کہ وہ مر کر مٹی ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلکہ صحابہ کرام تو ہر موقعہ پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو ابو عامر رضی اللہ عنہ مرتے وقت وصیت فرما رہے ہیں اور وصیت میں کیا فرمایا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو میری

طرف سے سلام عرض کرنا اور دوسری چیز کیا فرمائی، کہ اور عرض کرنا کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ اخیری سانس نکلنے تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دل میں بسی ہوئی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وہاں اپنے گھوڑے کو ڈانٹ رہے تھے کہ اگر تو نے ساتھ نہیں دیا، میں کل قیامت میں خدا سے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری شکایت کروں گا۔ اوہو! کس موقعہ پر یاد کر رہے ہیں۔ گھوڑے کو خطاب کر کے کہہ رہے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں یہ جو کوڈ فوجیوں کو دیا جاتا ہے جس سے وہ نعرہ سے پہچان لیں کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ ایک رات کیا کوڈ دیا انہوں نے ساتھیوں کو 'یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک، یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک' اس وقت آپ بھی پڑھئے۔ 'یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک' کتنی بدحال ہے امت یارسول اللہ! آپ کی۔ کوئی ایک کونہ ہے کہ جہاں یہ امت عزت سے ہو۔ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بہتری فرمائے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ہم دے رہے ہیں اس کی لاج رکھ کر حق تعالیٰ حالات بہتر فرمائے۔ پھر پڑھئے 'یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک، یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک'، یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک، یَامُحَمَّد، یَامَنْصُوْر، اُمَّتَک، اُمَّتَک'.

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ مبارک میں اس کی کوشش رہی کہ ہمارے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور انہی کے سلسلہ کے ہمارے اکابر جنہوں نے صحابہ کرام کے طریق پر چلنے کی کوشش کی ان کو اپنایا، محفوظ کیا، ہم تک پہنچایا، ان کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی۔ داؤد طائی کا بار بار اسم گرامی آپ مجھ سے سنتے رہے، یہ تاریخ صرف اسلئے نہیں ہے کہ ہم اس کو لکھ کر محفوظ کر دیں، سن کر لطف لے لیں بلکہ یہ ہمارے اپنانے کے لیے ہے، عمل کے لیے ہے کہ ہم ان کی طرح بننے کی کوشش کریں۔ لیکن چونکہ صدیوں کا بُعد ہے ان میں اور ہم میں اس لئے ہمارے اس تعیش اور تنعم پرستی کے دور میں ان کے واقعات ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ

اللہ نے فضل فرمایا کہ جب سے ہوش سنبھالا اور ہم نے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں بچپن گزارا، ہم ان کے یہاں رہے۔ کبھی سال بھر میں ایک مرتبہ کوئی ہمیں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے لے جاتا، اس وقت سے لے کر میرے اس ملک میں آنے تک، دورۂ حدیث سے شعبان میں فراغت ہوئی اور چند ماہ کے بعد محرم میں یہاں کا سفر ہوا ہوگا۔، وہاں تک ہم نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جس حال میں دیکھا، حضرت داؤد طائی

رحمۃ اللہ علیہ کے زہد کا ایک نمونہ ہم وہاں دیکھ سکتے تھے۔

اگرچہ ہمارے والد صاحب، ایک عامی آدمی تھے اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، لغت اور عربیت کے امام تھے، حدیث اور تفسیر کے امام تھے۔

مگر صرف ایک پہلو کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح داؤد طائی کو مکان کی ضرورت نہیں تھی، ایک طرف مکان ٹوٹ رہا ہے، پھوٹ رہا ہے، دروازے پڑے ہوئے ہیں، خدام عرض بھی کرتے ہیں مگر نہ اس کو درست کرنے کی طرف ان کی توجہ ہے۔ ان کی توجہ ایک ہی طرف، اپنے مالک اور مولیٰ کی طرف۔

اسی حال میں ہم نے دیکھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی چند فٹ کے مکان میں سولہ برس اپنے گذار دیتے ہیں۔ اسی لئے میں نے کئی جگہ بیان میں بھی ان تمام حضرات کے بارے میں ذکر کیا کہ انہوں نے یہ تمام چیزیں کیسے حاصل کیں۔ یہ تو سلسلہ وار بھی بیان کیا کہ ان سے پہلے فلاں اسی طرح کے تھے، ان کے پیر و مرشد اسی طرح کے تھے، انہوں نے جو سیکھا فلاں سے سیکھا وہ بھی اسی طرح کے تھے۔

ایک قران کریم کا ختم

یہاں اس دفعہ دار العلوم میں شروع رمضان سے معتکفین کو بھی میں عرض کرتا رہا کہ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کا خاص طور پر اہتمام تلاوت کا رہتا تھا۔ ہمیں بھی اِس کے اپنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ پھر اخیر عشرہ شروع ہوا معتکفین سینکڑوں پہنچ گئے، ان سے میں نے ایک اپیل کی کہ جو حفاظ ہیں انہیں کم از کم ایک دفعہ تو ضرور اس کا تجربہ کرنا چاہئے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ قدس سرہ زندگی بھر کے سارے رمضان اس طرح انہوں نے گذارے کہ روز ایک قرآن شریف ختم فرماتے بلکہ چند پارے مزید ہو جاتے تھے۔

ہم کیوں نہ ایک دفعہ تجربہ کریں اور کوشش کریں۔

الحمد اللہ اکیس رمضان المبارک سے لے کر اب تک یہاں کے معتکفین میں پچاسوں نے

اس کو اپنا لیا۔ روز ایک ختم پڑھ رہے ہیں۔ جو باہر کے ملکوں میں بیان سنتے رہے، باربیڈوز اور دوسرے ملکوں میں تو انہوں نے اپنے متعلق اطلاع دی کہ ہم نے بھی اتنے گھنٹوں میں ایک قرآن شریف ختم کیا۔

دو قران شریف کا ختم

میں نے تو ایک ہی ختم کی ترغیب دی تھی مگر جو ہمارے اکابر کے واقعات ترغیب کے لیے پیش کرتا تھا، کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک رمضان میں ۵۶ قرآن شریف پڑھے کہ روز دو قرآن شریف ختم کرنے کا ہدف اور ٹارگٹ تھا۔

کیوں کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں دو ختم فرماتے تھے۔ متعدد حضرات نے، بلکہ ایک جماعت نے الحمدللہ یہ بھی کر کے دیکھ لیا کہ معتکفین میں سے بہت سوں نے روز دو دو قرآن شریف پڑھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ کل حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ میں نے ذکر کیا کہ ایک شخص آ کر مسئلہ پوچھتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ بتاتے ہیں۔ وہ سائل سوال کرتا ہے کہ آپ نے جو جواب عنایت فرمایا، فتویٰ دیا یہ کہاں سے؟ کیا دلیل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ دلیل کا طالب ہوتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا یہی کہتا ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے ہیں اور مسلمانوں کا اجماع بھی یہی ہے۔ اب اس پر اس نے پھر سوال کیا کہ اس کی دلیل کیا کہ یہ تین ہمارے لئے اصول کا درجہ رکھتے ہیں، بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع۔ اس کے جواب میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا، کل آیئے میں اس کا جواب دوں گا۔

اگلے دن جب وہ سائل پہنچتا ہے، تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اس سے فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت پڑھو "وَمَن يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ، نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ 'اس آیت شریفہ میں یہ تینوں موجود ہیں۔ کتاب اللہ بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور آپ کے پیچھے نہ چلنے پر وعید بھی ہے اور وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ، اجماع بھی ہے کیوں کہ جو عام مسلمانوں کے علاوہ رستہ پر چلے گا تو نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا پھر اس کے بعد جب وہ جانے لگا، حضرت امام نے اس سے فرمایا کہ دیکھو! میں نے تمہیں آج بلایا تھا، گذشتہ کل سے لے کر آج تک تمہارے اس سوال کے جواب کے لیے میں نے قرآن کریم تین دفعہ ختم کیا ہے۔تب جا کر میں نے اس آیت کو تمہارے سامنے دلیل کے طور پر پیش کرنے کے لیے منتخب کیا ہے۔

تین قرآن کے ختم

ایک دن میں نے تین ختم کا ایک ضمنی واقعہ بیان کیا تھا۔مگر اس کے بعد کئی ایک دوستوں نے اس پر بھی عمل کیا، شب قدر ستائیسویں شب میں میں نے یہ قصہ بیان کیا تھا، بعضوں نے اُسی مجلس کے فوراً بعد تین ختم کی نیت سے تلاوت شروع کر دی۔

ایک مولانا صاحب کہیں دورۂ حدیث کی کتابوں کے مدرس ہیں، انہوں نے جمعہ کی نماز سے پہلے تقریباً ایک بجے کے قریب مجھے ٹیکسٹ کیا کہ رات بیان کے بعد سے میں نے قرآن کی تلاوت شروع کی تھی صبح تک ایک قرآن میں نے ختم کیا۔

پھر صبح کے بعد پھر میں نے پڑھنا شروع کیا ظہر سے بہت پہلے تک دوسرا ختم کیا۔

اب تیسرے قرآن شریف پر ہوں اور پھر شام کو انہوں نے بتایا کہ الحمد للہ میں نے روزہ کی حالت میں افطاری سے پہلے تینوں قرآن ختم کر لئے۔اسی طرح ایک دوسرے صاحب، تیسرے، متعدد دوستوں نے اسپر عمل کیا۔

دوستو! آج کل شیطنت اور طاغوتی مزاج عام ہے۔ ہر چیز کا انکار کہ جو وہ خود نہیں کر رہا اور نہیں کرسکتا اس کا انکار کر دیتا ہے۔اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ پھر اس سے اور آگے

حضرات اکابر کی کرامات کے بھی منکر ہوجاتے ہیں حالانکہ عقائد کی کتابوں میں ہے 'کرامات الاولیاء حق'. ان کو بھی عوامی روایات کے کھاتے میں ڈال کر فنا کرنے کی اور ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس لئے میں نے زور دے کر مجمع سے کہا تھا کہ تم کم از کم ایک دفعہ ختم کرلو۔ ابھی بھی رمضان المبارک کے ختم میں ایک دو دن رہ گئے ہیں، موقع ہے کہ جتنے حفاظ ہیں وہ بھی اس کو آزما لیں تاکہ عمر بھر کے لیے افسوس نہ رہے، اللہ کرے کہ روز پڑھتے رہیں۔

اس لئے کہ روز ایک ختم کرنے والے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں کثرت تلاوت

آپ کو قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خانقاہ میں نیوکاسل دارالعلوم کے اساتذہ میں سے ایک استاذ تجوید وحفظ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے عربی قرأت میں، عربی لہجہ میں دو شب میں قرآن ختم کیا تھا۔ تھے گجراتی کٹھور کے، مگر عربی قرأت اور تلفظ کے ساتھ ایک رات میں ۱۵/ پارے نفلوں میں سنائے اور دوسری رات میں ۱۵/ پارے نفلوں میں سنائے اور قرآن ختم کیا۔ میں نے مشائخ سے تعارف کرانے کے لیے سحری کے دسترخوان پر انہیں بلایا۔ اور حضرت مفتی اعظم مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف ہیں اور سامنے میرے حضرت مفتی اعظم مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میں نے تعارف کرایا کہ ان کی آواز رات بھر ہمارے کانوں میں آج پڑتی رہی۔ وہ بھی خوش ہوئے اور انہوں نے دعائیں دیں۔

میں نے ان قاری صاحب سے پوچھا کہ آپ تو نہ کہیں اٹکے، نہ کہیں متشابہ لگا، نہ کہیں لقمے کی ضرورت، سامع کی ضرورت تو آپ کا کام کیا؟ مشغلہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں پھیری، سیمپل دکانوں پر لے جا کر بتاتا ہوں اور آرڈر لیتا ہوں۔ صبح نکلتا ہوں، تو میری زبان

پر سورۃ فاتحۃ، الم ہوتی ہے اور شام تک، مغرب تک میں والناس تک پہنچ جاتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دھامپوری نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دھامپوری بجھنوری، حضرت شیخ قدس سرہ کے خلفاء میں تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دھامپوری نور اللہ مرقدہ کو ہم نے ان کی سہارنپور آمد پر دیکھا کہ دن بھر دفتر مظاہر علوم کی چھوٹی سی مسجد کے صحن میں چل رہے ہیں اور زبان پر تلاوت ہے۔ ان کا معمول ساری عمر کا روز ایک قرآن شریف کا رہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے 'وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ' فرمادیا ہے جتنا پڑھتے جاؤ، دن میں ایک ختم کرو، دو ختم کرو، تین ختم کرو، اور تین ختم پڑھنے کے بعد بھی نہ تمہارا گلا خراب ہوگا نہ تمہارا سانس رکے گا۔ روزہ کی حالت میں ان صاحبان نے کل یہ تین تین ختم کئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے اس معجزہ پر ہمیں یقین عطا فرمائے اور ہمیں اس پر بڑھنے کی توفیق دے۔

دوستو! جیسا کہ عرض کیا کہ اب یہ عالم فنا کی طرف گامزن ہے۔ تمام ملکوں میں قیامتیں ہیں، کیا افریقہ، کیا ایشیا، کیا مشرق وسطیٰ۔ کیسی کیسی قیامتیں۔ اب کیسے ان حالات میں انسان تنعم پرستی میں مبتلا رہے اور عیش پرستی سے باز نہ آئے۔ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ. بس ایک ہی دوڑ ہونی چاہئے اللہ کی طرف۔ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ۔ جس طرح میں نے قریب کے واقعات آپ کو سنائے، تمام چیزوں میں ایسا ہی ہے کہ ہم حیلوں بہانوں سے کام لیتے ہیں۔

صلوۃ التسبیح میں ذرا وقت لگتا ہے، عام نمازوں سے زیادہ اس میں کھڑا ہونا پڑتا ہے تو اس کی سند میں غلطیاں نظر آئیں گی، روایت کی صحت اور ضعف کا مسئلہ پیدا ہوجائے گا۔ اس کو اتنا بڑھایا جائے گا اتنا بڑھایا جائے اتنا بڑھایا جائے گا کہ مت کرو۔ اس کو چھوڑو، تھکنے کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں۔ انا للہ۔ کہاں ہماری جماعت تھی؟ کہاں ہمارے اکابر تھے؟ اور ہم کہاں پہنچ گئے؟

صلوۃ التسبیح

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا کوئی جمعہ صلوۃ التسبیح کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ حضرت کو ہم نے غسل کرایا اور حضرت کو لے کر حکیم ایوب کی مسجد میں پہنچے۔ سردیاں ہوتیں تو صحن میں، ورنہ صف اول میں حضرت صلوۃ التسبیح میں مشغول ہو جاتے۔

ایک خواب

مجھے یاد آیا، میں نے اسی عشرہ میں بیان کیا تھا کہ، ابھی حضرت شیخ قدس سرہ کا نام گرامی نہیں سنا تھا، حضرت کو دیکھا نہیں تھا، اور میں اپنی ابتدائی راندیر کی زندگی میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ ایک بزرگ ہیں، ان کا جسم برہنہ ہے، میرا جسم برہنہ ہے اور میں ان کو تھامے ہوئے ہوں کہ میرے دائیں ہاتھ میں ان کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں اور انگلیاں ہیں جس سے انہوں نے مجھے پکڑ رکھا ہے اور میری کلائی پر ان کی بائیں ہاتھ کی کہنی ہے۔

یہی کیفیت تھی کہ جس پر میں حضرت شیخ قدس سرہ کو ہمیشہ اٹھایا کرتا تھا۔ میری کوشش یہ رہتی تھی کہ میں دائیں طرف سے حضرت کا بایاں ہاتھ میری دائیں جانب ہو۔ اس طرح ہمیشہ میں حضرت کو اٹھاتے وقت پکڑتا رہا یہ ہی میں نے دیکھا تھا بالکل شروع میں خواب۔ لیکن چونکہ برہنہ دیکھا میں نے اپنے آپ کو اور حضرت کو تو میں نے کسی سے یہ خواب بیان نہیں کیا۔

برسوں بعد حضرت مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خوابوں کا تذکرہ ہوا، میں نے ان سے یہ خواب ذکر کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا تھا اور جب حضرت شیخ قدس کی زیارت ہوئی اور حضرت کی خدمت میں ہم لگے، عقل آئی کہ اوہو! یہی تو شکل تھی جو برسوں پہلے دکھائی گئی تھی۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تمام انتظامات ہوتے ہیں۔ روحانیت کا عالم کچھ ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روحانیت کے عالم کو ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔

اس طرح اسی ہیئت پر جمعہ کی نماز سے گھنٹہ پہلے حضرت کو ہم غسل کراتے اور حضرت کو

حکیموں والی مسجد میں حکیم ایوب صاحب نور اللہ مرقدہ کے دولت کدہ کے ساتھ بنی ہوئی ان کی اپنی مسجد میں لے جاتے، حضرت کو مسجد کے صحن میں امام کے داہنی طرف ہم بٹھاتے اور صلوۃ التسبیح کی نیت بندھ جاتی۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ اسی وقت جب ہم وہاں پہنچے حضرت کو لے کر اور ابھی گذر رہے ہیں، اسی صحن میں حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز میں ہیں۔ اور حضرت نے ہمیں حکم فرما رکھا تھا کہ مفتی یحییٰ کو بتادو کہ جمعہ کے بعد کھانے کے لیے میرے یہاں آجائیں۔ وہاں صحن سے حضرت گذرنے لگے، حضرت نے دیکھا کہ مفتی یحییٰ صاحب نماز میں ہیں۔ حضرت چند سیکنڈ کے لیے ٹھہر گئے اور فرمایا کہ نماز کے بعد کھانے کے لیے آجائیو۔ یہ ایک جملہ فرمایا۔ اور دوسرا جملہ فرمایا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں، سننا تو جائز ہے۔ اللہ! کیا حضرت تھے، کیا حضرت تھے۔

اس کے بعد پھر حضرت کو ہم نے صحن میں بٹھایا اور حضرت پر مِشلح جو سعودی ائمہ نماز کے وقت ڈالتے ہیں، وہ سعودی مِشلَح کالے رنگ کا حضرت پر ہم نے ڈالا اور حضرت وہی صلوۃ التسبیح میں مشغول ہوجاتے تھے۔

والدہ ماجدہ اور صلوۃ التسبیح

ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کی یہ صلوۃ التسبیح دیکھی۔ ہماری والدہ صاحبہ کو ہم نے ساری عمر دیکھا کہ گیارہ بجے والدہ صاحبہ کے حجرہ میں ہم پہنچتے، وہ صلوۃ التسبیح میں مشغول ہوتیں۔ یہ روز کا معمول ہماری والدہ صاحبہ کا۔ اسی کو دیکھ کر ہمارے بھائی جان نے دیکھا کہ والدہ صاحبہ روز پڑھتی ہیں، بھائی جان نے روزانہ کا صلوۃ التسبیح کا معمول بنالیا۔ اور جہاں کہیں ہوں، سفر میں ہوں تو بھی کوشش ہوتی کہ صلوۃ التسبیح مغرب کی نماز کے بعد، مغرب اور عشاء کے مابین قضا نہ ہو، فوت نہ ہو۔ ممکن ہے کہ اس وقت اگر نہ پڑھ سکتے ہوں، بعد میں بھی پڑھتے ہوں۔

شیخ فتح اللہ بھروچی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے گجرات کے مشائخ میں سے ہیں شیخ فتح اللہ بھروچی، جن کا ۱۰۰۴ھ میں وصال ہے۔ ان کا مدرسہ اور ان کی خانقاہ اور ان کا خلوت خانہ بھروچ، نربدہ ندی کے کنارہ پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیخ لشکر محمد عارف کی روحانیت کا وافر حصہ انہیں عطا فرمایا تھا کہ انہی سے وہ بیعت تھے اور طویل عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور وہی رنگ انہوں نے اختیار کیا۔ ان کی نماز ہماری نماز کی طرح نہیں تھی۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نماز میں کئی دفعہ روحانی طور پر معراج حاصل ہوتی ہے۔ کئی دفعہ نماز میری معراج بن چکی ہے۔ یہ ان کا جملہ ہے۔ اور ان کے یہاں مجلس سماع ہوتی تھی، جیسے ہی کسی شعر سے متاثر ہوئے اور کوئی آہ اوہ ان کی زبان سے نکلا، کہتے ہیں کہ جہاں جہاں آواز پہنچ جاتی تھی ان کے دل روئے بغیر رہتے نہیں تھے۔ اس سماع کی مجلس میں نعرہ لگات تھے، جس سے بہت سے ہمنشینوں کے دلوں میں درد پیدا ہوجایا کرتا تھا۔

ان کے متعلق بھی لکھا ہے کہ صلوۃ التسبیح کا ان کا معمول تھا۔ یہ بزرگوں کے حالات ایک جیسے، ان کے کام ایک جیسے، وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر اسی کی وہ کوشش کرتے ہیں کہ میں بھی ان کی طرح سے بننے کی کوشش کروں، ان کی روش پر چلنے کی کوشش کروں۔ الحمد للہ ان ساتھیوں نے کسی نے ایک قرآن شریف کا معمول بنایا رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں، کسی نے دو قرآن شریف پڑھے، کسی نے تین قرآن شریف پڑھے۔ اس روحانیت کی وادی میں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قدم رکھنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رمضان ۱۴۳۵ھ
عشاء کے بعد کے مجالس

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک مہینہ کو ہم سب کیلئے باعث برکت بنائے۔ ہم سب کیلئے نجات اور مغفرت اور رہائی کا ذریعہ بنائے۔ اگر یہ ہمارے لئے مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنا تب تو اس کا آنا ہمارے لئے مبارک ثابت ہوا۔ اور اگر یہ مہینہ آ کر گذر گیا اور ہم اپنی مغفرت نہ کرا سکے، گناہوں کی معافی ہمیں حق تعالیٰ کے یہاں سے نہ مل سکی، پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے ہم مستحق ٹھہریں۔ اللہ اس سے ہمیں بچائے۔

یہ ساری عبادتیں الگ الگ ہیں۔ آپ زکوۃ میں دیکھتے ہیں کہ زائد مال کو خرچ کرو اور خرچ کرنے کیلئے صرف اتنا کرنا ہے کہ آدمی تلاش کرو مستحق اس کا اور اس کے ہاتھ میں پہنچا دو۔

حج کیلئے جسم اور مال دونوں کے خرچ کا مطالبہ ہوا کہ 'مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا' جس کی صحت بھی ہو، وہاں تک جاسکتا ہو اور توشہ ہو، سواری ہو، پہنچ سکتا ہو، اس کیلے حج فرض کیا گیا۔ یہ شرطیں موجود ہیں تو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں۔

نماز کیلئے صرف صحت شرط ہے کہ آدمی پڑھ سکتا ہے، اس کے بعد اس کے شرائط فرائض سب ارکان، مگر ہر حال میں اسے پڑھنا ہے۔ اگر ہوش وحواس ہیں، اگر رکوع سجدہ نہیں

ہوسکتا، تو صرف اشارے سے پڑھے۔ نماز معاف نہیں ہوتی۔

اور روزہ کیلئے بھی، جو بھی رکھ سکتا ہو، جس کی صحت ہے، اسے رکھنا ہے، یہ دونوں صرف بدن سے تعلق رکھنے والی عبادتیں ہیں، یہ دونوں ایک جیسی۔

جو حج کرے گا اس کے فضائل بیان کئے گئے، جو زکوۃ دے گا اس کے فضائل بیان کئے گئے اور جو نماز پڑھے گا اس کے ثواب بے شمار بیان کئے گئے، روزے کے فضائل بیان کئے گئے رمضان المبارک کی ایک عبادت ہے جو اس کا جزو سمجھی جاتی ہے، اعتکاف ہے۔

عاکف کہا جاتا ہے کسی کے در پر پڑ جانے اور اَڑ جانے والے کو۔ اور یہ اَڑ جانا اور پڑ جانا کس کیلئے ہوتا ہے، اس کی ایک نیت ہے۔ اور وہ نیت کیا ہے؟ جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے حدیث نیت لائے، انما الاعمال بالنیات، بہت سے محدثین اپنی کتاب کے شروع میں حدیث نیت لائے۔ کیوں؟

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ہے، ان کے شاگرد عبداللہ ابن مبارک نے سب کو سکھایا۔ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے چھ نمبر ہیں، یہ عبداللہ بن مبارک سے ماخوذ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ 'اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ' سے جامع صحیح شروع کرتے ہیں۔ یہ امیر المومنین عبداللہ بن مبارک کا اتباع ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص ہیں، لاڈلے شاگرد ہیں۔

یہ ایسے چہیتے شاگرد تھے کہ جس امام کے پاس پہنچے، انہوں نے آنکھوں پر بٹھایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاکم جاتا تھا، اس کو حکم ہوتا کہ واپس جاؤ۔ مدینہ منورہ کا امیر وہاں کا گورنر جاتا تھا، اس کے متعلق خدام کو اشارہ فرما دیتے تھے۔ مگر جب حضرت عبداللہ بن مبارک پہنچے، کوئی آشنائی نہیں، کہاں سے آئے؟ مشرق سے۔ اتنے دور کہاں سے؟ اس کے بعد فرمایا کہ 'آیئے آگے آیئے، خدام ہٹ گئے۔

آگے بڑھ گئے، سوچا کہ شاید مصافحہ کیلئے بلایا۔ تھوڑا سا اسٹیج کی طرح سے چوکی کی طرح سے بنالیتے تھے، تھوڑی سی اونچی، ایک آدھ بالشت، اس پر امام بیٹھتے تھے تاکہ دور سے تلامذہ دیکھ سکیں، خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف ہٹنا شروع کیا اور فرمایا کہ یہاں بیٹھو میرے ساتھ۔ انہیں تھوڑا سا تردد ہوا، فرمایا نہیں یہاں بیٹھ جاؤ۔ کھینچنا شروع کیا۔ پھر زبردستی اور کھینچ رہے ہیں اپنے ساتھ بٹھایا، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے۔ جن کے یہاں یہ چیز نہیں تھی۔ یہ پہلے اور آخری ہوں گے جن کے ساتھ اس طرح کا سلوک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہوگا۔

عبداللہ ابن مبارک پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے رہے، پڑھتے رہے۔ پھر اس کے بعد ان کا دورہ شروع ہوا، اسفار شروع ہوئے۔ ادھر بھی آئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان سے پوچھتے تھے، سبق شروع ہوا، سبق میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں، مسئلہ بیان کرتے ہیں کوئی پوچھتا ہے۔ پھر ان سے پوچھتے ہیں، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ 'مَا یَقُوْلُ صَاحِبُکُمْ'۔ آپ کے استاد کا اس مسئلہ میں کیا فتویٰ ہے؟ ان کے صاحب کون؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا کیا قول ہے۔ پھر اس کی تصویب فرماتے۔ جب کسی چیز میں ان سے الگ قول ملا، پھر اپنے قول سے رجوع فرماتے کہ انہوں نے ٹھیک فرمایا۔

اس طرح مدینہ طیبہ سے فارغ ہوکر جب عبداللہ بن مبارک کوفہ پہنچتے ہیں واپس اپنے سفر سے، جب وہاں سے نکلے تھے، ہماری طرح سے نماز پڑھتے تھے۔ رفع یدین صرف اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کے ساتھ کرتے تھے، ہر مرتبہ کی تکبیرات انتقال میں نہیں ہوتا تھا۔

کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے عدم رفع کا تھا، کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور یہاں مکہ مکرمہ میں دیکھا، مدینہ طیبہ میں دیکھا، یہاں کے مشائخ میں دیکھا ان کے یہاں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، رفع یدین ہے، عبد اللہ بن مبارک نے اس پر غور کیا ہوگا، ان کی طبیعت اس کی طرف مائل ہوئی، جیسے ہمارے شیخ

حضرت مولانا یونس صاحب نوراللہ مرقدہ کچھ مدت تک رفع یدین نمازوں میں فرماتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

جب واپس پہنچے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نماز میں کھڑے ہوئے۔لکھا ہے کہ جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کھینچ کر پاس بٹھایا، اس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنے پاس کھڑا کرتے تھے قریب بالکل کہ میرے پاس آجاؤ۔جس طرح میں نے جلسے میں بتایا تھا کہ میں صف میں حضرت کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا، لحاظ کر کے ذرا پیچھے کھڑا ہوتا، حضرت مجھے کھینچتے۔فرماتے کہ کچھ کاٹے، گھن آوے؟ کہ بدبو آتی ہے گھن آتی ہے؟ اس طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے ہیں، بالکل قریب ہیں۔

جب ان کی نماز دیکھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہاں سے گئے تھے رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہاں سے واپس آئے، رفع یدین شروع کردیا۔صرف ایک سوال فرمایا کہ 'تُرِیْدُ اَنْ تَطِیْرَ؟'۔ بچے کہانیاں پڑھتے ہیں کہ کوئی پری ہوتی ہے ایسے ہاتھ کرتی ہے، وہ اوپر اڑنے لگتی ہے۔ایسے ہاتھ کیا تو اڑ گئی۔

یہی سوال کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ 'تُرِیْدُ اَنْ تَطِیْرَ؟' کہ اڑنے کیلئے ایسا کررہے تھے؟ انہوں نے بھی معشوقانہ انداز میں جواب دیا کہ اڑنا ہی ہوتا، ایک ہی دفعہ میں اڑ جاتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان ائمہ کرام سے ہمیں وابستہ رکھے، تقلید پر ہمیں قائم رکھے۔ بہت بڑی دولت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس رمضان المبارک کی دولت سے ہمیں مالا مال فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل عرض کیا تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امت پر بہت بڑا احسان ہے، اتنی صدیوں تک تو مخلوق دیکھتی رہی ہوگی ان کے کارناموں کو، یاد کرتی رہی ہوگی، لیکن اب جو ہمارے سامنے سلفیت کا فتنہ ہے اس کو دیکھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ کتنا بڑا امت پر احسان۔ ہے کوئی بات کے جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ امام صاحب بھی سلفیوں کی طرح یہ فتویٰ دیتے تو اس وقت امت مسلمہ کی تعداد کتنی رہ جاتی؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

میں نے کل آپ سے عرض کیا تھا، آپ کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ کیسے رجال تیار فرمائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ایک نوجوان پہنچتا ہے عبداللہ بن مبارک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، جن کے یہاں ایک ایک شخص کی ایک حرکت کو، اس کی نظر کو، ہر چیز کو دیکھا اور ناپا جاتا تھا، تب جا کر صرف باریابی اور مصافحہ کی اجازت ملتی تھی، مگر عبداللہ ابن مبارک کی امام ابو حنیفہ سے تلمذ کی نسبت حال سنتے ہی ایسے گرویدہ ہوگئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ اپنی مسند پر ساتھ بٹھا رہے ہیں۔ اور پھر پوچھ رہے ہیں کہ **مَایَقُوْلُ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ اَصْحَابُکُمْ؟** کہ تمہارے اصحاب کیا کہتے ہیں۔ ان تمام کو یہ بھی پتا تھا کہ یہ تنہا ایک شخص نہیں بلکہ ایک

پوری جماعت ہے۔

عالمگیر

جیسے فتاویٰ عالمگیری تنہا ایک عالم کا کارنامہ نہیں بلکہ اس وقت کی ساری دنیائے اسلام کی سب سے بڑی روئے زمین کی سلطنت اور مملکت اور روحانیت سے رنگی ہوئی اسلامی حکومت عالمگیر کی تھی، بذات خود وہ اس کی پسِ پشت تھے۔ اتنے بڑے ہندوستان جو برما سے لے کر مشرق میں پتا نہیں کہاں تک دائرہ اس کا پھیلا ہوا تھا، اتنے بڑے ملک سے فقہاء کرام منتخب کیئے، دس دس کی جماعتیں کئی بنائی، پھر دس پر ایک امیر چنا۔ اسطرح کی چار پانچ جماعت بنائی۔ ان حضرات نے دستور اسلامی تیار کیا۔

غرض یہ ایک عالمگیر کتاب کسی ایک شخص کی یا دو چار افراد کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ پوری دنیا کے تمام اہل علم میں سے چنندہ اور منتخب لوگوں کا کارنامہ ہے۔

اب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ان کی پشت پناہ تو کوئی حکومت نہیں تھی، حکومتیں تو ان کے درپے تھیں۔ ان کی پشت پر کوئی نہیں تھا۔ اسی لئے تو زہر کھلایا گیا اور سجدے کی حالت میں جیل خانے میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ یہ کوئی ایک ہی قصہ نہیں تھا بلکہ ساری عمر اسی میں گذری۔ ایک اختلاف کی بنا پر کہ امام اعظم دیکھتے رہے بنو امیہ کے زمانے سے زیادتیاں جو اہل بیت کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، اس کو وہ برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ ان کا ہمیشہ تعلق رہا اہل بیت کے ساتھ۔

جو حکومت آتی، اس کی نظر امام صاحب پر رہتی تھی کہ یہ اگر ذرہ سا کسی کو یہ اشارہ کریں گے، ہماری حکومت کا تختہ الٹ جائے گا کہ اہل بیت ان کے ساتھ ہیں اور یہ دل وجان سے اہل بیت کے ساتھ ہیں۔ مگر اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، امام صاحب نے اپنا مشن کبھی نہیں بدلا، اپنا عقیدہ کبھی نہیں بدلا۔ عقیدہ دور کی بات ہے، انکی شدت کا پارہ بلند ہوتا چلا گیا، کہ جو ان کی سوچ تھی، ان کا مزاج تھا اہل بیت کی معاونت اور مدد اور ان کا ساتھ دینا اور برملا اس کا

اظہار کہ اہل بیت اس کے حقدار ہیں۔

ان تمام مظالم کے باوجود حضرت امام اعظم، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ اس وقت بھی پھیلا۔ حالانکہ آپ کی وفات کے بعد ایک مستقل مہم چلی، اماتت مذہب ابی حنیفہ، حکومتیں اس کے پیچھے تھیں، دوسرے دشمنان اسلام اس کے پیچھے کہ اس مذہب کو ختم کرو دنیا سے۔ مگر ختم کر سکے اس کو؟ کیوں نہیں کر سکے کہ اس کے پیچھے روحانیت تھی، زبردست روحانیت۔

داود طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد عبداللہ بن مبارک، ان کا حال میں نے آپ کو بیان کیا۔ دوسرے امام اعظم کے ایک شاگرد داوٗد طائی ہیں۔ یہ جو ہمارے روحانی سلاسل ہیں، سب میں سب سے بڑا نام آتا ہے داوٗد طائی، روحانی سلاسل میں۔ یہ داوٗد طائی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اور کیسے شاگرد؟

آپ جو ہر سال بخاری شریف کی آخری حدیث سنتے ہیں، اس میں سب سے پہلا نام آتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَشْکَابٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ‘، یہ محمد بن اشکاب اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ’حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ دَاوٗدَ الطَّائِی‘.

چلئے ہمارا وقت ختم ہوگیا، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے مسلک پر ہمیں باقی رکھے، ہماری نسلوں کو باقی رکھے اور جس طرح وہ رمضان المبارک میں اپنی تلاوت دگنا فرمادیتے کہ ایک قرآن دن میں ایک رات میں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی طرح ہمت کرنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس دن نیت کے متعلق میں عرض کر رہا تھا، بات اس دن بیچ میں چھوڑ دی، کتنا پیارا موضوع ہے، لیکن چونکہ یہ جو دوسرے ملکوں میں سن رہے ہیں انہیں اندازہ نہیں کہ یہ پانچ سات منٹ پر مجبوراً ہمیں بات ختم کرنی پڑتی ہے، بہت مختصر راتیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عافیت کے ساتھ ان دنوں کو پورا فرمائے۔ ان ساعتوں کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق دے۔

یہ عرض کیا تھا کہ یہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم کو چھ نمبر بتائے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تبلیغی جماعت کے چھ نمبر اسی سے اخذ کئے۔ اس میں سب سے پہلا نمبر نیت کا ہے۔ پہلے دن اس کو اس لئے میں نے بیان کیا تھا تاکہ ہم اپنی نیت درست کرلیں۔ روز آپ نماز کیلئے نیت کرتے ہیں، الگ نیت۔ روزہ شروع کرتے ہیں، کوئی ڈیڑھ بجے کرتا ہے کوئی ڈھائی بجے، کوئی تین بجے، کوئی ساڑھے تین بجے، جب وہ روزہ شروع کرتے ہیں اس وقت کی ایک نیت۔ مگر پورے ماہ مبارک کی ایک نیت ہے، مہینہ بھر کے لئے کافی ہے۔

حنفیت کو جو یہ دھکا ملا ہے، ایسے مبارک ہاتھوں سے ملا ہے کہ باید وشاید کہ کسی دنیا کی کسی جماعت کو ایسے مبارک ہاتھ نہیں ملے ہوں گے اور ایسی پشت پناہی نہیں ملی ہوگی جو حضرت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے ہم اہل مذہب احناف کو ملی ہے۔ ربیع پوچھتے ہیں حضرت داؤد طائی سے، جیسا گذشتہ کل میں نے شروع کیا تھا کہ بخاری شریف کی آخری روایت میں 'حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَشْکَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

اسی طرح محمد بن اشکاب کی طرح سے یہ ربیع آ کر سوال کرتے ہیں کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

کتنی پیاری نصیحت فرمائی، ہمارے روزے کی نیت کیا ہونی چاہئے، رمضان کی نیت کیا ہونی چاہئے۔ فرمایا کہ یہ زندگی ساری تمہارا روزہ ہے۔ کتنا زبردست عہد لے رہے ہیں کہ جس طرح ہم یہ چند گھنٹوں کیلئے دو تین چیزیں چھوڑتے ہیں، کھانا چھوڑتے ہیں، پینا چھوڑتے ہیں، جماع چھوڑتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ تمام چیزیں عمر بھر کیلئے چھوڑ دو۔ اور واقعی ان حضرات نے کر کے دکھایا۔

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ آخری روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی سوچ سمجھ کر یہ روایت یہاں پر رکھی، اور کن کن کو لائے۔ چن چن کر لاتے ہیں کہ پہلے حدیث نیت کیوں لائے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص، جنہوں نے ہمیں چند اصول بنا کر دیئے۔ ان میں سب سے پہلا اصول 'النیۃ ثم الاستماع'۔ اسی طرح جو آخری روایت لائے، کن کی لائے؟ جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد، اور وہ بھی کیسے؟ کچھ وسیع الظرف شیوخ ہیں کہ وہ اصرار سے، سمجھا کر بجھا کر، پلاننگ کر کے کسی طرح تلامذہ کو، مریدوں کو جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ عام لوگوں سے بھاگتے تھے۔

محمد بن اشکاب جب داؤد طائی کی خدمت میں پہنچے، انہیں واسطہ دینا پڑا کہ میں تمہیں واسطہ دیتا ہوں کہ میری اور تمہاری تو رشتہ داری ہے اس کا واسطہ۔ اس انداز سے ربیع جب نصیحت کے طالب ہوئے تو فرمایا کہ یہ جو زندگی ہے تمہاری، یہ اپنی ساری زندگی کا روزہ سمجھو

اوراس کا افطار ہوگا کب؟ موت کے ساتھ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ عہد ہمیں بھی کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر چیز مالک اوراس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا نہ کسی کو سوچیں، جب کسی کا خیال آئے اور کسی بھی چیز کا ان دونوں کے سوا، دروازہ بند کرلیجئے کہ اوہ، لاحول ولاقوۃ۔ یہ مجھے کیوں خیال آیا، درد کا کیوں خیال آیا، بیماری کا کیوں خیال آیا، بیوی کا کیوں آیا، بچی کا کیوں آیا، دکان کا کیوں آیا؟ کیا کھاؤں گا، آج افطاری میں کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت قاری اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت قاری اسماعیل صاحب سمنی کی طبیعت ناساز ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ مجھے پتہ چلا کہ طبیعت کچھ زیادہ ناساز ہے، پھر میں نے ان کے یہاں فون کیا، ان کے پوتے حذیفہ سے بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہسپتال میں ہیں، کئی ہفتے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ ہمارے دارالعلوم کے سابق استاذِ تجوید ہیں۔ اور پھر یہاں کے بعد انہوں نے سب سے بڑی یادگار دارالعلوم بولٹن کی بنیاد رکھی جو اب تک ماشاء اللہ بڑا ادارہ ہے لنکا شائر کا۔ پھر اس کے بعد مسجدِ عثمان اپنے علاقے میں بنائی۔

ابھی جب 'میرے بھائی جان' چھپ کر آئی، تین چار نسخے تھے، ایک حضرت مولانا ہاشم صاحب کی خدمت میں پیش کی اور ایک میں لے کر گیا ان کے پاس کہ انہیں بھی انتظار ہوگا کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ سے بہت قریبی تعلقات رہے۔ یہ چند ہفتے پہلے ہی کا قصہ ہے مجھے گھر والوں نے بتایا کہ ابھی نماز کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔ ماشاء اللہ مسجد سے گھر تک خود وہ چل کر آئے، طبیعت ٹھیک ٹھاک تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفا وصحت سے رکھے۔ عمر میں، جان

میں، مال میں، عزت میں برکت عطا فرمائے۔

ان کے والد محترم نے ایک خط میں، جب دار العلوم کے متعلق ابتدائی کوششیں ہو رہی تھیں، اس وقت تحریر فرمایا تھا کہ جہاں کوشش ہو رہی ہے دار العلوم وہاں پر نہیں ہے۔ یہ انہوں نے کیسے دیکھ لیا؟ ان کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے۔ وہ سلسلہ مجددیہ کے ایک بزرگ حضرت نور المشائخ افغانی جو نوساری میں تشریف لایا کرتے تھے، کافی عرصہ وہاں قیام رہا، ان سے بیعت تھے۔

یہاں جب حضرت قاری صاحب استاذِ تجوید تھے تو 70s میں میرا ہندوستان کا سفر ہوا۔ والد محترم کے لئے قاری صاحب نے کوئی امانت دی ہوگی۔ چکھلی میں، نوساری کے قریب ان کی دوکان تھی کپڑوں کی، میں وہاں پہنچا، وہ امانت پہنچائی۔ انہوں نے چائے سے ضیافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو واپسی کی جو پہلی ریل ہے اس سے واپس سورت جانا چاہتا ہوں اس لئے مجھے جلدی ہے، میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ اچانک دیکھا کہ وہ بھی وہاں اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ آپ کو جہاں تک میں الوداع کرسکوں، ساتھ رہو۔ چنانچہ سورت تک وہ ٹرین میں ساتھ رہے۔ معمولات کے بڑے پابند تھے۔

ملا شور بازار رحمۃ اللہ علیہ

جو اُن کے پیر صاحب تھے وہ افغانستان سے تھے۔ اور حضرت مولانا آفتاب صاحب کے والد محترم حضرت مولانا بدر عالم صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ، کا سارا خاندان ابھی مدینہ منورہ میں ہے، حضرت مولانا بدر عالم صاحب نور اللہ مرقدہ کے بھی وہ پیر و مرشد تھے۔ حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب اور قاری صاحب کے والد صاحب یہ ایک ہی پیر سے دونوں کا تعلق تھا۔ اور ان کا نام بھی بڑا پیارا تھا۔ ۷۳ء میں ان کا پاکستان میں انتقال ہوا اور کابل لے جا کر ان کو دفن کیا گیا تھا۔

ان کا نام کچھ اور ان کے والدین نے رکھا ہوگا، مگر کابل کے عوام انہیں 'ملا شور بازار' کہا

کرتے تھے۔ رعب و دبدبہ ہوگا بازار والوں پر کہ جب گذرتے ہوں گے، ایک شور ہوجاتا ہوگا بھاگتے ہوں گے۔ اسلئے ان کا یہ لقب مشہور ہوگیا ہوگا، حکیم استغفر اللہ کی طرح سے۔ وہاں ایسے القاب عام ہیں۔عوام نے ایک بزرگ کا نام رکھا تھا 'قل ہو اللہ احد خان'۔

مدینہ طیبہ میں ہمارے دوست ہیں سید عبدالجلیل صاحب، ان کے والد صاحب سید وکیل محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں بھی انہی سے بیعت تھا اور واقعی یہی ان کا نام مشہور تھا ملا شور بازار۔ مجددی سلسلے کے بہت اونچے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کا انتقال بھی بڑا پیارا۔ جب کوئی بہت تعجب انگیز چیز سامنے آجائے، زور سے کیا کہتے ہیں؟ 'اللہ اکبر!'۔ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز پڑھی، سب بیٹھے ہوئے ہیں کہ ایک نعرہ زور سے 'اللہ اکبر!' کیا دیکھا ہوگا، ملاء اعلیٰ سے کیا استقبال ہوا ہوگا کہ انہوں نے کہا 'اللہ اکبر'۔ اور اس کے ساتھ ہی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اور بڑے صاحب کشف وکرامات تھے،نوساری میں ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کو صحت دے، ان کے والد صاحب کے درجات بلند فرمائے، ان روحانی سلاسل سے اللہ تعالیٰ ہمیں وابستہ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

نورالمشائخ

حضرت پیر صاحب کا ذکر ہوا تھا کہ عوام تو انہیں کہتے تھے 'ملا شور بازار' مگر جب مجددی سلسلہ کا فیض بڑھا، حکومت تک پہنچا، حکومت گرویدہ ہوگئی، اس وقت کے افغانستان کے شاہ امان اللہ نے اپنے مہذب انداز میں سوچا ہوگا کہ ہمارے اتنے بڑے پیر صاحب اور ان کو پبلک اس نام سے یاد کرتی ہے 'ملا شور بازار'، پھر انہوں نے اپنی تحریروں میں خطوط میں ان کا جہاں کہیں نام آتا، وہ کہنے لگے 'نور المشائخ'۔ پھر عوام کو بھی سمجھ آئی اور اس وقت سے 'ملا شور بازار' سے وہ 'نور المشائخ' بنے۔ حضرت نور المشائخ ۱۹۴۸ء میں نادر شاہ کے دور میں وہاں کے وزیر عدل بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مجددی سلسلہ اس علاقہ میں ان کے ذریعہ خوب پھیلایا۔

فتاویٰ عالمگیری کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا تھا اور وہ سلطنت جو کسی اور رخ پر جارہی تھی، خالص اہل سنت والجماعت کے مسلک پر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت واپس پلٹی، ورنہ شیعیت کا وہاں بہت غلبہ ہوگیا تھا۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت سے بعید کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جہاں چاہے جس طرح چاہے۔

اور پیچھے جائیں، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ کہ چیف جسٹس تمہیں بننا پڑے گا اس کیلئے کوڑے مارے جاتے تھے۔ سزائیں دی جاتی تھیں۔ بالآخر جیل میں زہر دیا گیا سجدے کی حالت میں، مولیٰ کو اپنی جان سپرد کی۔ مگر جیسے وہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں رہے، ان کی دعائیں، ان کی سسکیاں، ان کے نالے اوپر تک پہنچے اور وہاں انقلاب آیا تو اسی طرح یہاں بھی۔

ایک کے بعد ایک خلیفہ آتا تھا اور ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی تھی مگر بیچ میں یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بعد نمبر ۲ پر ہمارے یہاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مگر حقیقتاً امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان دوسرے نمبر پر حقیقتاً جو نام ہے وہ داؤد طائی کا ہے، ہر اعتبار سے۔ جیسے میں نے کہیں عرض بھی کیا کہ جَلَسَ فِیْ اَھْلِ الْعَرَبِیَّۃِ صَارَ رَأْساً فِیْہِ۔ کہ عربی زبان لغہ، فصاحت بلاغت والے شعراء، ان کے ساتھ بیٹھے تو رئیس حلقہ داؤد طائی تھے۔ جَلَسَ مَعَ الْفُقَھَاءِ صَارَ رَأْساً فِیْہِ، جَلَسَ مَعَ الْمُحَدِّثِیْنَ، ان کے یہاں ریاست کا لفظ نہیں آتا رئیس حلقہ نہیں ہوتا، اس لئے لکھتے ہیں کہ 'صَارَ اِمَامًا فِیْہِ'. امام المحد ثین بنے۔

کتنا علم ہوگا حضرت داؤد طائی کے پاس اور کس درجہ کا؟ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں کتنی تاثیر تھی؟ کیسے کیسے لوگ آپ نے تیار فرمائے؟ اس لئے حقیقتاً دوسرا نمبر داؤد طائی کا ہے۔ کیوں؟

لکھا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جب کبھی کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا تھا اور کسی جگہ اتفاق نہیں ہوسکتا تھا، اس مسئلے کو پھر لے جا کر پیش کرتے تھے داؤد طائی کے پاس اور پھر جو فیصلہ وہ فرماتے تھے وہ آخری بات ٹھہرتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مبارک ہاتھوں کے ذریعہ اس فتنہ کو پھر ایسا ختم فرمایا کہ بیچ میں ہارون رشید عالمگیر کی طرح تیار ہوگئے۔ اللہ نے انہیں قبول فرمالیا۔

خلیفہ ہارون رشید

ہارون رشید کا حال یہ تھا کہ روز سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ ہر وقت ان کے ساتھ کون رہتا تھا؟ ہمارے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ چیف جسٹس انہیں بنایا تھا ہر چیز میں ان سے مشورہ لیتے۔ دوستو میں نے عرض کیا کہ ہمیں ہر چیز کی کوشش کرنی چاہئے۔ جب اتنا بڑا امیر المومنین، ساری دنیا ان کے زیر نگیں اور وہ کتنی رکعت پڑھتے تھے؟ سو رکعت روز پابندی سے۔

اور یہ عرض کیا تھا کہ ہمارے تمام مشائخ اکابر کے یہاں روز ایک قرآن شریف کا معمول تھا۔

ہم نے یہاں دار العلوم میں کئی سال تک یہ معمول رکھا تھا۔ ابھی تو صرف وہ دورے والے اعتکاف کرتے ہیں، مگر اس وقت یہ سلسلہ تھا کہ دار العلوم میں سارا سال رمضان کی بہار رہتی تھی۔

ہم نے باری مقرر کر رکھی تھی، کہ جب یہ سلسلہ ہم نے شروع کیا، پہلے دن میں نے اور حضرت مولانا ہاشم صاحب نے روزہ رکھا، اعتکاف کیا، ایک دن کی نیت کی۔ اور میں نے اعلان کیا تھا کہ اب یہ باری باری تمام طلبہ اساتذہ سب اپنی باری پر کریں گے۔ طلبہ اساتذہ جن کی باری ہوتی تھی وہ روزہ بھی رکھتے تھے اور روزہ کے ساتھ اپنے اسباق میں بھی شرکت کرتے تھے اور روز ایک قرآن شریف پڑھتے تھے۔

اور اس کی برکت سے بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ ہمارے صوفی طاہر صاحب اعتکاف میں ہیں، جہاں کتب خانہ ہے، وہاں جماعت ہوتی تھی، پنج وقتہ نماز پڑھی جاتی تھی۔ وہاں اعتکاف میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دکھایا۔ مجھے کہنے لگے کہ آج میں نے خواب میں دیکھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساؤتھ افریقہ میں وہاں کے لوکل افریقن کے ساتھ حکومت سے جہاد میں مصروف ہیں۔ اس وقت تو

کوئی نام ونشان بھی نہیں تھا کہ وہ حکومت جاسکتی ہے۔مگر آپ نے دیکھا کہ بغیر کسی خونریزی کے کس طرح وہ حکومت چلی گئی۔

ایک دور جب ختم ہوتا تھا کہ تمام طلبہ اساتذہ نے اپنی باری پر اعتکاف کرلیا دو دونے، پھر میں اور مولانا ہاشم اگلا دور دوسرا راؤنڈ شروع کرتے۔کیا کرتے تھے کہ قرآن شریف کھول کر مغرب کے بعد تلاوت شروع کردیتے تھے۔ پھر حضرت مولانا مجھ سے پوچھتے تھے کہ کتنے پارے ہوئے، میں ان سے پوچھتا۔اُس وقت ایک دفعہ ونٹر سردی کا موسم تھا، میں نے ایک دفعہ حضرت مولانا کے پوچھنے پر عرض کیا تھا، ڈھائی بجے، کہ قرآن ختم ہوگیا۔

بڑے حروف والا قرآن سامنے رکھ لیں۔تو جیسے آپ نماز میں پڑھتے ہیں، اسطرح پڑھتے جائے کہ نماز میں اگر آواز سے پڑھیں گے، ویسے بھی اگر آواز سے پڑھیں گے روزے میں قرأت کے طرز پر، گلا خشک ہوجائے گا، زبان پڑھ نہیں سکیں گے۔نماز کی ہیئت کی طرح پڑھتے رہیں قرآن شریف دیکھتے ہوئے زیادہ تیز پڑھ سکیں گے۔ جو حافظ ہیں وہ بھی، زبانی پڑھنے کی بجائے قرآن میں دیکھ کر پڑھیں گے۔تو چند گھنٹوں میں ایک قرآن مجید ختم ہوجائیگا، کوشش تو کیجئے، ایک دفعہ تجربہ کیجئے۔ یہ تو زندہ نمونہ ہے۔کئی سو طلبہ اساتذہ کو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ انہوں نے ایک مجلس میں ایک ختم پڑھا ہے۔ سالہا سال تک یہ سلسلہ رہا دار العلوم میں۔

قرآن پاک کی تلاوت میں اللہ مشغول رکھے۔ لایعنی چیزوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔کل ہم دعا کررہے تھے حضرت قاری اسمٰعیل سمنی صاحب کیلئے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی شفا دے۔

اور ہمارے منشی صاحب کئی سال سے صاحب فراش ہیں۔ جب تک وہ تھے، دارالعلوم کے باہر کا نقشہ کچھ اور ہوتا تھا۔ کہ ہر تھوڑی مدت کے بعد موسم بھار آیا، کہ وہ فون کرتے ہیلی کاپٹر والوں کو کہ تمہارا اس طرف چکر ہو تو فوٹو لے لیجئے۔ وہ فوٹو سارے اس وقت کے ہیں۔ آپ انہیں دیکھیں تو حیران ہوں گے اوہ یہ دار العلوم ایسا ہوتا تھا۔

اور قاری صاحب جب ہوتے تھے قاری یعقوب صاحب، وہ بھی صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی شفائے کاملہ عطا فرمائے۔تو جب وہ تھے اس وقت کا رنگ طلبہ کا، انتظام کا کچھ اور ہوتا تھا ابھی کچھ اور ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں صاحبان کو بھی صحت دے۔

(حضرت قاری یعقوب صاحب بدستور صاحبِ فراش ہیں، بلکہ ابھی تو ہسپتال میں ہیں، اور حضرت منشی منظور صاحب پچھلے ہفتہ رحلت فرما گئے۔ طویل عرصہ سے بیمار تو تھے ہی، مگر گھر میں چل پھر لیتے تھے۔ گزشتہ جمعرات کو سانس لینے میں دقت محسوس ہوئی، اور چند لمحات میں جان مالک کے سپرد فرمادی اور زکریا مسجد، بولٹن میں ۷/ربیع الاول/ ۱۴۳۷ھ، مطابق ۱۸/دسمبر/ ۲۰۱۵ء کو نمازِ جنازہ ہوئی اور بولٹن کے قبرستان میں آرام فرما ہوگئے۔)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

نوٹ:

حضرت قاری یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ وفات: ۵/مارچ/ ۲۰۱۶ء

حضرت قاری اسمٰعیل سمنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ وفات: ۲۷/اگست/ ۲۰۱۴ء

حضرت مولانا عمر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ، تاریخ وفات: ۸/جون/ ۲۰۱۴ء

یہ دارالعلوم کے خدّام سب قریب میں بولٹن کے قبرستان میں آرام فرما ہیں۔

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے ایک عزیز کھلوڑ سے، ہاشم قاسم لمباڈا، وہ تبلیغی جماعت میں چار مہینے کیلئے ہندوستان سے افریقہ گئے اور وہاں جماعت میں آج جمعہ کے دن اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، یہ لمحات قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مل جاتا ہے۔

آپ سنتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! تیرے رستے کی موت دے۔ وہ تبلیغی جماعت کے احباب کے ساتھ ہمیشہ یہ سنتے ہوں گے، بولتے ہوں گے،قبولیت کی گھڑی میں کس طرح اللہ نے قبول فرمایا کہ رمضان المبارک کا جمعہ اور بھائی جان کے پاس جا کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ جو مانگو مالک کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ بس ہمارے مانگنے کی کمی ہے ہم مانگتے نہیں۔

حق جل مجدہ کی ذات عالی کا تعارف کراتے ہیں ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ۔ کتنا پیارا جملہ حضرت نے فرمایا، بہت غور سے سنیئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا البیلا معشوق ہے۔ اب آپ لغت کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں گے، بہت مشکل سے کہیں ملے گا آپ کو کہ البیلا کا کیا ترجمہ۔ حضرت سمجھتے تھے کہ یہ سمجھے نہیں ہوں گے، حضرت نے پھر پوچھا کہ

جانو! کہ البیلا کسے کہیں۔ پھر فرمایا کہ البیلا وہ معشوق کہ جسے عاشق کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ اس پر کیا گذر رہی ہے۔

اسی لئے میں نے ۱۹۶۸ کا قصہ سنایا تھا کہ میں اعتکاف میں ہوں ورتھی میں، اخیر عشرہ کے اعتکاف میں، مسجد میں استنجے کا انتظام نہیں تھا، اسلئے فراغت کے لئے گھر جانا پڑتا تھا اور والد صاحب نور اللہ مرقدہ صاحب فراش ہیں۔ میں اپنے استنجے سے فارغ ہوتا، دیکھا کہ والد صاحب اگر نشاط میں ہوئے، سلام کیا، تھوڑی دیر بیٹھ کر باتیں کیں۔ پھر میں واپس مسجد لوٹ جاتا تھا۔

ایک دن اسی طرح کھڑے کھڑے باتیں کر رہا ہوں، والد صاحب نے فرمایا کہ بیٹھو! پھر فرمانے لگے کہ اللہ کی یاد میں اور اس کی طلب میں بے پناہ مخلوق رو رو کر چلی گئی۔ کسی کو وصالِ خدا مقدر نہ ہو سکا، الا ماشاء اللہ۔ بہت کم کہ جنہیں وصال نصیب ہوا۔

کیسا البیلا معشوق، وہ حضرت کی بات کہ حضرت نے فرمایا کہ البیلا معشوق وہ کہ جسے پرواہ نہ ہو کہ عاشق پر کیا گذر رہی ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

یہ بے نیازی اللہ اپنے دوستوں کو عنایت فرماتے ہیں۔ ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بہت دیکھا کہ جو مزاج سمجھتے ہوں، وہ مکمل فائدہ اٹھا سکتے ہیں ورنہ بے چارے رستے ہی میں سے لوٹ جاتے ہیں۔ ایک ساتھی تھے ساؤتھ افریقہ کے، حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہمارے ساتھ۔ مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ۔ راندیر میں بھی ساتھ تھے۔ پھر وہ ندوہ چلے گئے وہاں سے فارغ ہو کر پھر سہارنپور پہنچے، وہاں بھی ساتھ تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے کسی چیز پر دو چار خدام کو ڈانٹا۔ وہ ڈانٹ بھی حضرت کی ایسی ہوتی تھی کہ حضرت شیخ یونس صاحب مجھے فرماتے تھے جب دفتر کی مسجد کے حجرہ میں ان کا قیام تھا کہ مسجد میں حضرت کسی کو ڈانٹ پلاتے ہیں تو یہاں کمرے میں میرا دل دھڑکتا ہے۔ ایسی

زبردست حضرت کی ڈانٹ ہوتی تھی۔سب کو ڈانٹا کہ بھاگو یہاں سے، جاؤ۔نکلو یہاں سے۔ افسوس تو ہوتا تھا جو پرانے خادم ہوتے وہ نہیں روتے ہوں گے۔ یہ بے چارے رو پڑے، روتے روتے باہر نکلے۔

جب مہمان خانے میں بھائی جان پہنچے، دیکھا تو وہ اپنا سامان تیار کررہے ہیں، پوچھا کیا بات؟ تو کہا حضرت نے ابھی فرمایا کہ جاؤ۔تب ان کو سمجھایا کہ یہ تو روز ایسا ہوتا ہی ہے۔ معشوق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ روز ہمارے ساتھ اس طرح ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح کے کلمات ہم سنتے ہیں۔مولانا غلام نبی پھر رک گئے بھائی جان کے فرمانے پر۔ اپنے قیام کی مدت انہوں نے پوری کی۔

حضرت مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

اب جو براہ راست حضرت نے ڈانٹ کے ذریعہ قلب میں انڈیلا ہوگا، کیسے رنگ لایا، کہ میں اسپنگو بیچ ڈربن کی مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا، وہاں بورڈ پر سامنے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں کا ایکسیڈنٹ ہوا اور نماز جنازہ فلاں مسجد میں فلاں وقت پر ہوگی۔ وہاں ہماری بھانجی کے شوہر عبدالصمد متالا مجھے کہنے لگے کہ یہ جس طرح لکھا ہے، اس طرح یہاں نوٹس بورڈ پر لکھا کرتے تھے مولانا غلام نبی، یہاں ہماری مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں ہمارے ساتھی تھے۔انہوں نے کہا اچھا آپ کے ساتھی تھے؟ میں نے کہا کہ بچپن سے بہت صوفی تھے۔

کہنے لگے کہ ان کا عجیب قصہ ہے کہ اعلانات بورڈ پر لکھنے کی یہ خدمت ان کے ذمے تھی، فون آیا تو متولی صاحب نے ان کو بتادیا کہ فلاں کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ فلاں جگہ ہوگی، وہ مولانا غلام نبی نوٹس بورڈ پر لکھ دیا کرتے تھے۔نماز باجماعت کے بہت پابند تھے۔مصلیوں کے جانے کے بعد اخیر میں، نماز نفلوں سے فارغ ہوکر مسجد کو تالا لگاتے، بند کرتے پھر نوٹس پر اعلانات لکھ کر گھر جاتے۔

عبد الصمد کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز میں ہم لوگ پہنچے، بورڈ پر لکھا ہوا ہے کہ مولانا غلام نبی یہ پتہ ایڈریس ان کے گھر کا، ان کا انتقال ہوگیا اور ان کی نماز جنازہ اتنے بجے فلاں مقام پر ہوگی۔ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں سب آرہے ہیں اور سب دیکھ رہے ہیں یہ نوٹس بورڈ پر لکھا ہوا ہے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ابھی آئے مسجد میں کہ نہیں آئے۔ بعد میں فون کیا، پتہ چلا کہ واقعی انتقال ہوچکا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مبارک ایام کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہ رمضان المبارک کی گھڑیاں بھی بہت نرالی، ان سب کو شکل عطا ہوگی۔ یہ ہماری نماز ہوتی ہے یہ، ہم سمجھتے ہیں کہ کچھ نظر نہیں آتی مگر کہتے ہیں کہ جیسے منہ پر کوئی چیز پھینک کر مارے، پتھر پھینکے، اسی طرح ماری جاتی ہے نماز۔

اسی طرح یہ رمضان المبارک کی یہ گھڑیاں، جو اس کو جس طرح وصول کرنا ہے اس طرح وصول نہ کرے، اس کے لیے آپ نے وہ وعید سنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان گھڑیوں کی ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ گھڑیاں ہم سے ناراض نہ ہوں اور یہ حق تعالیٰ کے یہاں ہمارے لئے سفارشی بنیں۔ اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب نہ ہوں، اللہ سے قرب کا ذریعہ ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرحوم ہاشم قاسم لمباڈا گذشتہ کل روزے سے تھے، جمعہ کے دن عصر کی نماز ابھی پڑھی ہے اور نماز سے فارغ ہوکر تبلیغی ساتھیوں کے ساتھ بیان، تشکیل وغیرہ میں رہے۔ آدھ گھنٹہ پہلے فارغ ہوکر دعا میں سب مصروف ہونے لگے، ہم تلاوت میں مصروف تھے، پھر انہوں نے ہاتھ اٹھالئے۔

کہتے ہیں کہ یہ ان کی ہمیشہ کی عادت تھی گھر پر بھی کہ تلاوت کے بعد دعا کرتے کہ دن بھر کا نامہ اعمال بند ہورہا ہے، اعمال بند ہوں اس حال میں فرشتے لکھیں کہ مولیٰ تیری جناب میں ہاتھ اس نے اٹھا رکھے تھے اس حال میں میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اسی طرح عادت کے مطابق وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہے، کرتے رہے، کرتے رہے۔ دعا میں نہ معلوم اوپر کیا دیکھا ہوگا کہ بس اسی حال میں رخصت ہو لئے۔ کتنی پیاری موت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح دل سے مانگنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں جبریل امین حاضر ہوتے تھے۔ صحابہ کرام بھی دیکھتے تھے۔ پھر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے کہ تم نے کسی کو جاتے ہوئے دیکھا، وہ کہتے کہ ہاں دحیہ کلبی جارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دحیہ کلبی نہیں، وہ جبریل امین تھے۔

صحابہ کرام میں حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ نہایت حسین جمیل نہایت خوبصورت تھے۔ اسی طرح یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی نہایت حسین وجمیل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شام اپنا گرامی نامہ دے کر مَلِک روم کے پاس بھی بھیجا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے اسی علاقہ میں تھے۔ انتقال تو ان کا بہت دیر بعد ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت، اتنے سارے حالات اور تقلبات اور فتنوں سے امت مسلمہ گذری۔

اب یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص اور کتنا پیار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے۔ کہ یہ شام سے ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھ، شام کا میوہ بادام، لوز، پستہ، کیک اور بھی کچھ چیزیں لکھی ہیں وہ لے کر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ چیزیں پیش کیں۔

کتنی شفقت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدام پر۔ ان سے گفتگو بھی ہورہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ہی کھول کر کھانا شروع فرمایا تا کہ ان کا دل خوش ہو کہ آقا نے نوش فرمایا۔ کتنا پیار۔

وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرما رہے تھے کہ کھاتے کھاتے دعا شروع فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ اے اللہ! میرے گھر والوں میں سے تو اسے بھیج دے جو اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ وَاِلَیْکَ. یہ شرط لگائی کہ میرے ساتھ اس میوے کو کھانے کیلئے اسے بھیج کہ جو مجھے بھی محبوب ہو اور تجھے بھی محبوب ہے اور وہ میرے گھر والوں میں سے ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ دعا میں نے سنی، دیکھا کہ اتنے میں کھڑکا ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہنچے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ میوے کے کھانے میں شریک فرمایا اور ارشاد بھی فرمایا کہ میں نے ابھی دعا بھی کی تھی کہ جو مجھے اور تجھے محبوب ہے الٰہی تو انہیں بھیج دے تو آپ کو بھیجا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ فتنے ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔

اب ان کا وصال کیسے ہوا کہ انہوں نے خود دعا مانگی۔

بھائی ہاشم قاسم لمباڈا رحمۃ اللہ علیہ

جیسے ہمارے ہاشم نے، ہمارے خاص عزیز ہیں ہاشم۔ اس لئے کہ یہ دونوں بھائی، ہاشم اور حکیم اجمیری صاحب کے خادم خاص حکیم یوسف، ان کی دادی اور میری والدہ صاحبہ دونوں سگی چچا زاد بہنیں تھیں۔ اب ہاشم نے کیا ہاتھ اٹھا کر مانگا ہوگا کہ ساری چیزیں مل گئیں، جماعت میں بھی ہیں، چار مہینے کا چلہ بھی چل رہا ہے، مسجد میں بھی ہیں، ہاتھ بھی اٹھے ہوئے ہیں روزے سے بھی ہیں، افطاری کا وقت بھی قریب ہے۔ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ اکٹھی فرمادیتے ہیں۔ ملاء اعلی والوں سے بھائی جان نے کچھ سفارش کی ہوگی، کہ انہیں بہت پسند تھے بھائی یوسف۔ ہر رمضان میں ہندوستان سے چپاٹا جاتے، بھائی کی خدمت میں رمضان گذارا کرتے تھے۔ بھائی کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔

یہ جو افطار کے وقت کی گھڑی ہے اس میں زمزم لاؤ اور کھجور لاؤ اور سموسہ بناؤ اور بھجیا بناؤ۔ ان تمام خیالات تصورات سے توبہ کر لیجئے۔

بیان تو شروع کیا تھا اس پر کہ ہمیں نیت کیا کرنی چاہیئے۔ پورے رمضان کی کیا نیت، ہمارے اعتکاف میں کیا نیت ہونی چاہیئے، روزوں میں کیا نیت ہونی چاہیئے۔ وہیں سے میں نے شروع کیا تھا۔ کھانے پینے کی سب چیزوں کو بھلا کر مانگئے۔ ہاشم نے مانگا، اللہ نے سب کچھ دے دیا۔

اسی طرح حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے فتنے دیکھے۔ مولانا ہاشم صاحب نے ابھی گذشتہ ہفتے ہی پوچھا کہ اپنا وہ خواب پھر بتایئے۔ کوئی تین چار مہینے پہلے میں نے خواب دیکھا

تھا۔ اور مولانا ہاشم صاحب سے اسکا تذکرہ ہوا تھا۔

میں نے انہیں بتایا تھا کہ آپ کا مکان ایک تالاب کے کنارے پر ہے۔ جہاں سے تالاب کا پانی ختم ہوتا ہے کیچڑ ہوتا ہے، وہاں سے وہ مکان شروع ہوتا ہے اور حضرت مولانا وہاں تشریف فرما ہیں اور میں ان کے پاس کھڑا ہوا ہوں اور مکان کے پچھلے حصے میں مفتی شبیر کے عزیز وغیرہ بھی ہیں۔ اور میں حضرت مولانا کو کھڑکی میں سے بتا رہا ہوں کہ گلاس کی کھڑکی ہے اور وہاں سے صاف عکس نظر آرہا ہے۔ جو پانی ہے تالاب کا اس میں آسمان کا نیلگوں رنگ اور اس کا عکس پانی پر نظر آرہا ہے۔ بس خواب تو اتنا ہی تھا۔ مگر پھر میں نے تعبیر بھی اس وقت بھی بتائی تھی پھر گذشتہ ہفتہ پوچھا، اس وقت بھی بتائی کہ اس کا معنیٰ غدیر، تالاب کو کہا جاتا ہے۔ تو یہ فتنے غدر، دھوکہ، غداری، یہ اس کی تعبیر ہوتی ہے۔

صدام حسین

خواب بھی بڑی عجیب سمجھنے کی چیز ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب یہ عراق کی جنگ ہو رہی تھی، ان دنوں میں میں نے دیکھا تھا کہ ایک احاطہ ہے جس طرح کوئی باغ ہوتا ہے اور اس باغ کی دیوار ہے۔ اور دیوار کے اندر میں کھجور کے بہت سارے درخت ہیں اونچے اونچے کھجوروں کے درخت ہیں اور دیوار کے بالکل پاس، کھجوروں کے درختوں کے قریب صدام حسین اور ان کے ساتھی فوجی لباس میں کھڑے ہوئے ہیں۔ بس یہ خواب اتنا ہی تھا۔

جب ان کو پھانسی دی گئی تب اس کی تعبیر میری سمجھ میں آئی۔ کہ اللہ! فرشتے نے کتنا پہلے بتا دیا تھا، ابھی جنگ ہو رہی تھی فرشتوں نے کیا بتایا کہ یہ جو کھڑے ہوئے ہیں ان کا انجام کیا ہوگا کہ پیچھے جو کھجور کے درخت ہیں ان درختوں سے اس کی تعبیر لو۔ کہ قرآن میں کہاں ذکر ہے کھجور کے درختوں کا کہ 'وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ'. کتنی صاف تعبیر، 'وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ'، ایک کلمہ کی طرف اشارہ تھا کھجور کے درخت سے۔

اسی طرح میں نے حضرت مولانا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دار العلوم کو بھی بچائے اور

تمام فتنوں سے اس کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ مجھے اپنی حفاظت میں رکھے۔ یہ جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فتنوں سے اتنے نالاں، میری طرح سے۔ کہ انہوں نے پھر دعا کی۔ کیسے دعا کی کہ یہ جن لوگوں میں میں رہتا ہوں انہیں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیٰ، طریق، سیرت پسند نہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ **خَیْرُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ**۔ پھر بھی ہدی محمد ان کو پسند نہیں ہے اور میں ان کے ساتھیوں میں سے ہوں، وہ میرے ساتھی ہیں۔ مگر میری ہدی، میرا طریق ان کو پسند نہیں ہے، الٰہی تو مجھے اٹھالے۔ پھر دعا قبول ہوگئی اور اللہ نے اٹھالیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۹ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام ہمارے مقتدیٰ ہیں۔ہمیں ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ**.ہمیں ان کا اقتداء ہر حال میں کرنا ہے۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حکایات ہم پڑھیں سنیں، اس کے ہر ایک پہلو پر عمل کریں۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

جیسا کہ کل میں نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے قصے میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وہاں سے ہدایا لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ان کے سامنے نوش فرمایا ؟ ان کی تطییب قلب کیلئے کہ وہ خوش ہوں۔ پھر دسترخوان اور وسیع ہو، ان کی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے، تاکہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا دل اور خوش ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر حق جل مجدہ سے دعا فرمارہے ہیں کہ میرے پاس میرے اہل میں سے میرے کسی محبوب کو بھیج دے کہ وہ کھائے۔ یہ سب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی تطییب قلب کیلئے تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک جبہ، جبۃ الصوف، اونی جبہ بھی لائے تھے۔موزے لائے تھے چمڑے کے جن پر مسح کیا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس قدر قدر افزائی

فرمائی ان کے اس ہدیہ کی، کہ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنا، اور اتنا پہنا کہ حَتّٰی تَخَرَّقَ. کہ پھٹ گئے وہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں رہے۔

پھر سنت ہے کہ کوئی ہدیہ پیش کرے تو هَلُ جَزَآءُ الْاِحُسَانِ اِلَّا الْاِحُسَانُ. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہ ہدایا قبول فرمائے اور اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چادر مرحمت فرمائی اور چادر مرحمت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو اس کا ایک ٹکڑا اوڑھنی کے طور پر اپنی اہلیہ کو بھی دینا۔ اور ساتھ نصیحت فرمائی کہ اس سے کہنا کہ اس کے نیچے کوئی چیز رکھ لے، لِئَلَّا یَصُفُوَ تَحُتَهَا، تا کہ اس کے نیچے جو بدن کا حصہ ہے وہ جھلکتا نہ رہے، نظر نہ آئے۔

کتنا پردہ کہ باقی جسم پر تو یہ استر وغیرہ لگایا بھی جاتا ہے لیکن اوڑھنی کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے اپنی طرف سے یہ ہدایت بھی کر دیں کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا سی لیا جائے، دوسرا استر ایسا لگا دیا جائے جس سے بدن نہ جھلکے۔ اللہ تعالیٰ اس قدر حیا اور شرم والی زندگی ہمیں بھی عطا فرمائے، ہمارے بچوں بچیوں کو بھی عطا فرمائے، ہماری سننے والی خواتین کو بھی عطا فرمائے۔

یہ بہت بڑا اس زمانے کا مسئلہ ہے۔ کچھ چیزیں ہوتی ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ چلتی رہتیں ہیں، اتنی کہ پھر اس کی برائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا احساس تک نہیں رہتا، اچھے اچھے گھرانوں میں نہیں رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کس قدر اہمیت ہے کہ اس اوڑھنی کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ ان سے یہ فرما دیجئے کہ استر لگا کر استعمال کریں۔

اتنے پیارے یہ صحابی، لیکن جب آخری وقت آیا، اپنے لئے مرنے کی دعا کرنی پڑی ان فتنوں کی وجہ سے۔ یہ فتنے ایسے بھیانک ہوتے ہیں کہ خدائی بارگاہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اتنا قرب رکھنے والے وہ بھی اس کو نہیں برداشت کر پاتے۔

اور یہ ایک سنت ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام

بالخصوص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی بلا اور آزمائش میں رہے۔
پہلے مکہ مکرمہ میں مارے گئے، پیٹے گئے، لہولہان کئے گئے، زخمی کئے گئے، تمام ظلم وستم کے حربے استعمال کئے گئے حتیٰ کہ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت فرمانی پڑی، مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتے، کہ یہاں سے بھی نکلو۔ جتنی جنگیں ہوئیں سب ان کے آنے ہی کی وجہ سے ہوئیں۔ وہی آئے، بدر تک مارنے کیلئے آئے، احد تک، خندق کے موقعہ پر مدینہ منورہ تک آئے۔
یہ تمام فتنے کچھ نہیں دوستو! جتنی جنگیں ہوئیں وہ بھی کچھ نہیں اس فتنے کے مقابلے میں جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں جھیلا۔ وہ کون سا فتنہ کہ براہ راست جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مایہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت تھی وہ آپ کا منصب نبوت ورسالت تھا، اس پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ دعویٰ کیا گیا کہ نبی تو ہم ہیں۔ کتنا بڑا مقابلہ!
اللہ عزوجل کی حکمت دیکھئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دور ہے، بستر مرگ پر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہو چکی تھی، اس کے بعد بھی سب سے اہم ترین اور سب سے بھیانک ترین فتنے شروع ہوئے وہ براہ راست نبوت کے اوپر حملہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسیلمۃ الکذاب کا فتنہ کتنا بڑھا، اسود عنسی کا فتنہ بڑھا، طلیحۃ الکذاب کا کتنا بڑھا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمی کو بھیجا، پھر اسی مرض الوفات میں اعلان فرمایا کہ فَازَ فَيْرُوْزُ کہ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقصد کیلئے بھیجا تھا، اسود عنسی کو ٹھکانے لگانے کیلئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'فَازَ فَيْرُوْزُ'.
دوستو یہ ایک سنت ہے، ایک سنت الٰہی اور یہ سنت کیسی سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی عظیم الشان دین کی خدمت انجام دی کہ ساری عمر اجتہاد میں گذری اور اسی کی برکت سے آج ڈیڑھ ہزار برس گذر گئے کہ ابتک امت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ لیکن امام اعظم کا بوڑھاپا ہے، اب جیل میں ہیں، کوڑے مارے

جارہے ہیں۔ جب آپ کے لاکھوں مریدین، لاکھوں متبعین پھیل چکے ہیں، ہزاروں آپ کے شاگرد کام کررہے ہیں، اس وقت جیل میں ہیں۔ یہ ایک سنت الٰہی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے، دوسرے بزرگوں کو دیکھئے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

خود حضرت شیخ قدس سرہ، حضرت جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے وہاں اس طرح کے فتنوں کی کچھ خبریں ھندوستان سے آئیں، خط لکھوایا۔ خط شروع فرمایا تو فرمایا کہ پہلے لکھو۔ شعر لکھوایا:

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھالیا

کہ بلبل کا بسیرا تھا چمن میں، اب اس نے اپنے آشیانہ بدل لیا، سہارنپور کے ہما گئے، مدینہ منورہ میں بسیرا ہے۔

بلا سے اپنی کہ ہما رہے یا بوم بسے

کہ اس آشیانے میں جہاں میں پہلے رہتا تھا، اپنی بلا سے کہ اس میں اب ہما، اچھے پرندے کا بسیرا ہو یا الو کا بسیرا ہو۔ اب یہ کتنے جلے ہوئے دل سے حضرت نے تحریر فرمایا ہوگا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی جگہ ساری عمر گذاری، شام میں اور مصر میں، وہاں کے علاقے میں جب آپ نے دیکھا کہ اب یہاں والے تو ہدی محمد کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ہدی اور طریق کو پسند نہیں کرتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوئے کہ الٰہی بس اب مجھے اٹھالے۔ جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی '**اَللّٰھُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ**'۔ صاف لفظوں میں کہ الٰہی تو مجھے اٹھالے۔

ایسے ہی ایک اور قصہ ہے ایک اور بڑے جلیل القدر صحابی کا، حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا کہ وہ بھی اسی طرح دعا کرتے ہیں۔ یہ فتنے ایسی بڑی بلا ہیں، میں نے عرض کیا کہ کچھ فتنے ہوتے ہیں جو جان سے تعلق رکھتے ہیں، مال سے رکھتے ہیں وہ ہیچ ہوتے

ہیں۔ ہلکے ہوتے ہیں۔ جو براہ راست مشن ہوتا ہے، نبوی مشن اس کے اوپر جس کا حملہ ہوتا ہے وہ بڑے خطرناک قسم کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہمیں بچائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر تھا کہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ 'تُوُفِّیَ بَعْدَ اَنْ دَعَا عَلٰی نَفْسِہٖ' کہ آپ کی وفات ہوگئی جب انہوں نے خود اپنے لئے موت مانگی۔ اپنی جان، اپنی زندگی کے خلاف اللہ سے مانگا۔ 'بَعْدَ اَنْ رَأَی مِنَ النَّاسِ' اس کے بعد کہ انہوں نے لوگوں کی طرف سے دیکھا 'رَغْبَۃً عَنْ ھَدْیِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ ھَدْیِ اَصْحَابِہٖ' کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق پسند نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور صحابہ کرام کا طریق پسند نہیں، اے اللہ! اب تو مجھے اٹھالے۔

میں نے عرض کیا کہ جس طرح قرآن کی ایک ایک آیت پر بحث کی جاتی ہے ایک ایک کلمہ پر اسی طرح احادیث پاک کا بھی یہ حق ہے کہ اس کے ایک ایک کلمہ کے معنیٰ و مطلب پر غور کیا جائے اور یہی حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کا ہے۔ کیوں؟ کہ یہ خود، ان کے اقوال، ان کے افعال، ان کی زندگی ہمارے لئے شریعت ہے کہ تم ان کے طریق پر چلو۔ یہی تو شریعت ہے، ان کو دیکھیں گے ان کے پیچھے ہم چلیں گے۔

یہاں موت مانگی؟ جس کے مانگنے کو منع کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر

ضروری ہے 'فَاِنْ کَانَ لابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَادَامَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ' کہ موت مت مانگو، ضروری ہو، مجبور ہو جاؤ، یوں مانگو کہ اے اللہ! میرے لئے زندگی بہتر ہو تو زندگی دے اور موت بہتر ہو تو موت دے۔ اس کے باوجود اپنے لئے مانگی؟ جی ہاں اور یہ کوئی استثنا والی بات بھی نہیں ہے بالکل صحیح طریقہ سے مانگی۔

کیوں؟ کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ جماعت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے ان میں سے ایک فرد بننے کی تمنا کی۔ انہیں جواب دیا گیا کہ وہ لسٹ مکمل ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے انہیں جواب ملا کہ وہ منتخب جماعت اس کا انتخاب ہو چکا۔ اب یہ ایسی منتخب جماعت جس کا حق تعالیٰ نے انتخاب فرمایا اور اس کیلئے ان کا درجہ یہ ہمیں بتایا گیا کہ جیسے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال وہ جس طرح ہدی، اور طریق اور شریعت ہیں، اس طرح بِاَیِّھِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ. ان کی زندگی ان کے حالات وہ بھی تمہارے لئے ہدی اور شریعت ہیں۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے جو دعا کی، اللہ کو اس کی وجہ بتادی کہ 'اَرٰی رَغْبَۃً مِنَ النَّاسِ' کہ لوگوں کا میں اعراض دیکھ رہا ہوں کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق پسند نہیں اور میرا طریق پسند نہیں۔ اور تو نے ہمیں پیدا کیا تھا اس لئے تاکہ ہم شریعت بنیں ہمارے پیچھے یہ چلیں۔ جب ہماری ان کے نزدیک کوئی ضرورت اور اہمیت نہیں اور اسے شریعت نہیں سمجھتے، تو مجھے اٹھالے۔ کتنی جلدی قبول ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اِدھر یہ دعا کر رہے ہیں اور اُدھر اٹھا لیا اللہ نے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ماں کو زیارت ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ تیرے بیٹے کو اللہ نے بینا کر دیا، بینا کر دیا کہ نابینا تھے۔ یہ ساری چیزیں ہو رہی تھیں کہ ان

سے کام لیا جانا تھا۔لیکن ایک وقت آیا کہ اُنہوں نے بھی موت مانگی، جیسے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے موت مانگی، انہوں نے بھی موت کیسے مانگی کہ 'اَللّٰھُمَّ ضَاقَتُ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَارَحُبَتْ' کہ اے اللہ! تیری زمین بنائی ہوئی تو بڑی وسیع ہے لیکن میرے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں رہی۔

اور تنگ کس نے کی؟ حکومتوں نے ظالموں نے؟ نہیں! تنگ کی اہل علم نے، علماء ہی تھے وہ۔ انہوں نے اتنا تنگ کیا کہ انہوں نے پھر اپنے لئے دعا مانگی کہ اے اللہ! ان لوگوں میں میں کیسے رہوں، تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ اللہ عزوجل بھی خالق ہیں، مالک ہیں کہ ہم نے تو بھیجا تھا ان کو اس علاقہ میں تا کہ وہ ان کے پیچھے چلیں اور اپنا مقتدیٰ متبوع بنائیں اور جب ان کے نزدیک یہ امام اور متبوع نہیں رہے، اور ان کی شکایت بجا ہے، تو فوراً قبول ہوئی۔ آپ نے پڑھا ہے کہ ادھر دعا ہوئی اور ادھر عید کے دن ان کا وصال ہوگیا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بالکل اسی طرح کا قصہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا۔ اور یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے تو صاف فرمایا 'عَنْ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَدْيِ اَصْحَابِهِ'۔ آپ جتنی جماعتوں کو غور کریں گے جو اہل سنت کے دائرے سے باہر نکلیں، وہ ساری اسی نکتے پر ہیں۔ کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی پر ان کی نظریں اٹھیں، اعتراض کیا کہ یہ انہوں نے غلط کیا، وہ معترضین مردود ہوتے چلے گئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا درس ہو رہا ہے، اسی طرح ابوعبید نے ایک اشکال کیا تو فرمایا کہ 'اِعْتَزِلْ عَنَّا!'. نکلو ہمارے پاس سے۔ معترض کو نکال دیا۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں منافقین کو برداشت کیا، کیا، کیا۔ سالہا سال تک۔ اور ایک دن پھر جمالِ محمدی کی بجائے جلالِ خداوندی کا عکس قلبِ اطہر پر پڑا۔ اِس جلال میں فرمایا، انگلی سے اشارہ فرما کر، نام لے لے کر کہ نکلو مسجد سے، پوری مسجد بھری ہوئی ہے ان میں سے ایک ایک منافقین کو،

سب کو نکالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ بھولے سے ادھر کا رخ مت کرنا۔ ہمیشہ کیلئے ابلیس کی طرح وہ مردود ٹھہرے۔

شیعوں کے متعلق آپ غور کریں گے کہ وہ یہی تو کہتے ہیں کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں، قرآن مانتے ہیں، اگر چہ قرآن ان کا کچھ اور ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس پارے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کی آیات نکال دی گئیں۔

ان تمام واہیات کے علاوہ وہ کیا کہتے ہیں کہ صرف سترہ صحابہ کرام تھے کہ جو حق پر تھے۔ ان سترہ کو چھوڑ کر سب مرتد ہوگئے تھے نعوذ باللہ۔ اور تعجب تو یہ کہ اللہ، اس مقدس جماعت سے جو عناد رکھتے ہیں، ان کی بصارت ہوتے ہوئے بصیرت چھین لیتے ہیں۔

وہ کہتے تو کیا ہیں 'پنجتن پاک'۔ کہ پانچ تن حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن، حسین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ پانچ تن پاک ہیں۔ اگر یہی پانچ تن پاک ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ وہ کدھر؟ یہ بصیرت ہی تو چھیننے کی بات ہے کہ اگر پنج تن پاک کا عقیدہ تھا، سب سے پہلے کون ہونا چاہئے تھا ان سب کی ماں کی ماں۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ صحابہ کرام سے عناد اور بزرگوں سے عناد، یہ بصیرت کو چھین لیتا ہے۔ اسی لئے عقیدے درست کرنے کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ بڑی سخت ضرورت ہے دوستو!۔

میں نے عرض کیا کہ ایک کلمہ نکلا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے کہ نکلو! نکلو! جس طرح منافقین کو نکالا گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک وہ معتزلہ والا فرقہ چلا آرہا ہے۔ کروڑوں انسان پیدا ہوئے اس فرقہ میں، خوارج، روافض۔ سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دشمن رہے۔

شروع رمضان میں ایک موضوع مل گیا، وہ چلتا رہا جس میں بتایا کہ موت کے بعد قبر یہ حق ہے، قبر کی زندگی بھی حق ہے۔ اور قبر کی زندگی حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع شریف میں دیکھا کہ قبر پر سے گذرے، عذاب ہورہا ہے۔ زندگی ہے جبھی تو عذاب ہورہا ہے۔ پھر فلاں صحابی نے بھی دیکھا، فلاں امام نے دیکھا، فلاں بزرگ نے دیکھا۔ ہمارے

تمام بزرگوں کے واقعات سنائے یہاں تک کہ بعضوں کو شاید ناگوار بھی گذرا ہوگا کہ یہ کیا؟ کشف قبور، کشف قبور۔

یہ بصیرت چھن جانے کی بات ہے۔ جو شخص ہمارے بزرگوں کے کشف قبور کو نہیں مانے گا تو وہ بقیع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عذاب ہوتے ہوئے جن کو دیکھا کہ دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اس کو کیسے مانے گا۔ بلکہ اس سے آگے چلا جائے گا جیسے وہ کہتے ہیں کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ، وہاں مدینہ شریف جا کر وہ سلام کیوں پڑھے گا کہ اس کے نزدیک تو قبر میں کچھ ہے ہی نہیں مٹی کے سوا۔

خاص طور پر یہ قبولیت کی گھڑیاں ہیں اس میں دعا کریں، اپنے لئے ،نسلوں کیلئے، ورنہ ایمان جارہا ہے۔ ہماری نسلوں کا ایمان اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ یہ دعا کی بھی کوشش کریں۔اس دن میں نے درخواست کی تھی کہ ہمارے بزرگوں کی طرح سے کوشش کریں کہ آپ بھی ایک قرآن روزانہ پڑھیں۔

میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے طلبہ پڑھتے تھے ماشاء اللہ۔ ابھی تو وہ سارے ہی زندہ ہیں، کوئی ایک آدھ دو درجن ادھر چلے گئے ہوں گے، سب ہی ایک ختم روزہ کے ساتھ پڑھتے رہے، جنہوں نے چوبیس گھنٹے کا اعتکاف کیا، روزہ رکھا، دارالعلوم کے اپنے اسباق میں شرکت کی اور ایک قرآن شریف بھی انہوں نے پڑھا۔ایسے آپ کو کوئی سو ملیں گے۔

ابھی اس دن میں نے اپیل کی کہ بھئی پڑھو، ایک ٹیکسٹ آیا میرے پاس۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ میں نے اپنے مسجد کے امام صاحب سے میں نے کہا کہ میرا قرآن سن لیں۔ ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر انہوں نے الم سے والناس تک پورا قرآن سنادیا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح ہمت کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ ہمت کرلیں۔

یہ ہمارے لیسٹر والے دوست مہم چلا رہے ہیں کہ اس رمضان میں ایک بلین شریف درود شریف پڑھو۔ بچے بچے ان کو فون کرتے ہیں کہ آج ہمارا پانچ ہزار ہوا، آج ہمارا دس ہزار ہوا،

کوئی خاتون کہتی ہے کہ آج میں نے سات ہزار پڑھا۔ وسوسہ ہوتا ہے کہ یہ ایک بلین، کب ہوگا کیسے ہوگا۔ مگر یہ تو صرف ارادے اور ہمت کی دیر ہے۔ اس طرح قرآن پاک کی تلاوت کے متعلق بھی اور دعا کے متعلق بھی عزم کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج میرے ساتھیوں کو تھوڑی دیر میرا انتظار کرنا پڑا۔ میں لیٹ پہنچا تو میں نے ان سے عذر بیان کیا کہ فون آ گیا تھا اس لئے مجھے دیر ہو گئی۔ پھر میں نے تشریح کی کہ میں فون اس وقت اٹھاتا نہیں ہوں مگر میں نے دیکھا کہ یہ سہارنپور سے حضرت شیخ قدس سرہ کے نواسے کا فون ہے۔ اب اس کو میں ignore (نظر انداز) کروں تو میرے لئے جائز تھا؟ کہ اب یہاں بیٹھے ہیں، کس کی بدولت یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ یہ سارا مسئلہ جو میں دو تین دن سے آپ کے سامنے بک رہا ہوں اس کو سمجھ جایئے کہ کوئی تو انسانیت ہو، کوئی تو سمجھ ہو۔ کیا ان سے میں کہہ دیتا کہ بھئی میں ذرا جلدی میں ہوں۔ یہ کہہ سکتا تھا میں انہیں؟ کہ جن کے ذریعہ ہم یہاں بیٹھے، جن کے ذریعہ ہمیں اللہ نے ہمیں صحیح رستہ دکھایا، جن کے ذریعہ قرآن وحدیث دیا جن کے ذریعہ مسندیں ہمیں عطا فرمائیں، ان کو ہم اگنور کر کے کہہ دیں کہ ذرا بعد میں فون کرنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بار بار جو کہا جاتا ہے، یہ ہمیشہ ذہن میں رکھنے کیلئے ہے کہ جن سے ہم نے الف با پڑھا۔ جن سے ہم نے قرآن پڑھا، اردو زبان پڑھی، کتابیں پڑھیں، عربی پڑھی، قرآن

حدیث ہمیں ملا، پہلے تو ہمیں ان کو اپنا امام ماننا چاہئے۔ بڑے امام اعظم ابوحنیفہ تو بہت دور ہیں، جو ناظرہ کے استاذ کو نہیں مانے گا، وہ بڑے امام کو کب مانے گا؟ کیوں کہ قرآن حدیث اور فقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ملا کن سے؟ الف باء کے اساتذہ کی بنیاد سے تو ملا۔

اسی لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی قیمتی بات بیان فرمائی، کہ پہلے جو مستحب چھوڑتا ہے تو سمجھ جانا کہ یہ سنت بھی چھوڑے گا۔ سنت چھوڑے گا تو سمجھ جاؤ کہ یہ واجب کا تارک ہوگا۔ واجب چھوڑے گا۔ واجب چھوٹیں گے تو اس سے فرض بھی چھوٹیں گے۔ فرض چھوٹے گا، کہتے ہیں کہ بس ایک ہی آخری سٹیج رہ گیا کفر۔ ایمان بھی چھوٹ جائے گا۔

جن کے دلوں میں اس کی قدر نہیں ہوتی کہ یہاں ہم کیسے بیٹھے، وہ آگے صحابہ کرام کی قدر کیا جانے گا کہ جن سے ایمان ہمیں ملا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ان کا مرتبہ اور ان کا منصب پہچاننا تو بہت دور کی بات۔ جب اتنا ہی اس کی عقل میں نہیں آتا، آگے وہ کیا سمجھ سکے گا۔

وہ تو غیر مسلم تھے جنہوں نے ان حضرات صحابہ کرام کی قدر پہچانی کہ ان کی ویلیو اور قیمت کیا ہے۔ ان بزرگوں کی قدر پہچانی کہ یہ بزرگ ان کی قدر و منزلت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت محبوب، بہت ہی پیارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ 'كَانَتْ فِيهِ دُعَابَةٌ'. ان کی طبیعت میں دل لگی تھی، مذاق کی عادت تھی۔ ہر ایک کے ساتھ تو کرتے ہی تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مذاق کیا کہ ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی ہے۔ خادم بن

کر آگے آگے چل رہے ہیں، آہستہ سے اونٹ کے منہ میں سے جو مہار لگی ہوئی ہوتی ہے جس سے اسے کنٹرول کیا جاتا ہے وہ نکال لی اور اونٹ کو فارغ کر دیا۔ اب اونٹ نے جو بھاگنا شروع کیا اور یہ ہنس رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی ان حرکتوں سے راحت ملتی تھی کہ اوہو! مجھ سے کتنی محبت ہے انہیں مجھ سے کتنا پیار ہے۔ میں ہروقت اوپر کے عالم میں مغموم رہتا ہوں یہ مجھے ہنسانا چاہتے ہیں، اس عالم میں لانا چاہتے ہیں۔

یہ رومیوں کے ہاتھوں قید ہوگئے۔ بادشاہ ملک الروم کے سامنے پیش کئے گئے۔ انہوں نے کہا 'تَنَصَّرْ!' عیسائی مذہب اختیار کرلو۔ اِنہوں نے کہا 'نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا'۔ پھر دھمکی دینی شروع کی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر اخیر میں صاف بتایا کہ آگ میں آپ کو ڈالا جائے گا۔ کہا کہ نہیں۔ پھر بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ لاؤ۔

ایک دیگ جس کا نام 'بقرہ' تھا کہ جس میں پوری گائے مصالحہ سمیت ڈال کر پکائی جاسکتی تھی۔ اس میں تیل ڈالا، تیل کھول رہا ہے۔ کہا کہ اب مان جاؤ، 'تَنَصَّرْ!'. کہا کہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ان کے ساتھی تھے تو ساتھیوں میں سے ایک مسلمان کو لاؤ اور اس میں ڈال دو۔ لاکر ڈال دیا۔ منٹوں میں اس کا نام ونشان بھی نہیں رہا جسم کی بوٹی کا، کہتے ہیں کہ ہڈیاں کچھ جلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔

کہا کہ اب تو مانتے ہو؟ کہا کہ نہیں۔ کہا کہ اچھا ان کو بھی ڈال دو۔ ڈالنے کیلئے آگے بڑھایا۔ قریب پہنچے، رو رہے ہیں۔ جو ملازمین پکڑ کر لے جارہے تھے، وہ بادشاہ سے کہتے ہیں کہ 'فَزِعَ' گھبرا گیا ہے۔ پھر پوچھا، اچھا اب کیا فیصلہ ہے تمہارا؟ کہا کہ نہیں۔ کہا کہ پھر روتے کیوں ہو؟ کہا 'اس لئے کہ اللہ نے ایک جان دی ہے۔ میرے جسم میں جتنے بال ہیں اتنی میری جانیں ہوتیں اور اتنی دفعہ میں اس میں جلتا تب مجھے مزہ آتا'۔

اب دیکھئے ہم سے زیادہ عقل مند وہ غیر مسلم ملک الروم کہ اس نے ان کی ویلیو کو سمجھا۔ اور اب تک تو کیا کہا تھا کہ یہ سزا ملے گی تمہیں۔ سزا کی بجائے دیکھا کہ اوہو! اس سے بڑا بہادر کون ملے گا مجھے میری بیٹی کیلئے۔ بیٹی پیش کردی اور کہا کہ 'تَنَصَّرْ! وَاُزَوِّجُکَ بِنْتِیْ' کہ تم

نصرانی بن جاؤ، میری بیٹی تمہارے نکاح میں میں دیتا ہوں۔انھوں نے کہا کہ نہیں۔

چونکہ اب تو داماد بنانے لگے تھے۔اب وہ سزا والی بات تو ختم ہوگئی دل میں سے۔ پیار آ گیا اتنا زیادہ، کہ ان کی ویلیو اور قیمت معلوم ہوگئی۔ ہاں یہ بھی تھا اس میں کہ 'اُزَوِّ جُ بِـنْـتِـیْ وَاُنَصِّفُ مِلْکِیْ لَکَ'. کہ میں جو میری سلطنت ہے میرے داماد کے طور پر میں تجھے دے دوں گا۔اس پر بھی فرمایا کہ نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں ان کے ساتھ پیار ہو گیا۔

کہنے لگا کہ اچھا! ایک کام کرو۔کہ مجھے ایک بوسہ دے دو، تمہیں رہا کر دیتے ہیں۔ جواب دیا نہیں۔ بادشاہ نے کہا تمہیں اور اَسّی مسلمان قیدی جو تمہارے ساتھ ہیں، ان سب کو میں چھوڑتا ہوں۔اس پر فرمایا کہ 'نـعـم' ہاں یہ میں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچ کر یہ قصہ بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے ماتھا چوما اور فرمایا کہ سب چوموان کو۔ یہ قدر غیر مسلموں نے پہچانی کہ ان کی ویلیو اور قیمت کیا ہے۔

آج ریڈیو لیسٹر کا جو سات بجے بیان ہوتا ہے اس میں ایک قصہ میں نے ان کو سنایا۔ مقتدر باللہ جس سنہ میں تھا، اس سنہ کا یہ واقعہ ہے۔نصاریٰ کا ایک کنیسہ، ایک چرچ ہے کنیسۃ الرہبان۔اس پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ ملک الروم نے خلیفہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا اور خط دیا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ جو ہمارا چرچ تم نے لیا ہے اس میں ہمارے بہت سے نوادرات ہیں۔ بہت قیمتی ہمارے تبرکات ہیں۔اس میں سے صرف ایک تبرک ہمیں چاہئے۔

وہ تبرک کیا ہے کہ ایک رومال ہے تولیہ۔حضرت عیسیٰؑ کا وہ تبرک ہمارے پاس ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے وضو فرمایا۔ وضو کے بعد چہرہ انور پونچھنے کیلئے، صاف کرنے کیلئے تولیہ منگایا اور تولیہ جیسے ہی منہ پر رکھا۔ جیسے مسجد نبوی میں چلے جایئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جیسے کھجور کا وہ خشک تنا رو پڑا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں، جدائی میں کہ آج تک مجھ پر ٹیک لگاتے تھے اب منبر آ گیا، یہ کہاں سے آ گیا منبر۔اس پر کھجور کا وہ خشک تنا

رونے لگا سسکیاں لینے لگا۔

اسی طرح یہی محبت کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ کا چہرہ انور میرے سامنے ہے اور میں اس کے سامنے ہوں۔ وہ تولیہ دیکھ رہا ہے، اس کو اتنا پیار آیا کہ جیسے ہی حضرت عیسیٰؑ نے وہ تولیہ رکھا، اس نے اپنے اندر حضرت عیسیٰؑ کی تصویر جذب کر لی۔ جیسے فوٹو لیا جاتا ہے۔ اب اس میں وہ جذب ہے، انہوں نے کہا کہ یہ جو تبرک ہے ہمارا اس کو ہم واپس لینا چاہتے ہیں۔

اس تبرک کو واپس لینے کیلئے وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ چلئے تمہاری فوجیں جو بارڈر پر کھڑی ہیں۔ کتنا علاقہ تمہیں چاہئے، یہ سارا علاقہ لے لو۔ ہم تمہیں دے دیتے ہیں، ایک ڈسٹرکٹ یا دو ڈسٹرکٹ، جتنا تمہیں منظور ہے لیکن ہمارا تولیہ ہمیں واپس کر دو۔ لیکن وہ سمجھتے تھے کہ ان کی نظر میں دنیا اور زمین کچھ نہیں، اس کیلئے نہیں آئے۔ اس نے قیمت کیا لگائی کہ تولیہ واپس کر دو تو تمہارے دس ہزار قیدی جو ہمارے پاس ہیں وہ ہم تمہیں واپس کرتے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے علماء، بڑے مشائخ بھی تھے۔

اس طرح ہمیں قیمت لگانے کی اور ہمارے اسلاف کی قدر و منزلت دل میں پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ صحابہ کرام کا مرتبہ اور ان کی قدر و منزلت ہم پہچانیں۔ ہمارے ائمہ کرام کی ہم پہچانیں، ہمارے قریبی بزرگوں کی قدر ہم پہچانیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بیان کیا تھا کہ تولیہ جس سے آپ نے وضو کے بعد چہرہ پونچھا اس نے پیار محبت سے اپنے اندر اس پانی کے ذریعہ، روشنائی بنایا اس پانی کو، اور اپنے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر جذب کر لی۔ یہ جتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات ہیں وہ طرح طرح سے ہمیں سمجھانے کیلئے ہیں۔ جنہوں نے انکار کیا گمراہ ہوئے، عقل کو لڑایا گمراہ ہوئے۔

قرآن کہتا ہے 'یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا'. کل پرسوں ریڈیو والے بیان میں میں نے کہا تھا کہ زلزلہ آیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے بیچ میں ہیں، سب موجود ہیں، ان کے بیچ میں زمین سے پوچھتے ہیں ارے کیا کر رہی ہے؟ اور کیوں پوچھا؟ کہ تو نے ہمیں بتایا نہیں۔ ہمیں بتانے سے پہلے تو ہلنے لگی؟ اور فرمانے لگے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرب قیامت میں زمین بولے گی۔ ایک ایک بالشت کا حصہ زمین کا بولے گا۔

کیوں بولتا ہے؟ کہ جب حضرت آدمؑ کی تخلیق کیلئے حکم الٰہی ہوا اور جبریل امین نے مٹی اٹھائی، اس نے بولنا شروع کیا کہ کس کام کیلئے مجھے لے جا رہے ہو۔ زمین بولتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو اب تک پہنچانتا ہوں جو مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو پوچھتا ہے، کہتا ہے کہ آج تو میرے اوپر فلاں اللہ کا بندہ آیا تھا اور میرے اوپر اس نے ذکر کیا تھا۔ تیرے پاس کوئی آیا؟

کتنی ساری احادیث ہیں۔ یہ تو آپ لکھنا شروع کریں تو ایک اربعین ابھی بن سکتی ہے۔ کہ ذرات بولتے ہیں۔ کنکریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں، تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ صحابہ کرام کو دیں۔ ان کے ہاتھ میں بھی پہنچیں، تسبیح پڑھ رہی ہیں۔

صرف زمین کے ساتھ یہ بولنا مخصوص نہیں ہے۔ پتھر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کنکر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ہر چیز بولتی ہے۔ اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ. قرآن کہتا ہے کہ تم ان کی تسبیح، بولنے کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور وہ کیوں بولتے ہیں؟

جس طرح زمین ہے اور جتنی یہ مخلوق ہے، ساری کائنات اللہ نے بنائی، جو ہمیں دکھتی ہے، اس کا حصہ جو ہمیں نظر آتا ہے وہ سارا کا سارا کس سے بنا ہے؟ مٹی سے۔ یہ تولیہ اس کو سمجھ عطا ہوئی، اس نے تصویر اپنے اندر لے لی۔ وہ کھجور کا خشک تنا، بول پڑا، رو پڑا، سسکیاں لینے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں۔ وہ کیوں؟ وہ بھی مٹی۔ مٹی سے اگ کر ایک درخت بنا۔ پھر کیا بن جائے گا وہ اخیر میں، مٹی۔

یہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں سمجھانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سناتے ہیں تاکہ ہم اپنے متعلق سمجھیں کہ جب ایک کھجور کا تنا، ایک تولیہ، وہ پیغمبر کی جدائی میں، فراق میں تکلیف محسوس کرتا ہے، ہمیں اپنے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو یہ دل دینا چاہئے؟ کہ ان سب نے مخلوق نے اپنا دل دیا ہوا ہے اسی لئے تو وہ روتے ہیں۔

قرآن نے کہا بھی کہ اپنا دل صرف دو کو دو۔ دو کے سوا کسی کی محبت دل میں نہ بساؤ۔ مالک کی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور اس کے سوا کسی کی اجازت نہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اس کی پروا نہیں کرتے۔ ہر مخلوق نے اس حکم کو مانا، سمجھا، اس پر عمل کیا۔ ہمیں یہ بتانے کیلئے سارے معجزات ہیں کہ وہ مانتے ہیں، سمجھتے ہیں، عمل کرتے ہیں۔

یہ تقدیر پر ہمارا ایمان ہے کہ 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی' کہ اللہ کی طرف سے خیر اور شر، برائی اور بھلائی سب اس مالک کی طرف سے ہے اور اس نے ہر انسان کی تقدیر لکھ دی اور اس کو معلوم ہے کہ یہ برے اعمال کرے گا اور یہ اچھے اعمال کرے گا۔ لیکن اس تقدیر کے لکھنے کی وجہ سے ہم مجبور نہیں ہوئے۔ تقدیر اور اس کا علم الگ چیز ہے اور جبر واختیار الگ ہے کہ ہم مجبور نہیں، ہمیں پورا اختیار دیا۔ ہم choose خود کرتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنی ہے کہ نہیں پڑھنی۔ تو ہم choose کرتے ہیں کہ نہیں پڑھنی۔ یہ گناہ مت کرو، ہم choose کرتے ہیں کہ کرنا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے سب کو پیدا کر کے انہیں سمجھ دی اور زبان دی لیکن انہیں فرشتوں کی طرح سے اختیار نہیں ہے کچھ۔ مٹی کو اختیار نہیں ہے، درختوں کو نہیں ہے، جانوروں کو نہیں ہے وہ مٹی ہو جائیں گے۔ ختم ہو جائیں گے لیکن ہمیں جو اختیار دیا تو یہ امتحان کیلئے ہے۔ اگر اس میں ہم کامیاب ہوئے تب تو جنت ہے۔ ناکام ہوئے تو دوسرا رستہ ہے۔

یہ مجھے ایک لمبی تمہید اس لئے بیان کرنی پڑی کہ آج وہ قصہ جس کا میں دو تین دن سے وعدہ کر رہا تھا حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، ان کا قصہ بیان کرنے جا رہا ہوں، بہت سوں کو اشکال ہوسکتا ہے۔ کسی کے دل میں کدورت رہ سکتی ہے اتنے بڑے عظیم صحابی کے متعلق۔ یہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اس ہجرت کے بہت دیر کے بعد فتح مکہ سے تھوڑا ہی پہلے انہوں نے ہجرت کی اور ایمان لائے۔

ایمان لانے کے بعد، چونکہ یہ قریش کے معزز اور بڑے لوگوں میں سے تھے، لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی خدمت کیلئے قبول فرمالیا اور جو قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا یہ خدمت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذمے سپرد فرمائی۔ وہ لکھتے تھے لیکن میں نے عرض کیا کہ جس طرح آج کل سرکلز بنے ہوئے ہیں، ہر مسجد میں، ہر

محلّہ میں، ہر شہر میں، ہر آبادی میں، ہر زبان میں، ہر کام کرنے والوں میں، ہر فیکٹری میں، اس سرکل میں کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ جو ڈوز دیتے رہتے ہیں کہ یہ اسلام کچھ نہیں ہے وغیرہ۔ دنیا میں جگہ جگہ ہے، بہت بڑے پیمانے پر یہ چیز ہے۔ جو یہ سلسلہ ہے، ابھی تو یہ ایک منظّم طریقہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی منافقین کا سلسلہ تھا۔ آپ نے دیکھا کہ کتنی بڑی تعداد تھی ان کی اور بڑھتے بڑھتے کتنی تعداد ہوگئی۔ چلئے اب وقت ختم ہوگیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں، اسلام قبول کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ملتا ہے کاتب بنتے ہیں، قرآن شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لکھواتے ہیں۔ اتنا قرب، اتنی توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

لیکن ایک حادثہ پیش آجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آیت لکھوائی۔ وہاں سے فارغ ہوکر نکلے اور نکلتے ہی انہوں نے کہا کہ اوہو! یہ تو میں جس طرح چاہتا ہوں ان کو پھیر سکتا ہوں کہ ابھی آیت اتری تھی 'عَلِیُمٌ حَلِیُمٌ'، میں نے کہا کہ 'حَکِیُمٌ عَلِیُمٌ' اس کے جواب میں آپ نے فرمادیا کہ یہ بھی ٹھیک۔ اسی ایک نکتے پر وہ مرتد ہوجاتے ہیں۔

دیکھئے اب جو ہم نے بار بار ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول گذشتہ سال سنایا تھا، کشف قبور، کشف قبور، کسی کو پسند آیا ہو نہ ہوا اور اب اس سال یہ کلمہ کلمہ، قبر قبر، موت موت، ایمان کو بچاؤ۔ وہ اسی لئے ہے کہ اتنے بڑے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین کا کیا مرتبہ تھا۔

پھر ان کی نگرانی کرتے تھے، جو ان کے بڑے تھے، جن کی تربیت میں وہ رہتے تھے، جن کی ترغیب سے وہ اسلام لائے، کون؟ ذی النورین، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اٹھ کر کہنے لگے کہ آج ایسا ہوا کہ آیت ختم ہو رہی تھی، میں نے کہا کہ اس کے بعد لکھوں کہ 'اِنَّهٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ'، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اوہ! اللہ کی طرف سے بھی یہی کلمات مجھے فرمائے گئے ہیں، لکھو'!۔ اس پر وہ مرتد ہو گئے کہ۔ دیکھو، یہ تو قرآن کے بارے میں جیسا میں نے ابھی بتایا، اسی طرح فرما دیا کہ اسی طرح لکھو۔ وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ.

منافقین ہر وقت اسی انتظار میں رہتے تھے۔ دیکھتے رہتے تھے، کوئی بات ہو پکڑ لیتے تھے، پھر خوب پھیلاتے تھے کہ آج ایسا ہوا آج ایسا ہوا۔ منافقین نے پھر اس کو خوب پھیلایا کہ دیکھو یہ قرآن بھی اس طرح نازل ہوتا ہے کہ آج انہوں نے کہا کہ یہ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اللہ کی طرف سے بھی یہی ہے۔

حالانکہ اگر یہ منافقین کو چھوڑ کر صحابہ کرام میں جو اولو االامر ہیں جیسا کہ عشرہ مبشرہ، خلفائے اربعہ، ان کے پاس پہنچتے اور یہ قصہ عرض کرتے کہ آج مجھے اس پر اشکال ہوا کہ میں نے کہا 'اِنَّهٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ'، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ہاں یہی اللہ کی طرف سے، یہ کیسے؟ مجھے کیسے پتہ چل گیا کہ 'اِنَّهٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ'، اس جگہ آتا ہے۔ وہ ان کو سمجھاتے۔

وہ سمجھاتے کہ اوہو! یہ تو ہم بھی روز بیٹھتے ہیں، یہاں بیٹھے ہوتے ہیں فرش زمین پر اور ہم جنت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ دوزخ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے اندر تو کچھ نہیں ہے یہ تو قلب اطہر کا عکس ہم پر پڑتا ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر جبریل امین نے اتارا تھا قرآن، اس کا عکس تمہارے دل پر پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل توجہ، اور اس توجہ میں کمال کی بنا پر یہ اثر ہوا کہ جو حقیقت تھی 'اِنَّهٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ' وہ تمہیں نظر آ گیا اور وہی تمہارے دل پر وارد ہوا اور اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں۔ اور یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا ایمان، اعتقاد اس سے اور بڑھا۔ اور اس کے بے شمار واقعات ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے تھے، جتنے سالکین اپنے حالات لکھتے تھے کہ میں حضرت کے

یہاں تھا تو یہ حال تھا، یہ حال تھا، ایک ماحول کا، حضرت شیخ قدس سرہ کی صحبت کا، حضرت شیخ قدس سرہ کے قلب اطہر کا اثر پڑتا تھا۔

آپ کو میں نے قصہ سنایا تھا کہ ایک نوجوان خط لکھتا ہے کہ میں فلاں یونیورسٹی میں ہوں اور ملحد ہو گیا ہوں اور میرے گھر والوں نے کہا کہ تم سہارنپور جاؤ یا ان کو خط لکھو۔ اس لئے میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا! جب تمہارے پاس وقت ہو، دو تین روز کے قیام کیلئے آجاؤ۔ اور فرمایا کہ جب آؤ، یہ کارڈ بھی ساتھ لے آنا۔ کارڈ لے کر پہنچ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی ان کو بتا دو نظام، بستر بتا دو، کھانا پینا وغیرہ بتا دو۔ چنانچہ وہ ٹھہر گئے۔

تین دن کے بعد جب وہ جانے لگے، نہ کوئی نصیحت، نہ کوئی ان کے اعتراضات کے جواب، جن سے ان کو تشفی ہوئی ہو، کوئی بات چیت کسی کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تین دن کے بعد مصافحہ کر کے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ مجھے اپنے جیسا مسلمان آج سے سمجھئے۔ جو ملحد ہو گئے تھے، ایمان کھو گیا تھا، یہاں کی برکت سے ایمان ان کو مل جاتا ہے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کے ایک مرید سہارنپور حضرت کی خدمت میں تھے اور وطن واپس جا رہے ہیں۔ واپس جانے کے بعد انہوں نے قصہ لکھا کہ ریل میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے کوئی جادوگر ٹائپ سادھو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گردن جھکائی، توجہ ڈالنے لگا، کہتے ہیں کہ میں عجیب وغریب چیزیں دیکھ رہا ہوں اور پھر وساوس شروع ہو گئے اسلام کے متعلق کہ اسلام بھی کچھ نہیں۔

اتنے میں میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ سامنے تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ ان سب کو چھوڑ اور فلاں آیت پڑھ۔ اس آیت کو میں نے پڑھنا شروع کیا، وساوس ختم ہو گئے، سب ہوا ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھولی۔

اتنا ماہر وہ سادھو کہ وہ کہنے لگا کہ تمہارے پیر نے بہت دور سے تمہیں بچا لیا۔

آج ہی میں نے ان کو میرا قصہ سنایا کہ میں رات یہاں سے گیا، تھوڑا سا پیٹ ٹھیک نہیں تھا اسلئے کچھ کھایا بھی نہیں۔ لیٹا۔ سحری میں جب پانی پینے کی ضرورت تھی، پھر فجر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جب لیٹا، آدھ پون گھنٹے کے بعد چار، پانچ، کوئی پانچ سات دست پانی کی طرح ہوگئے۔ میں نے سوچا کہ اب کی بار اگر استنجے کی حاجت ہوئی، کہیں کپڑے بھی خراب ہوسکتے ہیں میں کیسے جاؤں گا۔ تکلیف شروع ہوگئی۔

آنکھ لگی دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کو میں خطوط سنا رہا ہوں۔ جس طرح حضرت کے یہاں ہم سناتے تھے۔ ایک سنایا، دوسرا سنایا، تیسرا سنایا۔ اس کے درمیان میں اچانک میں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی چھوٹی سی ڈبیاں تھی سفوف کی، پوڈر کی۔ جو پیٹ وغیرہ کیلئے ہوتا ہے، اس میں سے چٹکی بھر کر میں نے منہ میں رکھ لی۔ پھر میں سوچنے لگا کہ ارے میرا روزہ تھا تو کیسے یہ میں نے منہ میں رکھ لیا۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ روزے میں یہ کھا رہا ہے۔

یہ تصور جب آیا کہ سب دیکھ رہے ہیں، میں اٹھ کر بھاگا اور جلدی سے جا کر میں نے کلی کی۔ کلی کر کے اور اس کو نکال کر جب میں نے اطمینان کرلیا کہ میرا روزہ بچ گیا، میں اس وقت خوش ہورہا ہوں کہ اچھا ہوا کہ یہ سفوف میں نے کھالیا اب اس میں جو نمک گیا اور اس نمک کے ذریعہ پھر جو میری قوت دستوں کے ذریعہ سے نکل چکی تھی ختم ہوچکی تھی وہ بحال ہوجائے گی اور میں ٹھیک ہوجاؤں گا۔ جب آنکھ کھلی تو سچ مچ ایسا ہی ہوا کہ جب اٹھا ہوں، اس کے بعد نہ دست ہوا نہ کچھ۔

دارالعلوم میں طلبہ کو میں پڑھاتا تھا۔ کوئی دو تین مہینے تک گلے میں پٹا باندھا ہوا رہتا تھا۔ گردن میں سخت ترین تکلیف کہ آپریشن کرانا پڑے گا یہ ہوگا وہ ہوگا۔

اور حضرت شیخ قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ گیٹ کے سامنے گھر میں میں ہوں دیکھا کہ حضرت کی کار آئی اور کار بھی وہاں مدینہ طیبہ والی کہ ادھر رائٹ میں پیسنجر ہوتا ہے اور لیفٹ سائیڈ میں ڈرائیور کی سیٹ ہوتی ہے۔

حضرت کو میں نے گھر میں سے دیکھا، میں بھاگ کر گیا کہ حضرت میں بھی چلتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ اور پھر یہ پٹہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت بڑی تکلیف ہے۔ حضرت نے پڑھنا شروع کیا اشارہ فرمایا کہ قریب آؤ۔ قریب میں کھڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد تھوتھوتھو۔ یہ تھوتھو تین مرتبہ ہو گیا۔ آنکھ کھلی، کیسا پٹہ، کیسا درد، مکمل صحت ہو گئی۔

میں درس گاہ میں آیا، گلے میں پٹہ نہیں ہے، میں نے طلبہ سے کہا کہ دیکھو! آج میں بھول نہیں گیا۔ پھر ان کو خواب سنایا۔ اب یہ خواب میں تھوتھو سے صدیوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی اتنی روحانی قوت، دونوں طرح کی، بچانے کی بھی اور ڈرانے کی بھی۔

حضرت شیخ قدس سرہ

جب کبھی بغیر حضرت کی اجازت کے سہارنپور میں، ادھر ادھر کہیں نکل گئے، ضرور حادثہ پیش آتا۔ ایک دفعہ آئے ہمارے بھائی جان اور مولانا غلام محمد ڈیسائی مرحوم۔ سب کپڑے پھٹے ہوئے اور کیچڑ۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے چپ چپ۔ جلدی بھاگ کر گئے اور نہا کر کپڑے پہن کر پھر بھاگ کر حضرت کی خدمت میں جلدی سے پہنچے۔ چونکہ بغیر اجازت وہاں سے گئے تھے اس لئے وہ رکشہ الٹ گیا اور سب کیچڑ میں لت پت ہو گئے۔

حضرت کے ساتھ وہاں اسٹینگر میں ہیں۔ حضرت کو لٹایا اور حضرت کے نواسوں کو لے کر ساحل پر چلے گئے۔ ہمارے بھائی مرحوم ڈاکٹر کا ساحل پر، کنارے پر بنگلہ تھا،، وہاں ان کو لے کر گیا کہ تھوڑی دیر ناشتہ کریں گے، سیر کر لیں گے۔

وہاں سے جب واپس آئے، ایسا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا کہ کار کا آدھا حصہ اندر چلا گیا جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں تک۔ لیکن میں، حضرت مولانا شاہد صاحب، حضرت مولانا سلمان صاحب اور ڈرائیور کسی کو خراش تک بھی نہیں آئی۔

حضرت شیخ کے ساتھ جب کیپ ٹاؤن پہنچے، وہاں ہو بہو اسی طرح ہوا کہ میں نے سوچا کہ یہ دنیا آتی ہے کیپ پوائنٹ دیکھنے کیلئے کہ جہاں مرج البحرین کی تفسیر آپ دیکھ سکتے ہیں،

جہاں دوسمندر آپس میں ملتے ہیں۔

وہاں سے جب واپس ہورہے ہیں ٹیبل ماؤنٹ سے، سڑک کے کنارہ پتھر رکھے ہوئے تھے کہ ذراسی، تقریباً ایک فٹ سے دوفٹ اونچے پتھر رکھے ہوئے تھے لیکن وہ فلیٹ تھے، کار اس کے اوپر چڑھ گئی۔ ذراسا اگر وہ پہیہ ایک آدھ انچ بھی ادھر ادھر ہوتا تو ساری کار نیچے۔ دو چار ہزار فٹ گہری خندق میں گرتی وہاں ایکسیڈنٹ سے اللہ نے بچایا۔

یہ سب تنبیہات ہوتی تھیں حضرت کی طرف سے۔ جب واپس پہنچتے، حضرت اتنا ہی فرماتے کہ ابے کہاں رہ گئے تھے؟۔

آگے پھر حضرت عبداللہ بن سعد کا قصہ ہے ان شاء اللہ پورا کریں گے۔ ایک شعر پر ختم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقادیر لکھی ہوئی ہیں کہ جن میں کسی نبی کو کوئی مجال نہیں، نہ اللہ کے کسی برگزیدہ بندہ کو، نہ کسی محبوب کو کوئی مجال ہے اس میں دم مارنے کی نہ کسی صحابی کو۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز می گوئی دامن ترمکن ہوشیار باش

اللہ تبارک وتعالیٰ اس شریعت پر عمل کی ہمیں توفیق عطا فرمائے ہم اپنا دامن بھیگنے سے بچائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عبد اللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا تھا کہ ہجرت فرمائی، اسلام لائے مگر ایک اشکال ہوگیا انہیں اور اسی ایک اشکال پر ایمان ہاتھ سے چلا گیا۔ اس پر میں نے شعر پڑھا تھا تقدیر کے کرشمے کیسے ہوتے ہیں کہ وہ شاعر اپنا شکوہ کرتا ہے جل مجدہ سے۔ جیسے مسلمانوں کے اس وقت حالات ہیں کہ مذاق بنایا جا رہا ہے۔ دجال خواب میں لوگ دیکھ رہے تھے، میں نے اس وقت تعبیر یہی دی تھی کہ ایسے واقعات ہوں گے جس میں دجل وفریب ہوگا۔ اندر کچھ ہے اور بتایا جائے گا کچھ اور۔

ایسے ہی حالات پر علامہ اقبال نے اشعار لکھے تھے 'شکوہ'۔ نام ہی اس کا شکوہ، اللہ سے۔ اے خدا! تیری خاطر تو اس طرح ہم نے جانیں لڑائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، اب کیا ہو رہا ہے۔

ایسا زبردست شکوہ تھا کہ ایک فتویٰ ان کے کفر کا بھی گیا۔ اس پر انہوں نے پھر جواب شکوہ لکھا۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے بے ایماں سمجھا
اور کافر یہ سمجھتے ہیں کہ مسلماں ہوں میں

علامہ اقبال نے اس وقت جن حالات پر وہ شکوہ کیا تھا، وہ بار بار پڑھیں اور دہائی دیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں انہوں نے ذکر کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں اور آنسوؤں کے نتیجہ میں حالات بہتر فرمائے۔ تقدیر الٰہی نے دین کی تکمیل کے لئے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو استعمال کیا کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے تب بھی اسلام ایسا وسیع ہے کہ رحمت الٰہی کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے کہ توبہ کر لے اور واپس آجائے۔ چنانچہ یہ صحابی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بدولت واپس آئے اور افریقہ کے فاتح بنے۔

عرض کیا تھا رمضان تو قرآن پڑھنے کا زمانہ ہے تلاوت، تلاوت، تلاوت۔ اس پر کسی دوست نے متاثر ہو کر ٹیکسٹ کیا کہ کل آپ نے بیان کیا تھا، میں نے اپنے امام صاحب کو قرآن سنانا شروع کیا۔ ایک مجلس میں ایک قرآن سنا دیا۔ ہمارے بلال ناخدا پرتگال گئے ہوئے ہیں، گذشتہ رات انہوں نے پندرہ پارے تراویح میں پڑھ دیئے۔ آج دوسرے پندرہ پڑھ کر ان شاء اللہ وہ تہجد میں ختم کر دیں گے۔

یہ تو انسان ٹھان لے کہ مجھے پڑھنا ہے، پھر اس کیلئے وہی وقت ربڑ کی طرح سے اللہ تعالیٰ لمبا فرما دیتے ہیں کہ اتنے ہی وقت میں کرنے والوں نے دو دو ختم بھی کیئے، تین تین ختم بھی کیئے۔ اللہ تعالیٰ ان اوقات کی قدردانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنے ایمان کو بچالے۔

جس طرح ہم نماز کا فکر کرتے ہیں، روزوں کا کرتے ہیں، روزوں میں خیال رکھتے ہیں کہ ٹوٹنے نہ پائیں، زکوۃ گن گن کر دینے کی کوشش کرتے ہیں، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جو اہم ترین چیز ہے اس کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں ہے کہ وہ ایمان کبھی ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔

یہ سب قضاء وقدر کے فیصلہ ہیں جو رحمت الٰہیہ کی وسعت دکھانے کے لئے ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا آنا بھی، ایمان کا کھو جانا بھی اور پھر واپس مکہ چلے جانا بھی، پھر مکہ وہ پہنچے، بہت تھوڑی مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کیلئے تشریف لے

گئے۔اب کہاں بھاگ سکتے ہیں؟ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ رضاعی بھائی تھے۔

حضرت عبد اللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ یہ عقلائے قریش میں سے تھے۔ ان کے کارنامے بیان کروں تو آپ حیران ہوں گے کہ اتنے بڑے آدمی اور کیسے ایمان چھوٹ گیا؟ جس کا ہمیں بالکل فکر نہیں، کبھی سوچا تک نہیں۔ نماز کی تو ہم فکر کرتے ہیں کہ کہیں نماز میری قضا نہ ہو جائے۔لیکن، کبھی سوچا ہم نے؟ نہیں سوچا۔

جس طرح میں نے عرض کیا کہ ہم گھر بند کر کے کہیں جاتے ہیں اور اطراف میں کسی کے یہاں چوری ہوئی ہو، میری طرح سے وہ کہیں گے کہ بھئی! ذرا ہمارے گھر پر نظر رکھنا، خیال رکھنا۔ ہر وقت سوچ رہتا ہے فون کرتے ہیں کہ آپ نے دیکھا گھر کہ نہیں دیکھا؟ یہ سب کچھ کیوں کیا جاتا ہے کہ اس کو ہم سمجھتے ہیں دولت ہے ہماری کہ نماز دولت، زکوۃ دولت، روزہ ایک دولت ہے چھوٹ نہ جائے خراب نہ ہو جائے۔ مکان میں دولت ہے۔ چیزیں ہیں، چور نہ آجائیں۔

لیکن ایمان کی مایہ ہے، کہ تمام دولتیں ان کی کوئی حیثیت ہے ایمان کے مقابلہ میں؟ کوئی حیثیت نہیں۔ نہ نماز کی کوئی حیثیت، نہ روزوں کی کوئی حیثیت نہ روئے زمین کی تمام کل کائنات کی کوئی حیثیت ہے اس ایمان کے مقابلہ میں۔لیکن اس کا ہمیں خیال تک بھی نہیں۔ سوچا بھی نہیں کہ اس کو پکڑے رہیں مضبوطی سے کہ یہ منافقین جو پیچھے پڑے ہوئے ہیں، وہ کہیں اس کو ہم سے چھین نہ لیں۔ دہشت پیدا کر کے ان کا مقصد یہی ہوتا ہے ڈرانے سے، تخویف، ترہیب کے ذریعہ۔ خدارا، اس کا فکر کریں۔

مکہ مکرمہ فتح ہوا، اسی وقت سب کی عقل ٹھکانے آگئی، سارے عرب کی، بلکہ ساری دنیا کی۔ بغیر کسی مار دھاڑ کے اور بغیر کسی خونریزی کے مکمل قبضہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے اپنے بھائی کے بچانے کی فکر میں ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا نام لے کر کہ عبد اللہ بن سعد بن سرح جہاں ملیں قتل کرو، کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے

ہوں، وہاں بھی قتل کرو کہ مرتد ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سعد کی طرح سے حکم فرمایا ابن خطل کے متعلق کہ جہاں اس کو پاؤ اس کو قتل کرو، وہ کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے ہے قتل کرو کہ مرتد ہے۔ ابن سبابہ کے متعلق نام لے کر فرمایا کہ وہ جہاں کہیں ملیں ان کو قتل کرو۔ ابن خطل قتل کیا گیا، کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے تھا وہیں پر اس کو قتل کیا گیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ کیوں کہ چھپانے کی تو ممانعت نہیں تھی۔

صحابۂ کرام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کن کن حالات سے گذارا گیا۔ دو قول ہیں کہ 'گذارا گیا'۔ یعنی تقدیر ایسی لکھی گئی، وہ گذارے گئے تاکہ شریعت کامل ہو کہ اگر کوئی مرتد ہو، اس کا کیا حکم۔ اور اگر کوئی مرتد ہو جائے، دوبارہ اس کا اسلام قبول ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس کیلئے اتنے بڑے عقلائے قریش میں سے سب سے عقل مند ترین انسان حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو گذارا گیا۔ کیسی تقدیر؟ کہ اللہ نے اپنی شریعت کی تکمیل کیلئے ان کو استعمال فرمایا۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو پیش کیا اور یہ شعر پڑھتے تھے حضرت کہ

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اللہ عز و جل کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ 'تو مشق ناز کر' کہ الٰہی! ہمیں جس طرح تو استعمال کر لے ہماری جان کو، مال کو، عزت کو، ہم ہر چیز کیلئے تیار ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی لئے چوری کسی ایک صحابی سے سرزد ہوئی، جسے کروڑوں انسان دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتے کہ کسی کا مال پڑا ہوا ہو اور لے لے، وہ صحابی ہو کر کیسے چوری کی ہوگی کہ ہاتھ کاٹا گیا۔ زنا کیسے ہوا ہوگا کہ سنگسار کیئے گے؟ یہ سب کچھ تکمیل

شریعت کیلئے ہوا۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ

اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو چھپائے رکھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہیں، انہیں جھٹ سے لا کر سامنے عرض کیا کہ 'یا رسول اللہ! یہ عبداللہ بن سعد معافی مانگتا ہے۔ یا رسول اللہ! یہ عبداللہ بن سعد توبہ کرتا ہے۔ معاف فرما دیجئے'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر عرض کیا دوبارہ، یا رسول اللہ!۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ملاحظہ فرماتے رہے، دیکھتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عنایت فرمایا، اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

دیکھو! کتنی نازک گھڑیاں کہ صحابہ کرام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے ہیں کہ وہ جو میں نے کہا تھا کہ جہاں تم پاؤ عبداللہ بن سعد بن سرح کو، اس کو قتل کرو، یہ تو مجلس میں تھے، آپ نے قتل نہیں کیا؟۔ ایک صحابی بول پڑے کہ یا رسول اللہ! آپ ذرا سا اشارہ فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کی شان یہ نہیں ہوتی کہ اشارے سے کام لے۔ وہ تو جو کمزور ہوتے ہیں، ڈرپوک ہوتے ہیں وہ ایسے اشاروں کنایوں سے کام لیتے ہیں۔ نبی کی شان کہ اشارہ سے، چپ چاپ سے کسی کو قتل کروائے؟ نبی کی شان نہیں ہے کہ وہ اس طرح اشارے کنائے سے اور خیانت سے کام لے۔

اس کے بعد کے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے حالات دیکھئے کہ کتنے بڑے انسان تھے۔ کہ چند صحابہ کرام میں سے جنکو انگلیوں پر گن سکتے ہیں ان میں سے تھے۔ جنہوں نے پوری دنیا فتح کی ان میں سے ایک یہ عبداللہ بن سعد بھی ہیں۔ فاتح افریقہ، دنیا کا چوتھائی حصہ فتح کیا، کتنے بڑے جرنیل، کتنے بڑے سمجھ دار، کتنے بڑے بہادر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان بچانے کی فکر عطا فرمائے کہ ہم ایمان بچائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے رہبر ہیں۔ان کی رہبری ہمارے لئے زندگی کے ہر موڑ پر ضرورت ہے۔ اگر ہم نماز پڑھیں، کوشش ہو کہ ان کی جیسی، زکوۃ دیں، ان کی طرح سے، تلاوت کریں، ان کی مانند۔اس کا ہمیں حکم دیا گیا۔ایمان تک کو ان کے ساتھ مقید کیا گیا کہ اللہ عزوجل کو اس جماعت سے اتنا پیار ہے کہ فرمایا کہ 'فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا' کہ بعد میں آنے والے سارے اگر ایمان لائیں گے ایسا جیسا کہ اے صحابہ تم ایمان لائے ہو، تب وہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔کیا مقام ہے ان کا۔ان کے ایمان جیسا ایمان ہمیں حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی۔اللہ تعالیٰ ان جیسا ایمان ہمیں بھی عطا فرمائے۔

چونکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی رہنمائی، ان کے پیچھے چلنے کی ہمیں ضرورت ہے اس لئے یہ جو حضرت عبداللہ بن سعد کا قصہ چل رہا ہے یہ ہم جیسوں کیلئے بہت بڑی ڈھارس ہے۔کہ مجھ جیسے جو اپنا ایمان ہر وقت کھوتے رہتے ہیں، اگر ان کا یہ قصہ ہمارے ساتھ نہ ہوتا، سوائے ایسے بدعملوں کیلئے جو گمراہی کی آخری حد چھو چکے ہوں ایمان تک کھو بیٹھے ہوں ان کیلئے واپسی کا کوئی رستہ ہی نہیں تھا۔لیکن حضرت عبداللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ نے امید دلا دی کہ ایمان چھوٹ جائے ہاتھ سے تب بھی واپسی کا رستہ ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! ان کی توبہ قبول فرمالیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ دوسری دفعہ، تیسری دفعہ۔ پھر ان کی توبہ قبول فرمالی۔ لکھا ہے روایت میں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب تک تشریف فرما رہے ان کا ایمان قبول کرنے کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔ جب کام ہوگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو لے کر واپس جارہے ہیں۔

فَلَمَّا ذَهَبَ بِهٖ عُثْمَانُ، کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر چلے مجلس میں سے، باقی صحابہؓ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سوال فرمایا کہ بھئی وہ جو میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ جہاں پائے جائیں وہاں ان کو قتل کردو۔ یہاں تو تھے ہی میرے سامنے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا مقام کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سنگین قصوں میں بھی ذرہ برابر ان کا دل دکھانا نہیں چاہتے۔

کیسے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو معافی دے دی، تو ان کو معافی دے دی، اب ان کا دل نہ دکھے۔ ان کے سامنے اگر فرماتے، انہیں افسوس ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس حرکت کو بھی یاد فرمارہے ہیں۔ جب مجلس میں نہیں تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ '**اَحَدُ النُّجَبَاءِ وَالْكُرَمَاءِ**'، کہ سعد قریش کے سب سے ٹاپ کے، سب سے اونچے لوگوں میں تھے، تمام صفات ان میں موجود تھیں۔ ان پر کیا گذری ہوگی، کہ میں نے یہ کیا حرکت کی۔ اور ساری زندگی کس طرح انہوں نے اس کو دھونے کی کوشش کی ہوگی۔

اسی لئے آپ ان کے حالات اس کے بعد کے آپ تلاش کرنا چاہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں فتح مکہ کے موقعہ پر معافی ملی اور چلے گئے۔ اس کے بعد آپ کو کچھ نہیں ملے

گا۔ ہم تو ڈھٹائی کے ساتھ روز گناہ کرتے رہتے ہیں پھر ڈھٹائی۔ دیگر صحابہ کرام کے تمام واقعات آپ کو ترتیب سے ملیں گے لیکن یہاں ترتیب ٹوٹ گئی۔ جب سے مدینہ طیبہ سے یہ واپس چلے آئے اور وہ بیعت ٹوٹ گئی بیعت اسلام۔ اس کے بعد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پہلی ملاقات ہے۔ اس کے بعد کے حالات آپ کو نہیں ملتے۔

یہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد دور صدیقی میں رہے، دور فاروقی میں کچھ تھوڑا سا سلسلہ ملتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصر کیلئے مامور فرمایا۔ جو ان کی مہمیں چل رہی تھیں یہ پورا فلسطین کا اور غزہ کا علاقہ اور رملہ ان تمام سے فارغ ہو کر ان کو حکم ہوا بلکہ خود عرض کرتے رہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہ ہمیں اجازت دیجئے کہ مصر کا بھی ہم رخ کریں۔

تین دن پہلے میں نے عصر سے پہلے کے بیان میں تفصیلی بیان کیا تھا خواب ہی پر کہ اس طرح کے خواب ہوں، اس کے کیا معنی، اس طرح کے ہوں، اس کے کیا معنی۔ ہر انسان کیلئے اللہ نے وہ فرشتہ رکھا ہے کہ اس کو رہنمائی اس کی طرف سے ملتی رہتی ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم نے ابھی دیکھا نہیں کہ کیسے ہوں گے یہ بھی نہیں معلوم۔ کتابیں پڑھی تھیں اور ہم تو کوئی پیر مل جائے اس کی تلاش میں تھے۔ اِنہیں دیکھتے، اُنہیں دیکھتے، یہاں جاتے، وہاں جاتے۔ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا اور ایسا خواب کہ ظاہر اس خواب کا ایسا تھا کہ کسی کو میں بیان بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اور دیکھا تھا 60s کے شروع میں۔

میں نے پہلی دفعہ وہ خواب ذکر کیا تھا 70s میں حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ ان سے بے تکلفی تھی، میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ میں نے فلاں سن میں فلاں وقت میں خواب دیکھا تھا کہ میں بھی برہنہ ہوں اور حضرت شیخ قدس سرہ پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ میں نے کہا جس طرح ہم خدمت میں اس وقت لے کر چلتے ہیں حضرت کو کہ حضرت کا ہاتھ ہمارے ایک ہاتھ میں ہوتا ہے اور دوسرا ایک ہاتھ حضرت کی کہنی کے نیچے ہوتا ہے، اس

طرح میں حضرت کو سنبھالے ہوئے کھڑا ہوں۔ انہوں نے سنتے ہی بڑی اچھی تعبیر دی۔

دیکھئے! حضرت کو دیکھنا برہنہ، اپنے آپ کو دیکھنا برہنہ، انسان ڈر جاتا ہے۔ میں نے کسی کو بیان نہیں کیا۔ پھر جب ان سے یہ خواب میں نے بیان کیا، بڑی اچھی انہوں نے تعبیر دی۔ جیسے ابھی تین دن پہلے کسی نے آ کر میرے سامنے رونا شروع کیا، میں ڈر گیا کہ بھئی کیا بات ہے۔ بہت دیر رونے کے بعد پھر میں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے، کیا بات ہے۔ تب جا کر کہا کہ 'کوئی خواب ہے'۔ تب جا کر اطمینان ہوا کہ چلئے خیر ہے۔

میں نے کہا کہ خواب پر اتنا رویا کرتے ہیں؟ اتنا زیادہ؟ پھر لفظ خواب کے بعد دوسرا جملہ کہ 'وہ آپ سے متعلق ہے'۔ میں نے کہا کہ وہ خواب جن کی ظاہری سٹوری اور حکایت بعض دفعہ کوئی اچھی نہیں لگتی مگر اس کی تعبیر بڑی اچھی ہوتی ہے۔ پہلے ہی آپ نے رونا شروع کر دیا۔ بہت تسلی دی، کافی دیر لگی۔ میں کوئی مبالغہ نہیں کر رہا ہوں۔ روزے کی حالت میں ان کا رونا میرے سامنے ہے اور میں کھڑا ہوا ہوں تسلی دے رہا ہوں۔ کافی دیر کے بعد پھر انہوں نے وہ خواب بیان کیا۔

میں نے ان سے کہا کہ اس کی تعبیر تو بہت اچھی ہوگی۔ جو تعبیر تھی اس کے متعلق میں نے ان کو سمجھایا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ دیکھئے! حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک خواب ہے۔ اس کا ظاہر کتنا برا۔ میں نے اپنا یہ خواب ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ ظاہری طور پر یہ کتنا برا مگر حضرت مولانا عبدالمنان صاحب نے اس وقت اس کی تعبیر دی تھی کہ فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کو ماسوی اللہ سے مکمل انقطاع ہو جائیگا۔ جس طرح کہ کپڑے یہ ایک ضرورت کی چیز ہے مگر اس کی طرف بھی خیال اور التفات کچھ نہیں رہے گا۔ اس وقت بھی حضرت شیخ قدس سرہ کو تم سے تعلق باقی رہے گا۔

میں نے کہا کہ ظاہر اس کا کتنا برا معلوم ہو رہا ہے اور اس کی تعبیر کتنی اچھی ملی۔ اسی طرح میں نے ایک اور خواب ان کو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ انہیں سولی دی گئی۔ لیکن معبر نے تعبیر دی کہ دنیا کے کونے کونے میں ان کا

فیض پہنچے گا اور رہتی دنیا تک وہ فیض باقی رہے گا۔ تو میں نے ان کو سمجھایا کہ یہ دونوں خواب، ان کا ظاہر دیکھو اور ان کی تعبیر دیکھو۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کرام کو مقتدیٰ بنانے کی ہمیں توفیق دے۔ انہی کی سنتوں پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس جماعت کے ساتھ ہمیں وابستہ رکھے۔ جو فرقے، جماعتیں ان سے الگ ہوئیں وہ ابد الآباد تک الگ ہوگئیں۔ سب کچھ چھوٹ گیا، خدا بھی چھوٹ گیا، اس کا رسول بھی چھوٹ گیا، قرآن و حدیث کو بھی انہوں نے چھوڑا ہر چیز کو۔ صرف صحابہ کا دامن چھوٹنے کی وجہ سے۔ اللہ کرے کہ ہم صحابہ کا دامن پکڑے رہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

کل آیت سنائی تھی جو صحابہ کرام کی شان میں وارد ہوئی 'فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا' کہ ہدایت اور انسانوں کیلئے اس پر موقوف ہے کہ وہ صحابہ جیسا ایمان لائیں، تب ان کا ایمان معتبر اور وہ ہدایت یافتہ ورنہ نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں 'وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ'. کہ جیسے یہ میرے پیارے صحابہ ایمان لائے ہیں ایسا تم ایمان لاؤ۔ جب یہ حکم ملا تو منافقین کہنے لگے اوہو 'كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ'، جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں اس طرح ہم ایمان لائیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جلال اس آیت میں نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کی طرف داری میں، ان کو برا کہنے والوں 'جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا' کے اصول کے مطابق، انصاف سے، اللہ نے فرمایا 'اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ'. یہ گجراتی والا 'الا' عربی زبان کی باقیات میں سے رہ گیا ان کے یہاں 'اَلَآ '. 'اَلَآ '، سنو! اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ. کہ یہ میرے پیارے صحابہ کو کہتے ہیں بے وقوف، یہ خود بے وقوف ہیں۔

جو بھی صحابہ کرام سے برگشتہ ہوئے، ان کی تاریخ آپ اٹھا کر دیکھیں۔ تمام فرقوں کی، ان کے عقائد آپ کو ایسے احمقانہ ملیں گے کہ آپ حیران ہوں گے۔ اوہو! اس کے متعلق لکھا ہے

کہ اس کی کئی سو کتابیں ہیں، اتنے علوم کا وہ عالم تھا اور ایسی حماقت، حیران رہیں گے آپ۔ تمام فرقوں کا یہ یکساں حال۔ پھر حماقت تو اپنی جگہ لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حماقت اور سفاہت ان کے اندر موجود ہے اور پھر اس سے وہ جاہل ہیں۔

میں نے ایک دفعہ ضمناً چپاٹا میں 70s جمعہ کے بیان میں میں نے مودودی کا ذکر کیا۔ کوئی مستقل ان کی تردید پر بیان نہیں تھا ویسے ہی ضمناً کوئی جملہ نکل گیا۔ اوہو! اتنی لے دے ہوئی وہاں نیروبی سے لے کر چپاٹا اور لوساکا تک ایک طوفان مچ گیا کہ اوہو! ہمارے حضرت مولانا مودودی صاحب کو اس کلمہ سے یاد کیا گیا۔ خدا خود یاد کرتا ہے 'اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ' اور اس سے بھی آگے 'وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ'. کہ یہ بیماریاں ان میں موجود ہیں اور انہیں اس کا علم بھی نہیں، اس کا اقرار بھی نہیں۔ اس لئے کہ بصیرت چھین لی گئی، وہ کب مانیں گے؟۔

ہمارے بڑے بڑے علماء مشائخ پر ان کی تردید کے الفاظ دیکھئے مودودی نے کس انداز سے تردید کی اور اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ اس کے کئی برس بعد جب میں حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ فیصل آباد میں تھا، ایک دوست نے ہنستے ہوئے مجھے پرچہ دیا۔ میں نے کہا رمضان میں اخبار، پرچہ، کون پڑھے گا، کہنے لگے کہ آپ کا ذکر خیر ہے اس میں۔ جماعت اسلامی نے دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ فیصل آباد میں ہیں۔ جنرل ضیاء صاحب کا فون دعا کیلئے آتا تھا۔ ایشیا نامی جریدہ میں کئی صفحات میں تردید لکھی۔ موقعہ غنیمت جانا کہ ہمارے پاکستان میں آئے ہیں ان کی خبر لو۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا میں ذکر کر رہا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ سفر پر نکلا۔ جس طرح قریش کے اسفار کا قرآن نے ذکر کیا 'لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ، اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ'. گرمیوں اور سردیوں میں ان کے قافلے جاتے تھے

تجارت کیلئے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ شام کی طرف گیا اور ہم بیت المقدس میں کچھ روز کیلئے مقیم تھے اور باری مقرر تھی اونٹوں کے چرانے کی۔

فرماتے ہیں کہ جب میری باری کا دن آیا، میں اونٹ لے کر جنگل میں پہنچا۔ جنگل میں اونٹ چرا رہا ہوں۔ سخت گرمی کے دن ہیں۔ میں نے دور سے دیکھا کہ کوئی شخص پریشان حال شکل وصورت سے نووارد معلوم ہوتا ہے، اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ میرے پاس پہنچا۔ اس نے پانی کا سوال کیا میں نے پانی اسے مہیا کیا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آج تم نے میری جان بچالی ورنہ میں تو اپنے آخری سانس گننے لگا تھا پیاس کے مارے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں جب پانی ملا ہو، آدمی کو راحت کی نیند آجاتی ہے۔ کہتے ہیں میں وہاں، جنہوں نے پانی مانگا تھا، پانی پی کر وہاں پڑ گئے۔

اب یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عرب، اور وہ بھی مکہ کے عرب، جن کی گھٹی میں مہمان نوازی پڑی ہوتی ہے، اوہو! ان کے یہاں ابھی بھی ان کے دیہاتوں میں آپ چلے جائیں، اس ضیافت کو اپنے یہاں وہ اعلیٰ ترین فریضہ سمجھتے ہیں۔ ان کا مہمان پانی پی کر سو گیا، اب اس پر ان کی نظر ہے۔ فرماتے ہیں کہ جہاں وہ لیٹے تو اس کے قریب ایک گڑھا تھا، ایک کھڈا۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا، حیۃ عظیمہ، بہت بڑا اژدھا ٹائپ سانپ وہاں سے نکلا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شروع ہی سے مکہ مکرمہ کے نہایت بہادروں میں سے ان کا شمار تھا۔ بڑے زبردست تیرانداز اور تلوار چلانے والے بڑے بہادر تھے۔ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے وہ سانپ دیکھا، میں نے سوچا کہ میرا مہمان تو بالکل اس کے نزدیک ہی ہے۔ قبل اس کے وہ سانپ حملہ کرے انہوں نے سیدھا تیر چلایا۔ یہ تمام چیزیں ان کے یہاں سکھائی جاتی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھڑ سواری، تیراندازی، تیراکی ان کو فرض قرار دیا تھا۔

یہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ زبردست تیرانداز تھے۔ اسی لئے جنگ یرموک میں مخالف سمت

کی فوج نے بہت سارے اپنے یہاں ایسے بلا کے تیر انداز اکٹھے کر رکھے تھے کہ جنگ یرموک کی آپ تاریخ پڑھیں اس میں کئی ایک متعدد ہمارے صحابہ کرام ایسے ملیں گے کہ تیر آیا، اور آنکھ پھوڑ دی۔ حضرت ابوسفیان کی آنکھ میں تیر لگا اور کئی ایک صحابہ کرام کو بھی لگا۔ یہ زبردست تیرانداز تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، انہوں نے سیدھا تیر مارا، جو سانپ کو لگا۔

تیر کے ان کے قریب سے گذرنے اور زمین میں پیوست ہونے کی آواز سے وہ مہمان اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے پوچھا یہ کیا؟ اِنہوں نے کہا ادھر دیکھو۔ دیکھا انہوں نے تو بڑا اژدھا اور اس میں تیر پیوست ہے، پڑا ہوا ہے وہ۔ وہ خوشی کے مارے کھڑے ہوگئے، لپٹ گئے ان کو، رونے لگے ان کو بوسے دیئے کہ تم نے آج میری دو دفعہ جان بچائی۔ ایک تو پیاس کے مارے مجھے یقین تھا کہ میں مرجاؤں گا اور دوسرا یہ اژدھا دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ اس کے ڈسنے سے میں مرجاتا، دو دفعہ آپ نے میری جان بچائی۔

یہ کون تھے؟ بہت اونچے آدمی تھے۔ یہ اسکندریہ سے سفر کر کے جس طرح آپ نے بخاری شریف میں پڑھا، سنتے ہیں آپ کہ ہرقل نے پیدل سفر کیا تھا کہ میں جاکر بیت المقدس میں نماز پڑھوں۔ اسی طرح یہ رومی بزرگ اسکندریہ سے چلے تھے اور وہاں کے مذہبی طبقے کے بہت اونچے لیڈروں میں سے تھے جن کو شماس کہا جاتا ہے، شماس من شمامسہ الاسکندریہ۔ اُنہوں نے حضرت عمرو کو بوسہ دیا اور پھر پوچھا کہ آپ کہاں سے ہیں؟

پہلے تو بے چارے جب پانی مانگا تھا اس وقت تو اس حال میں نہیں تھے کہ پوچھتے کہ کون، کیا؟ اپنی جان بچانی تھی، پانی پیا اور لیٹے اور یہ حادثہ ہوا۔ اب پوچھ رہے ہیں کہ آپ کون؟ اِنہوں نے بتایا کہ میں مکہ سے ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہاں کیسے پہنچے؟ انہوں نے کہا کہ ہم تجارت کیلئے آئے۔ پوچھا جب تجارت کیلئے آپ یہاں پہنچے ہیں، آپ کو کتنی امید ہے کہ آپ کے اس سفر سے آپ کو کتنا نفع ہوگا۔ اِنہوں نے بتایا کہ ایک اونٹ میں خرید سکوں اتنا میں نفع کی امید رکھتا ہوں۔

یہ انھوں نے پہلے معلوم کرلیا کہ کس مقصد سے آئے ہیں اور کتنا یہاں سے نفع وہ کما کر جاسکتے ہیں۔

پھر دوسرا سوال کیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے یہاں دیت کتنی ہے؟ کہ اگر کسی کو قتل کردیا جائے، اس کی دیت کتنی ہے؟۔ کہا کہ ہمارے یہاں دیت سو اونٹ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم اسکندریہ کے لوگ تمہارے اونٹوں کا حساب نہیں جانتے کہ سو اونٹ کیا ہوتے ہیں۔ ہم تو چاندی اورسونا والے ہیں۔ اس میں مجھے حساب بتائیں کہ سو اونٹ کی ویلیو کتنی ہے۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ الف دینار۔ ایک ہزار دینار۔

یہ پہلے سمجھ نہیں سکے حضرت عمرو کہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اب اُنھوں نے تشریح کی کہ آپ نے دو دفعہ میری جان بچائی ہے، دو دیتیں میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں نے آپ سے پوچھا۔ لیکن میں تو یہاں سفر میں ہوں آپ کو دو ہزار دینار اتنا سونا یہاں تو نہیں دے سکتا۔ آپ ایسا کریں کہ میرے ساتھ آپ اسکندریہ چلئے۔ اسکندریہ اپنے ساتھ وہ لے گئے۔

یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ان حضرات کا مستقبل، فیوچر بتایا گیا، آگے جاکر ان کو کیا بننا ہے سب کی تیاری ابھی سے شروع ہے۔ حالانکہ ابھی تو بت پرست ہیں، یہیں سے تیاری شروع۔ وہاں لے گئے اسکندریہ۔ اسکندریہ پہنچے، ان کے یہاں، ان کے عید اور مہرجان پر ساری دنیا اکٹھی تھی۔ ایک میلہ اور ایک عید مناتے تھے جس میں تمام مذہبی لوگ اور حکام اور ساری پبلک شریک ہوتی تھی۔

شماس نے حضرت عمرو کیلئے بہترین جوڑا تیار کروایا وہ ان کو پہنایا اور وہاں حکام کے ساتھ اس میلہ میں ان کو لے کر پہنچے۔ میلہ میں اور چیزیں بھی ہوتی ہوں گی من جملہ ان کے بڑی عجیب چیز تھی۔ جس طرح بچپن میں تو ہم اسٹوریز میں پڑھا کرتے تھے کہ کوئی راجہ مہاراجہ مر جاتا، کہتے کہ ساری پبلک اکٹھی ہوتی، کوئی مبارک پرندہ چھوڑا جاتا وہ اڑ کر جس کے سر پر بیٹھ جاتا وہ بادشاہ منتخب ہوجاتا۔

اس طرح یہ تو شاید ممکن ہے کہ فرضی کہانی بھی ہو لیکن اِن کے یہاں سچ مچ اس عید کے موقعہ پر، اس مہرجان کے موقعہ پر ایک بال ball جو سونے کا بال بنا ہوا ہے اس کو پھینکا جاتا تھا اور پبلک میں سے ہر ایک جس طرح سوڈانیوں کی آپ نے چوڑی چوڑی آستینیں دیکھیں، اس طرح کی آستینیں، وہ ہاتھ اس طرح بلند کئے ہوئے ہیں اور سب اس سونے کی گیند کو اپنی آستین کے اندر لینا چاہتے ہیں۔ یہ کھیل کی طرح نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی۔

کہتے ہیں کہ ان کے پاس وہ جو بال تھا سونے کا یہ ان کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے مذہبی طور پر ورثہ میں چلا آرہا تھا جس طرح کہ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسیٰ وَاٰلُ ھٰرُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰئِکَۃُ کہ وہ جو صندوق تھا اسے جہاں لے جاتے تھے فتح ہو جاتی تھی۔ اس طرح یہ جو بال تھا سونے کا وہ خود اپنے آپ اس آدمی کو تلاش کر لے گا۔ اگر کسی کی آستین میں چلا گیا، تو اب یہ ان کے ملوک میں شامل ہوگئے، اس کا نام اس فہرست میں آ گیا۔ اب جہاں ضرورت ہوگی بادشاہ بنانے کی، ان کو بادشاہ بنایا جا سکتا ہے۔

وہ بال پھینکا جا رہا تھا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی اوروں کی طرح آستین کھڑی کئے ہوئے کھڑے تھے۔ اب ان کی آستین میں آکر بال گرا۔ اب وہ لوگ سب دوڑ کر آئے سب کہ یہ کن کے پاس پہنچا، دیکھا کہ ایک اجنبی، مکہ کا آدمی۔ انہوں نے کہا کہ نہ نہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کو ہم بادشاہ بنائیں، ایک بدو، جاہل، گنوار، بے علم، عرب میں سے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ نہ نہ، یہ ہماری اس بال کی تاریخ ہے کہ کبھی اس سے خطا سرزد نہیں ہوئی۔ جس کی آستین میں وہ گیا، فیوچر میں یقیناً وہ بادشاہ اخیر میں بنا۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس بال نے یہ غلطی کی ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا کام سمیٹ لیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

اب دیکھئے میں نے آپ کو کہاں چھوڑا تھا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذمے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سارا ایریا، غزہ، رملہ لگایا۔ ان صحابہ کرام کے خون سے یہ باغ سینچا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب یہاں سے فارغ ہوئے، بیت

المقدس فتح کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قبضہ ہو گیا، اس کے بعد اصرار کیا کہ حضرت میں عرصے سے اصرار کر رہا ہوں کہ آپ مجھے مصر کی اجازت دیں۔ اب مصر کی اجازت دی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔ اور وہ بال کتنا سچا، ان کی تاریخ کتنی سچی تھی کہ وہاں جاتے ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر میں داخل ہوئے اور فتح ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کرام کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق جو عرض کیا تھا یہ بتانے کیلئے کہ ابھی تو زمانہ جاہلیت ہے کفر وشرک میں یہ مبتلا ہیں مگر حق تعالیٰ شانہ کی نظر انتخاب حق جل شانہ کی طرف سے ان کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں ہوں گے۔ ان کیلئے جس طرح بعضے حضرات کو خوابوں کے ذریعہ متنبہ کیا جاتا ہے اس طرح ان کو بیداری میں پورا نقشہ بتایا گیا کہ اِس وقت تو جاہل گنواروں میں تمہارا شمار ہے۔ شماس نے جب تم سے پوچھا کہ تمہیں اتنے مشقت بھرے سفر سے کیا ملے گا، تم نے بتایا کہ ایک اونٹ، مگر ہم تمہیں کہاں تک پہنچانے والے ہیں، سارا نقشہ دیکھ لیا۔

مصر لے جا کر کے پھر شماس نے ان کو دو دیتیں دیں۔ دو ہزار دینار دئے، جس کا وعدہ کیا تھا اور یہ واپس لوٹے اور پھر اللہ کو جب منظور ہوا تب جا کر کہیں اسلام کی توفیق ہوئی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو اصرار بار بار مصر کی مہم کیلئے درخواست کر رہے تھے وہ اسی لئے۔ شاید اظہار بھی کیا ہو اپنے طور پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہاں کے تمام رستوں سے میں واقف ہوں۔ شماس مجھے لے گئے تھے اسکندریہ۔ اس وقت سے میں وہاں کے حالات کو جانتا ہوں۔ اور بظاہر ان کو یقین بھی ہوگا کہ وہ جو میری آستین میں بال

آ کر گرا تھا، ان کا برکت والا کرہ اور بال، اس کی تعبیر کی بھی توقع ہوگی۔ چنانچہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جب اجازت ملی تو ادھر غزہ، رملہ ان تمام سے فارغ ہوکر بیت المقدس فتح کرنے کے بعد پھر ادھر کا آپ نے رخ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ

یہاں سے چلے تھے ہم کہ حضرت عبد اللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ سے ایک خطا، چوک، غلطی سرزد ہوئی، پھر ندامت ہوئی، ندامت قبول ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی مگر اس کے بعد میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ کہیں نمایاں نہیں ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تو بہت نمایاں، خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عمان کا دورِ نبوی میں گورنر مقرر فرمایا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وہاں کے وہ گورنر رہے۔ دورِ صدیقی میں بھی رہے کئی جگہ کے گورنر۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی رہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن سعد یہ کسی عہدہ پر کہیں کسی کی طرف سے نظر نہیں آتے۔

کیوں؟ کہ چھپے، چھپے رہے۔ یہ ہمارا کام۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر صحابی ہمارے لئے مقتدیٰ اور ہمارا متبوع اور ہمارے لئے لائحہ عمل متعین کرنے والا کہ ان کے نقش قدم پر ہم چلیں۔ ہمارے لئے سب سے بڑا اسوہ ہیں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہم گنہگاروں کیلئے، کہ جیسے ان کے ہاتھ سے ایمان چھوٹ گیا، میں نے عرض کیا کہ میرا بھی بار بار چھوٹا پھر مشکل سے ملا، پھر چھوٹا پھر ملا۔

سب سے بڑے ہمارے مقتدیٰ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہیں کہ اس قصور کے سرزد ہو جانے کے بعد کہیں نمایاں ہوئے نہیں۔ حالانکہ بہت بڑے جرنیل، بہت بڑے سرکردہ قریش کے لیڈروں میں سے ان کے سرداروں میں سے۔ مگر اس واقعہ کے بعد سے چھپتے رہے۔ ہاں البتہ اس کی کوشش انہوں نے ضرور کی کہ کوئی مہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دورِ صدیقی میں، دورِ فاروقی میں ایسی نہیں ہوگی کہ جس

میں یہ شامل نہ ہوئے ہوں اور بڑے بڑے اونچے کارنامے انہوں نے انجام نہ دیئے ہوں۔
اسی لئے یہ جو مصر کیلئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت دی تو کمانڈر انچیف تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے، مگر میمنہ پر، جو خاص فوج کا حصہ ہوتا ہے اس پر متعین تھے عبداللہ بن سعد۔ ان کو خود انہوں نے بھی متعین کیا۔ تمام مہم میں اسی طرح ہوتا تھا کہ آگے آگے پیش پیش۔ کہ یہ جو مجھ پر دھبہ لگا ہے، مجھ سے قصور سرزد ہوا ہے یہ میرے لہو سے دھویا جائے گا۔
اسی نظریئے کو سامنے رکھ کر ہر جگہ پیش پیش رہے۔ مگر اللہ کو ان سے کام لینا تھا چنانچہ جب یہ اس مصر کی مہم میں میمنہ پر تھے، وہ فتح ہوا۔ اور اس کے بعد ان کو اس پر بس نہیں ہوا آگے بڑھتے چلے گئے۔ اپنے کمانڈر سے اجازت لے کر افریقہ کا رخ کیا۔ اور فتوحات افریقہ کو لے کر ہمارے اسپین کے کنارے تک پہنچا دیا۔ اور ادھر افریقہ میں دور دور تک کے ملکوں کے اندر تک پہنچنا یہ تنہا حضرت عبداللہ بن سعد بن سرح رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے۔ اگر آپ نقشہ کے اعتبار سے دیکھیں تو کوئی چار پانچ صحابہ کرام ہوں گے کہ جن کا نقشہ اتنا بڑا وسیع ہوگا جن میں سے ایک یہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس سال عصر کے بعد کی مجلس میں ریڈیو پر حفر قبور کا موضوع چلا کہ ہر ایک اپنی قبر کھود رہا ہے۔ آپ نے سنا قریب میں کوئی، پچاس سال سو سال میں کہ ہمارے فلاں بزرگ تھے انہوں نے قبر کھودی اور اس میں بیٹھے؟ نہیں ایسا نہیں ملتا۔ ابھی آپ کسی کے متعلق یہ سنیں گے، سننے والے کہیں گے کہ یہ تو پاگل ہوگیا ہے کہ قبر کھود رہے ہیں۔
مگر میں نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی اور روئے۔ ہارون الرشید جیسا فرمان روا کہ شاید و باید اسلامی تاریخ میں ہوا ہو۔ انہوں نے کھدوائی اور وہاں روئے۔ کوئی دس پندرہ میں اب تک بیان کر چکا ہوں۔
حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرنا شروع کیا تھا کہ جنہوں نے اپنے لئے خود موت مانگی۔ کیوں؟ میں نے عرض کیا تھا ان حضرات کے متعلق جنہوں نے

مانگی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ، فتنے کی وجہ سے۔ فتنوں نے جب گھیرا، اپنوں ہی کی طرف سے فتنوں میں مبتلا ہوئے، پھر اللہ سے موت مانگی کہ اللہ! میں ان کے درمیان میں رہنا نہیں چاہتا، تو مجھے اٹھالے۔

یہی حال ہوا حضرت عبداللہ بن سعد کا بھی کہ فتنوں سے گھبرائے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دیکھا کہ دو جماعتیں ہیں، ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی ان کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے کمانڈر ہیں دوسری طرف امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ساتھ جم غفیر ہے، وہ چونکہ نقصان اٹھا چکے تھے ایک دفعہ، اس وقت سے توبہ کر رکھی تھی۔

ان تمام چیزوں سے بھاگ کر کہ اپنا جو رخ ہے مولیٰ کی طرف، اسی پر میں رہوں۔ ان فتنوں سے بھاگ کر کے چھپ گئے جس طرح میں نے عرض کیا کہ چھپے رہے اتنے سال تک، صرف مہموں میں جاتے رہے۔ کہیں نظر نہیں آئے۔ اسی طرح جب یہ واقعہ پیش آیا تو اتنے بڑے فاتح کہ اس وقت کے نقشہ پر آپ دیکھیں گے کہ کوئی پندرہ بیس ملکوں کے وہ فاتح مگر وہ چھپ گئے۔

بعضوں نے کہا کہ رملہ میں چھپ گئے اور کسی نے عسقلان کا نام لیا کہ وہاں آپ نے رات کو دعا شروع کی۔ الٰہی! اب تو میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ جو فجر کی نماز آرہی ہے، تو فجر کی نماز میں مجھے اپنے پاس بلالے۔ اب یہ کتنے لاڈلے کہ کہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ 'اُقْتُلُوْهُ حَيْثُ مَاوَجَدْتُمُوْهُ' جہاں تمہیں ملے قتل کرو۔ اور اب یہ قلم تقدیر ان کی زبان ہے جس سے لکھا جارہا ہے۔ ان کی زبان کے مطابق قلم تقدیر چلتا ہے۔

انہوں نے مانگا کہ اے اللہ! تو مجھے فجر کی نماز میں اٹھالے۔ ان کو بھی کتنا یقین کہ دعا کی اور اس کے بعد اٹھے۔ وضو فرمایا۔ نماز شروع فرمائی۔ یہ دعائیں بھی ان کی کتنی سچی پکی اور ان

کا یقین بھی کتنا پختہ۔ کہ نماز ہورہی ہے ایک رکعت پڑھائی، دوسری رکعت پڑھائی۔ دوسروں کی نماز خراب نہ ہو اس کیلئے ایک طرف سلام پھیرا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور دوسری طرف پھیرنے جارہے ہیں اور ملک الموت نے روح قبض کر لی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے وقت پر حسن خاتمہ نصیب کرے۔ آج جن کو دفن کر کے آئے مولانا یوسف کارا صاحب کے خسر محترم، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ کہتے ہیں آخری تین چار دن سے ان کی زبان پر ایک ہی دعا **اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِی مَا بَعْدَ الْمَوْتِ** ' بار بار۔ حدیث پاک میں اس کے پڑھنے کا حکم ہے۔ '**اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِی مَا بَعْدَ الْمَوْتِ**'.

ابھی قریب میں ابھی چار پانچ روز پہلے ہمارے دار العلوم کے فارغ ری یونین میں مولانا معصوم ملا، ان کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ وہ حضرت شیخ قدس سرہ سے بیعت تھے۔ اور جب سے انہوں نے حضرت سے ذکر جہری لیا، کبھی ناغہ ہونے نہیں دیا۔ مولانا سعید انگار صاحب کے ساتھ بیٹھ کر، اسّی برس کے قریب عمر تھی، لیکن پابندی سے مسجد میں پہنچ کر اسی جگہ ان کے ساتھ ذکر میں مصروف رہتے تھے۔

اس کا نتیجہ کہ وہ بے ہوش تھے، بے ہوشی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے جب آخری لمحہ آیا تو سب لوگ تو سانس کو دیکھ رہے ہیں کہ سانس برابر ہے کہ نہیں ہے، اتنے میں زبان شروع ہوگئی، اللہ، اللہ، اللہ۔ وہ جو ذکر ہمیشہ کرتے تھے وہ مجلس کو سنایا اور بس آنکھیں بند کر لیں۔ ابھی آج ہمارے ایک عزیز وہاں مولانا ہاشم کڑودیا ہیں، ان کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا کوئی چوبیس برس پہلے، ان کی اہلیہ محترمہ مولانا ہاشم صاحب کی والدہ کا گذشتہ رات انتقال ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان مبارک گھڑیوں میں جانے والوں، سب کے درجات بلند فرمائے۔ ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایسی زندگی ہمیں گذارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے ایمان کو بچا سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے نماز میں انتقال کی دعا فرمائی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول فرمائی۔ یہ پورا قصہ ہم گنہگاروں کیلئے بڑی عبرت کا ہے۔ کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیں نماز تعلیم فرمائی کہ نماز اس طرح پڑھو، دعا اس طرح مانگو، نکاح اس طرح کرو۔ ساری دنیا کے تمام اقطاب اور اولیاء اللہ اکٹھے ہو جائیں اور ان تمام کے مراتب اور ان کے درجے ایک پلڑے میں اور تنہا یہ ایک صحابی جن سے زنا سرزد ہوا وہ دوسرے پلڑے میں، وہ قیامت تک کے آنے والے اولیاء اللہ کے مقابلہ میں اس ایک صحابی کا پلڑا جھک جائے گا۔ جس طرح انہوں نے عبادات کر کے دکھائیں اس طرح گناہ بھی ان سے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کروائے گئے۔ جیسے فرشتے ان سے گناہ ہوتا ہی نہیں، تصور ہی نہیں آ سکتا، وہ مشین ہیں۔ اللہ نے جس کام پر وہ مشین لگا دی وہ کام وہ کرتے رہیں گے۔ اس کے خلاف ان سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ ان سے جو سرزد ہوا وہ کروایا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اس کی مقتضی ہوئی تا کہ ہمارے لئے رہنمائی ہو کہ اگر کوئی مسلمان اسلام لا کر پھر اس کو کھو بیٹھے، اس کا واپسی کا رستہ ہے کہ نہیں؟ یہ رستہ انہوں نے ہمارے لئے متعین کیا کے واپسی کا رستہ بھی ہے۔

یہ حق تعالیٰ شانہ کے اتنے مقرب، اتنے مقرب کہ جس طرح انہوں نے دعا مانگی کہ نماز میں، اور اسی نماز میں جس کیلئے میں وضو کر رہا ہوں آخرت کا سفر ہو اور یہ قبول ہوئی، یہ انتہائی تقرب کی علامت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حضرات صحابہ کو پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ بہت اونچے ان کے مراتب اور درجات ہیں۔

حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ

جس طرح حضرت عبد اللہ بن سعد نماز میں اس دنیا سے تشریف لے گئے اسی طرح ایک اور صحابی ہیں، حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ۔ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اسی کمرے میں بیٹی سوئی ہوئی ہے۔ بیٹی نے خواب دیکھا کہ میرے ابا کا انتقال ہوگیا۔ جیسے ہی آنکھ کھلی، انہوں نے آواز دی ’ابا! ابا!‘ تھوڑی دیر کے بعد نماز مختصر کر کے سلام پھیر کر پوچھتے ہیں کہ بیٹی! کیا بات ہے؟ کہا کہ نہیں، میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔ نہیں بتا سکی کہ میں نے خواب دیکھا اس لئے میں پریشان تھی اس لئے میں نے پوچھا کہ ابا! ابا!۔ ابا نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا سو جاؤ۔

جس طرح پرسوں میرے متعلق کسی نے دیکھا کہ انتقال ہو گیا تو مجھے تسلی دیتے ہوئے گھنٹے گذر گئے۔ یہاں بیٹی نے اپنے ابا کو دیکھا کہ انتقال ہوگیا۔ کیسے نیند آئے گی، وہ دیکھتی رہی۔ دیکھا تھوڑی دیر کے بعد کہ وہ سجدہ میں گئے۔ جو معمول تھا سجدہ کا اتنا لمبا سجدہ تو وہ نہیں کرتے۔ پھر دوبارہ وہ اس طرح آواز دیتی ہے کہ ابا! ابا! لیکن اب وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھا رہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ صحابہ کرام کتنے حق تعالیٰ شانہ کے قریب کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکل جائے وہی تقدیر۔ اُسی طرح تقدیر کا فرشتہ لکھے گا حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے موت

کیلیئے پوری تیاری فرمالی ہوگی۔ حضرات حسنین کو دیکھ لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر پہنچیں اور غسل فرمایا۔ غسل سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں سے جو چادر بچ گئی تھی وہ کفن کے طور پر خود اوڑھ لی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمادیا کہ دیکھو مجھے ابھی فوراً آواز مت دینا۔ جب کافی دیر گذر جائے تب تم مجھے آواز دے سکتی ہو اور میں جواب نہ دوں، تب یہ سمجھ لینا کہ میں اللہ کے حضور پہنچ چکی۔ کیا مرتبہ!

جس طرح حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے درخواست کی اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں اسی طرح پوری فرمائی۔ ایک طرف سلام پھیرا اور دوسری طرف ابھی سلام پھیرنا ہے کہ روح قبض ہوگئی۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تھوڑی دیر کے بعد پھر آواز دی کوئی جواب نہیں ملا۔ جا کر ٹٹولا، اللہ کے حضور پہنچ چکی تھیں۔ اسی طرح یہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی دیکھتی رہی کہ ابا اتنا لمبا سجدہ تو نہیں کرتے۔ جا کر ٹٹولا تو وہ بھی اللہ کے حضور پہنچ چکے تھے۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نور الحق صاحب اپنے ابا کے ساتھ مدینہ شریف میں تھے۔ کہ مدینہ شریف ہے، آخری عشرہ کی راتیں ہیں، تہجد کی نماز ہے، سجدہ میں پیشانی مبارک سرزمین پر ہے، لمبا سجدہ ہے، پتہ نہیں کب سے ہوں گے اس طرح سجدہ میں۔ اللہ تعالیٰ ان مقبولین کے صدقے ہمارے ایمان کو بچالے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فکر نصیب فرمائے کہ ہم اس کو سوچیں کہ یہ بھی فکر کرنے کی چیز ہے کہ ہم کیسے ایمان کو بچا کر لے جائیں گے۔

دوستو! یہ جو جاتے ہیں اس وقت بھی آپ نے جانے کے واقعات سنیں۔ وہ کشف قبور کے ذیل میں گذشتہ سال میں سناتا رہا ان کے جانے کے واقعات کتنے عجیب وغریب۔ یہ جو میں بیان کررہا ہوں، میرے بیانات ایک آدھ ہفتہ تو سنے ہوگے ان اوپر والوں نے۔ پھر بھائی جان خواب میں تشریف لائے کہ ''تُو تُو بڑ بول بول کرا کرے''۔ یعنی تو کتنا بولتا رہتا ہے۔

کہ ریڈیو پر بیان پھر تراویح کے بعد بیان، ہر چیز کی خبر رکھی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ بھی چار پانچ دن پہلے تشریف لائے فرمایا ’ذرا اعراب دیکھ لیا کرو‘۔ کبھی احادیث وغیرہ نقل کرتے ہیں، عربی عبارت کوئی نقل کی، اس کی کوئی غلطی حضرت نے پکڑی ہوگی۔ فرمایا کہ اعراب دیکھ لیا کرو۔ کیا شان ہے ان حضرات کی، جانے والوں کی۔ اب یہ دیکھتے نہیں کہ بھائی جان بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، خود استنجے گئے، وہاں سے استنجے سے خود فارغ ہوکر نکلے اور ’السلام علیکم‘، آسمان والوں کو سلام کر کے تشریف لے گئے۔

جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے تھے حضرت مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ آخری وقت میں زور سے ’السلام علیکم یارسول اللہ‘ سلام کیا اور چلے گئے۔ آگے بھی کچھ بھائی جان نے فرمایا ہوگا مگر اس سے پہلے فرشتے نے روح قبض کر لی ہوگی۔

جیسے کہ پرسوں کے، کل کے جنازے میں کسی نے میری تکبیر چوتھی سنی، کسی نے نہیں سنی۔ کسی نے کہا کہ تکبیر چوتھی ہوئی، کسی نے کہا کہ نہیں ہوئی۔ میں نے کہا دوسری دفعہ جنازہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ایک غائبانہ ایک موجود جنازہ، سب ہوجائے گا۔

یہ اس عالم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کیوں ٹوکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بھائی جان ٹوکتے ہیں حضرت شیخ نے ٹوکا کہ اعراب دیکھ لیا کرو۔ کہ آج جو میں نے حدیث پڑھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی۔ وہ بڑی قابل عبرت ہے۔ فرماتے ہیں کہ **’اَشَدُّ النَاسِ عَـذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ‘** کہ سب سے شدید ترین زبردست عذاب جنہیں ہوگا وہ کون ہوں گے **’مَـنْ یَـرٰی الـنَّاسُ فِیۡہِ خَیۡرًا‘** وہ انسان، وہ شخص ہوگا، وہ بزرگ ہوں گے وہ مولانا صاحب ہوں گے، وہ حضرت صاحب ہوں گے کہ لوگ تو ان کو اچھا سمجھتے ہوں گے **’وَلَا خَیۡـرَ فِیۡـہِ‘** اور سچ مچ حقیقتاً ہوگا کچھ بھی نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں کی رسوائی سے ہمیں بچائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے، اعتکاف کو قبول فرمائے۔ ہمارے روزوں سے مقصد کیا ہے؟ اعتکاف کا مقصد کیا ہے؟ یہ ہمیں معلوم ہونا چاہئے تاکہ ہم اپنا اجر ضائع نہ کریں۔ یہ رمضان المبارک کا سارا مہینہ یہ ایک یاد ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ان نعمتوں کی کہ جن میں انہیں رکھا گیا تھا پھر اس دنیا میں وہاں سے بھیجا گیا۔ اس جگہ کی اور اس جنت کی یاد تازہ کرنے کیلئے یہ رمضان المبارک کے روزے ہم پر فرض کئے گئے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی کہ الٰہی مجھے وہ اوپر والا ماحول بہت یاد آتا ہے۔ اس کیلئے روتے رہے کہ ہر وقت ملائے اعلیٰ میں فرشتوں کے درمیان حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام چاروں طرف سے ہر وقت تسبیح، ذکر الٰہی کی آوازیں سنتے، چاروں طرف نظر اٹھائیں، اللہ کے پیدا کئے ہوئے فرشتے قیام میں ہیں، رکوع میں ہیں، سجدہ میں ہیں، جب سے پیدا کیا رکوع میں ہیں، جب سے پیدا کیا سجدہ میں ہیں۔ اس ماحول کو یاد کر کے روتے رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی وہ دعا قبول فرمالی اور ان

کے وسیلہ سے وہ نعمت ہمیں بھی میسر آ گئی۔ کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہیں ملکوتی صحبت چاہیئے اور فرشتوں کی دوستی، ان کی مصاحبت چاہیئے، ہم تمہیں بھی دے دیتے ہیں اور تمہاری قیامت تک آنے والی نسل کو بھی دے دیتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں قرین دیا گیا۔

کہ جب نطفہ ٹھہرتا ہے اس وقت سے لے کر وہ قرین ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ بچہ کی روح پڑی، اور وہ فرشتہ بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ ابلیس جس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا اس کا بچہ بھی ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔ تین تین ساتھ ہیں۔ ایک پیدا نہیں ہوتا، بیک وقت تین پیدا ہوتے ہیں۔ ایک انسان ہے، دوسرا اس کے لئے خیر کی بات دل میں ڈالنے والا فرشتہ قرین بھی پیدا ہوتا ہے، تیسرا شر کی طرف رغبت دلانے والا ابلیس کا بچہ بھی۔

یہ تو بڑی نعمت ہمیں ملی ہے۔ اسی لئے جیسے ہی ہم نے گناہ کا ارادہ کیا وہ فرشتہ پنچ (pinch) مارے گا کہ گناہ مت کر۔ خیال آئے گا کہ نہیں کرنا چاہیئے۔ شراب پینے والوں سے پوچھیئے، وہ خود اپنی زبان سے کہیں گے کہ اچھا نہیں ہے۔ کیوں؟ کیسے بول رہے ہیں کہ اچھا نہیں ہے۔ ساری عمر کئے جارہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا نہیں ہے۔ وہ فرشتہ بلواتا ہے۔ اسیطرح کوئی گناہ ایسا نہیں ہوگا کہ جس کیلئے اس فرشتہ نے حق کی طرف اس کی رہنمائی نہ کی ہو۔

اسی لئے یہ تین چیزیں روزہ کی ہم پر فرض کی گئی ہیں کہ مت کھاؤ، مت پیو اور جماع مت کرو۔ کیوں؟ کہ یہ تینوں نعمتیں جو پینے سے تمہیں لذت فرحت ملتی ہے، تم جسم کی ضرورت سمجھ کر اس کو پیتے ہو اور کھاتے ہو، اس میں جو تمہیں لذت آئی وہ جھوٹی ہے۔ یہاں کی چیزوں میں ہم نے لذت رکھی ہی نہیں۔ یہ جماع کی لذت جھوٹی ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت فرما رہی ہیں۔ پیاس لگی۔ آقا کو یاد فرماتی رہیں۔ دعا کرتی رہیں کہ میں مر جاؤں گی میرے بیٹے کو نہیں دیکھ پاؤں گی۔ ایسی آہ وفغاں کی کہ آسمان سے ڈول لٹکتا نظر آیا۔ وہ پانی پیا اور ساری عمر کیلئے پیاس ختم ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ پھر ام ایمن کو پیاس لگتی ہی نہیں تھی۔

دوستو! یہ جب سے ہم پہلا روزہ شروع کریں تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ جن لذتوں کو ہم نے لذت سمجھا یہ لذت نہیں ہیں، یہ سراسر بیماری ہیں۔ اسی لئے تو یہ تمام چیزیں ہم لذت سمجھ کر کھاتے ہیں، بیمار ہو جاتے ہیں۔ وہاں جنت میں انسان کتنا کھائے گا، کچھ نہیں ہوگا۔ کتنا پیئے گا کچھ نہیں ہوگا۔ کتنا جماع کرے گا کچھ نہیں ہوگا۔

ایک جگہ شاعر نے اپنے شعر میں صمت استعمال کیا اپنی محبوبہ کے متعلق۔ وہ کہتا ہے کہ '**صمت عنہ**' میں نے اس سے ترک کلام کرلیا۔ بول چال بند کردی۔ صوم کے اصل معنیٰ روزہ اور نہ بولنے کے ہیں۔

جیسے یہ تین چیزیں ہمیں فقہاء نے بتائیں کہ فرض کے درجہ میں ہیں کہ نہ کھاؤ، نہ پیو، جماع نہ کرو اور چوتھی چیز یہ بتاتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ روزے میں صرف اللہ کی یاد ہو تلاوت ہو اور کلام نہ ہو، وہ اسی لئے ہے۔ انہوں نے تو مستحب کہا لیکن لغوی معنیٰ کے اعتبار سے روزہ ہے ہی نہ بولنا۔ اسی لئے پچھلی جو امتیں تھیں ان کا چپ کا روزہ ہوتا تھا کہ وہ کھا پی سکتے تھے لیکن بول نہیں سکتے تھے۔ اسی لئے تو اعتکاف میں خلوت ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے تھے شراح نے اس کا مقصد بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف ہیں اس کی نشانی کیلئے مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں حجرہ بنایا جاتا تھا چٹائی کا۔ چٹائی کھڑی کر دی جاتی تھی تا کہ ایک نشانی ہو پبلک کیلئے، عوام کیلئے، صحابہ کرام کیلئے کہ مت جاؤ، مشغول مت کرو۔ کیوں؟ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتکاف کا مقصد تھا صرف مولیٰ۔ کہ میرا مولیٰ ہو اور میں ہوں اور بس۔ بیچ میں کوئی تیسرا نہ ہو۔

یہ اتنا اہم ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ '**لَا یَسْتَحِبُّ لِلْمُعْتَکِفِ**' کہ معتکف کیلئے بولنا جائز نہیں اور مخالطت ملنا جائز نہیں اور سلام کلام جائز نہیں ہے اور اچھا نہیں ہے۔ اور آگے فرمایا کہ '**لَا لِتَعْلِیْمِ عِلْمٍ**' کہ کسی کو کچھ پڑھا رہا ہے، قرآن پڑھا رہا ہے، حدیث پڑھا رہا ہے کہتے ہیں کہ یہ بھی موقوف کردے۔ ورنہ آپ علم کی اہمیت تو کتنی پڑھتے

ہیں قرآن حدیث میں کہ علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ زور لگاتے ہیں سارے اساتذہ، علم کے فضائل یہ ہیں، اور آگے امام احمد نے فرمایا 'وَلَا لِاقْرَاءِ قُرْاٰنٍ' کہ کسی بچہ کو قرآن پڑھا رہا ہے وہ بھی چھوڑ دو کہ معتکف نظر اور زبان کی حفاظت کرے۔

ہمارے اساتذہ کو ہم نے دیکھا جن سے ہم نے قرآن حفظ کیا حضرت مولانا سرکار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ سامنے سجدہ ہی کی جگہ دیکھ کر چلے کرتے تھے۔ اب دیہات میں ہزاروں جانور، بہت بڑا گاؤں، لوگ جا رہے ہیں آرہے ہیں اور کتے آرہے ہیں لیکن کوئی پروانہیں ہے۔ بس وہ سجدہ ہی کی جگہ پر نظر رکھ کر چلتے تھے۔

کتنے بزرگوں کو دیکھا۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ یہاں درجن بھر ہوں گے انہوں نے دیکھا کہ وہ سجدہ کی جگہ سے آگے دیکھتے ہی نہیں تھے۔

کبھی ہمیں خیال ہوتا ہے کہ وہ کیسے چل کر جاتے ہوں گے ہندوستان کی بھیڑ میں، انسانوں کی بھیڑ، گاڑیوں کی، رکشہ اور جانوروں کی۔ دوستو! انہوں نے زندگی بھر اس کی مشق کی، ان کیلئے آسان ہوگیا۔ ہم چونکہ ہر وقت ساری دنیا کے تتبع اور تلاش میں رہتے ہیں کہ یہ کون گیا، کون بول رہا ہے، کیا کر رہا ہے اسی کا فکر، غیر اللہ سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔ ہم کو اعتکاف سے ما سوی اللہ سے دل کو خالی کرنا ہے کہ تمام لذتیں انسان بھلا دے۔

حضرت پیر صاحب مدظلہم العالی

ہمارے حضرت پیر صاحب مدظلہم العالی اللہ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کا نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ عبد المنان! ادھر آ! طلحہ کو بتا دینا کہ کیا کرنا ہوتا ہے۔ اس کو کچھ پتہ نہیں ہوگا۔ اللہ! کتنی بڑی شہادت۔ کہ باپ نے اپنے بیٹے کی زندگی دیکھ لی ہے۔ اسلئے ہدایت فرمائی۔

دوستو! اللہ تعالیٰ ایسی عصمت ہمیں عطا فرمائے اور یہ تب ہوگا کہ جب ہم نیچے دیکھ کر چلیں گے۔

جو مہمان تشریف لائے ہیں ان سے میں ذرا مصافحہ کرلیتا ہوں۔ جو ہمارے روز کے ساتھی ہیں وہ تو اپنے کام میں مشغول ہوجائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۲۲ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ رمضان المبارک کا مہینہ جس میں ہم پر روزے فرض کئے گئے اور اس مہینہ کے مختلف اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف فرمایا۔ ایک ایک عشرہ کی نیت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مہینہ کا بھی اعتکاف فرمایا۔ کبھی دوعشرے کا بھی فرمایا۔ اور اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیری عشرہ کے اعتکاف کا تھا۔ یہ ایک مہینہ کا اعتکاف بھی ہے، اخیری عشرہ کا اعتکاف بھی ہے، اور پھر صوفیائے کرام نے چلے کا اعتکاف لیا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بے شمار اکابر آتے تھے کہ اس دفعہ ایک چلہ کی نیت سے میں آیا ہوں۔ ایک چلہ کا اعتکاف کرنا ہے۔ حضرت مولانا عیسیٰ پالنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا جان وہ اسی نیت سے آئے تھے پورے چلہ کی۔ ان کی خدمت اور افطاری وسحر کا کھانا پہچانا حضرت کے گھر سے ہمارے ذمے تھا۔

یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان اور تمام جتنے جاندار ہیں سب کے اجسام میں روح ڈالی۔ جس طرح روح ہمارے اندر ہے اسی طرح چوپایوں، جانوروں، درندوں سب میں ہے۔ اور ان چوپایوں اور پرندوں اور انسان وجن کے علاوہ دوسری مخلوق

میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ فرشتوں کی طرح سے ایک مشین کی طرح ہیں جس طرح وہ اٹھتے ہیں، کھانا چگتے ہیں، گھونسلا بناتے ہیں، ان کیلئے نہ کوئی شریعت ہے نہ کوئی قوانین ہیں۔

کیوں؟ کہ ان میں مجرد روح رکھی ہے، صرف تنہا روح۔ اس لئے ان کی ارواح ایک ہی کام کرتی رہتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جس عبادت پر انہیں لگایا گیا اسی میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر ایک عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ وہ اللہ کو پہچانتی ہے، تمام مخلوق اس کی عبادت میں مصروف ہے۔

لیکن ہمارے لئے حق تعالیٰ شانہ نے روح کے ساتھ ایک ابلیس کا بچہ قرین بھی رکھا ہے۔ اور ہماری مدد کیلئے حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا کے صدقے ہمیں ایک قرین فرشتہ بھی ملا ہے۔

اب دو چیزیں ہمارے پاس ایسی ہیں جو ہمیں خیر ہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ ایک روح ہے اس کا کام خیر کی طرف جانا اور ایک قرین ہے فرشتہ اس کا کام ہے خیر کی طرف مدد کرنا۔ اور دو طاقتیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں انصاف ہے ہر چیز میں، چونکہ امتحان ہے ہمارا اس لئے اللہ نے دونوں چیزوں میں بیلینس رکھا ہے۔ کہ یہ خیر کا مظہر دو چیزیں روح رکھی، قرین رکھا اسی طرح دو چیزیں شر کا مظہر رکھا جہاں سے برائی آتی ہے۔ ایک ابلیس کا بچہ جہاں سے برائی آتی ہے اور دوسرا نفس۔

کیوں؟ اس لئے کہ نفس کا تعلق ہمارے اس جسم سے ہے وہ ہمارے جسم کا ایک حصہ ہے۔ اس کا تقاضا ہر وقت یہی رہتا ہے کہ جتنا زور ہے وہ اسی خاکی جسم پر صرف کیا جائے۔ یہ دو چیزیں ہیں ہمیں شر کی طرف لے جانی والی۔ اب اس کے اندر ہمیں بیلنس اور توازن باقی رکھنا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

تمام ارواح ملاء اعلیٰ سے آئی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی روح نے اللہ میاں کو دیکھا،

پہچانا، اللہ تعالیٰ کا حکم سنا 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟' سوال سنا اور ہم سب نے وہاں جواب میں کہا تھا 'بلیٰ' کیوں نہیں؟ آپ ہمارے رب ہیں۔ لیکن ابھی بھول بھلیاں ہیں۔ کچھ یاد نہیں۔

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے عہد الست یاد ہے۔ جس طرح آپ میں سے کوئی ستر برس پہلے انڈیا پاکستان سے آیا ہو واپس نہ گیا ہو، کہتا ہے کہ مجھے اب تک فلاں چیز یا فلاں واقعہ یاد ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اور بھی حضرات فرماتے ہیں کہ ہمیں عہد الست یاد ہے۔

جو روح ہے اس کا تقاضا ہے خیر کی طرف جانا، قرین کا تقاضا ہے کہ خیر کی طرف جانا۔ اور ہمارے نفس اور قرین سوء کا کام ہے ہمیں شر کی طرف لے جانا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کہ اس نے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ متعین کیا کہ ہم صرف اس روح کو جانیں۔ کیوں؟ کہ یہ کھانا کیوں چھڑوایا کہ یہ اس خاکی جسم کا تقاضا ہے جو خاک ہوجائے گی۔ ہاتھ پیر آنکھ کان، پورا جسم خاک ہوجائے گا۔ پینا، پینے کی جو طلب ہے یہ اسی کا تقاضا ہے اور اسی تقاضے کو ابلیس کی طرف سے بڑھایا جاتا ہے کہ نہیں اور کھاؤ، اور پیو۔ نفس خاص طور پر تقاضا کرتا ہے، تاکہ روح کی قوت اس جسم پر کمزور رہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ہمیں حکم دیا کہ تم آدھا وقت، صرف دن کا وقت، آدھا ہی کہیں گے اس کو، اس لئے کہ ساؤتھ افریقہ میں جہاں ابھی بارہ گھنٹے کا روزہ ہے، بارہ گھنٹے کی رات ہے۔ آدھا وقت صرف بھوکے پیاسے رکھو اس تمہارے جسم کو تاکہ پورے گیارہ مہینوں میں جو تم نے اپنی روح کو کمزور کردیا ہے، اس کو کچھ جلا ملے۔ اسے زندگی ملے۔ اور ہم ہیں کہ ہمارے رمضان اور غیر رمضان میں کوئی ہم فرق نہیں کر پاتے۔

ہمارے قریب کے بزرگوں کے واقعات اکٹھے کریں، دیکھیں گے کہ ان کے یہاں نہ کھانا ہے نہ پینا۔ ایک بزرگ کے متعلق میں نے پرسوں ہی پڑھا کہ انھوں نے پندرہ دن ایسے گذارے کہ صرف ایک گھونٹ پیتے تھے۔ چند سال پہلے کسی غیر مسلم کے متعلق ہندوستان میں آیا تھا کہ فلاں مجاہدہ پر ہے اور اس نے سارا سال صرف پانی پر گذارہ کیا۔ ہمیں اس سے بھی

عبرت لینی چاہئے کہ یہ جو ہمارے جسم کے تقاضے سارے ہم پورے کر رہے ہیں یہ ساری جھوٹی خواہشات ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک جگہ آیا کہ انہوں نے ایک مہینہ یا اس سے زیادہ مدت ایسی گذاری کہ روز ایک بادام کھاتے تھے۔ ایک بادام پر گذارہ۔ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق میں نے بارہا عرض کیا کہ ہماری ایک دن کی خوراک حضرت کی سارے مہینہ کی خوراک کے برابر ہوگی رمضان المبارک میں۔

اس لئے یہ جو مقصد ہے روزہ کا اس کو پورا کرنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ہم اس کو بھول جائیں، کھانا بھی بھول جائیں، پینا بھی بھول جائیں۔ صرف ایک ہی چیز پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں کہ ہماری روح کہاں ہے وہ بھی ہمیں پتہ نہیں کہ یہ روح ہے یا نہیں کہ یہ بھی ویسے ہی ڈھکوسلے ہی ہیں جیسا کہ آج کل کہہ رہے ہیں۔ ہماری روح ہے لیکن اس کے وجود کا بھی ہمیں احساس نہیں ہے، پھر اس کا عقیدہ، کہ اس روح نے اللہ میاں کو دیکھا تھا، جواب دیا تھا 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟' کا۔ اور پھر جب قبر میں جا کر یہ سارا جسم مٹی بن کر ختم ہو جائے گا اور وہ روح رہ جائے گی، وہی خدا کے حضور پیش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

پھر آگے میں نے اسی کیلئے عرض کیا تھا کہ روزہ کا ترجمہ ہی یہی ہے 'امساک عن الکلام' کہ مت بولو۔ اب یہ جتنی چیزوں میں جان ہے بہت کم بولتی ہیں۔ انسانوں کے سوا جو اور سارے جانور ہیں کبھی کبھی وہ کوئی ایک آواز اپنی ضرورت کیلئے نکالتے ہیں، بولتے ہیں وہ؟ نہ چوپائے، نہ کوئی پرندوں کیلئے اللہ نے ایسی تسبیح رکھی ہے جو آپ سن پاتے ہیں ورنہ کروڑہا دوسری مخلوق، مچھلیاں اور سمندری جانور، انکی آوازیں سنی ہیں۔

ہمارے امام صاحب شیخ سبیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے، ہم نے کہا کہ فلاں

جگہ جانا ہے جہاں مچھلی کی آواز آپ سن پائیں گے۔ پھر انہوں نے قصہ سنایا کہ فلاں جگہ سنی تھی۔ پھر حضرت امام صاحب کو لے گئے تھے۔ ان مخلوقات کے یہاں بولنا، ان کی بات چیت ہم سنتے ہی نہیں کہ وہ بات کرتے ہوں۔

اس لئے یہاں رہتے ہوئے اس کی کوشش کریں۔ صرف اپنے اوپر رحم نہ کریں تو دوسروں پر تو کریں۔ جس سے آپ بات کرنا چاہتے ہیں یا کر رہے ہیں، اس کو تو ہماری اس حرکت کے ذریعہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ صرف ایک مہینہ اگر ہم اس کی مشق کریں گے، ہمیں اس کا کچھ اندازہ ہوگا۔ اللہ کرے کہ جس طرح روحانیت کے حامل ہمارے اکابر تھے، ہمارے مشائخ تھے اللہ تعالیٰ ہماری روح کو بھی جلا عطا فرمائے، اس کو بھی منور فرمائے۔

حضرت مولانا ہاشم صاحب کے بھائی قاری غلام محمد صاحب ہسپتال میں ہیں ان کیلئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ صحت دے، زندگی دے، ان کا سایہ خاندان پر تادیر باقی رکھے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہمیں کھانے پینے سے منع فرماتے ہیں، اس کی حکمت عرض کی تھی کہ یہ کھانا پینا ہمارے اس ظاہری جسم کیلئے ہے۔ یہ کھانا موقوف کر کے اپنی اصلیت کو معلوم کرو، توجہ دو۔

جسے عبداللہ، ابراہیم، سلیمان، یوسف کہا گیا وہ یہ جسم نہیں ہے۔ جس کو تم نے خود انا سمجھ رکھا ہے کہ میں ہوں بلکہ وہ میں اور تم اور ابراہیم اور اسماعیل جس کا نام ہے وہ روح ہے۔ یہ جسم تو خاک اور مٹی ہو کر ختم ہو جائے گا۔ وہ پہلے بھی تھی روح اس جسم کے بننے سے پہلے یہ اس جسم، لباس، ماں کے پیٹ میں اسے دیا گیا اور یہ لباس قبر میں رکھنے کے بعد، کچھ عرصہ کے بعد مٹی بن کر ختم ہو جائے گا، الا ماشاء اللہ، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام، شہداء کے اجسام، حفاظ کے متعلق بھی آیا کہ مٹی ان کے اجسام کو نہیں کھاتی۔ بعض علماء کی قبریں کھودی گئیں وہ بھی صدیوں بعد انکی لاشیں اسی طرح نکلیں جیسے دفن کی گئی تھیں۔ لیکن جو عمومی طور پر قاعدہ ہے وہ یہ کہ یہ لباس روح کا باقی نہیں رہتا۔

یہ لباس بدلتا رہتا ہے۔ کہ جن کے دماغ میں انانیت ہے، انا، کہ میں ہوں، کبر ہے، بڑائی ہے، اس کے متعلق حدیث پاک میں آیا کہ ان کی روح کو جو لباس ملے گا حشر میں، قبر سے

اٹھنے کے بعد وہ چیونٹی کا ہوگا اور ساری مخلوق اس پر سے گذر رہی ہوگی تا کہ وہ 'انا' ختم ہو۔

اس لئے اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ میرے بندو! جس کو تم نے اصل سمجھ رکھا ہے یہ جسم اصل نہیں ہے اس لئے کھانا پینا موقوف کردو اور وہ جو روح ہے اس کے لئے محنت کرو۔ اسی لئے اعتکاف کے متعلق بھی بتایا تھا کہ اسی جسم کے تقاضوں نے، اور اس کی شہوتوں نے ہمیں اپنے اندر ہی گھیر رکھا ہے کہ بس کھاؤ، پیو، کھاؤ، پیو۔

جیسے میں نے ہمارے محبت نامے میں مولوی حبیب سے میں نے کہا کہ صرف تصویریں لگادو کہ جہاں پیار کی بات حضرت نے فرمائی وہاں پیار کے پھول کا نشان لگادو۔ اور جہاں کوئی ڈانٹ پلائی ہے وہاں جوتے کا نشان لگاؤ۔ ہم خدام پارٹی حضرت کی مفوضہ خدمت کے بجائے حکیم ایوب صاحب کے باغ کی سیر کو چلے گئے تھے۔ میں واپس آیا، حاضر خدمت ہوا، حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا 'عاقل! جوتا لا!'۔ فرمایا تھا حضرت نے اپنے داماد اور میرے استاذ حضرت مولانا عاقل صاحب سے۔ میں جاکر حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ حضرت مجھ پر ناراض تھے لیکن جوتے کے بدلہ میں مولوی حبیب نے انجکشن رکھا۔ استاذ کے متعلق کہ سر پر جوتے پڑے ہوں یا مارے جائیں اس لئے ان کو ناگوار ہوا ہوگا، مولوی حبیب نے 'انجکشن' کا نشان لگایا۔ میں نے کہا چلو یہ بھی اس کا بدل ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھا لباس کبھی اپنے لئے بھی گوارا نہیں ہوا، بلکہ دوسرے کے بدن پر بھی اچھا لباس دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ باب اتنا وسیع ہے کہ سال بھر تک اس پر بولتے رہو۔ اور یہ حضرت جو فرماتے تھے، میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت سترہ برس تک، چھ مہینے پوری سردی، ایک کرتہ پہنے رہتے، ابھی وہاں بارشیں شروع ہوگئیں سہارنپور میں، اب سے لے کر یہ بارش کا موسم ختم ہوگا، پھر اس کے بعد سردیوں کا موسم ختم ہوگا۔

حضرت نے فرمایا کہ دوسروں کے جسم پر مجھے اچھا نہیں لگتا، حضرت کے نہایت لاڈلے، مولوی جعفر حضرت کے نواسے، یا ان کے بھائی مدینہ طیبہ میں ہیں، عید نزدیک ہے، صاحبزادیاں، نواسے، نواسیاں وہاں موجود ہیں۔ وہ نیچے حضرت کے کمرے میں پہنچے۔ ذرا رنگین قسم کا، بچوں کا جس طرح کپڑا ہوتا ہے، وہ پہنا کر ماں نے بھیجا۔ جیسے ہی حضرت کی نظر پڑی، حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا 'ادھر آ!' اور بچہ، تین سال کا ہوگا۔ کرتہ حضرت نے پھاڑ دیا اور اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا کہ 'جا! اپنی مَیّا کو دے دے'۔ غصے میں جب ہوتے تھے فرماتے تھے 'اپنی مَیّا'۔ اپنی مَیّا کو دے دے۔

حضرت فرماتے تھے کہ مجھے دوسرے کے جسم پر بھی اچھا لباس کبھی گوارا نہیں ہوا۔ کیوں؟ کتنی زبردست دلیل۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سوچا کروں کہ اچھا کپڑا پہننے سے اس کو کیا فائدہ ہو؟ کہ اگر اس کے بدلے میں اتنے پیسوں کی کوئی چیز اس نے کھائی ہوتی، پی ہوتی، جسم کو فائدہ پہنچتا۔ اس اچھے لباس سے اس کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس پر ملاتے جایئے آپ ہمارے فرنیچر کو، ہمارے گھروں کو، ہماری کاروں کو، ہمارے بزنس کو۔ یہ تمام وہمی ہیں۔

وہی 'انا' جس کیلئے چیونٹیوں کا لباس دیا جائے گا آخرت میں۔ وہ تمام چیزیں، کھانے اور پینے کے سوا جتنے ہماری کوشش اور تصورات ہیں سب اسی مد کی ہیں دوستو۔ اس سے روکنے کیلئے یہ روزہ ہے، کہ روزہ میں کھانے پینے اور جماع سے باز رہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اللہ عزوجل نے کتنی صدیوں کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی عطا فرمائی اور قیامت تک کیلئے رہے گی۔ قیامت تک کی پیشین گوئی ہے بشارت دی گئی ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو۔ جیسے میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بشارت سنائی تھی۔ میں نے اس دن عصر والے بیان میں کہا تھا کہ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فوراً بعد ایک مہم شروع ہوئی تھی 'اماتۃ مذہب ابی حنیفہ' کہ ابوحنیفہ کا مذہب ختم کرو دنیا سے۔ اور یہ مہم زبردست چلی،

کوفہ میں چلی، عراق میں چلی۔ لیکن ختم ہوسکا؟ نہیں بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ کیوں؟
میں نے اس کی دلیل، وجہ بتائی تھی کہ دھکا ملا ہے روحانیت کا۔ اور دھکا دینے والے کون تھے؟ میں نے کہا تھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد داوٗد طائی کے حالات آپ پڑھیں کہ کیسی زبردست روحانیت کے حامل تھے! میں نے اس دن کہا تھا کہ محدثین میں بیٹھے، تو ان کے رئیس، مفسرین میں بیٹھے تو ان کے رئیس، فقہاء میں بیٹھے، کہتے ہیں کہ 'صَارَ رَئِیساً لَھُمْ'. اور جب روحانیت کی لائن اختیار کروائی گئی، خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی ترغیب دی، امام صاحب نے طلبہ کو تعلیم میں مشغول دیکھ کر فرمایا کہ تم اسلحہ، اداۃ جمع کر رہے ہو، اس کو استعمال کب کرو گے۔ داوٗد طائی نے پوچھا کہ 'کیا؟ میں نہیں سمجھا'۔ امام صاحب نے فرمایا 'العمل'۔ انہیں پھر عمل کیلئے بٹھا دیا۔ کیسے؟
کیونکہ حضرت امام اعظم خود بیس برس بیٹھے تھے۔ داوٗد طائی فرماتے ہیں، اصول ہے کہ 'اَلنَّوْمُ بِالْغَلَبَۃِ'. دو دو کلمے سے۔ اصول بھی بڑے زبردست جامع ان کے۔ کہ نیند آپ کو اٹھا کر پھینک دے، جیسے اوپر سے کوئی چیز پھینکی جاتی ہے، کھڑے کھڑے آنکھ لگ گئی اور گر گئے، اس کو کہتے ہیں 'اَلنَّوْمُ بِالْغَلَبَۃِ'، کہتے ہیں کہ تب سونا چاہیئے۔
اور 'اَ لْاَکْلُ بِالْفَاقَۃِ' کہ کئی فاقوں کے بعد کھانا چاہیئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تو ارشاد فرمایا ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی آگے کا لفظ ارشاد فرمایا۔ کیا؟ کہ انسان کو کیا چاہیئے کھانے کیلئے، 'لُقَیمات' لقمے نہیں، 'لُقَیمات'۔ چھوٹے چھوٹے لقمے۔ یہ جمع کا صیغہ ہے، تین یا اس سے کچھ زیادہ کرلو۔ لیکن اگر زیادہ ہوں، وہ 'لُقَیمات' کے معنٰی ختم ہوجاتے ہیں۔ فرمایا، 'لُقَیمات' چند چھوٹے چھوٹے لقمے 'یُقِمْنَ صُلْبَہُ' کہ فاقے کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔
صحابہ کرام نے اسی طرح کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا، صوم وصال اور چوبیس گھنٹے میں جب افطاری کا ٹائم آیا۔ کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں۔ جب اگلا دن، اگلے دن روزہ کی پھر نیت، دو دن ختم ہوگئے پھر تیسرے دن کی اور نیت۔ یہ صوم وصال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔کئی کئی دن کا روزہ۔

صوم وصال سے ہمارے یہاں منع کیا گیا مگر صوفیاء نے کوئی چیز چھوڑی نہیں۔انہوں نے کہا حرام تو نہیں کیا گیا کہ ہمارے لئے حرام ہے۔ ہم رکھ سکتے ہیں یہ روزہ۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، افطار کرنے کیلئے پانی شرط نہیں ہے یا لقمہ شرط نہیں ہے۔ اکل اور شرب شرط نہیں ہے کہ کھاؤ اور پیو، تمہارا روزہ منتہی ہوگیا، ختم ہوا، پورا ہوا۔ ایسا نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نیت کرلو بس۔ دل میں سوچ لیا کہ میں نے اپنا روزہ ابھی ختم کردیا تو ختم ہوگیا۔ اب دوسرا پھر روزہ۔

ایک ہمارے اسپانش بزرگ ہیں۔ میں نے اس دن کہا تھا کہ ہم اپنے بزرگوں کو یاد نہیں کرتے، یوروپین بزرگوں کو۔ ہم جو وطن کی تاریخ پڑھ کر آئے ہیں وہ کتابیں ہمارے پاس ہیں، انہی کو ہم نے یاد رکھا۔ میں نے کہا کہ ہندوستان، پاکستان کا علاقہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس دن کہا تھا کہ اسپین یورپ کا وہ علاقہ ہے کہ جہاں ایسی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں جن کو آپ تول سکتے ہیں بلخ اور بخارا کے علاقہ سے، جن کو آپ تول سکتے ہیں بغداد کے علاقہ سے۔حرمین کا تو ادباً نام نہیں لیا جاسکتا۔ان کے حالات آپ پڑھیں۔

اور کتنے پرانے! کیوں یاد نہیں کرتے آپ؟ میرے خالو مجھے یاد آئے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ میں جب ہاتھ اٹھاتا ہوں یا ایصال ثواب کرتا ہوں، میں ایصال ثواب میں کچھ حصہ پڑھ کر ان بزرگ کیلئے پہنچاتا ہوں کہ جو ہماری نسل میں، ہمارے آباؤ اجداد میں سب سے پہلے جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ کتنا پیارا خیال ان کا۔ اسی طرح آج سے آپ شروع کیجئے ایصالِ ثواب۔ مختص کردیجئے کچھ ان کیلئے۔

سمح بن مالک خولانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے ان کا وصال ۱۰۰ھ کے ختم کے فوراً بعد ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی صدی کے ختم پر یا ۱۰۱ھ دوسری صدی

ہجری کے شروع میں اسپیشل ہمارے یورپ کیلئے بھیجا تھا سمح بن مالک خولانی کو۔ اور وہ یہاں مدفون ہیں۔ کون؟ سمح بن مالک خولانی۔ اب کتنا بڑا ان کا حق بنتا ہے۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھیجا عنبسہ کلبی کو، یحیٰ کلبی کو۔ یہ اسی زمانے کے، اس کے بعد کے ۱۰۲ھ، ۱۰۳ھ، ۱۰۷ھ، ۱۱۰ھ، ۱۱۲ھ تک کے احباب ہیں جو سب یورپ میں مدفون ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دوستو! ہم کب چھوڑیں گے یہ۔ اللہ ہمیں سکھاتے ہیں یہ کہ میرے بندو! تم نے اپنی ساری عمر اسی میں گنوادی اکل وشرب، اکل وشرب۔ اس جسم کو تم نے اپنا سمجھا اور اسی کو فائدہ پہنچایا اور یہ تو کل قیامت میں ہاتھ گواہی دے گا کہ اس نے یہ گناہ کیا تھا مجھ سے اور پیر تمہارے خلاف گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے، اس رسوائی سے ہمیں بچائے۔ یہ جو ایصالِ ثواب آپ کریں ان حضرات کو خاص طور پر یاد رکھیں۔

میں نے آپ حضرات کا کافی وقت لے لیا۔ میں تو یہ چاہ رہا تھا کہ آپ حضرات آج عہد کریں کہ یہ جو تین چیزیں روزہ میں مسئلہ میں بتائی جاتی ہیں کھانا، پینا، جماع اور چوتھی چیز میں نے کہا کہ اشارۃ النص سے امساک عن الکلام، نہ بولنا۔ حضرت شیخ قدس سرہ، پتہ نہیں کیسے پتہ چلتا تھا، حضرت کا اس کونہ میں بستر ہوتا تھا اور معتکف پر پردہ ہوتا تھا لیکن حضرت بھیجتے خادم کو کہ ان کو دیکھ کر آؤ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ واقعی وہ پکڑے جاتے کہ بات ہو رہی ہے۔ پھر روتے رہتے سارے رمضان المبارک کیلئے، اتنی تنبیہ حضرت کی طرف سے کافی ہوتی ان کیلئے۔ اور حضرت روز اعلان فرماتے تھے کہ میرے پیارو! بات ہرگز نہ کرو، بولو نہیں، بولو نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ امساک عن الکلام یہ خود صوم میں شامل ہے۔ اس کی لغت میں شامل ہے اور کھانا پینا تو آپ جانتے ہیں کہ شریعت ہمیں بتاتی ہے کہ روزہ نام اسی کا ہے۔

شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ

میں نے ان بزرگ کا قصہ شروع کیا کہ ہمارے اسپین کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

میرے دادا استاذ حضرت حَمدُ وَیہ۔ اس کے دو ضبط بتائے گئے ہیں، حَمدُ وَیہ اور حَمدَ وَیْہ۔ تو یہ حمدَ وَیہ یا حمدُ وَیہ نے شیخ ابو صالح کا ہاتھ تھام لیا اور پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

شیخ ابو صالح کو اپنے گھر لے کر پہنچے اور گھر والی کو حکم دیا کہ پانی لاؤ۔ انہوں نے جھٹ سے پانی پیش کیا۔ انہوں نے پانی نوش فرمایا اور اس کے بعد پھر واپس اپنی اہلیہ محترمہ کو دے کر کیا فرماتے ہیں کہ 'بڑا بابرکت پانی ہے یہ، پی لے اسے کہ یہ چالیس دن کے بعد انہوں نے افطار کیا ہے'۔ کر سکتے ہیں آپ؟ کرنے والوں نے کیا ہے۔

چار سو ہجری کی یہ اربعین ہے، تصوف ہی کی اربعین۔ نام ہی اس کا تصوف کی اربعین۔ اس میں یہ روایت انہوں نے بیان کی ہے۔ چالیس حدیثیں ذکر کی ہیں۔ شیخ ابو صالح نے چالیس دن کے صوم وصال کے بعد پانی پیا تھا۔ ہم یہ حرص تو نہیں کر سکتے پھر آپ تو ہمارے مہمان ہیں۔ آپ سوچیں گے کہ ہم سے تنگ ہو گئے، کھانا پینا آج سے موقوف کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جاری رہے لیکن ایک چیز کا عہد کر لیں۔

کچھ وقت متعین کر دیں۔ جو جتنا کر سکتا ہو۔ میرے جیسا کمزور ہو تو چلئے صبح ہونے تک، سورج نکلنے تک میرا چپ کا روزہ۔ بولوں گا نہیں۔ میری زبان نہیں کھلے گی کہ ہمارے مشائخ نے جب بتایا کہ 'اَلنَّوْمُ بِالْغَلَبَةِ وَالْاَکْلُ بَعْدَ الْفَاقَهِ، وَالْکَلَامُ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ'. پھر ضرورت کی انہوں نے تشریح کی کہ اپنی جان کو خطرہ ہو یا کسی نے پوچھا سوال اس کو جواب دینا ضروری ہے ورنہ اس کی جان کو خطرہ ہے، دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرہ میں ہو تب بولو۔ یہ ضرورت کی انہوں نے تشریح کی۔

اس لئے جو کمزور ہوں وہ صبح تک کا عہد کریں۔ جو مزید کر سکتے ہوں وہ کل افطار تک کا کریں۔ جیسے میں نے اس دن ایک قرآن کے ختم کے متعلق سنایا، مختلف ملکوں سے ٹیکسٹ آئے کہ ہم نے اس طرح ایک دن میں قرآن ختم کیا۔ اور یہ ہمارے ساتھی لندن سے تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے یہ ختم کے متعلق سنا، اپنے امام صاحب کو لیا اور ایک مجلس میں قرآن کریم ان کو پورا سنا دیا۔ اس طرح اس کا بھی تہیہ کریں کہ جو حضرت قدس سرہ بار بار فرماتے

تھے کہ میرے پیارو! بولو نہیں۔

ایک وقت متعین کر کے آپ اس کی مشق شروع کریں گے جبھی جا کر تو پھر آگے دو دن، تین دن، مہینہ، ہماری زبان بند رہے گی۔ ورنہ یہ الفاظ ہماری زبان سے نکل رہے ہیں ہم اس کو نہیں سمجھتے، اسی کے نتیجے میں وہ گناہ کے پہاڑ بنتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے اور جو کام ہے اعتکاف کا معتکف کیلئے کہ ایک ہی کام ہے کہ ہر وقت مولیٰ سے بات کرتا رہے۔ کسی سے بات نہ کرو، مولیٰ سے بات کرتے رہو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۴/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر سال میں یہ درخواست کیا کرتا ہوں کہ یہ جو ہمارا قنوت ہے اس کے اخیر میں بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ پر ختم نہ کریں بلکہ اس کے بعد 'وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ' بھی پڑھیں۔ یہ معلوم نہیں کیوں، کیسے ہماری بعض کتابوں سے رہ گیا ورنہ قنوت میں شوافع کے یہاں جو قنوت ہے وہاں بھی ہے، ہمارے کے اخیر میں بھی 'وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی النَّبِیِّ الْکَرِیْم' پڑھنا چاہئے۔ جیسا کہ قنوت نازلہ میں ہمارے یہاں بھی ہے۔

تبع تابعین

لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اس ملک میں جو دینی فضا ہے وہ بہت سے اسلامی ملکوں میں نہیں ملتی۔ خود ہمارے ہندو پاک میں جو رمضان المبارک کے چند دن گذارتے ہیں، بہت سے علاقے وہاں ایسے ہیں کہ انہیں وحشت معلوم ہوئی کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے لیکن یہاں کچھ اور ہے، اور وہاں کیوں ویرانی سی معلوم ہوتی ہے۔ سب سے بڑی برکت 'روحانیت' ہے جو کھینچتی ہے۔

جن کا میں نے گذشتہ کل ذکر کیا کہ حضرت سمح بن مالک خولانی رضی اللہ عنہ اور حضرت عنبسہ کلبی رضی اللہ عنہ اور حضرت یحییٰ کلبی رضی اللہ عنہ اور ان کے سوا پتہ نہیں بڑی جماعت کو

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا، امیر المؤمنین تھے بھیجنے والے تابعی تھے۔ جن کو بھیجا یا تو وہ تبع تابعی ہیں یا تابعی ہیں۔ اور یہ جو کچھ برکت ہم محسوس کرتے ہیں وہ ان کی برکت ہے کہ یورپ کی سرزمین پر سوئے ہوئے ہیں۔

یہ صرف کتابی اور کاغذاتی دستاویز نہیں ہے بہت بڑا سرکاری دستاویز بھی ہے۔ ہمارے یہاں میوزیم میں coin (سکہ) ہے جس کے ایک طرف 'لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ' یہ کلمہ تحریر ہے اور دوسری طرف یہاں کے اس زمانے کے جو king (بادشاہ) ہوں گے ان کا نام وغیرہ مرقوم ہے۔ کسی زمانے میں کئی دہائیوں پہلے اس کا چرچا تصویروں کے ساتھ عام ہوگیا تھا کہ فلاں جگہ میوزیم میں فلاں خانے میں یہ available (دستیاب) ہے کہ آپ زیارت کر سکتے ہیں اس کے فوٹو بھی اس وقت شائع ہوئے تھے، انگریزی میگزین وغیرہ میں اس کی تصویریں بھی آئی تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اس بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ تسلیم کیا گیا کہ یہ سکے بالکل صحیح ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے وہاں ان کی نگرانی میں جو سکے ڈھالے گئے تھے وہ یہاں بھیجے گئے لیکن یہاں کیسے وہ اسلامی سکہ انگلینڈ میں ۱۰۰ھ میں بن رہا ہے، اس کی وجہ جو تحریر فرمائی گئی تھی اس وقت، وہ یہ تھی کہ یہ دونوں مملکتوں کے مابین خوشگوار تعلقات کی بنا پر یہ سب کچھ ہوا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ مملکت اسلامیہ اور یہاں کی حکومت کے تعلقات اس قدر خوشگوار تھے کہ یہاں والوں نے اس کی درخواست کی ہوگی یا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ڈھال کر ہو سکے یہاں بھیجے ہوں۔ دونوں میں سے جو بھی صورت بنی ہو، یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا فیض ہے۔

ہمارے دور دور مشرقی ملکوں میں دیکھیں گے کہ ایسے علاقے بہت کم ہوں گے کہ جن کے یہاں کوئی صحابی سوئے ہوئے ہوں یا تابعی سوئے ہوئے ہوں۔ اور یہ تابعین کی جماعت کی

جماعت یہاں سوئی ہوئی ہے تو یہ ان کا فیض ہے۔ اور یہ جو کچھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سیکھا اور زہد کی لائن جو انہوں نے اپنائی تو ان کے اتباع میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس چیز کو عام فرما دیا تھا کہ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ان کا حال داؤد طائی سے مختلف نہیں تھا۔ شاید آگے ہی ہوں۔

آپ حالات پڑھیں گے تو حیران ہوں گے کہ اتنی عظیم مملکت اسلامیہ کے امیر المؤمنین اور ان کا کھانا پینا، بستر، لباس، سونا، اٹھنا، بیٹھنا ہر چیز فقراء جیسی، صوفیاء جیسی۔ ان سے صوفیاء نے لیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے لیا۔

آگے میں اس دن بیچ میں یہ قصہ چھوڑ گیا کہ حضرت داؤد طائی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ برسہا برس خدمت میں رہے۔ میری طرح سے لفاظی ان کے یہاں نہیں ہوتی، منافقت نہیں ہوتی تھی۔ جو اندر دل کی گہرائی میں ہوتا تھا، وہی زبان پر آتا تھا۔ ان کے یہاں جو اصول انہوں نے ہمیں بتائے، ایک مہینہ یا ایک سال عمل کر کے نہیں، بلکہ سالہا سال ساری زندگی انہوں نے اس کو اپنایا اور سالہا سال اس پر عمل کرتے رہے تب جا کر دوسروں کو کہنا شرع کیا کہ تم بھی ایسا کرو کہ '**النوم بالغلبة**'۔

بچہ اسے بستر کی ضرورت ہوتی ہے؟ نہ بچہ کو بستر کی ضرورت، نہ کسی اور چیز کی۔ اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خالی زمین ہے نیند آئی اور نیند نے گرا دیا سو گیا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق کہ میں کئی دہائیاں ان کی خدمت میں رہا اور ان کا حال یہ تھا کہ بستر اور تکیہ تو درکنار، فرماتے ہیں کہ بیٹھے ہی رہتے تھے۔ لیٹتے بھی نہیں تھے۔

کبھی میں درخواست کرتا ان سے کہ حضرت! مجمع میں تو بیٹھتے رہتے ہیں لیکن ابھی تو تنہائی ہے ذرا سر نیچے کر لیں، پیر لمبے فرمالیں۔ کیا جواب دیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے؟ فرمایا کہ 'اچھا میں مجمع کے سامنے اور سب کی موجودگی میں تو میں خدا کو پہچانوں اور اس کا ادب کروں اور مجمع نہیں ہے تم اور میں دو ہیں اور تنہائی ہے تو تنہائی میں...'۔ کتنا حضور اور استحضار

ذات باری تعالیٰ کا! کتنا حضور اور استحضار! کہ ارے خدا میرے ساتھ ہے۔ قرآن میں خدا نے خود فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ہر وقت اللہ میرے ساتھ ہے، میں اب سوؤں کیسے؟ میں کیسے بے ادبی کروں۔

آپ اپنے کسی استاذ، مولانا صاحب، بزرگ کے سامنے لیٹ کر ایسا کر سکتے ہو، وہاں تو کیسے کتنے ادب سے جھک کر آپ بیٹھیں گے التحیات کی کیفیت ہوگی کیونکہ میں ایک بزرگ کے سامنے بیٹھا ہوں اور اللہ ان بزرگ کا خالق اور مالک ہے اسکے سامنے یہ سب کچھ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب ہمیں ترغیب دے رہا ہے کہ دوستو! اس کو سیکھو اور اپنی روحانیت کو اس مقام پر لاؤ کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہے۔ قرآن اور خدا ہمیں روزے دے کر بھوکے مارنا نہیں چاہتا، پیاسے مارنا نہیں چاہتا۔ خدا یہ فرماتے ہیں کہ میرے بندو! جس ظاہری جسم کا تقاضا ہے پینا اور کھانا یہ کچھ نہیں ہے۔ اصل ہے تمہاری روح۔ اب خاکی جسم کے تقاضے پر چلو گے تو مجھ سے دور ہوتے چلے جاؤ گے۔ جتنے تقاضے اس کے پورے کرو گے اور دور، اور دور۔

ہم کمی شروع تو کریں۔ مانا کہ ہم یک لخت ساری چیزیں نہیں چھوڑ سکتے، کیونکہ تنعم پرستی کا یہ حال ہے کہ دس چیزیں دسترخوان پر ہونی چاہئیں، دوپہر میں یہ، شام میں یہ، ناشتے میں یہ۔

اور وہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور اور پانی، کھجور اور پانی۔ پھر زیادہ سے زیادہ ہو گیا تو دودھ۔ روٹی کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ کبھی کبھار پہنچ گئی تو پہنچ گئی۔ یہ غداء اور عشاء ہی نہیں تھا ان کے یہاں۔

صوفیاءِ کرام

صوفیاء نے ایسی روایات کو تدقیق سے پڑھا۔ ہماری طرح سرسری نہیں پڑھا کہ پڑھا سنا اور برکت حاصل کر لی۔ انہوں نے اس کو سمجھنے کی کوشش کی کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمیں اس پر

عمل کرنا چاہئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اس طرح گذاری، ہم پھر کیوں کھائیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ بھی فرمادیا امت کو کہ 'لُقَیْمَاتٍ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ' کہ چند لقمے جن سے تمہارا پیٹ اندر نہ چلا جائے، کمر ٹیڑھی نہ ہو جائے اُتنا ڈال لو تو بس، پھر ختم کرو۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے ارشادات فرمائے وہ صوفیاء نے لئے۔ انہوں نے کہا کہ 'الاکل بعد الفاقۃ'۔ کہ فاقہ کرکے پھر تم کھا سکتے ہو۔ اور فاقہ کس درجہ کا کہ انسان کھڑا نہ ہو سکے ٹیڑھا ہو رہا ہو اور وہ وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ وہ لقمے کب ڈالنا چاہئیں، اس موقعہ پر۔ ہمارے بعض دوستوں کو حکیم عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ میں علاج کے طور پر ان کی بیماری کیلئے فرمایا کہ اسی 'لُقَیْمَاتٍ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ'' پر عمل کرو آپ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔

کاش کہ ہم سمجھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کس قدر اونچی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کو تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے، سمجھ بھی نہیں سکتے۔

ابھی رمضان المبارک ختم ہوگا، کیا کریں گے؟ عید کا دن گیا، پھر روزے۔ یہ روزے کیا ہیں؟ یہ خُمس ہے۔ جیسے اللہ کے حکم پر تم نے یہ ۳۰ روزے رکھے، پانچواں حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔

چلئے اور آگے لے جایئے۔ اس کی فضیلت کیا فرمائی کہ دنیا جب سے اللہ نے بنائی اور جب تک ختم ہوگی وہاں تک کیلئے تمہیں ثواب ملے گا جیسا ہی تم نے روزہ رکھا۔ جب سے آسمان زمین، چاند سورج بنائے گئے، صرف عمر بھر کا ثواب نہیں بلکہ جب سے کائنات بنی۔ یہ تو روزوں کا ثواب ہوا۔

زکوۃ میں کیا فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن بھی کہتا ہے کہ 'أَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی' وہاں بھی خمس۔ لیکن وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ زکوٰۃ صدقات چالیسواں حصہ اتنا، جانوروں میں اتنا۔

اس کی تہمت نبی پر نہ لگے کہ وہ چندہ اپنے لئے اکٹھا کرتے ہیں، پہلے اپنے گھر والوں کو مستثنیٰ کر دیا اور نکال دیا کہ زکوۃ صدقات سید کیلئے حرام ہے۔ دے ہی نہیں سکتے وہ لے ہی نہیں سکتا۔ اس کے معنیٰ کیا ہوئے وہاں بھی یہ خمس والا حساب کہ اللہ میاں فرماتے ہیں کہ آل رسول کو اپنی طرف سے دو۔ لِلّٰہ خمس۔ کتنا بڑا حق۔

آگے حج کے باب میں کیا فرمایا؟ اگر یہ روایت صحیح ہے 'مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ'. کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت کیلئے مدینہ منورہ نہیں پہنچا تو اس کا حج بھی قبول نہیں۔ اور آئندہ کیلئے حج بھی سارے مردود اور تمام چیزیں مردود۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جفا کیا اور ظلم کیا اس کی کوئی چیز قبول ہوسکتی ہے؟۔ حج کے باب میں بھی، ایک حج نہیں ساری عمر کے حج اور ایمان سب کو ضائع ٹھہرایا گیا اگر یہ روایت صحیح ہے۔ یہ حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں جگہ جگہ بتایا گیا۔

اب رہ گئی نماز، میں نے گذشتہ سال تراویح کا حساب بتایا تھا۔ یاد ہے آپ لوگوں کو؟ اس میں بہت تفصیل بیان کی تھی۔ اس میں ایک چیز یہ بھی بتائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نماز میں بتانے کیلئے کہ نماز تو تمہیں فجر کی پڑھنی ہے صرف اللہ کیلئے مگر خبردار! جو اس سے پہلے تم نے دو سنت چھوڑیں۔ جتنی اللہ کیلئے دو رکعت ہیں اتنی میرے نبی نے دو بتائیں وہ دو سنت پہلے پڑھو۔ ظہر سے پہلے کتنی بتائی گئیں؟ ظہر چار ہے، اس سے پہلے چار سنت پڑھو۔ عصر چار رکعت ہے، اس سے پہلے کیا بتایا گیا؟ چار سنت پڑھو۔ مغرب تین رکعت ہے، مغرب رات کی نماز ہے، رات میں بعد کی سنتوں میں اس کو رکھا۔ تینوں اماموں نے تو اس کو سنت کہا کہ وتر کی نماز سب کے نزدیک تین ہے۔ مگر انہوں نے اسے سنت کہا اور ہمارے امام صاحب نے کہا نہیں یہ تو واجب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔

نماز روزہ زکوۃ ہر چیز میں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ نظام بنایا گیا شریعت محمدیہ کا تاکہ ان کا مزاج بنے کہ میرے محبوب کی ذات کو یہ پہچانیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کے روزے ہم پر فرض کیوں ہوئے اور یہ اعتکاف ہم کیوں کرتے ہیں اس کیلئے عرض کیا کہ صرف ہمیں جگانے کیلئے، بتانے کیلئے کہ اس خاکی جسم کی خدمت میں جو تم لگے ہوئے ہو یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اس کے تقاضے پورے کرتے کرتے تمہاری عمریں گذر گئیں اور تم نے اپنے لئے گناہوں کے پہاڑ اور جہنم کا سامان اکٹھا کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا یہ قصہ اپنی تقریروں میں بیان فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ عہد کیا کہ اب میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک وہ خود نہیں دیں گے۔ ایک دن، دو دن، تین دن، کتنے دن، سترہ دن بتائے گئے۔ سترہ دن کھانا پینا موقوف رہا حضرت حاجی صاحب کا۔ کہ اللہ دے گا، کھلائے گا تو میں کھاؤں گا۔ اب خدام عرض بھی کرتے ہیں وہ بھی دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہے۔

لکھا ہے کہ سترہ دن پورے ہوئے، کہ چھت پھٹی معراج کیلئے۔ جس عمارت میں وہ مقیم تھے ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی رباط میں مقیم تھے۔ جن کی ہم نے زیارت کی ۶۹ء میں۔ اس رباط کا نام

تھا رباط آغا الماس۔ اس کی چھت پھٹی اور وہاں سے ناشتہ دان لٹکا۔

جیسے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہجرت فرما رہی ہیں۔ پیاس لگی فریاد کی ہوگی حق تعالیٰ شانہ سے، ڈول لٹکا کوثر سے ہوگا۔ وہ پی لیا تو ساری عمر کیلئے پیاس ختم ہوگئی۔

ایسے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ناشتہ دان اوپر سے آیا۔ دیکھا یہ کیا؟ کھولا دیکھا، کھانا جس کا کبھی دنیا میں تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ خیال آیا کہ چونکہ یہ مانگا تھا اس لئے اوپر سے آیا۔ پھر سوچا کہ نہیں۔ یہ تو اور بھی بہت ساری چیزیں ہوسکتی ہیں۔ جنات بھی لا سکتے ہیں، شیطان بھی بہکاتا ہے۔ پھر غیبی آواز آئی۔ دنیا تو دار الاسباب ہے۔ ہم اسیطرح پہنچاتے ہیں۔

محمد بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں محمد بن عیاش۔ وہ اپنے ایک دوست سے تذکرہ کررہے تھے۔ ان کے یہاں یہی تذکرے ہوتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب رکاوٹیں ہیں حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تک پہنچنے سے۔ رکاوٹوں کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ مذاکرہ میں آیا کہ فلاں نے یہاں تک مجاہدہ کیا، فلاں نے یہاں تک مجاہدہ کیا، اب دونوں کو جوش آیا۔

جیسا کہ میں نے اس دن درخواست کی تھی کہ ہمارے اکابر رمضان المبارک میں ایک ختم قرآن کریم کا، کوئی دو ختم پڑھتے تھے، ہم میں سے ہر ایک کرسکتا ہے۔

جتنے حفاظ ہیں وہ تو عہد کریں کہ کم از کم جو ایام رہ گئے ہیں، ان میں ایک دفعہ مجھے اس کو ضرور کرنا ہے۔ میں نے اس کا طریقہ بھی بتایا کہ اپنے حفظ پر اعتماد کرکے زبانی پڑھنے کی کوشش نہ کریں، قرآن کریم سامنے رکھ لیں اس پر تھوڑی سی نظر بھی ہوتی رہے اور اوراق الٹتے رہیں اور بغیر آواز کے آپ پڑھتے چلے جائیں۔ دیکھئے آپ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اس پر کتنے سارے دوستوں کی طرف سے ٹیکسٹ آئے کہ ہم نے اس پر عمل کرکے

دیکھا۔ عمر بھر میں پہلی دفعہ یہ موقعہ ملا۔ ایک خاتون نے تو یہاں تک لکھا کہ اپنے سارے مشاغل سمیت کہ جو مدرسہ ہے وہ بھی چلا۔ گھر والوں کی خدمت کیلئے کھانا پکانا ہے وہ بھی ہوا۔ بچوں کی خدمت کرنی ہے وہ بھی ساتھ ہوتا رہا اور اس کے ساتھ کہتی ہیں کہ آسانی سے میں نے ایک قرآن ختم کرلیا۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فضائل رمضان میں لکھا ہے کہ ہمارے گھر کی مستورات پندرہ پندرہ پارے آسانی سے پڑھ لیتی ہیں۔ گویا کہ ہمیشہ کا حضرت کے گھر کا معمول تھا، یہاں تک کا تو ہم ایک آدھ دن بھی نہیں کر سکتے؟

اس کا تہیہ کریں جیسے انہوں نے تہیہ کیا کہ محمد بن عیاش اور ان کے دوست، دوسرے ساتھیوں کا مجاہدہ ذکر کر کے جوش میں آگئے۔ دونوں نے کہا کہ چلو ہم بھی کرتے ہیں۔ کتنا، ایک مہینہ، نہ کھائیں گے نہ پئیں گے۔ جیسے اس دن اسی کتاب میں سے، ایک بہت بڑے محدث ہیں محدث مالینی، انہوں نے سند کے ساتھ یہ سارے واقعات بیان کئے ہیں۔

اس میں ایک بزرگ کے متعلق لکھا تھا کہ شیخ ابوصالح کا ہاتھ پکڑ کر وہ حمدؔ وَیہ لے گئے گھر والی سے کہا کہ گلاس لاؤ، گلاس لاؤ، پانی لاؤ اور پانی لا کر پلایا اور گھر والی سے کہا کہ اس میں جو ایک آدھ گھونٹ بچا ہو وہ تو پی لے کہ بڑا برکت والا پانی ہے کہ انہوں نے چالیس دن کے بعد افطار کیا ہے۔ چالیس دن تک کا صومِ وصال، صومِ وصال۔

حضرت محمد بن عیاش اور ان کے ساتھی نے عہد کیا کہ ہم یہ ایک مہینہ کا عہد کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ محمد بن عیاش کے جو ساتھی تھے، ستائیس دن کے بعد دونوں چل رہے تھے کہ رستہ میں بے ہوش ہو کر گر گئے کمزوری کی وجہ سے تو لوگوں نے دیکھا کہ اوہ! پیٹ کدھر ہے؟ ہے ہی نہیں، اندر کھڈا ہی ہے سارا۔ انہوں نے جلدی سے کچھ پانی منہ میں ڈالا ہوگا، کوئی خباز روٹی پکانے والے کے یہاں سے روٹی لا کر ان کے منہ میں دی۔ ان کا تو وہ مہینہ والا روزہ تھا وہ ٹوٹ گیا مگر وہ جو محمد بن عیاش ہیں انہوں نے مہینہ پورا کیا۔ ایک مہینہ کے بعد افطار کیا۔

اس کا مطلب یہ نکلا کہ ہماری پینے کی خواہش بھی جھوٹی ہے، کھانے کی خواہش بھی جھوٹی

ہے۔ یہ صرف ایک ہمارا اپنا حساب ہے جس کی تو کوئی انتہا نہیں ہمارے اپنے حساب کی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو دو چیزیں ہمیں سمجھانے کیلئے ہیں کہ یہ جن کو تم بنیادی، ضرورت کی سمجھتے ہو اس جسم کیلئے اسی کو چھوڑو۔ اور باقی ذکر نہیں کی گئی کہ وہ تو سب زائد ہیں۔

60s میں کمیونزم کا زور تھا تو حضرت کے یہاں تو دنیا بھر سے خطوط آتے تھے کہ آج ہمارے یہاں مزدوروں نے ہڑتال کر دی فیکٹری میں، فلاں نے یہ لکھا، وہ لکھا۔ حضرت اس کو پڑھ کر نتیجہ اخذ فرماتے۔ حضرت نے ایک کتاب میں لکھا کہ جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں وہ بھی وہمی ہے۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ رستہ میں چل رہا ہو، کوئی فیکٹری چل رہی ہے تو یہ سمجھ لے کہ یہ میری چل رہی ہے۔ اُس میں اور اِس میں کیا فرق۔

یہ ساری چیزیں وہمی اور یہ وہم اتنا ہم میں بڑھا، اتنا بڑھا کہ ہمارا بچہ ہمارے ساتھ ہے چھوٹا، اس رستہ میں چل رہا ہے اس نے دیکھا دوسرے کے پاس کھلونا ہے، اشارہ کرے گا کہ مجھے وہ چاہیئے۔ پھر رونا شروع کرے گا۔ اس کو کیا کہیں گے، پہلے سمجھائیں گے، پھر دھمکائیں گے۔ پھر زیادہ روئے گا، تھپڑ کھائے گا؟ کہ یہ تو دوسرے کی ملک ہے، لیکن وہ بچہ تو بچہ ہے۔ کسی کا دکان، کسی کی کار دیکھ کر تکلیف محسوس کرے تو اب یہ مرض ہے کہ نہیں؟ یہ واقعہ ہے کہ دل کتنا جلتا ہے، کڑھتا ہے۔ اس کو نام دیتے ہیں حسد، کہ حسد مت کرو۔ لیکن یہ حسد کہاں تک؟ میں نے کہا کہ بھائی سے، بہن سے، باپ سے، جن کو جانتا پہچانتا ہے ان سے زیادہ۔

غیروں کی فیکٹریاں چلتی ہوئی دیکھتا رہے گا کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ایک گاہک زیادہ آ گیا پڑوسی کی دکان پر تو برداشت نہیں ہو سکے گا۔ دوستو! یہ حسد کے لفظ کی بجائے یوں کہیئے، اس کا سیدھا ترجمہ کیجئے جو صحیح ترجمہ ہے۔ کیا؟ مالک پر اعتراض۔ کہ ابے تو نے اس کو دیا مجھے کیوں نہیں دیا؟

یہ اعتراض ایک آدھ دفعہ کر کے، توبہ کر لے انسان کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ لیکن یہ تو عمر بھر کیلئے اندر آگ لگ گئی وہ بڑھتی ہی رہتی ہے وہ آگ اور مالک پر ہر وقت اعتراض، اعتراض، کہ اس کو کیوں دیا؟ اس کو کیوں دیا؟ اس کو کیوں دیا؟ اس شخص کا

کیا حال ہوگا؟ اور ہم میں سے ہر وقت اس میں مبتلا ہے کہ نہیں؟ اور یہ وہمی کتنا وہمی کہ مجھے چاہیئے وہ۔ اس پر اس بچے کو تو مارتے ہیں کہ وہ ایک کوڑی کی چیز کیلئے رو رہا ہے اس کیلئے مارتے ہیں۔ اور اپنے دل میں حسد کی آگ روز جلاتے جاتے ہیں، بڑھتی ہی جاتی ہے۔ جتنا پرانا ہوگا بڑھتا ہی چلا جائے گا مالک پر اعتراض کہ تو نے اس کو کیوں دیا؟

کیا ٹھکانا ہوگا اس شخص کا اور ہمارا کہ جس کو پہچاننا فرض کیا گیا کہ مجھے پہچانو کیوں؟ اور مجھ سے دوستی رکھو! آگ جو یہ جل رہی ہے اس نے دوستی اور محبت کا کوئی رستہ باقی چھوڑا ہے؟ وہ تو عمر بھر کیلئے ختم ہوگیا۔ ایک دفعہ کسی سے حسد ہوا، اب وہ آگ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور یہی چیز ہے جس کی موجودگی میں محبت اور ولایت اور یہ ساری چیزیں تو سوچی بھی نہیں جاسکتیں۔ کیونکہ مالک پر اعتراض ہے۔

وقت ختم ہوگیا اس لئے اب دعا کرتے ہیں کہ یہ مبارک مہینہ ہے، یہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں روکا کہ کھانا پینا جسے تم ضروری سمجھتے ہو، یہ بھی ضرورت نہیں ہے، اگر چھوڑ دو گے تو بھی یہ اس کے بغیر جنتی زندگی ہوسکتی ہے۔ کتنے سارے اکابر کے واقعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر نے جس طرح سمجھا اس طرح ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔

کل میں نے جو ایک غلطی بتائی تھی کہ دعائے قنوت غلط چھپا ہے ہمارا اور اس کے اخیر میں درود شریف چھاپا نہیں گیا، جتنے یہاں مدرسین ہیں، خواہ مکاتب کے ہوں، مدارس کے ہوں، انہیں چاہیئے کہ اپنے طلبہ کو دعائے قنوت جا کر سکھائیں اور کہیں کہ 'مُلْحِقٌ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ' کیوں؟ آج کل تو یہ اعتراضات اور سلفیوں والا ذہن ہر جگہ عام ہے۔ کوئی 'کیوں؟' کرے تو اسے کہیئے کہ ہماری کتابوں میں، قدوری میں دیکھیئے، نور الایضاح میں دیکھیئے۔ ان کتابوں میں جہاں کہیں قنوت لکھا گیا ہے، 'ملحق' تک لکھتے ہیں کہ 'يَـقْـنُـتُ' قنوت پڑھے، ثُمَّ يُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۶/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزازیل

اللہ عزوجل نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے ابلیس کو پیدا کیا تھا اور جس طرح ملائکہ کے اسماء ہیں، ان کے نام ہیں، جبریل، میکائیل، اسرافیل، اس طرح اس کا نام تھا عزازیل۔ اسے صحبت ملی، اس کیلئے غیب نہیں تھا ہماری طرح سے، عیاں تھا سب کچھ۔ اوپر عرش کو دیکھ رہا ہے، حق جل مجدہ کے عرش کے اطراف میں ان گنت ملائکہ ہر وقت طواف میں ہیں، عبادت میں ہیں، اس ماحول کے اثر میں رنگین ہو گیا۔

یہاں تک آتا ہے کہ اوپر کی کوئی جگہ ایسی خالی نہیں ہوگی کہ جہاں ابلیس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت مقتضی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ ان کیلئے تمام ملائکہ کو، اوپر والوں کو سب کو سجدہ کا حکم ہوا۔ اب یہاں سے وہ باب شروع ہوتا ہے، کل والی بیماری کا باب کہ حکم تمام ملائکہ نے سنا اور سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس کہتا ہے 'أَأَسْجُدُ' کیا میں آدم کو سجدہ کروں؟ یہ 'میں'، وہ ہر چیز کی جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ صوفیاء کرام نے انا اور انانیت کی اصطلاح یہاں سے لی۔

اب کیسے تحکم کیا؟ اس لئے کہ ابلیس نے خود جو حرکت پہلے کی اسی کو سب سے زیادہ آدم کی

اولاد میں پھیلانے کی کوشش کی۔ کیوں کہ اس نے تحکم اللہ کے مقابلہ کیا اور پھر کہا کہ دیکھ! تو تو خدا ہے 'لَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ' سب میں میں۔ وہاں بھی أَأَسْجُدُ؟ کیا میں کروں گا؟ پھر خدا کو چیلنج کرتا ہے کہ اچھا! اب دیکھ تو کہ میں انہیں تمنائیں دلاؤں گا۔ کس درجہ کی خودی اور انانیت؟ کھانے پینے لباس مکان کے بارے میں بھی ہماری سب جھوٹی خواہشات ابلیس نے ڈالی ہیں۔

جھوٹی خواہش پر مجھے یاد آیا۔ کہ یہ کوئی پانچ سو چھ سو مصلی ہوتے ہوں گے، اتنے مجمع کے ساتھ ہم بغیر مائیک کے نماز پڑھتے ہیں۔ مجھے اخیری رکعتوں میں کبھی استنجے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ استنجے کیلئے جب بھی گیا تو آخری صف میں بقیہ نماز، رکعتیں تراویح کی پوری کیں تو مجھے کوئی الجھن نہیں ہوئی۔ حالانکہ آہستہ آہستہ قویٰ کمزور ہوجاتے ہیں بال سفید ہونے کے ساتھ کان بھی کمزور ہوتے ہیں، بینائی بھی کمزور ہوتی ہے مگر میں پورے طور پر قاری کی قرأت کو سن رہا تھا کہ اس نے کیا پڑھا۔ کیا اعراب زبر، زیر، پیش۔

اسکے باوجود پرسوں پوچھا گیا کہ مائیک آن کرنا ہے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ چونکہ ایک ماحول ہے۔ چھوٹی سی پچاس آدمیوں کی مسجد میں آپ جائیں گے، وہاں بھی مائیک کھلا ہے۔ ایک چھوٹا سا کمرہ ہوگا، وہاں بھی مائیک اون ہے۔ اسلئے میں ایسی مسجدوں میں جب کبھی جاتا ہوں، میرے ساتھی گاڑی میں کان کی ڈاٹ رکھتے ہیں کیونکہ بلند آواز نہیں سنی جاتی، امام صاحبان اور ان کی آواز، کہ کان برداشت نہیں کرپاتے۔

یہ مائک بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر کہ ہر مسجد میں مائیک چلایا جاتا ہے، یہاں اتنا بڑا مجمع ہے تو مائیک کیوں نہیں۔ ماہ مبارک میں بالخصوص ان گناہوں سے جو ابلیس کے اثر سے ہوتے ہیں، ان سے ہم توبہ نصوح کریں اور پھر مالک کی معرفت کی طرف بڑھیں۔

کیوں کہ قرآن نے کہا 'وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ'. اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنات اور انسان کو اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ اور اس کی تفسیر یہ کہ 'لِيَعْبُدُوْنِيْ' ای 'لِيَعْرِفُوْنِيْ'. تاکہ وہ میری معرفت حاصل کریں اور مجھے پہچانیں۔

اب ہم خدا کو کیسے پہچانیں؟ صوفیاء کرام نے فرمایا کہ نفس جو اس خاکی جسم میں بیٹھا ہوا ہے جس نے ابلیس کو عزازیل سے ابلیس بنایا، اس خاکی جسم کے تمام تقاضوں کو ہم چھوڑیں اس لئے کہ نفس کوشش کرے گا 'أَأَسْجُدُ' کہلوانے کی اور 'لَاُضِلَّنَّهُمْ' کہلوانے کی، اس پر پہلے ایک پیر رکھو اور سارا زور لگادو کہ کبھی وہ اٹھنے نہ پائے۔ تب جا کر ہماری جو روح ہے، اصل ہم ہیں، یہ جسم کچھ نہیں ہے اصل تو وہ روح ہے، اپنے رب کو وہ روح پہچان پائے گی۔

یہ جسم، یہ آنکھیں، قرآن نے صاف کہہ دیا ہے 'لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ' یہ آنکھیں خدا کو نہیں پاسکتیں کیونکہ یہ خاکی ہیں۔ کون اس کو پاسکتا ہے؟ روح۔ اسی روح کو بیدار کرنے کیلئے یہ سارے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اس جسم کے تقاضوں کو جتنا دبا کر ختم کریں گے اتنی وہ روح ابھرے گی، وہ بیدار ہوگی اور اس کی بیداری کے نتیجے میں پھر اخیر میں جا کر خدا کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے میں نے کئی دفعہ قصہ عرض کیا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے عمر بھر اللہ اور رسول کی کوئی بات سنی تو وہ اتنی کہ ایک صفحہ میں میں لکھ سکوں۔ وہ بھی ایک ایک آدھی آدھی لائن ہوگی، آٹھ دس لائنیں اور اس میں سے ایک یہ کہ میں اعتکاف میں ہوں وہاں، مسجد میں بیت الخلاء نہیں ہے، استنجے کیلئے گھر جاتا تھا۔ ابا اکیلے وہاں پڑے رہتے تھے۔ میں جا کر فارغ ہوتا۔ اگر بیدار ہوئے تو 'السلام علیکم' کوئی جواب نہیں۔ ابا جی! کیسے ہو؟ 'باجی! کیم چھو؟' کوئی جواب نہیں، پھر میں آجاتا۔

آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ کھلی ہی رہتی تھیں۔ نہ معلوم کیسے وہ پلک نہیں جھپکتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہماری پلک تو جھپک جائے گی۔ لیکن ان کی گھنٹوں کھلی ہے۔ جس طرح آدمی مرجاتا ہے اور اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں اس طرح۔ تمام ہمارے گاؤں والے ہمارے رشتہ دار وغیرہ جب کبھی آکر سلام کرتے اور دیکھتے کہ آنکھیں پوری کھلی ہوئی ہیں، ہنستے ہوئے

کہتے تھے کہ یہ تو یہاں نہیں ہیں۔'یاں نی مَلے ، اے تو اوپر چھے'۔ یہ تو اوپر ہیں۔

میں نے ایک دفعہ فارغ ہوکر جاتے ہوئے سلام کیا، فرمایا کہ بیٹھو! پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ، بہت سارے اولیاء اللہ خدا کی طلب میں اوراس کی یاد میں رورو کراس جہاں سے چلے گئے مگر انہیں خدا نہیں مل سکا۔ کتنی پیاری بات فرمائی! یہ یہی 'لیعبدونی، لیعرفونی' کا ترجمہ ہے تاکہ وہ میری معرفت حاصل کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں معرفت نصیب فرمائے۔

یہ تمام عبادتیں جتنی ہیں، ان تمام کا خلاصہ یہی ہے کہ اس کی معرفت ملے، کہ کیسے ہم خدا کو پہچان پائیں۔ ہم نے پہچانا ہی نہیں اسی لئے تو ہم گمراہ ہیں۔ میں تو اپنے متعلق یہی کہتا ہوں کہ گمراہ ہوں۔ کہ ہر چیز میں گمراہی۔ ہماری نماز بھی گمراہوں والی اور ہماری عبادت بھی اور زکوۃ بھی۔ کیوں کہ جب تک مالک کو پہچانا ہی نہ ہو، وہ عبادتیں کیا کریں گی۔ وہ عبادتیں کیا جو معرفت تک نہ پہنچائے۔ اسیطرح وہ معرفت ہوسکتی نہیں جس کے ساتھ عبادت نہ ہو جسنے معرفت تک پہنچایا۔

کیونکہ بغیر معرفت کے ہماری نماز کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی نیت باندھی، وہ سارا جو کچھ ہے دماغ میں، جو کبھی یاد نہ آیا ہو وہ یاد آجائے گا۔ نہ کبھی کسی عذاب کی آیت پر رونا آتا ہے نہ خدا یاد آتا ہے، نہ اپنا انجام یاد آتا ہے، نہ کوئی موت، کوئی چیز یاد نہیں آتی۔ کیوں؟ کہ نمازی ہے مگر نماز میں نہیں، ہر چیز کا یہی حال ہے۔

زکوۃ کچھ نکالیں گے، دیں گے تو بھی یہ خواہش ہوگی کہ جتنا پتہ چل جائے لوگوں کو اچھا ہے۔ نہیں پتہ چلا تو کبھی زبانی اظہار کر دیں گے کہ فلاں موقعہ پر میں نے اتنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سب کچھ آسان فرمائے۔ **وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ.**

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج ستائیسویں شب ہے۔ اسمیں سوائے دو کے سب کو معافی دی جاتے ہے۔ جیسے لیلۃ القدر میں نامہ اعمال فرشتے پیش کرتے ہیں، آج کی رات بھی دعائیں رد ہوجاتی ہیں کہ ان کو موقوف رکھو جب تک دونوں کی صلح نہ ہو۔ لیلۃ البرأۃ میں بھی 'حَتّٰی یَصْطَلَحَا' جب تک دونوں کی صلح نہ ہوجائے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ گھڑی تو روزانہ دو دفعہ آتی ہے، ہفتہ میں دو دفعہ آتی ہے اور نامعلوم کتنی دفعہ آتی ہے کہ جب رات والے فرشتے فجر کی نماز کے بعد نامہ اعمال ہمارا لے کر اوپر جاتے ہیں، ویسے ہی اس میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں سے ان کی لڑائی ہے، وہ نامہ اعمال ہی پھینک دیا جاتا ہے 'حَتّٰی یَصْطَلَحَا'. لیکن اللہ کی رحمت دیکھئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک آیت دیکھئے 'وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ'. یہ 'رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ' کے معنیٰ ہم سمجھے نہیں کہ کتنی رحمت۔ کہ روز وہ ہمارا کالا سیاہ کیا ہوا نامہ اعمال وہاں پہنچتا ہے اور رد ہوکر پھر بھی باقی رکھا جاتا ہے وہاں پیش کرنے کیلئے۔ اللہ! سرکارِ دعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رحمت۔ کہ فجر میں رد ہوگیا پھر عصر تک ان کو مہلت دی گئی کہ ابھی بھی صلح کرلو۔ اگر باقی تمام گناہوں کی معافی اللہ سے چاہتے ہو، یہ صلح

کرلو۔ عصر میں وہ پھر رد ہوجاتا ہے، پھر اگلے دن پر۔ ہزاروں لاکھوں دفعہ وہی نامہ اعمال رد ہوکر پھر بھی پیش ہونے کے قابل رہتا ہے۔ یہ ہے وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ.

دوستو! یہ قبولیت کی گھڑیاں ہیں، اس میں کوشش کرو کہ جس نفس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا کہ ہم سن کر لاحول پڑھتے ہیں، سب کچھ سمجھتے ہیں پھر بھی نہیں کر پاتے۔ یعنی ابھی ہم نے سنا بھی ہے، افسوس بھی ہے کہ ہاں! ہمارا بھی مسئلہ ایسا ہی ہے، ہمارا کیس بھی ایسا ہی ہے، ہمارا بھی روز واپس ہوتا ہوگا لیکن وہ جو ایک نفس ہے انانیت ہے جو ابلیس نے کہا تھا کہ 'وَلَاُضِلَّنَّھُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّھُمۡ وَلَاٰمُرَنَّھُمۡ'، میں اور میں معافی مانگوں اس سے۔

یہ جو ہمارے اکابر نے اپنی نفس کشی کی تو وہ اسی لئے تو کی کہ یہی سب سے بڑی جڑ ہے۔ جب تک یہ نہیں کٹے گی وہاں تک کچھ بھی نہیں۔ آگے مسئلہ حل ہی نہیں ہوگا۔

میں نے بار بار درخواست کی تلاوت کی۔ ماشاء اللہ تراویح میں پڑھنے والوں میں سے ایک نے تو کوئی تینتیس پارے پڑھ لئے ایک دن میں، اور ایک نے آٹھ گھنٹے میں پورا قرآن پڑھ لیا۔ ایک اور ہمارے دوست انہوں نے چھ گھنٹے میں پڑھ لیا۔ جتنے حفاظ ہیں وہ تو عہد کرلیں، تہیہ کرلیں کہ ہم سب اپنے بزرگوں کی طرح تلاوت کرتے رہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا تو اس نے اس پر پوچھا کہ یہ کہاں سے آپ نے بتایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ کل آجایئے۔ اس کے بعد اگلے دن وہ بزرگ پہنچے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا کہ تجھے جواب دینے کیلئے کل میں نے تین دفعہ قرآن کریم ختم کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین دفعہ آسانی سے ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں یقین عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی عظمت پہچاننے کی ہمیں توفیق دے اور اللہ کرے کہ اس مبارک

رات میں ہم سب کا کام بن جائے۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند گھنٹے مبارک مہینے کے باقی رہ گئے اس کو حق تعالیٰ شانہ ہمیں وصول کرنے کی توفیق دے اور جیسا کہ پہلی اکیسویں کی شب اعلان کیا تھا کہ کثرت تلاوت ہی اس مہینہ کا سب سے بڑا وظیفہ ہے، الحمدللہ، جنہوں نے سنا تو اچھی خبریں ان کی طرف سے آئیں۔کل بھی عرض کیا تھا، پرسوں بھی رپورٹ دی تھی۔آج بھی کسی نے بتایا کہ ہماری بارہ تیرہ سالہ بچی نے جب سے یہ سنا، روز ایک ختم کررہی ہے۔آج ہمارے ایک حافظ صاحب نے دن بھر میں، رات کو نہیں دن بھر میں، صبح سے لے کر شام تک چھپن پارے پڑھے۔

کل واقعہ ذکر کیا تھا حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا تین قرآن شریف والا تو یہ ایک مولانا صاحب جو استاذِ حدیث ہیں ایک مدرسہ میں، دورہ کی کتابیں ان کے ذمہ ہیں، انہوں نے جمعہ کی نماز سے کوئی ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے مجھے ٹیکسٹ کیا کہ ایک قرآن شریف میں نے رات میں پڑھ لیا تھا، دوسرا صبح شروع کیا تھا، وہ ختم ہوگیا تھا اب تیسرا ختم ہونے کو ہے۔

اس کا حساب میں نے آپ کو سمجھا دیا تھا کہ ہمارے استاذ گھڑی رکھ کر سنتے تھے کہ جو طلبہ تیز پڑھتے ہیں، اگر پندرہ منٹ سے پہلے ختم ہوا، پھر واپس سناؤ۔اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ حافظ یقیناً پندرہ منٹ میں اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر تجوید کے ساتھ سنا سکتا ہے۔اور اگر کوئی زیادہ

تیز پڑھے، اس سے کم میں بھی ہوسکتا ہے۔ اب یہ تین قرآن شریف پڑھنے کے بعد بھی جب میں ان سے ملا تو وہ ہشاش بشاش ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ یہ سب وہ جو بیٹھا ہے اندر، وہ ایک جگہ نہیں بیٹھا، ہمارا جسم خاکی ہے اس کے ہر بال کے روئیں، جسم کی بوٹی کے ہر ذرے میں وہ نفس ہے۔ وہ سمجھاتا ہے کہ ایک پارہ بہت مشکل ہوگا پڑھنا، نہیں پڑھ سکتے ایک پارہ۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایک پارہ!۔ اور یہ مولانا صاحب نے ماشاء اللہ تین قرآن شریف، افطاری تک بھی نہیں جمعہ کے بعد تک میں پڑھ لئے۔ اب یہ جو اس کے سارے تقاضے ہیں کتنے جھوٹے ہیں کتنے جھوٹے۔

اسی لئے ہماری شریعت مطہرہ یہ کہتی ہے کہ ان طریقت کے ماہرین نے اس گُر کو سوچا کہ ہماری بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے، انہوں نے سارے رستے بند کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ہمیں سبق دیا کہ یاد کرو، سناؤ

'چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'

حرم شریف کے ایک بزرگ

حرم شریف میں ایک بزرگ کو اعتکاف میں ہم دیکھتے، ان کا معمول تھا روزانہ کہ اذان میں کوئی پون گھنٹہ باقی ہے اور گذرتے ہوئے فرماتے جاتے 'وضو، وضو، وضو، وضو، وضو' لیکن کسی کو برا نہیں لگتا تھا۔ کبھی کسی نے نہیں ٹوکا، ہزاروں کے پاس سے گذرتے تھے۔ ایک عجیب وغریب تاثیر تھی ان کے وضو، وضو میں کہ سننے والے کو نیند سے اس کی آنکھ کھل جاتی تھی پھر بھی اس پر حال طاری ہو رہا ہے۔ اتنا پیار تھا اللہ کے اس ولی کی زبان میں، اس کی آواز میں۔

ان کو ہم نے دیکھا کہ وہ چلتے تو تھے لیکن آنکھیں کھولتے نہیں تھے اور وہاں حرم شریف میں تو آپ دیکھتے ہیں کہ ہر قدم پر دیکھنا ضروری کہ کہیں کوئی ٹکرا جائے گا اور وہ تیز تیز چلتے تھے۔ کوئی سات مصلے وہ اپنے پیچھے ڈالے ہوئے ہوتے تھے، الگ الگ رنگ کے۔ اللہ ہی بھید جانتا ہے ان کا کہ سات مصلے کیوں۔ اور سیدھے کہاں پہنچتے تھے ہزاروں کے مجمع میں،

سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ میں جالی مبارک کے متصل ہی۔ کیسے پہنچتے تھے، کیسے جگہ ملتی تھی؟

بتا رہا ہوں کہ وہ دیکھتے نہیں تھے۔ آنکھیں بند سی ہوتی تھی اور زبان چالو ہوتی تھی۔ وضو، وضو، وضو والا اٹھانے والا سلسلہ ختم ہوگیا، پھر اپنا پڑھنا شروع کردیتے تھے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں چشم بند' آنکھیں بند رکھو۔ ادھر ادھر مت دیکھو۔ 'گوش بند' کہتے ہیں کان بھی بند۔

تمہارے اوپر تلاوت اور ذکر اتنا غالب آجائے کہ تمہاری کامل توجہ اسی طرف رہے۔ تمہیں پتہ ہی نہ چلے کہ آواز آرہی ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

بار بار جو اعلان کرتے ہیں کہ مت بولو۔ حضرت شیخ قدس سرہ روز، ہر مجلس کے اختتام پر فرماتے۔ میرے پیارو! بات ہرگز نہ کرو۔

روزے آپ نے اکیلے شروع کیا؟ کیونکہ اپنا اپنا روزہ ہے۔ خود ہی سحری بند کرنی ہے، خود ہی افطار کرنا ہے۔ کوئی اجتماعیت نہیں نہ سحری بند کرتے وقت نہ افطار کے وقت، اسی لئے سال بھر آپ روزہ رکھیں، آپ کے گھر میں بیوی کو بھی پتہ نہیں چل سکتا اور نہیں چلنے دیا صاحب ہدایہ نے۔ کتنے ایسے بزرگوں کے واقعات ہیں جو ساری عمر روزے سے رہے لیکن خود ان کے گھر والوں اور خدام کو پتہ ہی نہیں کہ روزہ رکھتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حکم ہے کہ اکیلے کرو۔ روزہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ اکیلے تنہا۔ زکوۃ بھی یہ ہی سکھاتی ہے۔

اب رہ گیا حج اس میں سب سے زیادہ اس پر بیان ہوتا ہے کہ اجتماعیت ہے۔ وہ تو صرف اس لئے کہ جگہ ایک ہے۔ ایک جگہ ہے حج میں 'اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ' کہ وہاں عرفہ میں جو جمع ہوگئے اس کا حج ہوگیا۔ پھر دوسرا رکن ہے 'طواف افاضہ، اس میں ہے کوئی اجتماعیت کہ ساری دنیا اکٹھے ہوکر کرو طواف؟ نہیں۔ تو جتنے ارکان ہیں حج کے بھی سب الگ الگ۔ اپنے طور پر کرو۔

یہ تنہا کرنا کیوں سکھایا گیا؟ تاکہ تنہائی میں اکیلے آپ ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول

رہیں۔ آپ کو کسی دوسرے کی ضرورت نہ پڑے اللہ کو یاد کرنے کیلئے، نہ زکوۃ کیلئے کسی کی ضرورت، نہ روزہ کیلئے کسی کی ضرورت جو ساتھ دے۔ نہ حج کیلئے کسی کی ضرورت کہ کوئی ساتھ ہوگا تو آپ کا حج ہوگا۔ **الحج عرفة**، حج کے وقت پر عرفہ میں احرام ونیت کے ساتھ حج گئے، حج ہوگیا۔

رہ گئی پنج وقتہ نماز، میں نے کہا نا کہ '**وَمَا اَرسَلنَاکَ اِلَّا رَحمَةً لِّلعَالَمِینَ**' کہ سب سے زیادہ وعیدیں کثرت سے جو آئی ہیں وہ کونسے باب میں؟ فرض نماز کے باب میں آئی ہیں۔ اگر ہم نماز کے تارک ہوگئے، فرض نماز کے، ان تمام عذاب سے ہم بچ نہیں سکتے جو وارد ہوئے ہیں، ان سے بچانے کیلئے حق تعالیٰ نے یہ نظام رکھا کہ فرض میں اکٹھا نماز پڑھنے کی تاکید ہے اور اس کو واجب بھی کہا گیا سنت مؤکدہ تو ہے ہی۔ اور کسی عذر کی وجہ سے، اکیلا پڑھ لے تو قبول ہوجائے گی۔ تمام فرائض میں ایک پانچ وقت کی نماز ایسی ہے، اس کو جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

ورنہ باقی نمازیں جماعت سے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف تراویح کے بعد وتر میں جماعت ہے۔

اب جو مسلکِ حنفی کا فتویٰ ہے، ہم نے ہمارے بزرگوں کو وہاں حرم میں بھی دیکھا کہ وہ صلوۃ اللیل میں شریک نہیں ہوتے تھے نوافل میں، تہجد کی جماعت میں، اگرچہ اجازت ہے۔ لیکن وہ شریک کیوں نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ شریعت کا یہ مزاج نہیں۔ فتویٰ یہ ہے کہ اکیلے پڑھو۔ صرف فرض جماعت سے پڑھو۔

میں نے کہا تھا کہ ہر جگہ اللہ نے اپنا حق بندوں پر رکھا اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے محبوب کا حق رکھا۔ جیسے فجر پڑھنی ہے پہلے دو سنت پڑھو، پھر فرض پڑھو۔ ظہر کی چار سنت پڑھو میرے نبی کی تب تم فرض پڑھو۔ عصر کی چار سنت پہلے میرے نبی کی پڑھو پھر میرا فرض پڑھو۔ اور مغرب میں تین فرض تم پڑھو اور پھر رات کے حصے میں تین وتر پڑھو سنت۔ باقی سب نے سنت کہا اور ہمارے امام صاحب نے اس کو واجب تک فرمایا۔ اب اکٹھے جو نماز پڑھی جاتی

ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے لئے تو تم پڑھتے ہو میرے نبی کی سنت کے طور پر بھی پڑھو۔ یہ تراویح اسی کے لئے ہے۔ جو ایک چیز رہ گئی، اجتماعی نماز جو سنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، وہ ہم نے نہیں پڑھی تھی اس کیلئے تراویح متعین کی گئی۔

ایک دفعہ میں نے پرتگال میں بیان کردیا ضمناً کہ مولانا بلال ناخدا صاحب ہمارے یہاں تہجد میں پڑھتے ہیں اور انہوں نے ایک دن ایک رات میں پورا قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ تو میرے بھائی جان کو میں ایسی چیزیں ہوتی تھیں تو فون کرتا تھا تو میں نے زامبیا فون کیا کہ مولوی بلال نے تو پورا قرآن پڑھ لیا۔ وہ کہنے لگے کہ وہ پڑھتے ہی چلے گئے؟ میں نے کہا کہ جی وہ پڑھتے ہی چلے گئے نہ کہیں اٹکے، نہ رکے، نہ لقمے کی ضرورت۔

جیسے میرے استاذ یاد آئے حضرت مولانا عاقل صاحب، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کا سایہ تادیر باقی رکھے۔ میں نے صاحبزادے سے پوچھا ایک دفعہ رمضان میں۔ میں نے کہا کہ کچھ گھر میں کیا ہورہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آج تو ابا نے پڑھا۔ میں نے کہا کتنا پڑھا تو کہنے لگے الحمد سے لے کر والناس تک۔ میں نے کہا کون تھا سننے والا؟ کہنے لگے کہ ضرورت ہی نہیں تھی سننے والے کی کہ پورے الحمد سے لے کر والناس تک نہ کہیں اٹکے ہیں نہ ایک کلمہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت پیش آئی ہے ان کو۔ جیسے آپ الحمد شریف پڑھتے ہیں۔

خود ایمان لانے کیلئے بھی جو ایمان لاتا ہے تو کسی کے سامنے کلمہ پڑھ دے، لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ نہ اس کو اسٹیج پر لے جانے کی ضرورت، نہ وہاں کلمہ پڑھوانے کی ضرورت، نہ کسی شہادہ، نہ کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت، ساری جماعت گواہی دے اس کی ضرورت۔

یہ تنہائی کا مزاج شریعت نے بنایا کہ تم ہروقت مولیٰ کے ساتھ رہو، صرف تم ہو اور تمہارا مولیٰ۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ آئندہ رمضان کے موقعہ پر تو پہلے یہ آداب لکھ دینے چاہئیں کہ بھائی جو یہاں کے آداب سمجھتا ہو اسی کیلئے آنا بہتر ہے کہ جس کو پتہ ہو کہ یہاں بالکل بولنے

کی اجازت نہیں ہے تب جا کر یہ اس طرح جو ایک قرآن روز پڑھنے والے، تین پڑھنے والے، چھپن پارے پڑھنے والے ہیں وہ آسانی سے کر پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام اکابر کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ اب یہ چند گھنٹے باقی رہ گئے۔ اس میں بالکل بات نہ کریں، گھر میں بھی سب کو یہ سکھا دیں۔ ان کو بھی یہی کہہ دیں۔ رمضان میں پر تکلف کھانوں کے بارے میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ بھوک لگی تو کھجور اٹھائی کھالی، پانی پی لیا۔ بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ کرے ان چیزوں میں بھی، کھانے پینے میں صحابہ کرام کا ہم اتباع کریں اس کا ہمیں شوق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے یہاں شروع رمضان سے یہ اپیل، درخواست، گذارش چل رہی ہے کہ آپ یہاں اپنے گھر کو چھوڑ کر دور دراز علاقے سے سفر کر کے تشریف لائے اور یہاں آپ نے مبارک لمحات گذارنے کا فیصلہ فرمایا، وہ لمحات ضائع نہ ہوں اس کیلئے شروع رمضان سے درخواست ہے کہ یا تو آپ اپنے مولیٰ سے بات کریں، کہ تلاوت کریں، ذکر کریں، سوچ سے مولیٰ کو تصور سے مراقبے سے یاد کریں۔ جب ان تمام چیزوں سے تھک جائیں، آپ چپ رہیں۔ نیند آجائے، سوجائیں لیکن صرف ایک چیز کی پابندی ہے کہ کسی سے بات نہ کریں۔

کیوں؟ کہ یہ جس مقصد کیلئے آپ یہاں تشریف لائے اس مقصد کیلئے اصول بنانے والوں نے اصول ہمیں بتلائے کہ:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند — وگر نہ بینی نور حق بر ما بخند

اگر یہ اصول آپ اپنا لوگے کہ آنکھ آپ کی بند ہے، اگر کھلے اور آپ کے سامنے کوئی چیز آئے، اس میں بھی آپ مولیٰ ہی کو دیکھیں کہ اوہو! یہ اپنے آپ تو نہیں بنی میرے مولیٰ نے یہ بنائی ہے۔ ہر چیز میں آپ مولیٰ ہی کو دیکھیں۔ اور آپ اپنی زبان اور آنکھ بند رکھیں۔ کان بند رکھیں، کوئی چیز آپ نہ سنیں۔ اگر آپ کا تصور مولیٰ کی طرف رہے گا، آوازیں آنے کے

باوجود ٹکرا کر واپس چلی جائیں گے، دماغ تک نہیں پہنچیں گی۔ جیسے آپ سوئے ہیں، آوازیں آتی ہیں، دماغ سے، کان سے ٹکرا کر چلی جاتی ہیں۔ آپ کو نہیں پتا کہ آواز آئی تھی کسی نے بات کی تھی۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

کہ منہ ہر وقت بند۔ صرف زبان کیلئے نہیں فرمایا کہ زبان بند۔ بولنا بند کرنا ہو تو اس کیلئے تو ایک زبان کو روک لو۔ تالو سے لگا دو، ایسی ہی پڑی رہنے دو، ہلاؤ نہیں، نہیں بول پاؤ گے۔ لیکن مزید احتیاط کیلئے وہ فرماتے ہیں کہ 'لب بہ بند'۔ یہ کھلیں ہی نہ یہ ہونٹ۔ یہ انہوں نے کیوں بتایا؟

اس لئے بتایا کہ یہ ہمارا دیکھنا اور سننا اور بولنا، سب ہم نے اپنے نفس کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ جیسے کہتا ہے اس طرح ہم دیکھتے ہیں، اسی کو ہم بولتے ہیں، اسی کو ہم سنتے ہیں۔ ابلیس کا تو کوئی اور شیطان نہیں تھا کہ جو اس کو بہکائے، صرف اس کا نفس ہی تھا جس نے اسے عزازیل سے، ملائکہ کی صف سے نکال کر کہاں سے کہاں تک، ملعونین کا رئیس بنا دیا۔ اس نفس پر کیسے قابو کریں؟

نفس نے جو کنٹرول کیا ہوا ہے ہماری زبان پر، آنکھ پر، کان پر، اس پر ہم اتنا تو کنٹرول کریں کہ اگر اس کا صحیح استعمال نہ کر سکیں، برے اعمال سے تو اس کو روک سکتے ہیں۔ نہ سنیں بس۔ اتنا ہی تو وہ کہتے ہیں ہم سے کہ 'چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'۔ اسی تین کے بند رکھنے پر کتنی بڑی انہوں نے ہمیں بشارت سنائی کہ ایسا کرو گے، ہمارا دعویٰ ہے کہ تم نورِ حق کو دیکھ لو گے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اگر نورِ حق تمہیں نظر نہ آئے اور نہ دیکھ پاؤ، ہماری ہنسی اڑانا۔ ہمارا انداق اڑانا کہ جھوٹے لوگ ہیں۔ مشائخ کا دعویٰ ہے ان کا کہ یقیناً تم دیکھو گے۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ ایسے موقعہ پر بار بار رمضان میں، ایک دفعہ نہیں، ہر مجلس میں اعلان فرماتے تھے کہ میرے پیارو! بولو ہرگز نہیں۔ بالکل بات نہ کرو کہ یہاں بولنے کی اجازت نہیں۔ اور ڈانٹتے تھے باقاعدہ اور ناراض ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہر

وقت مشغول رہو، اپنے مولیٰ کے ساتھ مشغول رہو۔

کسی دوسرے کے ساتھ انسان بات تب کرے گا کہ جب اس کے ساتھ اس کو کوئی کام پیش آئے گا۔ کام ہی نہیں ہمارا سوائے مولیٰ کے۔ روزہ دار تو وہ ہوتا ہے جس کا اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے کوئی کام ہی نہ ہو۔ معتکف تو وہ ہوتا ہے جس کا مولیٰ کے سوا کسی سے سرگوشی اور مناجات نہ ہو۔ یہ سکھانے کیلئے حضرت ہمیں سناتے تھے کہ

'بہشت باشد آنجا کہ آزارے نباشد'۔

کہ بہشت اسے کہتے ہیں کہ جہاں کوئی تکلیف نہ ہو **'لاَخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَھُمْ یَحْزَنُوْنَ'**

بہشت باشد آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نہ باشد

کہ کسی دوسرے سے کوئی سروکار نہ ہو۔ بات تو درکنار، اشارے کنائے سے بھی کوئی سروکار نہ ہو۔ آپ دیکھ رہے ہیں، آپ کی نگاہ بھی پڑ گئی کسی پر، آپ گویا پہچانتے ہی نہیں۔ کسی انسان کو دیکھا کسی دوست کو اعتکاف میں، روزے میں، آپ جس طرح دیوار کو دیکھ رہے ہیں، چھت کو دیکھ رہے ہیں۔

کسے را باکسے کارے نہ باشد

کتنی طرح ہمیں سمجھاتے تھے ہمارے یہ اکابر۔ اسی کو سمجھانے کیلئے میں نے عرض کیا کہ ہمارے اکابر کیوں اتنے زور لگا کر ہمیں سکھاتے ہیں کہ تم ساری عمر اس طرح تنہائی میں گذارو۔

یہ روزے کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ یہ آداب اعتکاف ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ میں نے کل بتایا کہ ہماری ساری عبادات اسی کی تعلیم ہمیں دیتی ہیں کہ کسی سے کوئی اجتماع کسی سے کوئی مَیل جول سروکار تمہارا نہ ہو، سوائے مولیٰ کے۔ کیوں؟ کہ اسی لئے اس نے تمام عبادات میں کسی دوسرے کو ساتھ لینے کی اجازت نہیں دی۔ زکوۃ دینی ہے، چپ چاپ دے دو، بس آپ اور مالک جانے۔

حج کیلئے کل عرض کیا تھا کہ جس میں لبّیک کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ وہاں بھی اجتماعیت نہیں۔ جو فرائض ہیں وہ اکیلے ادا کرنے ہیں۔ لبیک اپنی نفل کے بعد خودا کیلے پڑھنی ہے۔ طواف افاضہ خودا کیلے ادا کرنا ہے اور باقی تمام ارکان بھی اور وقوف عرفہ جو فرض ہے وہ بھی اکیلے ادا کرنا ہے۔ حج کے محرم کو سوتے میں عرفہ سے گزار دیا جائے ، الحج عرفۃ ہو گیا۔ کہا تھا کہ ان تمام عبادتوں میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حق کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حق رکھا۔ جیسے میں نے کہا کہ ظہر سے پہلے چار سنتوں، عصر سے پہلے چار سنتیں اپنے محبوب کیلئے، مغرب کی سنتیں رکھیں، وتر کی شکل میں، فجر سے پہلے دو سنتیں رکھیں۔

اسی طرح حج میں بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا حق رکھا، کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے بتایا اسطرح حج کرو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا گیا جب حج فرض ہوا۔ اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس خود حجۃ الوداع میں امیر الحج۔ اس کے بعد سے یہ حج کا سلسلہ چلا آ رہا ہے اور اس امیر الحج کا کتنا پاور بتایا گیا کہ وہ جو طے کر دے کہ یہ ذی الحج کی نویں تاریخ، وہ اٹل ہے۔

آپ دس چکر لگائیں اکیلے اکیلے اس سے ایک دن پہلے، ایک دن بعد، عرفات میں جا کر چاہے روئیں، چاہے سر ماریں، چاہے سر رگڑیں چاہے سجدے کریں؟ حج قبول ہوگا؟ نہیں ہوسکتا۔ صاحب ہدایہ نے تو مسئلہ لکھا کہ اگر حج کیلئے وقوف ہوا اور ایک جماعت باغی ہوگئی اس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ چاند کے اعتبار سے آج حج نہیں ہوا۔ آئندہ کل حج ہے۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ ان سب کا دعویٰ غلط ہے۔ امیر الحج ان سے کہہ دے کہ بھئی جاؤ! اپنے گھر جا کر آرام کرو۔ یہ حج جو ہم نے کیا وہی درست ہے۔

یہ جو جماعت کی نماز ہوتی ہے ہماری فرائض میں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے طور پر جماعت کے ساتھ ایک ہی نماز تراویح اور اسکے بعد پھر وتر جماعت سے ہے۔ جس کو سنت قرار دیا گیا کہ یہ پڑھو، بیس رکعت۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انہوں نے تراویح پڑھی۔ صحابہ کرام جو اکیلے گھروں میں پڑھتے تھے،

ان کو ایک امام کے پیچھے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح ہو رہی ہے۔

آج جو نئے مہمان ہیں ان سے ایک خصوصی درخواست ہے۔ جو پرانے مہمانوں سے ہم نے کی کہ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں ایک دن میں دو قرآن شریف پڑھتے تھے۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ ساری عمر روز ایک قرآن شریف رمضان المبارک میں پڑھتے تھے۔ اور ایک رمضان ایسا بھی گذارا کہ جس میں روزانہ دو پڑھنے کی کوشش کی حضرت نے تو رمضان کے ختم تک چھپن قرآن شریف پڑھے۔

میں نے درخواست کی کہ جتنے حفاظ ہیں وہ کوشش کریں کہ ہم روز نہیں پڑھ سکتے، چند روز تو پڑھیں۔ الحمد للہ ایک ایک پڑھنے والے تو بے شمار ہو گئے۔

پھر اس کے بعد دو قرآن پڑھنے والے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے، اس کی بھی ایک جماعت ہو گئی کہ جنہوں نے پڑھے دو دو قرآن شریف۔

پھر وہ ایک ضمناً قصہ، درخواست ہم نے تو نہیں کی تھی، اپیل نہیں کی تھی، صرف میں نے قصہ سنایا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے، غیر رمضان کا قصہ ہے یہ، رمضان کا نہیں ہے کہ انہوں مسئلہ بتاتے ہوئے کسی شخص کو فرمایا کہ آج تیرے مسئلے کی وجہ سے میں نے تین بار قرآن حکیم ختم کیا۔ جو عقل مند ہوتے ہیں، اس طرح کی ضمنی بات کو بھی پلے باندھ لیتے ہیں۔

ایک مولانا صاحب اگلے دن مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے قصہ سنایا تھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تو آج میں نے تین قرآن شریف ختم کیے۔

اب تک کتنے سارے علماء کے ٹیکسٹ میرے پاس آئے۔ انہوں نے لکھا کہ ہم نے تین قرآن شریف ختم کئے ایک دن میں یہ حفاظ ہیں ان کے ذمے قرآن کریم کا حق ہے۔

میرے دوستو! یہ ایک دن میں تین پڑھیں گے تو بھی یہ نہ سمجھئے کہ ہم نے حق کچھ قرآن کریم کا ادا کیا وہ ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ قرآن کریم حق تعالیٰ شانہ نے جو آپ کے سینے میں اتارا ہے، اگر آپ کا یہ کمال ہے تو اس سے آدھی، اس سے کوارٹر کوئی اور کتاب لے کر لے کر حفظ کرنا شروع کریں، آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کے کمال اور قوت حافظہ کا کیا حال ہے۔ آپ نہیں یاد کر پائیں گے۔ یہ معجزہ ہے قرآن پاک کا کہ جس کی بنا پر آپ نے اس کو حفظ کرلیا ہے۔ اس کا شکریہ یہ ہے کہ آپ اپنے اکابر کی طرح ایک قرآن شریف پڑھنے کی کوشش کریں۔

ابھی ایک دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس میں کوشش کریں تا کہ ہمارا تعلق ہمارے اکابر کے ساتھ صرف علم کے درجے میں نہ رہے کہ انہوں نے لکھا، اپنا عمل بتایا، ہمارے دل میں شیطان وسوسہ بھی ڈال سکتا ہے کہ ممکن ہے صحیح ہو نہ ہو لیکن آپ پڑھیں گے، پھر آپ کو یقین ہوگا کہ نہیں یہ صحیح ہے۔

اس لئے کہ جنہوں نے ایک ایک قرآن شریف پڑھا، انہوں نے کتنے گھنٹے میں پڑھا؟ کل میں نے گھنٹے بتائے تھے کہ چھ گھنٹے میں ختم کیا کسی نے پانچ گھنٹے میں بھی ختم کیا۔ کتنا آسان۔

جو حفاظ ایسے ہوں کہ جنہیں پختہ یاد نہ ہو، ضروری نہیں کہ حفظ پڑھیں، نماز میں پڑھیں۔ قرآن شریف کھول کر کے پڑھنا شروع کریں۔ ایک نظر قرآن پر ڈالتے جائیں، تیز تیز پڑھ سکیں گے اور جس طرح نماز میں پڑھتے ہیں اس طرح بغیر آواز کے پڑھیں، آسانی کے ساتھ آپ بھی پڑھ سکیں گے۔ ایک دفعہ یہ مہم آپ حل کرلیں گے، آئندہ کیلئے آپ روزانہ پھر پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی روز ایک ختم کی توفیق دے۔ تمام حفاظ جو یہاں جمع ہیں ان سب کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ جتنے حفاظ دارالعلوم سے فارغ ہوئے ہیں یا امت میں جتنے حفاظ ہیں ان تمام کو حق تعالیٰ شانہ یہ توفیق ارزاں فرمائے۔

دوستو! اس وقت کے جو حالات ہیں دنیا کے وہ ایک عجیب وغریب ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے جب بالکل سناٹا تھا، اس وقت سے میں نے یہیں شب جمعہ میں ہمارے مہمانوں کو روک کر کہنا شروع کیا تھا کہ اوہو! آج فلاں نے خواب میں دیکھا دجال، دجال۔ پھر اگلے جمعہ میں میں

نے کہا کہ او ہو! دجال کو دیکھنے والے تو کئی درجن ہو گئے اور مختلف ملکوں کے لوگوں نے دیکھا۔ پھر اس کے بعد تو یاجوج ماجوج اور کیا کیا۔ پھر وہی حالات دنیا میں سامنے آ گئے۔

اللہ تعالیٰ ہی اسلام کی حفاظت فرمائے۔ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور یہ خاص طور پر ہمارے لئے توفیق ارزاں فرمائے کہ ہم اپنے ایمان کو بچا سکیں۔ یہ سب سے اہم ترین مسئلہ ایسی قیامتوں پر یہی ہوتا ہے، ایمان کے بچانے کا۔ جو تشریف لے گئے وہ تو پا گئے۔ جو مولیٰ کے پاس پہنچ گئے وہ اپنے ایمان کو بچا کر ہمارے سامنے لے گئے اور پا گئے۔ چاہے ان کو کفن نہ ملا ہو، ان کو غسل نہ ملا ہو، ان پر کوئی نوحہ کرنے والا نہ ہو، لاش کو پہچاننے والا نہ ہو۔ لیکن جنکو وہ چھوڑ گئے پیچھے ان کے ایمان کا فکر باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان سلامت رکھے۔

یہ کتنا اہم ترین مسئلہ ہے۔ دوستو! اس سے بڑا مسئلہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔ میں نے بار بار اس کو بیانات میں دہرایا کہ ابلیس کا ایک ہی ہدف اور نشانہ ہوتا ہے ہمارا ایمان۔ وہ گناہ سارے جو کرواتا ہے وہ صرف گناہ کیلئے نہیں کرواتا۔ اس کا ہدف اور نشانہ ہوتا ہے کفر تک لے جانا۔ ہر گناہ، ایک ایک گناہ، step by step کفر تک پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کے ایمان کو محفوظ رکھے اور یہ ہر مسلمان کی ایک ذمہ داری ہے۔

دوستو! ہزاروں لاکھوں اس طرح مارے جا رہے ہیں، آپ کو پتہ ہے، آپ سنتے ہیں، میں بھی سنتا ہوں، آپ بھی سنتے ہیں۔ ایک ایک ملک میں ہزاروں، ان کو اکٹھا کیجئے تو کتنے لاکھوں مارے گئے اور مارے جا رہے ہیں۔ اور یہ جنازے سارے ہمارے سامنے گذرے، جس گھر میں ایک میت ہوتی ہے، کوئی مر جاتا ہے، وہاں کوئی کھاتا ہے؟ پڑوسی آ کر خوشامد کرتے ہیں، وہ کھا سکتا ہے؟ اس کے یہاں ٹائم ٹیبل چلتا ہے؟ وہ کبھی سوچتا ہے کہ میری بیوی کچن میں پکانے گئی یا نہیں؟

میرے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو ڈیڑھ برس سے زیادہ ہو گیا۔ پانچ دن پہلے ہمارے بھتیجے مولانا عبدالرشید، عالم ہیں، صاحبِ اولاد ہیں، سمجھ دار ہیں، ذمہ دار ہیں۔ کتنا بڑا دارالعلوم، کتنے سارے مدارس وہ چلاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنا رونا جو رویا ہے اس خط میں

بچوں کی طرح سے۔ اپنے باپ کے جانے پر جس طرح کہ آج فوت ہوئے ہوں اس طرح وہ رونا تھا۔ یہ ڈیڑھ برس سے زیادہ ہوگیا انہیں کوئی سروکار نہیں ہے دنیا بھر کے تعیّشات سے اور کھانے اور پینے اور مزوں سے۔ وہاں سے گھر والے بھی کہتے رہتے ہیں کہ آپ انہیں سمجھائیں، کچھ کریں۔

میرے دوستو! کچھ تو سوچو۔ جن حالات میں مسلمان سب مارے گئے انہی حالات میں ہم رہ رہے ہیں۔ آپ اور ہمارا کوئی بھروسہ ہے؟ پھر کیوں اطمینان ہے یہ، کیوں اطمینان ہے؟ اور ہر چیز میں یہی حال ہے۔ شروع رمضان سے یہ حدیث آپ سن رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک جسے ملے اور اس نے مولیٰ سے اپنی مغفرت نہ کرالی ہو، یعنی مولیٰ سے اپنی مغفرت نہ کروالے، اس کیلئے بددعا فرمائی کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ ہم نے کروالی؟ کہ ہم اتنے اطمینان سے بیٹھے ہیں، ابھی یہاں سن کر بھی اٹھیں گے تو السلام علیکم! کیا حال ہے؟

جنگ یرموک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت اس میں شریک ہے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج ہمارا آپس میں جو کوڈ ہوگا وہ ایک ہی ہے، السلام علیکم نہیں، بلکہ جب دو ساتھی آپس میں ملیں، سب سے پہلے کیا کہیں گے، آپ بھی کہیں، **'یَا مُحَمَّدُ! یَا مُحَمَّدُ! یَامَنْصُوْرُ! یَامَنْصُوْرُ! اُمَّتَکَ! اُمَّتَکَ!'**. وہ ہیں یرموک میں، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں مدینہ منورہ میں اور وہاں سے دہائی دے رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرما رہے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ کی امت کا خیال فرمائیے۔ اگر ہم اس میں شہید ہوگئے، آپ کی امت کا کیا حال ہوگا۔

آج کی رات کے آپ کے دو وظیفے ہیں۔ اللہ عزوجل سے تعلق کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، صحابی فرماتے ہیں، راوی کی روایت ہے، مسند احمد میں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ہم نے دیکھا **'کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَیَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ'** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ہم نے دیکھا اور نماز آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کیسی پڑھتے تھے کہ نماز میں یہ دعا فرماتے تھے۔ یہ دعا آپ یاد کر لیجئے، بہت آسان، بہت مختصر دعا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یہ ایک کلمہ آپ نے یاد کیا۔ وَتُبْ عَلَيَّ، وَتُبْ عَلَيَّ، وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ، اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ، اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ صرف تین کلمے ہیں۔ 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ' (مسند احمد)۔

اللہ تعالیٰ وقت کے ضیاع سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آپ جتنی دیر رہیں، بس یہی دو کلمے آپ دہراتے رہیئے۔ اور یہاں سے اٹھ کر جائیں، اس کے بعد استنجا وضو کر کے پھر آجائیں اور نماز میں اس کو دہراتے رہیں اور نماز کے بعد یہ دو چیزیں دہراتے رہیں۔ اور جن کے اپنے قرآن کریم چل رہے ہیں اور جس طرح میں نے عرض کیا کہ جو حفاظ جنہوں نے اب تک یہ ایک دن میں ختم نہیں کیا، اِن میں اکثر وہ ہیں کہ جنہوں نے کہا کہ ہم نے زندگی میں پہلی دفعہ قرآن کریم ایک دن میں ختم کیا۔ آپ بھی شروع کر دیں، ابھی دو دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

عیدالفطر بیان ۱۴۳۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحديث المسلسل بيوم العيد

وبالسند المتصل منا الىٰ الشاه ولى الله محدث الدهلوى رحمة الله عليه ومن الشيخ الدهلوى الى ابن عباس رضى الله عنه انه قال شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عيد الفطر او الاضحى. فلما فرغ من الصلوة اقبل علينا بوجهه فقال ايهاالناس قد اصبتم خير ا، فمن احب ان ينصرف فلينصرف، ومن احب ان يقيم حتى يسمع الخطبة فليقم.

الحديث المسلسل بالضيافة بالأسودين

وبهذا السند الى شيخنا حضرت الشاه محدث دهلوى رحمة الله عليه انه قال، وبسندنا من شيخنا حضرة الشيخ محمد زكريا المهاجر المدنى وهو يروى عن الشيخ مولىٰنا خليل احمد انه قال اضافنى الشيخ الامجد المكرم المعظم مولىٰنا الشيخ عبد القيوم بالاسودين التمر والماء وقرأت عليه الحديث، قال اضافنى شيخنا ومولىٰنا الشاه اسحق الدهلوى المهاجر المكى بالاسودين التمر والماء قا ل اضافنا الشيخ ولى الله بالاسودين التمر والماء قال اضافنى الشيخ ابوطاهر

بـالاسودين التمر والماء قال اضافنا شيخنا محمد المغربى بالاسودين التمر والماء
قـال اضـافـنـى ابـو عثـمـان الـجزائرى بالاسودين التمر والماء قال اضافنى الشيخ
سيـدى سعيـد الـقرشى بالاسودين التمر والماء قال اضافنى سيد احمد بالاسودين
التـمـر والـمـاء قـال اضـافـنـى الشيـخ ابوسالم بلنسى بالاسودين التمر والماء قال
اضافنى الشيخ ابوالفتح المدنى بالمدينه تمرا وماء ا وقرأ علينا قال اخبرنى الحافظ
نـفيـس الـدين انه قال اخبرنى والدى قال اضافنا شيخنا القاضى فخر الدين الطبرى
فى منزله بالاسودين التمر والماء قال اضافنا شيخنا فخر الدين على الاسودين التمر
والـمـائـص، قـال اضافنا شيخنا ابوالعلام الهمدانى على الاسودين التمر والماء قال
اضـافـنـا شيخ ابوبكر على الاسودين التمر والماء، قال اضافنا ابو جعفر بالاسودين
التمر والماء قال اضافنى ابوالحسن الواعظ على الاسودين التمر والماء قال اضافنا
ابـوشيبـه عـلـى الاسـوديـن التمر والماء قال اضافنا جعفر بن محمد الدمشقى على
الاسودين التمر والماء قال اضافنا نوفل على الاسودين التمر والماء قال اضافنا عبد
الله على الاسودين التمر والماء قال اضافنا جعفر بن محمد الصادق على الاسودين
التـمـر والـمـاء قـال اضـافـنـا محمد بن على الباقر على الاسودين التمر والماء قال
اضـافـنـا ابـوعـلى على الاسودين التمر والماء قال اضافنى ابى سيدنا على كرم الله
وجهه على الاسودين التمر والماء قال اضافنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على
الاسـودين التمر والماء قال، ثم قال من اضاف مؤمنا فكأنما أضاف اٰدم ومن أضاف
مـؤمنين فكأنما أضاف اٰدم وحواء، ومن أضاف ثلثة فكأنما أضاف جبريل وميكائيل
واسـرافيـل، ومـن أضـاف اربعة فكأنما قرأ التوراة والزبور والانجيل والقراٰن، ومن
أضـاف خـمسة فـكأنما صلى الصلوا ت الخمس فى الجماعة من اول يوم خلق الله
الـخـلـق الـى يـوم القيامة ومن أضاف ستة فكأنما أعتق ستين رقبة من ولد اسماعيل
ومن أضاف سبعة أغلقت عنه سبعة ابواب جهنم ومن أضاف ثمانية فتحت له ثمانية

ابواب الجنه ومن أضاف تسعة كتب الله له حسنات بعدد من عصاه من اول يوم خلق الله الخلق الى يوم القيامة ومن أضاف عشرة كتب الله له اجر من صلى وصام وحج واعتمر الى يوم القيامة.

حضرت شیخ قدس سرہ

یہ حدیث جو ابھی پڑھی گئی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں کتنی ساری عید الفطر عید الاضحیٰ میں یہ ضیافت اور یہ سماع حضرت شیخ قدس سرہ کی زبان مبارک سے نصیب ہوا یا ہمارے بھائی جان خواب میں نصیحت کر کے گئے کہ تو بہت بولنے لگا، بہت بولتا رہتا ہے، ان کی بات مانیں۔

یا اپنے مقام سے باہر سفر میں ری یونین میں ایک دفعہ پہلے سفر میں جانا ہوا اور وہاں سینٹ ڈینس کی مسجد میں شاید دیر تک بولنا ہوا، صبح مولانا معصوم ملا کہنے لگے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی زیارت ہوئی فرما رہے تھے کہ دیکھا آپ نے ہمارے پاس بھی مقرر ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند فرمایا۔

یا حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ ڈربن میں ہیں اور وہاں کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت مسجد میں تشریف لے آئے، حضرت نے پوچھا کہ اب کیا ہوگا؟ سب چپ۔ پھر میزبانوں سے پوچھا کہ اس وقت آپ کے یہاں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بیان ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی! بیان ساتھیوں میں سے کوئی کردے۔ سب ساتھی میرا نام لینے لگے۔ ابوالحسن نے کہا کہ حضرت فرما رہے ہیں کہ تم بیان کرو۔ یہ جو کچھ آپ سن رہے ہیں یہ سب اس وقت کی حضرت کی توجہات کی برکت ہے، اس کو بیان کریں۔

یا سب مل کر روئیں۔ اور ان کا ساتھ دیں جو لاکھوں گھروں میں بیٹھ کر رو رہے ہیں یا عام روِش پر چل کر، ہر طرف سے آنکھیں کان دماغ کے سب سوراخ بند کر کے عیش پرستی میں عید کے مزے اڑائیں کہ حدیث میں بچیوں کے غنا کا بھی ذکر ہے اور خوشی منانی چاہئے کیوں کہ

ہمارے حضرت مولانا عمر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آج ایسا ہی رہا ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے کہ پہلی عید ہے، ابا نہیں رہے، کیا پکائیں، کیا کھائیں، ان کا ہم ساتھ دیں۔

یا کل جو ہمارا موضوع چل رہا تھا کہ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلوٰۃً وَیَقُوْلُ فِیْ صَلوٰتِہٖ مِائَۃَ مَرَّۃً اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

اس کی اہمیت بیان کریں یا جو دوسرے موضوع ہمارے چل رہے تھے جو بہت سارے تشنہ ہیں۔

کوئی دس دفعہ میں نے ذکر کیا ہوگا کہ مولانا بلال ناخدا کیلئے مطالبہ آیا کہ پرتگال ان کو بھیجو۔ پھر جانا طے ہوا تو مولانا رشید صاحب سے میں نے عرض کیا کہ احناف کے یہاں نفلوں میں تو گنجائش ہے نہیں کہ پورے شہر کو آپ دعوت دیں اس لئے کہ تداعی، اور دعوت دے کر اکٹھا کر کے نفلوں میں تہجد میں جماعت ہمارے یہاں حنفیہ کے یہاں نہیں ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے، بجائے تہجد کے وہ تراویح اتنی لمبی پڑھا دیں۔ الحمدللہ پھر اس کے بعد سے یہی سلسلہ وہاں رہا۔

اس طرح پتہ ہی نہیں کتنے سارے رمضان بھر میں، عصر کے بعد کے بیان میں، عشاء کے بعد کے بیان میں موضوع چھیڑ کر ہم نے چھوڑ دیئے۔

ائمۂ اربعہ

ایک موضوع چلا تھا، سلفیوں پر صلوات بھیج رہے تھے ہم، ان کو کچھ اور صلوات سنائیں، یا مثبت پہلو پر ہمارے امام اعظم، ائمہ اربعہ کے مناقب اور فضائل بیان کریں۔ ان ائمہ کے مناقب میں ان کے کارنامے بیان کریں یا ان کے ظالموں کا ذکر کریں جنھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا، روزانہ دس کوڑے مارتے تھے، زہر دیا اور سجدے میں اللہ کے حضور پہنچ گئے، ان ظالموں کا، ابوجعفر منصور کا ذکر کریں؟

یا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صرف ایک فتویٰ پسند نہیں آیا، ان کے پہنچے اتار دیئے

گئے اور ان کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں بٹھا کر، اپنے نزدیک ان کو ہم ذلیل کر رہے ہیں۔ یہ سوچ کر ان کو گھمایا گیا، ان ظالموں کا ذکر کریں؟

یا حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو آخری گھڑی تک جنہوں نے ستایا اور پھر وصال ہوا وہ قصہ بیان کریں؟

یا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل ترین داستان، اوہو! کہ جن کی بدولت ہم سنی ہیں۔ جن کی بدولت ہماری قرآن کریم سے وابستگی ہے۔ ان کی برکت سے یہ اخیر عشرہ میں آپ نے سنا کہ جتنا مجمع ہمارا تھا ان کی اکثریت نے روز ایک قرآن شریف پڑھا۔ ایک دن میں ایک قرآن شریف ختم کیا۔ ایک جماعت کی جماعت نے دو دو قرآن شریف ایک دن میں پڑھ ڈالے۔

پھر اور آگے ترقی کر کے جب حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قصہ سنا ایک مولانا صاحب نے ایک دن میں تین قرآن شریف پڑھ ڈالے۔ پھر ایک اور مولانا صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر چار قرآن شریف ختم کئے۔ یہاں تو یہ سب حضرات ہمارے سامنے ہی پڑھ رہے تھے۔ میں تو کبھی کبھی حاضری بھی لیتا تھا مختلف اوقات میں چل کر، مجمع کو پھلانگ کر ادھر ادھر دیکھتا رہتا تھا کہ بھئی کیا صورت حال ہے۔ لیکن دوسرے ملکوں سے، ادھر باربیڈوس، اور ادھر پرتگال، اور کتنی جگہوں والوں نے بھی لکھا۔

پرتگال میں ایک مولانا صاحب نے ساڑھے تین ختم کئے ایک دن میں۔ یہ جو ہماری وابستگی ہے وہ سارا سہرا کن کے سر ہے؟ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سر۔ کہ تمام اکابر میں سب سے زیادہ قرآن کے خاطر جن کو ایذاء پہنچائی گئی وہ حضرت امام احمد بن حنبل ہیں۔

جب اس کا تذکرہ پھر کیا جاتا تھا ان کے سامنے اور لوگ روتے تھے، جو پیچھے اکابرین سے سیکھا انہوں نے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ بھائی! پلیز آپ بتادیں کہ آپ کو کس نے زہر دیا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ 'نام معلوم کر کے تم کیا کرو گے؟ خدا نے اگر کل قیامت میں میری مغفرت کر دی اور میرے لئے جنت کا فیصلہ کیا، میں اس کو اپنے ساتھ لئے بغیر جنت میں جاؤں گا نہیں'۔

اسی طرح کا سوال جب حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کیا گیا، سوال نہیں کیا گیا، صرف ذکر کیا گیا کہ بڑے ظالم تھے نالائق، بدبخت، ملعون و مردود کہ جنہوں نے ہمارے امام کو اس طرح ستایا۔ حضرت امام نے کیا جواب دیا کہ ہر کوڑا پڑنے سے پہلے میں اس کو معاف کر دیتا تھا۔ کیا تعلیم ہے ہمارے اکابر کی۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی ایک بیٹی کو لکھوایا تھا کہ میری بچی! میری پیاری! میری لاڈلی! یہ نہ سوچنا کہ مرحوم کے ساتھ کس نے کیا کیا؟ میں نہ لکھواتا مگر صرف اور صرف تیری دلداری کے خاطر لکھوا رہا ہوں کہ ایک شخص کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس کو مجھ پر جادو کرنے کیلئے میرے پاس بھیجا جا رہا ہے، جب وہ میرے یہاں آتا تھا، میں ہمیشہ اسے مرغ ہی کھلاتا تھا اور میرے یہاں نہیں ہوتا تھا تو کہیں تلاش کر کے بھی مہیا کر کے اسے مرغ ہی کھلاتا تھا۔

یہ ہمارے ائمہ کرام، ان کی داستانیں ہم سنائیں کہ آج کل کے حالات بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہیں۔ جس طرح بتایا تھا کہ بیچ میں صرف ایک ہارون رشید آئے، ورنہ اوروں کا حال آپ دیکھ لیجیے کہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ کیا ہوا اور پھر ان کے بعد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر کیا ستم ڈھایا گیا۔ وہ داستانیں آپ پڑھ نہیں سکتے کہ کس طرح انہوں نے اس دین کو محفوظ رکھا۔

ان کو اپنا خاندان، اپنی جائیداد، اپنا ملک، اپنی حکومت، اپنا تخت اور اپنی گدی نہیں بچانا تھا۔ کیا بچانا تھا؟ صرف قرآن، سنت۔ اس کے خاطر ساری تکالیف جھیلتے رہے اور عجیب وغریب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو حلم عطا فرمایا تھا کہ فرماتے ہیں کہ میں کوڑا پڑنے سے پہلے ہی اسے معاف کر دیتا تھا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی جان! میرے لئے جنت کا فیصلہ ہوا تو میں اس زہر گھولنے والے کے بغیر جنت میں جاؤں گا نہیں۔

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ جو مرتبہ ملا، علم ملا، قبولیت ملی قیامت تک کیلئے، یہ کیسے ملی؟ ان کے اصول بیان کریں۔ ان کے استاذ ایسے تھے حضرت حماد۔ ان کے استاذ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے تھے اور پوری چَین (chain)، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے تھے۔ اور واقعی صفات ساری منتقل ہوئیں۔ ہو بہو منتقل ہوئیں۔ یہ جو اس درجے کا زہد حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا سنتے ہیں آپ، یہ سارا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چلا، اس کو بیان کریں۔

یا پھر آگے حضرت امام اعظم نے جیسی تربیت فرمائی اپنے شاگردوں کی اور ان شاگردوں نے آج تک ایسی روح پھونک دی، ایسی روح پھونک دی کہ صدیاں گذر گئیں مگر وہی چَین چلی آرہی ہے۔ جیسے حضرت داؤد طائی کہتے ہیں کہ سب کچھ تھا مگر وہ ایک اللہ کی طرف لو لگائے ہوئے ہیں۔ اور مکان کا یہ کونا گرتا ہے تو یہ کونا پکڑ لیتے ہیں۔ میں نے مثال دی تھی کہ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سولہ برس تک اسی طرح کے ایک کمرہ میں پڑے رہے کہ جس میں آپ داخل ہونے سے ڈریں گے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے زہد کا حال کہ ایک دفعہ عید کے موقعہ پر بچیوں کیلئے حضرت نے ان کے جوتے، چپل صاف کئے اور صاف کر کے ان پر تیل لگایا اور فرمایا کہ بیٹی! یہ دیکھو یہ آپ کے جوتے چپل نئے ہوگئے۔ جیسے انہیں مکان پسند نہیں تھا، حضرت شیخ قدس سرہ کو ساری عمر اس کا تذکرہ اچھا نہیں لگا۔

ایک دفعہ حضرت کی غیبت میں جہاں دروازے میں داخل ہوتے ہیں وہاں ذرا سا اوپر چھپر سا بنوا دیا گیا تاکہ وہ بارش ہوا کی وجہ سے اندر کمرے میں نہ آئے۔ حضرت جب سفر سے واپس تشریف لائے، ہتھوڑا منگوا کر فرمایا کہ توڑو اس کو۔ اتنی تعمیر گوارا نہیں ہوئی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا مکان گنبد نما دیکھا، فرمایا کہ 'یہ کس نے بنایا؟'، صحابہ

کرام مزاج پہچانتے تھے۔صرف سوال فرمایا اور صحابہ نے محسوس کرلیا کہ اوہ یہ سوال تو ناگواری کے لہجے میں ہے۔

اپنے ساتھی صحابی کو بعد میں بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آپ کے مکان کے متعلق پوچھ رہے تھے مگر پوچھنے کا انداز کچھ مختلف تھا۔گرادیا اسی وقت سارا مکان، اسی وقت گرادیا نیا مکان بنایا ہوا۔ یہ جو ساری صفات منتقل ہوئیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح کی روحانیت ہمیں بھی عطا فرمائے۔

میں نے بار بارعرض کیا کہ دوستو! کچھ ہمیں سوچنا چاہئے۔ اپنی روِش صرف بدلیں۔ دوسروں کو کیوں الزام دیں۔ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم اپنے تنعم سے فارغ ہی نہیں ہوتے کوئی چیخنگ ہی نہیں۔کروڑوں انسانوں کو بھوکا پیاسا سن رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں مگر ہمارے مزے اسی طرح سے جاری ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دل نرم فرمائے۔ دنیا طلبی اور دنیا کے تنعم سے توبہ کی ہمیں توفیق عطا فرمائے،صحابہ کرام کا جیسا زہد ہمیں عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

رمضان ۱۴۳۷ھ

ارمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عظیم مہینہ، عظمت والی امت کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے عنایت فرمایا۔ گذشتہ کل جامع مسجد لیسٹر کے جلسہ میں 'اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ' پڑھ کر بیان شروع کیا مگر اس کے بعد پھر کوئی اور گفتگو، جھگڑوں والی شروع ہوگئی۔ اس لئے اس مہینہ کے متعلق کچھ عرض نہیں کیا جاسکا۔ اگرچہ جو عرض کیا وہ بھی بہت اہم ہے، بلکہ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

درباری علماء

کسی وقت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو تباہ و برباد، ختم کرنے اور ناپید کرنے کی کوشش کی گئی۔ اماتۃ مذہب ابی حنیفہ کے لیے مستقل آدمی متعین کئے گئے۔ کسی کے متعلق عرض کیا تھا کہ وہ سجدہ میں دعا کررہے ہیں مالک کے حضور۔ اور دعا یہ کررہے ہیں، 'اَللّٰھُمَّ اَمِتِ الشَّافِعِیَ' کہ اے خدا! امام شافعی کو موت دے دے۔ یہ درباری علماء کی طرف سے ایک مستقل خدمت چلی آرہی ہے اسلام پسندوں کے خلاف۔ جن کی مستقل ایک تاریخ ہے۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ حضرت قطب الاقطاب سیدی مرشدی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

نے مولانا محمد عاقل صاحب سے پوچھا کہ یہ ابن ابی داؤد کون ہیں؟۔ جیسے جیسے اس شخص کے متعلق ملتا چلا گیا تب معلوم ہوا کہ اس سوال کی اہمیت کس قدر ہے کہ ابوداؤد کون ہیں۔ جن کے ذریعہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ابتلاء پیش آیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف، خلفاء اس کو اپنی طرف سے مناظر کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کس طرح مغلوب کیا جائے، زیر کیا جائے، اسی کے ذریعہ کوششیں کرتے رہے۔

حضرت سید آدم بنُوری نور اللہ مرقدہ کے خلاف بھی ایسے ہی درباری مولویوں نے اپنے کارنامے دکھائے اور وہ کارنامے بڑوں بڑوں کی وفات وشہادت پر منتج ہوئے۔ ان کارناموں کو انجام دینے والوں کو فخر ہوگا اپنی کامیابی پر۔لیکن یہ دنیا تو بہت جلدی جلدی آناً فاناً ختم ہوجائے گی 'وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا'۔ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ کل کو تم کو معلوم ہوجائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تو آخرت کے انتہائی بلند و بالا مناصب اور وہاں کے درجات تجویز تھے۔احمد بن ابی داؤد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، جس کو کوئی مناسبت ہی نہیں تھی ان کے علم سے اور ان کے تقویٰ و طہارت سے۔لیکن دوسروں پر اس نے کمندیں ڈالیں اور وہ اس کے جال میں پھنس گئے۔کسی دن یاد رہا تو اس کے متعلق بھی عرض کریں گے کہ کیسے پھنسے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیسے عمر بھر ان سے ناراض رہے۔

حضرات صوفیاء کرام

وہاں کے جلسہ میں میں نے عرض کیا تھا، کہ حضرات صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرات کبارِ اہلِ تصوف کو کس طرح بدنام کرنے کی کوششیں کی گئیں اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوگئے۔ جیسے مودودی نے اپنی کتابوں میں ان کو افیونی لکھا، چرسی

لکھا۔ وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ مستقل تصوف اور اہلِ تصوف کے خلاف ایک مہم چلائی گئی تھی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ یوں کہا گیا، لکھا گیا، بولا جار ہا ہے، بولا گیا کہ محدثین تصوف اور اہلِ تصوف کو پسند نہیں کرتے تھے۔

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب، پی ایچ ڈی لندن اور جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے شعبہ فلسفہ کے پروفیسر، اللہ انہیں بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک تحریر میں جگہ جگہ اس کی طرف اشارے فرما دیئے کہ کس طرح بڑوں بڑوں کو تصوف سے بدظن کیا گیا۔ پھر اخیر عمر میں جب جانے کا وقت آیا اور وہ فتنہ پرور انہیں چھوڑ کر بھاگ گئے، تب انہوں نے سوچا کہ اوہو! ہم کاہے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ابن سینا نے سوچا کہ یہ فلسفہ، یہ منطق اور یہ کلام اور یہ طب، اب جہاں میں جار ہا ہوں وہاں تو یہ مجھے نفع نہیں دے گی۔ تب جا کر انہوں نے پھر رجوع کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام الطائفہ، ہمارے سلسلہ کے امام حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مزاح میں میں یہ طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ حضرت مشکوۃ تک پہنچ کر لوٹ آئے۔ وہاں تک تو پڑھا آپ نے، کیوں؟ کہ انہوں نے چاشنی عملی طور پر چکھی اس علمِ تصوف کی، پھر جب ان کا حال دیکھا کہ اوہو! یہ شاید یہ نحو، یہ صرف، اور یہ فقہ اور اصولِ فقہ پڑھ کر یہ سارے خراب ہوئے ہوں گے، انہوں نے پھر اسی کو خیر باد کہہ دیا ہوگا۔

'ہوگا'، میں نہیں کہتا کہ ایسا ہوا ہے۔ لیکن کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ جس علم باطن وعلم روحانیت کو عملی طور پر آنکھوں دیکھے، عین الیقین، حق الیقین جس کو مشاہدہ کر رہے ہیں اس علم کے خلاف کب سن سکتے ہیں۔ انہوں نے تنہائی کے موقعہ پر اپنے حجرہ میں، اپنے کمرہ میں، مراقبہ میں مولیٰ کے سامنے اس کو منظوم شکل میں پیش کیا۔ خطاب اپنے آپ کو فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحب، فرماتے ہیں:

عمر گذری ساری قیل و قال میں
پھنس رہی غفلت سے اس جنجال میں

اے ندیم! اب بہر حق اٹھ تو سہی
کچھ نہیں طاقت ہے اب مجھ کو رہی

اے ندیم! اب کفش پا سے دور کر
بہر موسیٰ ہے وہ آتش جلوہ گر

دے مجھے وہ شراب شعلہ زن
جس سے جل کر خاک ہو تن اور بدن

اور پلا جلدی سے مجھ کو وہ شراب
غیر حق ہو جس سے جل کر سب کباب

وہ شراب اب مجھ کو دے تُو اے لبیب
راہبر ہو جو کہ در راہِ حبیب

دے شراب ایسی مجھے اب جلد تر
مست ہوں جس کے پینے سے اس قدر

جس طرف دیکھوں اٹھا کر کے نظر
کچھ نہ آوے غیرِ دلبر کے نظر

وہ پِلا مجھ کو تو اب بہرِ خدا
تا کہ فارغ ہوں از قیدِ ماسِوٰی

اور مے خمر الحَنا ہے لاؤ تم
چھوڑ پیالوں کو، لگادو منہ سے خُم

اٹھ توجہ کر ذرا بہرِ خدا
کرتا ہے تسبیح اس کی دل میرا

خوف مت کر اب تو اے صاحبِ شعور
کیوں کہ ہے اللہ تو ربِ غفور

تنگ ہے افسوس وقتِ عمر اب
حیف ہے صد حیف کھوئی عمر سب

آہ! صد افسوس یہ عمرِ عزیز
کھوئی اپنے ہاتھ سے ہو بے تمیز

دیکھئے! بھاگ رہے ہیں اس علم سے

علمِ رسمی دور کر مجھ سے اخی
عمر علمِ رسمی میں گذری مری

علم رسمی سارا قیل و قال ہے
اس سے کچھ حاصل نہ خط اور خال ہے

دل کو کرتا ہے یہ مردے سے بد تر
کچھ نہیں حاصل ہے اس سے جز خطر

طبع کو افسردگی بخشے مدام
مولوی کا یاد رکھ پھر یہ کلام

علم کاں برتن زنِ مارے بود
علم کاں بر دل زنِ یارے بود

خرچ تو نے علم تن پر کیا
ہو گیا حق میں وہ تیرے اژدھا

علم سے کرلے صفائی دل کی یار
ہے وہی پھر ترا یارِ غم گسار

علمِ حق ہے جانِ علم و عاشقی | ماںقی ہے مکرِ ابلیس شقی
عاشق کا حکم حق ہے اور درست | اور سوا اس کے ہیں سارے علم سست
جس کے دل میں ہو نہ الفت یار کی | ہے بلاشک وہ تو قابل نار کی
ہو نہ جس دل میں محبت کا اثر | ہے خدا کی مار اس پر بیشتر
علمِ رسمی وہ تو کیسا ہی پڑھے | رازِ باطن اس سے تجھ پر کب کھلے
جوکوئی قربان نہ ہووے یار پر | اس کے لائق ہے جدا ہو تن سے سر
جو نہ ہووے مبتلائے ماہ رو | نام اس کا لوحِ انسانی سے دھو
جس کسی کے ہو نہ دل میں مہرِ یار | اس پہ لائق ہے کہ ہو پالان کا بار

کہ اس کو اونٹ بنادو، اس کے اوپر پالان رکھ دو اور سواری کا اس سے کام لو۔

الغرض اس علم رسمی میں اخی | کھو چکا تو عمر اپنی کام کی
علمِ دیں ہے فقہ و تفسیر وحدیث | جو سوا اس کے پڑھے ہو وہ خبیث
عمر سے تیری کوئی پوچھے اگر | سات دن باقی ہیں اس میں شک نہ کر
سن تو اس ہفتے میں اے مردِ خدا | اب پڑھے گا علم بتلا کون سا
فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم | ہندسہ یا رمل یا اعداد رسوم
یہ علوم اور یہ خیالات صور | فُضل شیطاں ہے یہ سنگ پر
جو ہو دل خالی ز عشقِ دلبراں | سنگ استنجا شیطاں اس کی جاں

کتنی بدبو اس سے محسوس کرتے ہیں۔ جیسے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے

پڑھ پڑھ ہوئے پتھر، لکھ لکھ ہوئے چور | جس علم سے مولیٰ ملے وہ پڑھنا کچھ اور

لوحِ دل سے فضلۂ شیطان دھو | اے مدرس درس عشق ہم بگو
چند خوانی حکمت یونانیاں | حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

پڑھ چکا تو حکمت یونانیاں | حکمتِ ایمانیوں کو بھی تو جاں
علمِ معقولات بے بنیاد ہے | نفس کو خالی کرے گا تا بکہ
بحث نحو و صرف میں کی عمر صرف | اب تو فصلِ عشق سے پڑھ یک دوحرف
دل کو روشن کر بہ انوارِ جلی | کیوں بنا ہے کاسہ لیسِ بوعلی
فخر رازی اور ارسطو بوعلی | ہیں یہ باطل اور ان کے علم بھی

نام لے لے کر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سب پر ناراض ہیں جو ایک وقت میں تو واقعی اپنے علم میں لگے ہوئے تھے لیکن جب واقعی ان کے اس جہاں سے جانے کا وقت آیا، پھر آنکھیں کھلیں کہ او ہو! ہم کاہے میں پڑے ہوئے ہیں۔ سب نے اس سے رجوع کیا، جن کا حال ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب نے لکھا ہے۔

امیر حسین ابن معین میبذی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ امیر حسین ابن معین میبذی فواتح میں تحریر فرماتے ہیں:

عِلْمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَيْسَ يَعْرِفُهُ | اِلَّا اَخُوْ فِتْنَةٍ بِالْحَقِّ مَعْرُوْفُ
وَلَيْسَ يَعْرِفُهُ مَنْ لَيْسَ يَشْهَدُهُ | وَكَيْفَ يَشْهَدُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مَكْتُوْفُ

علم تصوف کو جنہوں نے چکھا نہیں، انہیں کیا معلوم کہ تصوف کیا چیز ہے۔ آنکھیں نہیں، بینائی نہیں، دیکھ نہیں پاتا، وہ اندھا سورج کی روشنی کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ

'تا چراغ فقراء را افروختہ ام دہ شفا سوختہ ام'

کہ جب سے میں نے فقراء کا چراغ روشن کیا تو بوعلی سینا کی شفا جیسی دس کتابوں کو میں نے آگ لگادی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے کسی نے جھنجوڑا ہوگا حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ انہوں نے جن جن کتابوں میں پہلے مشغولی اختیار

کی تھی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ بوعلی سینا کی شفا جیسی دس کتابوں کو میں نے جلا کر ختم کیا، تب جا کر اس طرح میں طریقِ تصوف پر آیا۔

اسی طرح شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَکَمْ قُلْتُ لِلْقَوْمِ اَنْتُمْ عَلیٰ شَفَا حُفْرَۃٍ مِنْ کِتَابِ الشِّفَاءِ
فَلَمَّا اسْتَھَانُوْا بِتَوْبِیْخِنَا فَرَغْنَا اِلیٰ اللّٰہِ حَتّٰی کَفیٰ
فَمَاتُوْا عَلیٰ دِیْنِ اَرَسْطَا طَالِیُسَ وَعِشْنَا عَلیٰ مِلّۃِ الْمُصْطَفٰی

کہ ہم نے لوگوں سے کہا کہ تم تو شفا کے پیچھے لگ کر کے جہنم کے کنارے پہنچ گئے ہو لیکن وہ ہماری باتیں مانتے نہیں۔ ہم نے پھر اپنا رخ مالک اور حق، مولیٰ کی طرف اور اپنے معشوق کی طرف کر لیا 'فَرَغْنَا اِلیٰ اللّٰہِ حَتّٰی کَفیٰ' وہ ہماری طرف سے کافی ہوگیا اور دو طبقے الگ ہو گئے۔

فَمَاتُوْا عَلیٰ دِیْنِ اَرَسْطَا طَالِیُسَ وَعِشْنَا عَلیٰ مِلّۃِ الْمُصْطَفٰی

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ 'تا چراغ فقراء را افروختہ ام دہ شفا سوختہ ام' کہ دس شفا جیسی کتابیں جلا کر ہم اس طرف آئے۔ اسی طرح امام اہل کلام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اعتراف کرتے ہیں:

وَلَمْ نَسْتَفِدْ مِنْ بَحْثِنَا طُوْلَ عُمْرِنَا سِوٰی اَنْ جَمَعْنَا فِیْہِ قِیْلً وَّقَالَ

کہ عمر بھر 'اس نے یوں کہا اور یہ کہا جاتا ہے' بحثیں ہم کرتے رہے اور اس نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔ ساری عمریں ہم نے اسی میں گذار دی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے کسی نے اپنا تجربہ بیان کیا:

لَقَدْ طُفْتُ فِيْ تِلْکَ الْمَعَاھِدِ کُلِّھَا وَصَیَّرْتُ طَرْفِیْ بَیْنَ تِلْکَ الْمَعَالِمِ

فَلَمْ اَرَ اِلَّا وَاضِعًا كَفَّ حَائِرٍ عَلٰى ذَقَنٍ اَوْ قَارِعًا سِنَّ نَادِمٍ

جامعات اور تمام علمی اداروں کا میں نے چکر لگایا، میں نے وہاں نہیں پایا سوائے حیران و پریشان لوگوں کے۔ وہ نادم، پریشان تھے کہ اوہ! ہم نے کیا کیا۔ کہ وہ پریشان حال اپنی ٹھوڑیوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ دانت پیس رہے ہیں، ندامت کے آنسو بہا رہے ہیں۔

سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ملا جامی نے نفحات میں سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں انہیں خواجہ علاؤ الدین عطار کے سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق ہوئی۔ بارہا وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین العابدین علی کلاں، جو شیراز کے مشائخ میں سے تھے، ان کی صحبت میں میں حاضر نہ ہوا، وہاں تک مجھے رفض جیسی گندگی سے نجات حاصل نہیں ہوئی۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب تک میں اپنے شیخ، خواجہ علاؤ الدین کی صحبت میں نہ بیٹھا وہاں تک میں نے خدا کو نہیں پہچانا۔ ساری عمر جس علم ظاہری میں رہے اس سے اپنے خدا کو نہیں پہنچان سکے۔

اہلِ تصوف کی طرف رجوع

اسی لئے حضرت شیخ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'اِنْتِسَابُ اَئِمَّةِ اَهْلِ الْعَقْلِ بِالْاٰخِرَةِ اِلٰى اَهْلِ هٰذَا الشَّانِ' ۔ کہتے ہیں کہ بالآخر علومِ ظاہریہ میں مشغول تمام طبقوں کو اہلِ تصوف کی طرف رجوع ہونا پڑا۔ 'وَاِنْتِسَابُ شَيْخِ الْفَلَاسِفَةِ اَبِىْ عَلِيِ بْنِ سِيْنَا اِلَى الشَّيْخِ اَبِى الْحَسَنِ الْخِرْقَانِيِّ' کہتے ہیں کہ بالآخر ابو علی ابن سینا، فلسفہ اور تمام علوم کے اتنے بڑے شیخ اور امام، انہیں شیخ ابوالحسن الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچ کر انہیں طمانینت واطمینان ملا اور ایمان کا تحفظ ملا۔ اسی طرح 'وَاِمَامِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ الْفَخْرِ الرَّازِيِّ اِلَى الشَّيْخِ ابْنِ الْعَرَبِيِّ'۔

کہتے ہیں کہ اگر ان تمام کے احوال آپ پڑھیں گے، آپ کو معلوم ہوگا کہ اپنی عمر عزیز

گنوانے پر انہیں کتنا افسوس ہوا کہ ہم نے اپنی عمر ساری ضائع کی اور یہ جس فن میں اور جس تصوف میں مشغول ہیں اس سے بڑی دولت ہم نے آج تک نہ پڑھی، نہ سنی اور نہ چکھی۔ اور اخیر میں ہم اس طرف متوجہ ہوئے، اپنی عمر عزیز کے ضائع کرنے پر انہیں افسوس ہو رہا ہے، ندامت کے آنسو بہا رہے ہیں۔

محمد علی

وہاں جلسے میں یہاں سے بات چلی تھی کہ مرحوم محمد علی، باکسنگ کے چیمپئن، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسے اس نوجوان کو بالکل نوعمری میں، ابتدائی زندگی میں نعمت اسلام کے لئے منتخب فرمالیا۔ پھر اخیر میں اہل حق کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے کچھ اور وقت ان کا گذر گیا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر خصوصی انعام فرمایا۔

یہاں تک کہ ابھی آخر میں کتنی بڑی نعمت وہ لے کر گئے کہ جو بڑے بڑے حضرات گذرے ہیں ان کے نام ایک جگہ ایک سڑک پر لکھے گئے تھے جن میں محمد علی نام بھی تھا۔ جب انہیں اطلاع ہوئی، آپ نے اس پر احتجاج کیا کہ میرے نام کو زمین پر نہ لکھا جائے بلکہ سامنے دیوار پر لکھیں۔ اگر کوئی ان کو پرانے 'کلے' سے پکارتا، تو اسے مکے پر مکے مارتے کہ بول محمد علی!۔

محمد علی کو اپنے نبی کے نام پر اور خدا تعالیٰ کی صفت علو پر فخر تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی انہیں پسند تھا۔ انہوں نے حکومت سے درخواست کی کہ میرا نام اگر لکھنا چاہو، لکھ سکتے ہو مگر لوگ اس پر چلیں، یہ تو محمد نام کی توہین ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ اہانت اور توہین سے اس کو بچایا جائے۔ الحمد للہ حکومت نے منظوری دے دی۔ اب باقی سب کے نام آپ دیکھیں گے کہ نیچے لکھے ہوئے ہیں زمین پر لیکن ان کا نام سامنے دیوار پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور رمضان کی قدر کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ماہ مبارک کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے۔ ہمارا سفر شروع ہوا ہے اس مہینہ کا، سفر عافیت کے ساتھ پورا ہو اور ہم مالک سے اپنی مغفرت منوا کر چھوڑیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے مستحق نہ ہوں اور ہم کوشش کریں کہ اس مبارک مہینہ کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے، ایک ایک دن میں کئی کئی مجالس میں حضرت فرماتے تھے۔ جیسے ہی مجلس ختم ہوتی، حضرت یہ کلمہ فرماتے تھے 'میرے پیارو! کسی سے بات ہرگز نہ کرو۔ جتنی دیر ذکر وتلاوت میں مصروف رہ سکتے ہو ذکر وتلاوت میں مصروف رہو۔ زیادہ نہیں کر سکتے تو پڑے رہو، سوئے رہو لیکن بات ہرگز نہ کرو'۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی زبان کو قابو میں رکھنے کی توفیق دے اور اس کے ذریعہ ہلاکتوں اور مصیبتوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

شیخ عارف شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

یہ جتنے سلاسل ہیں ان اصحابِ سلاسل کے محدثین اور علماء فقہاء نہ صرف معتقد ہیں، بلکہ اگر کسی نے شروع زندگی میں کسی وجہ سے اس سے بے التفاتی کی، پھر اخیر عمر میں اس کا قرض

چکا دیا۔ جیسا کہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے، اس کا نام ہے 'شرح آداب المریدین'۔ اس میں لکھا ہے کہ شیخ عارف شہاب الدین سہروردی کا بیان ہے کہ میں ابتداء میں علمِ کلام کے حصول میں مشغول رہتا تھا اور اسی مقصد سے میں نے متعدد کتابیں حفظ کی تھیں۔ اس سے میرے چچا مجھے منع کیا کرتے تھے لیکن مجھے کوئی پروانہیں تھی۔

انہوں نے ایک روز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا، میں بھی ان کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ حاضری سے پہلے چچا مجھے ادب سکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ 'بیٹے! تم ایسے بزرگ کی خدمت میں جا رہے ہو کہ جن کے قلب کا اپنے رب سے رابطہ ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے اپنے قلب پر انوار اور برکات کے ورود اور نزول کا منتظر رہنا'۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

جب ہم خدمت میں حاضر ہوئے، چچا نے میرا تعارف کرایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور یہ علم کے حصول میں بڑا حریص ہے۔ میں نے اسے منع بھی کیا لیکن میری نصیحت کچھ کارگر نہیں ہو رہی۔ اتنا فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ اب حضرت نے براہِ راست مجھ سے سوال کیا کہ 'تم نے کون کون سی کتابیں حفظ کی ہیں؟'۔ میں نے نام گنوائے۔ شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا۔

یہ بھی ایک سنت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا پھیلانے کا حکم فرمایا۔ اور کوئی چیز اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈال دی اور فرمایا 'کہ اچھا کپڑے کو اپنے سینہ سے، دل سے ملا لو'۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھا کر کپڑے کو سینہ سے لگا لیا، '**فَمَا نَسِیتُ بَعْدُ**'، اس کے بعد میری بھولنے کی بیماری ختم ہو گئی۔

یہاں حضرت نے میرے سینہ پر دست مبارک پھیرا۔ پھر کیا تھا؟۔ وہاں جیسے صحابی نے

نسیان کی بھول جانے کی شکایت کی تھی، ہمیشہ کے لیے قوتِ حفظ و یادداشت کی دولت مل گئی۔ اور یہاں فرماتے ہیں کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جیسے ہی حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے دست مبارک پھیرا ہے کہ اس کے ساتھ ہی جتنی کتابیں میں حفظ کر چکا تھا سب محو ہوگئیں۔کوئی چیز یادنہیں رہی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی رحمت خاصہ ہمارے دلوں کی طرف متوجہ ہو۔ مبارک مہینہ ہے، مبارک گھڑیاں ہیں، مبارک ساعتیں ہیں۔ اللہ ہماری گناہوں کی عادتوں کو ہمارے دلوں سے دھو دے۔ اس کی لذتیں، چاشنی اور مٹھاس گناہوں کا چسکا، مالک کی رحمت ہمارے دل سے دھو دے۔ یا اللہ! ہمارے دل بہت باغی ہیں۔ تو نے جس طرح اپنے نیک بندوں کو یہ قوت عطا فرمائی، براہِ راست تیری بارگاہ سے ہم اس کے طالب ہیں۔

یا اللہ ہمیں گناہوں میں بہت لطف آتا ہے، بڑا مزہ آتا ہے۔ اس کے بغیر ہمیں زندگی زندگی ہی نہیں معلوم ہوتی۔ ہر وقت اسی کی طرف دھیان رہتا ہے، اور التفات ہے۔ نماز میں ہوں تب بھی، کعبہ کے طواف میں مشغول ہوں تب بھی۔ تیری بارگاہ میں ہم نے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں تب بھی۔ کوئی لمحہ ہمارا اس سے خالی نہیں جاتا۔ کاش کہ تیری رحمت متوجہ ہو اور ہماری یہ بری عادتیں چھوٹ جائیں۔

شیخ عارف شہاب الدین فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم، مجھے ان کتابوں میں سے ایک لفظ بھی یادنہیں رہا جن کو میں نے ساری عمر حفظ کیا تھا۔ اب دل میں علم ظاہری کی جو جگہ خالی ہوئی اس کی جگہ کیا آیا؟ فرماتے ہیں کہ میرا سینہ علومِ لدنیہ اور عوارف ربانیہ سے بھر گیا۔ میں جب حاضر ہوا اس وقت میں علمِ کلام کا عاشق تھا، اس کا اپنے آپ کو ماہر سمجھتا تھا۔ مجھے اپنی عقل اور فلسفہ پر ایک قسم کا ناز تھا اور میں متلاشی رہتا تھا کہ کوئی سامنے آجائے، مقابلہ کرے، مجھ سے حجت کرے اور میں ان کے دلائل کا جواب دوں، ان کو توڑوں اور اس کو چپ کروں۔

اب اس کے برعکس میرا دوسرا حال ہوگیا کہ میری زبان حق کیلئے ناطق ہوگئی۔ حق اور صداقت کے سوا زبان پر کچھ آ ہی نہیں آ سکتا۔ میرا دل فلسفہ کی ظلمات اور اور تاریکی سے مکمل

خالی ہوگیا۔ ایک سچے مؤمن مسلم کا جو نورانی دل ہوتا ہے، وہ لے کر میں ان کے پاس سے اٹھا۔ یہاں تک تو اپنا حال بیان فرمایا، آگے ان کو ایک بشارت دی جاتی ہے۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی

شیخ نے جب ان کے دل میں وہ دولت کا خُم انڈیل دیا، اس کے بعد شیخ اب ان کو بشارت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ 'اے عمر! تو عراق کی آخری مشہور ہستی ہوگا'۔

چنانچہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیشین گوئی ان کے حق میں پوری ہوئی۔ وہ اپنے زمانے کے متفق علیہ بزرگ رہے اور سب سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے کام لیا اور تمام فقہاء اور علماء آپ کو اپنا منظورِ نظر سمجھتے تھے۔ دیکھئے یہاں شیخ عارف شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے فیض اور آپ کی برکت سے علمِ ظاہر کے بجائے روحانیت کی طرف راہ ملی۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن جوزی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن معین کے حالات لکھے ہیں۔ جس میں انہوں نے اپنی کتاب 'صفوۃ الصفوۃ' میں لکھا ہے کہ جب میرے اور ان کے مابین کسی مسئلہ پر بحث ہوتی، امام احمد کچھ فرما رہے ہیں اور ابنِ معین کی رائے کچھ اور ہے، تب محاکمہ کے لیے اور فیصلہ کے لیے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرماتے اور ان سے پوچھتے۔

معروف کرخی صوفیاء کے عظیم پیشوا اور معروف و مشہور امامِ تصوف ہیں۔ جب کہ یہ دونوں ائمہ فقہ و حدیث اور روایت و درایت میں مشہور تھے۔ مگر یہ فیصلہ کروانے کن کے پاس جاتے ہیں؟ معروف کرخی کے پاس۔ اور کون لکھتا ہے؟ علامہ ابن جوزی۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تلبیس ابلیس لکھ کر تصوف پر رد کیا، صوفیاء پر رد کیا۔

بے شک لکھی اور لکھنی چاہئے تھی۔ جس فن میں جو ڈھونگی، ڈاکو اور چور داخل ہو گئے ہوں،

ان کو نکالنا ضروری ہے۔ انسانیت کو ان سے بچانا ضروری۔

بہت کثرت سے ائمہ اپنے متعلق اس کا اقرار کرتے ہیں کہ میں علمِ ظاہر میں مصروف تھا لیکن مجھے اگر صحیح رستہ ملا تو فلاں بزرگ سے ملا۔

علامہ ابو العباس ابن سُرَیج رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابو العباس ابن سُرَیج کا ابتداء میں تصوف اور اہلِ تصوف سے کچھ زیادہ اعتقاد نہیں تھا۔ ان کو بھی صرف ایک صحبت ایک مجلس ملی تھی۔ جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو چند لمحہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری کے کافی ہو گئے۔ اسی طرح ابنِ سُرَیج صرف ایک روز چند لمحہ کے لیے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تھے۔ جیسے ہی ان کا کلام سماعت فرمایا، ماضی کے تمام سابقہ افکار سے رجوع فرمالیا۔

لوگوں نے بھی دیکھا کہ ابن سریج حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان سے پوچھنا ضروری سمجھا۔ پوچھا کہ کیسا پایا؟۔ ابن سریج نے فرمایا کہ 'رُمُوزُ قَوْمٍ لَا أَعْرِفُهَا غَيْرَ اَنَّ لِهٰذَا الْكَلَامِ صَوْلَةً لَيْسَتْ بِصَوْلَةِ مُبْطِلٍ'۔ کہ ان کے کلام میں دبدبہ ہے۔ وہ آدمی کو مرعوب کر کے چھوڑتا ہے۔ اور یہ اہل باطل کا دبدبہ نہیں ہے۔ یہ تو روحانیت کا پاور ہے اور اس کی طاقت ہے۔

اس کے بعد ان کا حال بالکل برعکس ہو گیا۔ ابنِ سُریج کا کلام لوگ سنتے، اس کا اثر لیتے، ان پر احوال طاری ہوتے، انہیں مزہ آجاتا۔ لوگ پوچھتے کہ یہ علوم آپ نے کہاں سے حاصل کئے۔ وہ فرماتے کہ یہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا نتیجہ ہے۔

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال، ابن سریج کی طرح سے، امام الحرمین کا رہا۔ انہیں بھی صوفیاء سے ابتداء میں کچھ زیادہ عقیدت نہیں تھی۔ ایک روز وہ فجر کی نماز کے بعد اپنا درس دے رہے ہیں اور چند

مشائخ کا وہاں سے گذر ہوا جن میں صوفیائے کرام کی ایک جماعت تھی اور وہ کسی دعوت میں جا رہے تھے۔ امام الحرمین اپنے دل میں کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا سوائے کھانے پینے، ناچنے اور رقص کرنے کے، کوئی اور کام ہی نہیں ہے، کوئی شغل نہیں ہے۔

پھر جب دعوت سے واپس ہوکر اسی جگہ سے یہ گزر رہے ہیں، دیکھا کہ امام الحرمین اسی جگہ اپنے درس میں مشغول ہیں۔

اس جماعت کے شیخ الصوفیاء امام الحرمین کے قریب پہنچے اور رازدارانہ طور سے ان کے کان میں کچھ کہا۔ کچھ دیر پہلے تو وہ سوچتے تھے کہ اس جماعت کا کام سوائے ناچنے، رقص کرنے کے کچھ نہیں۔ کسی کو ذکر میں حال طاری ہوجاتا اور وہ کھڑے ہوجاتے، اس کو انہوں نے رقص کرنے اور ناچنے سے تعبیر کیا۔ لیکن جب وہ دعوت سے فارغ ہوکر جا رہے ہیں تو اب ان کی خبر لی۔

انہوں نے پوچھا کہ 'اے فقیہ! اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جو نماز جنابت کی حالت میں ادا کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر پاکیزہ علوم کا درس دے رہا ہے اور درس کی حالت میں لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہے؟'۔

امام الحرمین نے اپنے متعلق سوچا، تحقیق کی، اچھی طرح کپڑے وغیرہ دیکھے، تو سچ مچ احتلام ہوا ہوگا۔ خواب یاد نہیں رہا ہوگا، کپڑے کو اچھی طرح دیکھا نہیں ہوگا۔ افوہ! سوچتے ہیں نماز جو پڑھی فجر کی، وہ جنابت کی حالت میں پڑھی تھی۔ وہ انہیں معلوم ہوگیا۔

اور جو اس مقدس جماعت کے متعلق دل میں خیال آیا تھا اور سوچا تھا، کوئی جملہ بھی طلبہ کے سامنے نکل گیا ہوگا، اس کا حال بھی ان گذرنے والوں پر مکشوف ہوگیا ہے۔ کہ فقہاء ہمارے متعلق کیا سوچتے ہیں، کیا خیال کرتے ہیں۔

لکھا ہے کہ امام الحرمین نے اس کے بعد سے توبہ کرلی اپنے اعتقادات سے اور اپنے رویہ سے اور توبہ کرکے اپنے مشغلۂ تدریس کو چھوڑا اور امام الحرمین، ابو طالب مکی صاحب قوت القلوب، کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ ان سے بیعت ہوتے ہیں۔ بیعت ہوکر سلوک کو اتمام

تک پہنچاتے ہیں۔ آخری درجہ تک پہنچے اور خرقہ تصوف حاصل کیا۔ اور اتنا چسکا لگا کہ ایک امام ابوطالب مکی سے جو فیض حاصل کیا اس پر قناعت نہیں کی۔

بلکہ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کے بھی منظور نظر بنے، انہوں نے بھی خلافت عطا فرمائی، ان سے بھی خرقہ حاصل ہوا۔

اس لئے اگر کسی نے ان صوفیاء کے خلاف لکھا بھی ہے، خدا را اللہ کے واسطہ اس کی تحقیق کرو کہ یہ کون سے زمانہ کی کتاب ہے۔ ایک جماعت کی جماعت ہے، ایک گروہ کا گروہ ہے کہ جنہوں نے اپنے ان غلط اعتقادات سے اور غلط رویہ سے توبہ کی ہے اور تائب ہوئے ہیں اور صوفیاء کا دامن پکڑا ہے۔ ان کے ابتدائی حالات کا جائزہ لیا جائے کہ کب انہوں نے کتاب لکھی تھی جس میں ہم پڑھ رہے ہیں کہ انہوں نے صوفیاء پر تنقید کی تھی اور صوفیاء کے خلاف لکھا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ لکھا ہے کہ صوفیاء سے نہایت متنفر تھے۔ ان سے سخت تعصب تھا اور انہیں کسی طرح خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ خاص طور پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو تو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے لیکن انہیں جب صوفیہ کی صحبت ملی، ان تمام چیزوں سے توبہ کی۔ اپنے تعصب کو چھوڑا اور صوفیائے کرام اور ان کے علوم کے متعلق جو انہیں غلط اعتقاد تھا اور غلط علم حاصل ہوا تھا اس کی تصحیح کی اور پھر اس کے بعد جب کبھی موقعہ ملتا تو فرمایا کرتے تھے کہ **'ضَيَّعْنَا عُمُرَنَا فِي الْبِطَالَةِ'** کہ ہم نے ناحق بیکار اپنی عمر ضائع کی۔

پھر عمر کا ضائع کرنا صرف اس کو نہیں سمجھا کہ ہم ان کی تردید کرتے رہے، ان کو غلط بتاتے رہے، ان پر تنقید کرتے رہے، بلکہ جو علومِ شرع میں ان کی مشغولی تھی اس کے متعلق بھی افسوس کرتے کہ یہ صوفیاء ساری عمر دولت لوٹتے رہے، اپنے مولیٰ کی طرف بڑھتے رہے۔

خود اپنے متعلق امام غزالی بعض مرتبہ فرماتے ہیں کہ 'ضَيَّعْتُ الْعُمُرَ الْعَزِيْزَ فِيْ تَصْنِيْفِ الْبَسِيْطِ وَالْوَسِيْطِ وَالْوَجِيْزِ'۔ بسیط، وسیط اور وجیز ان کی تین کتابیں ہیں، ان کے نام لے کر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کتابوں کی تصنیف میں اپنی عمر ضائع کی۔

یہ تین کتابیں گنوائیں کہ جن کے متعلق انہوں نے سمجھا کہ میں نے اپنی عمر ضائع کی، پھر اس کے کفارہ میں 'المنقذ من الضلال' تصنیف فرمائی۔ اسی طرح 'مشکوۃ الانوار' لکھی، نیز 'احیاء العلوم' جیسی مشہور زمانہ کتاب تصنیف فرمائی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے جتنے حضرات کے متعلق آپ پڑھیں گے، اگر کہیں آپ کی نظر سے کوئی چیز گذرے کہ صوفیاء پر انہوں نے کوئی تنقید کی ہے، کوئی کلمہ لکھا ہے، کچھ کہا ہے تو ضرور آخری عمر میں اس سے انہوں نے توبہ کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان صوفیائے کرام کی طرح اس مقدس مہینہ کو وصول کرنے کی ہمیں توفیق دے۔

جس طرح میرے حضرت شیخ مہاجر مدنی قدس سرہ نے ایک رمضان اس طرح گذارا گذرا کہ دن میں ایک ختم فرماتے، رات میں ایک ختم فرماتے۔ ہمارے ائمہ اربعہ میں سے اکثر کا معمول رمضان المبارک میں روزانہ دہ ختم کرنے کا رہا۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمیں اپنے کلام کی تلاوت میں مشغول رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہِ مبارک رواں دواں ہے، روزے شروع ہونے سے پہلے سب ڈرتے تھے کہ اتنے لمبے روزے ہیں، لیکن کس طرح دن چلا جاتا ہے کچھ پتہ بھی نہیں چلتا۔ راتیں پہلے سے مختصر ہیں لیکن الحمدللہ اس میں تمام چیزیں خیر خوبی سے انجام پا جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ساعتوں کی قدر کی ہمیں توفیق دے۔

ماہِ مبارک میں تو اچھی اچھی باتیں ہونی چاہئے تھیں کہ بزرگوں کے معمولات ماہِ مبارک میں کیا ہوتے تھے؟ اور ذکر و تلاوت کا ان کا کیا معمول تھا؟ لیکن ہم کسی اور بحث میں الجھ کر رہ گئے۔ خیر یہ بھی عقائد کی تصحیح کے لیے بہت ضروری تھا۔

کیوں کہ سب سے اہم ترین مسئلہ عقیدہ کی حفاظت ہے۔

پہلے تو کسی زمانہ میں اسلام اور غیر اسلام کی جھڑپیں، جنگیں ہوا کرتی تھیں۔ پھر بہتر تہتر فرقے بنے، بعض فرقِ باطلہ کی طرف سے ریشہ دوانیوں کے نتیجوں میں ملک کے ملک کیا سے کیا ہوگئے۔ اسی طرح کی الجھنوں میں امت اب گھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بھنور سے امت کو نجات دے۔ بزرگوں کے معمولات بیان کر کے پھر میں ان شاء اللہ اس جلسہ والے موضوع کی تکمیل کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں تو سہارنپور میں سحری کھائی اور فوراً اول وقت میں فجر کی نماز پڑھ لی جاتی تھی۔ نماز کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ آرام فرما ہوتے اور ساری مسجد میں سناٹا ہوتا۔ کچھ حضرات ضرور ہوتے جو اپنے معمولات فجر کی نماز سے لے کر اشراق تک کے ساری زندگی کے جو معمولات تھے اس کو نباہتے۔ اس کے بعد اشراق سے فارغ ہوکر آرام وہ فرما ہوتے لیکن اکثریت مہمانوں کی فجر کی نماز سے فارغ ہوکر متصلاً آرام کرنے والوں کی تھی۔

پھر گیارہ بجے حضرت کی طرف سے جن کو بیان کے لیے متعین کیا جاتا تھا ان کا بیان ہوتا، جیسے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نور اللہ مرقدہ، پھر حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر مہمانوں میں سے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ جب تشریف لاتے، ان کا بیان ہوتا۔ پھر بیان سے فارغ ہونے کے بعد سب اپنے اپنے معمولات میں لگ جاتے۔ پھر ظہر کی نماز ہوتی۔

ظہر کی نماز کے بعد ختم خواجگان ہوتا۔ حضرت سری دعا فرماتے۔ اس کے بعد ذکر بالجہر کی مجلس شروع ہوتی۔ جو حضرات اپنے ذکر سے فارغ ہونے لگتے وہ پھر عصر تک آرام فرماتے۔

عصر کی نماز کے بعد تصوف کی کتابوں میں سے ارشاد الملوک، اکمال الشیم وغیرہ کتابوں کی تعلیم ہوتی جو حضرت مولانا معین الدین صاحب مراد آبادی پڑھا کرتے تھے۔ کتاب کی تعلیم افطار سے آدھ گھنٹہ پہلے ختم ہوتی۔ پھر سب اپنی دعا ذکر وغیرہ میں لگ جاتے۔ پھر اجتماعی دستر خوان پر افطاری ہوتی۔

افطاری کے بعد مغرب کی نماز ہوتی، پھر مختصر اوابین کے بعد مولانا نصیر الدین کے خدام کا مسجد میں شور شروع ہوجاتا کہ چلو بھائی دستر خوان پر چلو۔ وہ عجیب وغریب دستر خوان تھا۔

ہزاروں انسانوں کے لیے کتنی شاندار پلاؤ کی دیگیں پکائی جاتیں۔ یہ ہنگامہ روز ہوتا۔ کسی کے یہاں شادی وغیرہ تقریب کے لیے ایک آدھ دن یہ انتظام کرنا پڑے، تو ہفتہ بھر کے لیے سب بیمار ہو جاتے ہیں، تھک جاتے ہیں۔ لیکن وہاں تو ہزاروں مہمانوں کے لیے اعلیٰ قسم کے کھانے پینے کا انتظام تھا۔ کیا سحری کا دسترخوان پھر افطاری کا اور کیا مغرب کے بعد کھانے کا دسترخوان؟

مغرب کے بعد کی مجلس

مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد کھانا ہوتا اور کھانے کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس ہوتی جس کی بڑی اہمیت تھی۔ عوام، خواص، سارے کے سارے چوبیس گھنٹے میں اس مجلس کے منتظر رہتے۔ جس میں حضرت شیخ قدس سرہ کچھ نصائح فرماتے، بزرگوں کے واقعات بیان فرماتے۔

حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے ان ملفوظات کو صحبتے با اولیاء نامی کتاب میں جمع فرمایا تھا۔

استاذِ محترم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب نے بھی ایک اور مجموعہ شائع فرمایا تھا جس میں بھائی ذکی بھوپالی صاحب کے جمع فرمودہ مختلف رمضان المبارک کے حضرت کے ارشادات، ملفوظات تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی مدظلہ العالی نے جو ملفوظات جمع فرمائے تھے وہ بھی اس میں شامل تھے۔

حضرت کی یہ مجلس، چوبیس گھنٹے کی روح اور جان ہوا کرتی تھی۔ پتہ چلتا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ ہر ایک کی طرف کس طرح متوجہ ہیں اور کس طرح حضرت شیخ قدس سرہ کی نظروں میں سارا مجمع ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، اور یہ سلسلہ قیامت تک کے لیے اس جگہ چلتا رہے۔

اس کے بعد پھر عشاء کی نماز شروع وقت میں پڑھی جاتی۔ اور تراویح میں تین پارے کی تلاوت ہوتی، دس دن میں قرآن ختم ہوتا۔ تراویح اور وتر سے فراغت کے بعد فضائل درود شریف پڑھی جاتی۔ پہلے چہل درود حضرت مولانا معین الدین صاحب پڑھتے اور اس کے بعد کتاب سناتے۔ اس میں سے کبھی کبھی نعتیہ قصائد پڑھے جاتے۔ پھر یٰسین پڑھی جاتی اور دعا ہوتی۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ دعا کراتے۔

اس مجلس کے ختم پر حضرت فرماتے 'جاؤ پیارو! کچھ کرلو۔ اور اس میں خاص جملہ نصیحت کے لیے حضرت فرماتے کہ 'میرے پیارو! بات کسی سے ہرگز نہ کرو۔ جب تک جی چاہے، طبیعت لگے ذکر و تلاوت میں مشغول رہو۔ جب نہ ہو سکے، لیٹ جاؤ، پڑے رہو، سوتے رہو لیکن بات کسی سے ہرگز نہ کرو'۔ ماشاء اللہ اس مجلس کی اختتامی دعا کے بعد انفرادی طور پر اپنی چائے پانی وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو کر پھر عوام خواص سارے، رات کو انفرادی نفلوں میں مشغول رہتے۔ کچھ نماز میں کھڑے ہیں، کوئی دعا میں رو رہے ہیں، کوئی سجدہ میں ہیں، کوئی تلاوت میں مشغول ہیں۔ عجیب و غریب منظر ہوتا۔

تہجد کا معمول

یہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں رمضان المبارک کا نظام الاوقات رہا کرتا تھا۔ سال بھر حضرت شیخ قدس سرہ کی عادت شریفہ تقریباً پونے تین بجے تہجد کیلئے اٹھنے کی تھی۔ اور الارم لگا دیا جاتا اور حضرت الارم پر اٹھتے جب کچے گھر میں ہوتے۔ تہجد کی نماز میں کم از کم ساڑھے تین پارے کی تلاوت کا معمول تھا۔ نمازِ تہجد اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ تکیہ پر اپنا دایاں ہاتھ کھڑا کر کے، دائیں گال کو اس پر رکھ کر کے فجر کی اذان تک مراقب رہتے۔

پھر حضرت ایک گلاس پانی نوش فرماتے۔ اور پانی نہیں بلکہ حضرت برف پیتے تھے۔

خالص برف کا ٹھنڈا پانی پیتے تھے۔ حکیم ایوب صاحب وغیرہ نے مشورہ دیا، کہ خالی معدہ پر پانی مناسب نہیں، اس لیے حضرت کسی نمکین چیز کا ایک آدھ چمچ لے کر پھر پانی کا ایک گلاس نوش فرماتے تھے۔

اس کے بعد حضرت تھوڑی دیر کے لیے مراقب رہتے، فجر کی اذان ہوتی، سنتیں پڑھتے۔ سنت سے فارغ ہوکر پھر تھوڑی دیر اسی طرح تشریف فرما رہتے پھر مسجد تشریف لے جاتے۔

اشراق کا معمول

فجر کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت وہاں اشراق تک مراقب رہتے۔ کبھی کبھی حضرت کو اشراق سے پہلے استنجاء کا تقاضا ہوتا، حضرت فرماتے اٹھاؤ بھائی۔ اب اٹھانے والے ہیں ہی نہیں۔ حالانکہ اٹھانے والے حضرت کے پیچھے صف میں بیٹھے ہیں حضرت ایک دفعہ آواز دیتے، پھر دوسری دفعہ آواز دیتے 'ابے سب کہاں چلے گئے؟' تب ہم آنکھیں مسلتے کھڑے ہوتے۔ حضرت فرماتے 'ارے کب سے میں آواز دے رہا ہوں، ساتویں آسمان پر تم سب پہنچے ہوئے تھے'۔

تصنیف کا معمول

اشراق سے فارغ ہوکر حضرت کچے گھر تشریف لاتے۔ مہمانوں کو چائے اور پاپے (ٹوسٹ) پیش کیا جاتا۔ استنجاء سے فراغت پر حضرت کتب خانے میں تصنیف کے لیے تشریف لے جاتے۔ اور ساڑھے گیارہ بجے تصنیف سے فراغت پر نیچے اترنا ہوتا اور ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مہمان جمع ہوجاتے اور دسترخوان شروع ہوتا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت ظہر کی اذان تک قیلولہ فرماتے۔

فجر کی نماز، مراقبہ اور چائے سے فراغت کے بعد تصنیف کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے کبھی کبھی ضروری ڈاک کے جواب لکھوا کر پھر حضرت اوپر تشریف لے جاتے۔

---

[۱] ملفوظات مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

درس بخاری

پنجوقتہ نمازیں مظاہر کی دفتر والی مسجد میں ادا فرماتے۔ جمعہ کی نماز حکیم ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا فرماتے۔ ظہر کی اذان پر استنجاء وضوء سے فارغ ہوکر، نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور نماز سے فراغت کے بعد خطوط کے جواب لکھواتے۔ اس دوران سخت گرمیوں میں کبھی لسی بھت ٹھنڈی نوش فرماتے۔ پھر جب بخاری شریف کے گھنٹہ کا وقت ہوتا اس سے کافی پہلے حضرت مسجد کلثومیہ کے لیے چل پڑتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ حضرت کے پہنچنے سے پہلے گھنٹہ بج چکا ہو۔

حضرت کا ٹائم ٹیبل بہت منظّم ہوتا تھا کہ دار الطلبہ میں حضرت پہنچے ہیں اور ٹن ٹن کی آواز بخاری شریف کے گھنٹہ کی سنائی دیتی۔ عصر کی نماز تک درس ہوتا اور پھر عصر کی نماز حضرت اکثر وہیں پڑھ کر کچے گھر تشریف لاتے۔ عصر کی نماز کے بعد وہاں ختم خواجگان ہوتا جس میں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہوتی تھی۔

اس کے بعد پھر طلبہ، اساتذہ، عوام، خواص، شہری مسلم، غیر مسلم حضرات کا ایک بڑا مجمع حضرت کی عصر بعد کی مجلس کے لیے منتظر رہتا۔ اس مجلس میں چائے سب کو ملتی رہتی۔ پھر مغرب سے کافی پہلے حضرت مغرب کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

مغرب کی نماز کے بعد حضرت کی اوابین کی نفلیں بہت لمبی ہوا کرتی تھی۔ کئی پارے حضرت اس میں پڑھتے تھے۔ تمام نمازیں حضرت مظاہر العلوم کے دفتر والی مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور اوابین سے فراغت کے بعد حضرت کچے گھر تشریف لاتے اور مہمانوں کے لیے دسترخوان لگ جاتا۔

کھانے کا معمول

ہندوستان میں حضرت کا ساری عمر کا معمول صرف دوپہر کے وقت کھانے کا تھا۔ ایک وقت کھانا نوش فرماتے تھے۔

ابھی گذشتہ ہفتہ مولانا ریاض الحق صاحب کولسٹر میں دیکھا۔ مولانا احمد علی صاحب بریڈ فورڈ والوں کو دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟۔ وزن کم کرلیا آپ حضرات نے؟ دونوں نے ایک ہی جواب دیا کہ کھانا کم کردیا، صرف ایک وقت کھاتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا معمول ایک وقت دوپہر کے کھانے کا سہارنپور میں رہا اور جب مدینہ منورہ میں ہوتے تو عشاء کے بعد کھانے کا معمول تھا۔ دوپہر کا کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔

مغرب کے بعد مہمان ایک طرف کھانا نوش فرما رہے ہیں، دوسری طرف جن کو تخلیہ کا وقت دیا ہوتا ان کی معروضات سنتے۔ اس کے بعد عشاء کی نماز کے لیے حضرت تشریف لے جاتے۔ بہت کم عشاء سے قبل استنجاء یا تجدید وضوء کی حاجت ہوتی۔

عشاء کی نماز سے فراغت پر بھی نفلیں لمبی ہوا کرتی تھیں اور نفلوں سے فراغت کے بعد وہیں وتر سب سے اخیر میں پڑھا کرتے تھے۔ وتر سے فراغت کے بعد بآواز بلند سبحان الملک القدوس کہتے۔

پھر کچے گھر پہنچ کر خصوصی مجلس ہوتی۔ خدام اور خواص اور گھر کے بچے شریک ہوتے جس میں موسمی پھل، امرود وغیرہ ہوتے۔ ایک آدھ نمکین چیز ہوتی۔ میٹھی اشیاء صرف مہمانوں کے لیے ہوتیں کیوں کہ حضرت میٹھی چیز کا ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتے تھے۔ پھر جب اخیر عمر میں شکر کا عارضہ لاحق ہوا، اس کے بعد میٹھی چیزیں کھانے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ اس در کے فیض کو قیامت تک کے لیے جاری وساری رکھے۔ آج کی یہ ہماری مجلس تو حضرت کے معمولات اور ٹائم ٹیبل میں خرچ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ بزرگوں کے ٹائم ٹیبل اور معمولات بھی کہیں میں نے جمع کئے ہوئے ہیں کہ فلاں بزرگ، فلاں محدث ان کا یہ ٹائم ٹیبل تھا، ان کے یہ معمول تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے حضرت شیخ قدس سرہ کی طرح سے وہ بھی فجر کی نماز سے فراغت سے لے کر طلوع آفتاب تک ذکر، اذکار، توبہ واستغفار میں مشغول رہتے تھے۔ جب پوچھا جاتا، فرماتے تھے کہ یہ میرا ناشتہ ہے۔ یہ ناشتہ میں نہ کروں تو میرے قویٰ بالکل کمزور ہو جائیں گے۔ پھر قرآن مجید کا مطالعہ کرتے۔ پھر مختلف کتابیں دیکھتے، فتووں کا جواب لکھتے۔

اس کے بعد دار الحدیث السکریہ اور دار الحدیث حنبلیہ میں طلبہ کو درس دیتے۔ عصر کی نماز کے بعد ایک عام مجلس ہوتی تھی جس میں ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کوئی خاص موضوع نہیں ہوتا تھا علمی غیر علمی سب طرح کی گفتگو ہوتی۔ مغرب کی نماز کے بعد بھی طلبہ کے لئے درس ہوتا۔ اکثر جمعہ کی صبح، نمازِ فجر کے بعد، قرآن مجید کی تفسیر ہوتی۔ اس تفسیر کے ضمن میں فلسفہ، کلام اور تصوف، ان تمام علوم اور فنون پر بحث ہوتی۔

جمعہ سے پہلے کی مجلس

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی جمعہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے تصنیف سے فراغت پر ساڑھے گیارہ کے بجائے گیارہ بجے کتب خانہ سے نیچے تشریف لے آتے اور عوامی مجلس ہوتی۔ جو مظاہر علوم کے دفتر کی سہ دری میں ہوتی جس میں اطراف کے دیہات سے سینکڑوں کی تعداد میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے پہنچتے اور حضرت کی مجلس میں شرکت کے لیے سفر کر کے آتے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کی یہ مجلس ہوتی تھی جس میں حضرت ان سب کو بیعت فرماتے، کچھ نصیحت فرماتے۔ اس دوران مجلس میں نائی حجام جب ضرورت ہوتی بال مشین سے کاٹتا اور قینچی سے مونچھ کے بال تراش لیتا۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ قدس سرہ جیسا ذوق ہمیں عطا فرمائے۔ کہ برسہا برس میں اس ٹائم ٹیبل میں کبھی تبدیلی نہیں دیکھی گئی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر وقت میں ابھی اسی موضوع کو پھر دہرا لیتے ہیں، جو شروع کیا تھا کہ بعضے حضرات جنہوں نے تصوف کے اور صوفیائے کرام کے خلاف جو کتابیں لکھیں تھیں، انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا اور سابقہ کی تلافی کے لئے پھر انہوں نے تردید کے بجائے تائید میں کتابیں لکھی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'ضَيَّعْتُ الْعُمُرَ الْعَزِيْزَ فِيْ تَصْنِيْفِ الْبَسِيْطِ وَالْوَسِيْطِ وَالْوَجِيْزِ' کہ میں نے یہ سب کتابیں تصنیف کیں، میں اس کو اپنی عمر کو ضائع کرنا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے المنقذ من الضلال، مشکوۃ الانوار، احیاء العلوم، یہ سب کتابیں تصنیف فرمائیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح علامہ ابن الجوزی کتنے بڑے محدث ہیں۔ یہ بھی صوفیاء پر شدت سے نکیر کرنے والوں میں سے تھے۔ ایک کتاب تلبیس ابلیس لکھی۔ جس میں مختلف جماعتوں پر رد کیا کہ کیسے کیسے ابلیس اور شیطان انہیں گمراہ کرتا ہے۔ فقہاء کے ساتھ کیسی تلبیس ہوتی ہے، علماء کے ساتھ کیسی تلبیس ہوتی ہے، واعظین کے ساتھ کیسی تلبیس ہوتی ہے، سب کے الگ الگ واقعات لکھے ہیں۔

ابن الجوزی نے سے صوفیائے کرام پر نکیر فرمائی۔ خاص طور پر حضرت پیرانِ پیر سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر نکیر کیا کرتے تھے۔ ان پر نکیر ہی کے نتیجہ میں ابن الجوزی نے ایک دفعہ پانچ سال کی جیل بھگتی۔ لیکن پھر ایک ہی مرتبہ ایک بزرگ شیخ شبلی یا شیخ چلی کے وعظ میں پہنچ گئے۔ پھر کیا تھا، وعظ سنتے ہی ان پر وجد طاری ہوا۔

وجد میں اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ ایک مجلس میں حاضری کافی ہوگئی اور علامہ ابن جوزی میں تغیر شروع ہوگیا۔ اللہ اکبر۔ کتنے بڑے انسان تھے اور کیسے ایک دم اچانک تبدیل ہوگئے۔

اس کے بعد انہوں نے صفۃ الصفوۃ کتاب لکھی اور ثبات عند الممات لکھی۔ جس میں صوفیاء ہی صوفیاء کا ذکر ہے اور ان کے واقعات ہیں۔

شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ

خود امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علمائے ظاہر میں جو اہل ورع گذرے ہیں وہ سارے کے سارے صوفیائے کرام کے مداح ہیں۔ ان کی تعریف کرتے ہیں۔

اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے زبردست امام کو شیبان راعی کے سامنے ادب سے طالب علم بن کر بیٹھے ہوئے کسی نے دیکھا اور پوچھا کہ التحیات کے قعدہ کی طرح آپ زانو تہ کرکے ان کے سامنے بیٹھتے ہیں؟ یہ تو ایک چرواہا ہے، نام ہی شیبان راعی ہے، بدوی گنوار انسان ہے۔ اس سے آپ کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ 'اِنَّ هٰذَا وُفِّقَ لِمَا اُغْفِلْنَا' کہ جو علم ان کو میسر ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اپنی علمی الجھنوں کو اور اشکالات کو کن کے پاس لے جاتے، حضرت معروف کرخی کے پاس لے جاکر حل کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکات کو قیامت تک کے لیے باقی رکھے، ان سلسلوں کو قیامت تک کے لیے باقی رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضمون چل رہا تھا لیسٹر جلسہ سے کہ یہ تاثر جو دیا گیا کہ بڑے بڑے حضرات محدثین عظام، یہ سب تصوف اور اہل تصوف کے خلاف تھے۔ یہ تاثر صحیح نہیں ہے کیوں کہ خود ائمہ مجتہدین، اور ائمہ اربعہ ان سے بڑھ کر محدث کون ہوگا، ان کے متعلق گذشتہ سال یا اس سے پیوستہ سال، پورا مہینہ میں بیان کرتا رہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی کی تسبیح زبان پر رہی۔

یہ اتنے بڑے محدث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ ایک شاگرد ان کے یہاں پڑھنے کیلئے پہنچتا ہے مغرب سے، ہمارے یہاں سے۔ امام ابوحنیفہؒ کے گھر میں بالکنی سے کوئی اینٹ گرتی ہے، گھڑا گرتا ہے اور وہ زخمی ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کا حال پوچھتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں کہ ہمارے گھر میں تمہیں چوٹ لگی۔ اس کا کیا کفارہ ہمیں دینا چاہئے؟ اس کا کوئی مالی تاوان تمہیں چاہئے یا اور کچھ؟ اب وہ عرض کرتے ہیں کہ 'اور کچھ'۔

مجہول اجرت

مجہول اجرت متعین کی جائے، حضرت شیخ قدس سرہ اس کی مثال دے رہے تھے بخاری شریف کے درس میں۔ فرمایا کہ سامان اٹھانے، سوٹ کیس اٹھانے کے لیے قلی آپ سے

ٹرین اسٹیشن پر پوچھیں گے کہ میں اٹھالوں؟ مسافر نے کہہ دیا کہ اچھا اٹھالو۔ آپ پوچھیں گے کہ کیا لوگے؟ وہ کہے گا ارے بھائی جو چاہے دے دینا، کچھ دے دینا۔ اب اجرت طے کرنے والے نے قلی کو پانچ دینا چاہے تو ناراض، دس دیئے تو ناراض۔ ارے بھائی کیوں ناراض ہو؟ ساری دنیا تو اس سے کم دیتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ 'کچھ' دے دینا، نہیں لے رہا۔ اب مسافر کو غصہ آیا۔ کہا کہ اچھا پھر تھوڑی دیر کے بعد آکر لیجانا۔

اتنی دیر میں کسی بچہ سے کہا ہوگا کہ چوہا پکڑ کر لاؤ۔ وہ چوہا ایک ڈبہ میں ڈال دیا۔ جب وہ مزدور لینے آیا، کہا کہ یہ سنبھال کر لے جاؤ، اپنے گھر لے جا کر اس کو کھولنا، رستہ میں کھولنا نہیں۔ اب مزدور نے ہاتھ میں لیا، وہ کہہ رہا ہے کہ 'اس میں تو کچھ کُدّ ے'۔ سہارنپور کی زبان میں۔ 'اس میں تو کچھ کُدّ ے'۔ اس میں تو کوئی چیز کود رہی ہے۔ فرمایا کہ کھولنا نہیں۔ گھر جا کر کھولا، چوہا نکل کر بھاگ گیا۔ مزدور نے واپس آکر پھر جھگڑا شروع کیا۔ کہ اس میں تم نے چوہا دیا تھا۔ فرمایا کہ چوہا نہیں، اس میں 'کچھ' دیا تھا اور آپ نے اقرار کیا کہ 'اس میں تو کچھ کُدّ ے'۔ پھر ان کو ان کی مزدوری جو پہلے دے رہے تھے دے کر جھگڑا چکایا ہوگا۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ قدس سرہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مہمانوں کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب کے یہاں اچانک مہمان آگئے۔ نانبائی پڑوس میں تھا دیکھ رہا ہے کہ رات کا وقت ہے کہاں سے ان کو کھلائیں گے۔ وہ ایک طباق لے کر آیا پیش کیا۔ مہمان فارغ ہوئے، برتن لینے کے لیے آیا تو حضرت ان سے پوچھتے ہیں کہ بھئی آپ نے تو ہمارا جی خوش کر دیا کیا آپ کو دیں۔ نانبائی نے سوچا کہ مانگنے کا وقت ہے تو کہا کہ 'مجھے اپنے جیسا بنا دو'۔ خواجہ صاحب نے بہت منت سماجت کی کہ تم اس کے متحمل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اب تو آپ نے وعدہ فرما دیا۔

لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اپنے ساتھ کمرہ میں لے گئے، توجہ تھوڑی دیر دی۔ واپس

نکلے، دونوں ایک جیسے ہیں۔ اس نانبائی اور ریسٹورنٹ والے کا حلیہ بالکل خواجہ باقی باللہ کا ہے، ہم شکل بن گیا۔ فرق دونوں میں یہ تھا کہ خواجہ باقی باللہ صاحب معمول کے مطابق تھے، نارمل تھے اور وہ نانبائی، وہ ریسٹورنٹ والا مدہوش تھا۔ اسے دنیا و مافیھا، زمین آسمان کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں کیوں کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم اس کے متحمل نہیں ہوسکو گے۔ تین دن وہ اس مدہوشی کی حالت میں زندہ رہے پھر وفات ہوئی۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے لیکن یہ اللہ کی کتنی بڑی دین ہے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب اس وقت جس مرتبہ پر فائز تھے اس درجہ پر پہنچ کر یہ نانبائی بھٹیارہ واصل بحق ہوا۔

تین لاکھ احادیث

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک مغربی حدیث پڑھنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں چھت سے بالکنی سے کوئی اینٹ گرتی ہے، یا گھڑا گرتا ہے اور وہ طالب علم زخمی ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کا حال پوچھتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ ہمارے گھر میں تمہیں چوٹ لگی۔ اس کا کیا کفارہ ہمیں دینا چاہئے؟ اس کا کوئی مالی تاوان تمہیں چاہئے یا اور کچھ؟۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی کے حالات پورا مہینہ بیان کرتے رہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد زخمی ہوئے۔ حضرت امام ان سے پوچھ رہے ہیں کہ 'تَختَارُ الْاَرْشَ' کہ تمہیں تاوان چاہئے کہ جو مالی تاوان اتنے زخم پر دیا جاتا ہے، کتاب الدیات میں تفصیل سے سارے مسائل لکھے گئے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے والے بھی سمجھتے تھے کہ یہ کیسے عظیم محدث ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شاگرد عرض کرتے ہیں کہ مجھے تین لاکھ حدیثیں سنا دیجئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمادیں۔ اور مالکیہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ 'فَحَدَّثَنِیْ' کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مجھے تین لاکھ

احادیث سنانے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا کردیا۔ وہ تین لاکھ احادیث سنادیں۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

اتنے بڑے محدث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ ہروقت داؤد طائی، اپنے شاگرد کو اپنے ساتھ رکھتے۔ شاگرد کے متعلق عرض کیا تھا کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے کہ وہ نہ دن میں سوتے ہیں نہ رات میں سوتے ہیں۔ ان حضرات کا اصول بتایا تھا کہ 'اَلنَّوْمُ بِالْغَلَبَةِ'۔ کہ نیند جہاں مارکر گرادے وہیں پر پڑے رہو اتنی دیر کے لیے۔ جب آنکھ کھلی، پھر وضو کر کے نماز میں لگ جاؤ، اپنے معمولات میں لگ جاؤ۔

کسی شاگرد نے استاذ محترم کی منت سماجت کی کہ حضرت پیر ذرہ دراز فرمالیجئے، ٹھیک سے سوجایئے۔ اور زبان سے نکل گیا کہ ابھی تو کوئی یہاں ہے نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوہو! اگر اب کوئی نہیں دیکھ رہا اس لیے پیر لمبے کرلیں گے، پھر تو یہ سارا ڈھونگ ہوگیا، دنیا پرستی ہوگئی، دکھلاوا ہوگیا۔ کہ ریا ونمود کے لیے لوگوں کے سامنے تو عبادت میں لگے رہتے ہیں اور جب کوئی نہیں ہے تو پیر لمبے کر کے سوتے ہیں۔ چند دن نہیں بلکہ یہی معمول رہا بیس برس تک۔ نہ کھانے کا معمول، نہ سونے کا معمول۔ صرف تعبد۔ عبادت عبادت عبادت۔

امام اعظم اپنے اس شاگرد کو دیکھتے رہے انہیں سراہتے ہیں، ان کے مجاہدوں کو سراہتے ہیں اور تعریف کرتے ہوئے کیا فرماتے ہیں کہ انہوں نے علم سیکھا، اس پر عمل کیا۔ 'فَأَوْرَثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ'، اللہ نے پھر ان کو علم لدنی عطا فرمایا۔ اب اتنے بڑے محدث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کس قدر اپنے ایک صوفی شاگرد کی قدر فرماتے ہیں۔ ہم پر حق تعالیٰ شانہ کا بہت بڑا احسان کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں رکھا، آپ کی جماعت میں رکھا، آپ کے مقلدین میں رکھا۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کی تقلید، ان کے پیچھے چلنے کا پٹہ ہم نے اپنی گردن میں ڈال دیا۔

ایک ہزار رکعت کا معمول

ابتداء میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تین سو رکعت پڑھتے تھے۔ کسی کو سنا کہ اوہ! ان کا معمول پانچ سو کا۔ تب جوش اٹھا، پھر پانچ سو پڑھتے تھے۔ اس طرح کرتے کرتے ایک ہزار تک پہنچا دیا۔ اور ایک ہزار رکعت پڑھیں گے تب ہی تو عشاء کے وضو سے فجر پڑھتے تھے۔ اور اس پڑھنے کا کیا صلہ ملا؟ کہ روضہ اقدس پر حاضر ہیں، سلام پیش کرتے ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ'، جواب ملتا ہے 'وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ'۔

سید علی ہجویری نے خواب بیان کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گود میں کسی معمر کو اٹھا کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ قریب جا کر پوچھا یارسول اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ 'امام المسلمین'۔ چوں کہ سب تو بچپن میں پڑھتے رہے، لیکن یہ پہلے بیس برس تک عبادت میں رہے۔ تعبد کر کے پھر بڑے ہو کر علم کی طرف اور حدیث کی طرف آئے ہیں۔ کہ اس زمانے میں پہلے اپنے آپ کو دھو کر حدیث پڑھنے کے قابل بناؤ۔ بیس برس تک عبادت کرو تب جا کر درس میں بیٹھو۔ آپ نے اس پر عمل فرمایا۔ اور اسی کو علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ بچے کو جس طرح گود میں اٹھاتے ہیں اس طرح بڑی عمر کے آپ کی گود میں یہ کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امام المسلمین ابوحنیفہ ہیں۔

حوض کوثر کا خواب

نوفل اپنے خواب میں دیکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوضِ کوثر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں پہنچائے، ہمیں بھی جامِ کوثر عطا فرمائے۔ نوفل کہتے ہیں کہ میں حوضِ کوثر پر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامِ کوثر تقسیم فرما رہے ہیں، سب آنے والوں کو پیش فرما رہے ہیں 'لو پیو'۔ میں پہنچا، میں نے مانگا تو کیا جواب ملا؟ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'پہلے میں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے تب دے سکتا ہوں'۔ کاش کہ ہمارے لئے بھی اجازت ملے۔

نوفل کہتے ہیں کہ میں نے جو وہاں مجمع دیکھا، میں سب کو پہچان رہا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور آپ کے بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور میں انگلیوں پر گننے لگا۔ ایک دو تین۔ کون کون ہیں اور کہاں ہیں۔ گنتے گنتے سترہ تک میں پہنچا تب میری آنکھ کھلی تو سترہ کی گنتی پر میری انگلیاں بند تھیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جھنڈا

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ! یہاں تو زیارت ہوئی۔ میں محشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے ان گنت مجمع میں کہاں تلاش کروں گا؟ کیسے میں آپ تک پہنچوں گا؟ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوسکے گی؟ تو فرمایا کہ 'عِنْدَ عَلَمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ'۔ کہ ابوحنیفہ کے علَم کے پیچھے، جھنڈے کے پیچھے جو لگیں گے اور ان کے پیچھے جو چلیں گے اور ان کے پیچھے چلنے والوں کا جو مجمع ہوگا، میں وہاں ہوں گا۔ وہ مجمع اتنا بڑا ہوگا کہ محشر میں ایک علَم اور جھنڈا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زندہ باد کا اونچا کیا گیا ہوگا۔ کہ یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے یہاں آجاؤ۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہاں ہوں گا 'عِنْدَ عَلَمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ'۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ان عظمتوں کے باوجود اور کتنے عظیم مرتبہ کئی وجوہ سے، علم کے اعتبار سے، اجتہاد کے اعتبار سے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بہت اوپر، بہت اونچے، بہت بڑے تھے۔ لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے، لکھا ہے دیکھنے والوں نے کہ ہم نے دیکھا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متواضعانہ، دوزانو تہ کئے ہوئے التحیات کی ہیئت کی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تشریف فرما ہیں۔

حالانکہ امام اعظم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں تیرہ یا سترہ برس بڑے ہیں۔ مرتبہ

کے اعتبار سے بڑے ہیں، لیکن تواضع کا یہ حال ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں علم حدیث اور فقہ واجتہاد کی خدمت انجام دے رہے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اہل مدینہ کی اس قدر عظمت اور ان کا احترام کہ تواضع سے تشریف فرما ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

ترتیب المدارک میں لکھا ہے کہ ایک فقیہ کا بیان ہے کہ جس شام کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ ہم اس شام کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔ پوچھا 'کَیْفَ تَجِدُکَ؟' جواب دیا 'مَا أَدْرِیْ' ۔کہ پوچھا کہ آپ کیسے ہو؟ جواب دیا کہ 'مجھے کچھ پتہ نہیں' ۔اس کے بعد انہوں نے شہادتین پڑھنا شروع کیا اور پڑھا 'لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ' ۔اسی لئے میں نے کہا کہ یہ بڑے جاتے ہیں، پوری دنیا میں شور ہو جاتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کتنا شور تھا اور جب تشریف لے گئے، سارا مدینہ تاریک ہو گیا تھا۔ اندھیرا چھا گیا۔ دن میں چاشت کے وقت میں رات کی تاریکی چھا گئی۔

اسی طرح عمر بن یحییٰ بن سعد الانصاری خواب دیکھتے ہیں کہ کوئی خواب میں خبر دیتا ہے کہ

اِمَامُ الْھُدٰی مَازَالَ لِلْعِلْمِ صَانِعًا عَلَیْہِ سَلَامُ اللّٰہِ فِیْ آخِرِ الدَّھْرِ

کہ ان پر اللہ کا سلام ہو اور ان کی آخری گھڑیاں آ پہنچیں۔ خواب دیکھتے ہوئے آنکھ کھلی اور سچ مچ کوئی روتی ہوئی آواز سے چلا کر خبر دے رہا تھا کہ 'امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو گئی' ۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی جان نے خواب دیکھا کہ کسی کہنے والے نے اعلان کیا کہ 'مَاتَ اَعْلَمُ اَھْلِ الْاَرْضِ' ۔

اسد فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک اونٹنی پر سوار ہیں اور اڑ رہے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اسد نے دیکھا کہ ہیں اونٹنی پر سوار اور اڑ رہے ہیں۔ یہ اڑنے والی اونٹنی ہے۔ جیسے ام المومنین حضرت امی جان حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جب رخصتی ہوئی،تب تک کھلونے ساتھ ہیں۔گھوڑا بنایا اور اس کے پر بنائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عائشہ! گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اونٹنی بھی اڑ رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ اب میں نے پوچھا کہ 'حضرۃ الامام! الی ماصرت؟' آپ کا کیا انجام ہوا؟ کیا گذری؟ فرمایا کہ 'کَلَّمَنِیْ رَبِّیْ کِفَاحًا' ۔آمنے سامنے زیارت ہوئی مالک کی اور مجھ سے گفتگو فرمائی، بات فرمائی۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ مرتبہ یہ منصب عطا فرمائے۔ پھر مالک نے مجھے اختیار دیا 'سَلْنِیْ اُعْطِیْتُ، وَتَمَنَّ اُرْضِیْکَ' ۔کہ جو مانگو میں وہ دوں گا۔ جو تمنا کرو گے، جو چاہت ہوگی، تمہیں راضی کر کے چھوڑوں گا۔

سبز پرندہ

ابھی پرسوں ہمارے خالہ زاد بھائی یونس لمباڈا کے بیٹے چند روز پہلے گاؤں میں نرولی میں شہید ہوگئے۔ میں نے کہا کہ ان کے مرتبہ کا کیا کہنا کہ ڈبل شہادت ملی۔ وہ دماغی طور پر معذور تھے۔ پانی پینے کے لیے یا ہاتھ منہ دھونے کے لیے کھاڑی میں اترنا چاہا اور قابو نہ رہ سکا اور ڈوب گئے۔ میں نے کہا کہ دو قسم کی شہادتیں ملیں۔

ان کے بیٹے نے کہا کہ میری والدہ پرسوں جاگ رہی تھیں ابھی پڑھ رہی تھیں۔نرولی میں ہیں گاؤں میں ہیں ابھی پڑھ رہی ہیں اتنے میں دیکھا کہ باہر سے کوئی پرندہ سبز رنگ کا آیا اور جس چارپائی پر مرحوم لیٹتے تھے اس پر اس نے تھوڑی دیر چند چکر لگا کر واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ ماں پوچھتی ہے کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ حدیث پاک میں آیا ہے شہداء کے متعلق کہ 'فِیْ اَجْسَادِ طَیْرٍ خُضْرٍ' ۔کہ سبز پرندوں کے خول میں یہ اڑتے پھریں گے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتنے قریب تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے۔صوفیائے کرام کتنے قریب تھے کہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مرنے کے بعد بھی اپنے دوست کو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ رہے ہیں۔ کیسے؟ کہ فضیل بن عیاض نے زید بن اسلم کو

خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ امام مالک کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ 'فَوْق، فَوْق'۔ اوپر ہیں۔

اپنے دوست امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھ چکے اور جواب مل گیا، اب پوچھتے ہیں کہ 'مَافَعَلَ اللّٰهُ بِکَ یَا زَیْدُ؟' اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ 'غَفَرَ لِیْ بِکَلِمَةِ عُثْمَانَ'۔ اللہ نے میری مغفرت فرمادی۔ کون سے کلمہ کی بنا پر؟ فرمایا کہ اس کلمہ کی بنا پر 'اَلَّتِیْ کَانَ یَقُوْلُ عُثْمَانُ عِنْدَ مَا رَأیَ الْمَیِّتَ'۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی میت کو دیکھتے تو جو کلمہ ان کی زبان سے اس وقت نکلتا تھا، وہ کلمہ میرا اورد اور وظیفہ تھا۔

اس کو اپنا ورد بنائیے۔ سبحان اللہ و بحمدہ چلتے پھرتے پڑھتے رہئے جس طرح جلسہ میں پڑھوایا تھا 'سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ وبحمدہ'۔ ابھی آپ سنتے جائیں، بیان سنتے سنتے بھی پڑھتے جائیں 'سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ وبحمدہ'۔ ایک سانس میں دس مرتبہ آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ دس سانس میں دس دس مرتبہ ہوا۔ اسی طرح سو ہو گئے۔

بخاری شریف کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی دن میں بھی سو مرتبہ 'سبحان اللہ وبحمدہ' پڑھا، اس کے گناہ سارے معاف۔ دس مرتبہ ہر سانس میں آپ نے سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ لیا۔ اتنی مختصر مدت میں سب گناہ معاف ہو جائیں گے، اگرچہ اس میں دس سانس کی شرط نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس نے کسی دن میں بھی سو مرتبہ 'سبحان اللہ وبحمدہ' پڑھا، اس کے گناہ سارے معاف 'وَلَوْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ'، 'وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ'۔ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں گے تب بھی وہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے گناہوں کی معافی دے اور ستاری فرمائے۔ اور رمضان المبارک کی ناقدری سے بچنے کی ہمیں توفیق دے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۵ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحیم

گذشتہ کل بیان کیا تھا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق فضیل بن عیاض نے خواب دیکھا۔ پوچھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں۔ بتایا گیا کہ فوق، فوق۔ بہت اوپر ہیں۔ فضیل بن عیاض زید بن اسلم کو پوچھ رہے ہیں۔ دیکھا کہ وہ جنت ہی میں ہیں پھر بھی پوچھتے ہیں کہ **مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِکَ** ؟' کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟

وہ بتاتے ہیں کہ '**غَفَرَ لِیُ بِکَلِمَةِ عُثْمَانَ الَّتِیُ کَانَ یَقُوُلُ عُثْمَانُ عِنُدَ مَا رَأیَ الُمَیِّت**'۔ کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی جنازہ کو دیکھتے تھے، وہ پڑھتے تھے کہ '**سُبُحَانَ الُحَيِّ الَّذِیُ لایَمُوُتُ**'۔ آج کل تراویح کے ترویحہ میں ہم پڑھتے ہیں، اسے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر میت کو دیکھتے اور پڑھتے تھے '**سُبُحَانَ الُحَيِّ الَّذِیُ لایَمُوُت**'۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا یہ ورد تھا، میں کثرت سے پڑھا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔

لا ادری

اسی طرح کسی اور دیکھنے والے نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ پوچھا کہ اوہ! آپ کا انتقال ہوگیا؟ فرمایا کہ کیوں نہیں؟ پھر پوچھا '**فِیُ مَا صِرُتَ**؟' کہ آپ کا کیا بنا۔ جواب دیا

'بِعَفْوِ اللّٰہِ لَا بِعَمَلِیْ' کہ میرے کسی عمل سے نہیں بلکہ اللہ کے عفو اور بخشش سے میرا کام بنا۔ پوچھا کہ آپ اتنے بڑے امام تھے 'فَمَا شَانُ الْعِلْمِ' ۔فرمایا کہ علم کا تو کیا پوچھتے ہو 'اَکْثَرُ مَا نَجْوُنَا بِالتَّوَقُّفِ' ۔ہم کسی مسئلہ میں جو کہہ دیتے تھے اس میں تو پکڑ ہو سکتی ہو گی لیکن جو ہمیں نجات ملی وہ توقف سے ملی۔ جواب نہ دینے سے، نہ بولنے سے، لا ادری کہنے کی وجہ سے نجات ملی۔

سترہ برس کی عمر سے مسند پر

یہ کتنے بڑے امام تھے امام مالک۔ سترہ برس کی عمر سے مسند پر بیٹھے ساری عمر درس دیتے رہے۔ احادیث پڑھاتے رہے۔ اتنے جلدی کیسے بیٹھے؟ سب کا اصرار تھا۔ یہ کہہ رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں بزرگ خوشامد کر رہے ہیں کہ آپ شروع کیجئے۔ فرماتے ہیں کہ 'مَا جَلَسْتُ حَتّٰی شَهِدَ لِیْ سَبْعُوْنَ' ۔ بڑے بڑے ائمہ اور شیوخ حدیث، مشائخ حدیث میں سے ستر نے جب تک مجھ پر اصرار نہیں کیا وہاں تک میں اس مسند پر نہیں بیٹھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت بڑے تھے۔ ہر چیز میں بڑے، عمر میں بھی بڑے، منصب اور اجتہاد میں، ہر چیز میں بڑے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حرمین کے سفر سے واپس کوفہ پہنچے، وہاں شہرہ ہو گا مدینہ طیبہ کے نوجوان علماء کا۔ پوچھا گیا کہ 'کَیْفَ رَأَیْتَ غِلْمَانَ الْمَدِیْنَةِ؟'۔ مدینہ کے نوجوانوں کا وہاں بہت کام ہے وہاں مدینہ طیبہ میں۔ ماشاء اللہ دنیا سے بڑا رجوع ہے ان کی طرف۔ حضرت امام نے فرمایا ہم نے تو ان سب کو دیکھا۔

مگر ان میں سے اگر نجابت میں نے کسی میں محسوس کی ہے تو 'فَالْاَشْقَرُ الْاَزْرَقُ' میں۔ کہ وہ بڑے خوبصورت نوجوان نیلگوں جن کی آنکھیں تھیں یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ان میں نجابت محسوس کی، وہ نوجوان نجباء میں سے بن سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں منتخب

کرے گا۔ یہ پہلی پیشین گوئی ہے۔ حالانکہ ابھی تو مبتدی ہیں۔نوجوان مدرس ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سترہ برس کی عمر میں میں نے گدی سنبھالی۔ اسی وقت دیکھا ہوگا۔

کسی نے پوچھا کہ مدینہ طیبہ کا کیا حال ہے،ان کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جواب دیا۔فرمایا کہ کیا پوچھتے ہو 'رَأَیْتُ بِھَا عِلْمًا مَبْثُوْثًا' بہت علم ہے وہاں ماشاءاللہ۔ 'فَاِنْ یَجْمَعُهُ فَالْغُلَامُ الْاَبْیَضُ الْاَحْمَرُ'۔ کہ اگر وہ سارا علم کوئی جمع کرلے گا تو وہ سپید اور سرخ نوجوان ہے وہ اسے جمع کرلے گا۔

اختلافِ اصول

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات پر یہ جو تبصرہ ہے،اس تبصرہ کو ابن غانم نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر اس کی تصدیق فرمائی۔ کہ ہاں میں ان سے ملا ہوں 'فَرَأَیْتُ رَجُلاً لَهُ عِلْمٌ وَفَھْمٌ'۔آگے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اختلاف تھا، وہ بھی ساتھ بیان کیا۔'لَوْ بَنیٰ عَلٰی اَصْلٍ یَعْنِیْ اَثْرَ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ ۔کہ جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بطور اصول اپنے لئے پسند کیا، چاہتے تھے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو اپنالیں۔مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول مختلف تھے۔

اب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس گفتگو اور اس واقعہ سے کوئی دوسرا نتیجہ نکالے اور اسے گھن محسوس ہوتی ہو اس میں جھگڑہ اور اختلاف کی تو وہ جاہل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک عظیم مجتہد ہیں اور ان کے یہاں جو ان کے اصول ہیں اور اجتہاد جس پر وہ کررہے ہیں، وہ سارے انہوں نے بتائے۔لیکن جو ہم نے اپنایا ہے'اثر اہل المدینۃ' اور 'عمل اہل المدینہ' کاش کہ وہ اس کو بھی شامل فرمالیتے۔

اتنے بڑے امام، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باوجود اپنے اس علم وفضل کے کہ چونکہ شروع ہی سے سترہ برس کی عمر سے تحدیث میں لگ گئے،اور ان کے یہاں رعب ہوتا تھا، سلاطین والا

دبدبہ، ان کے دبدبہ کی بنا پر کوئی ادھر ادھر کی بات نہیں ہوتی تھی۔ جو ان کا ٹائم ٹیبل اسی کے مطابق سب چلتا تھا کہ جس وقت وہ فرمائیں تب وہ سنیں گے۔ کوئی پوچھ نہیں سکتا تھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔

پوری زندگی نہ ہنسنا

کہتے ہیں کہ ساری عمر کبھی انہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نوواردحاجی یا مہمان پہنچ گئے اور وہ صوفیاء کا تذکرہ کرنے لگے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اور تفصیل بتانے لگے کہ وہ ذکر کرتے ہیں اور ذکر کرتے کرتے ان صوفیوں پر حال طاری ہوتا ہے اور وہ رقص کرنے لگتے ہیں اور ناچنے لگتے ہیں۔ جب یہ رقص کا حال سنا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، تو بہت زور سے ہنس پڑے۔ ساری عمر میں پہلی مرتبہ خدام نے اپنے امام کو ہنستے ہوئے دیکھا، انہوں نے سوچا کہ یہ نووارد کہاں سے آ گیا۔

کیسی عظیم امتیازی شان تھی، یہ امتیازی خوبی تھی جو ہم نے کسی میں نہیں دیکھی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ساری عمر میں یہ کبھی ہنسے نہیں، کہاں سے یہ آدمی آ گیا کہ جس نے ہمارے امام کو ہنسا دیا۔

اب امام مالک کو اس طرح کی باتیں صوفیاء کے متعلق کچھ پہنچی ہوں گی جس سے ان کو کوئی کبیدگی ہوگی یا ناپسند فرماتے ہوں گے۔

لیکن لکھا ہے کہ جب صوفیائے کرام کا صحیح حال اور صحیح صوفیاء کا حال انہیں پہنچا تب وہ لوگوں کو ان کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔

علمِ باطن

اسی لیے بعد میں امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ 'اَلْعِلْمُ لَیْسَ بِکَثْرَةِ الرِّوَایَةِ'۔ کہ یہ جو تم روایت اور حدیث پڑھتے ہو کہ ہم نے اتنی احادیث حفظ کر لیں، دس ہزار کر لیں، پچاس ہزار کر لیں، یہ 'اَلْعِلْمُ لَیْسَ بِکَثْرَةِ الرِّوَایَةِ، اِنَّمَا الْعِلْمُ نُوْرٌ یَجْعَلُ اللّٰہُ فِی الْقَلْبِ'۔ کہ علم

تو ایک نور ہے۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن عدی نے اپنی کامل میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا۔

اس جملہ کی شرح میں امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جامع صغیر کی شرح میں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے علم باطن کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی حدیث پاک تو ہے ہی سراپا نور۔ اس میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ کوئی ظاہر پرست اور کوئی ظاہریہ میں سے یہ کہے کہ یہ تو حدیث کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس کے نور کو اللہ تعالی دل میں ڈالتا ہے۔ ہم نے کہا کہ پھر نفی کس چیز کی کی ہے؟ نفی اسی کی تو کر رہے ہیں کہ 'اَلْعِلْمُ لَیْسَ بِکَثْرَةِ الرِّوَایَةِ'۔ اور وہ ایک دوسرا علم ہے جس کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ علم تو صرف وہ علم ہے جو نور ہے، 'یَجْعَلُ اللّٰهُ فِی الْقَلْبِ'۔

اس لئے مناوی کو جامع صغیر کی شرح میں اس جملہ کی شرح کرنی پڑی اور فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملہ سے علم باطن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی علوم اسرار باطنیہ کشفیہ، انوار قلبیہ جو صوفیاء کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ 'عِلْمُ بَاطِنٍ سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰهِ یَقْذِفُهُ فِیْ قَلْبِ مَن یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ'۔ علم باطن اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندہ کے دل میں چاہے وہ ڈال دے۔

مذاہبِ اربعہ برحق

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر فوقیت دیتے ہیں، یہ ایک طرح کی تبلیغ نہیں ہے یا دعوت نہیں ہے کہ کہ مالکیہ کو ہم حنفیہ بنانا چاہتے ہیں یا یہ مالکیت کو چھوڑ کر تم حنفیت کی طرف آجاؤ۔ ہرگز نہیں۔ کوئی بننا چاہے گا تو ہم اس کو بھی روکیں گے۔ ہم چاروں مذاہب کو حق سمجھتے ہیں۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہروں کی شکل میں ان چاروں کو دیکھا۔ قبوں کی شکل میں ان چاروں کو دیکھا۔ حق جل مجدہ کے یہاں ملأِ اعلیٰ میں ان سب کو عظمت حاصل ہے۔ کوئی بڑا چھوٹا تو ہر گھر میں ہوتا ہے۔ یہی حال ہمارے ائمہ کا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اور آگے چلئے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سترہ برس کی عمر میں مسند پر بیٹھے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں تیرہ برس کی عمر میں حرم مکی میں کہا کرتا تھا کہ سَلُوْنِیْ مَاشِئتُمْ ۔ کہ مجھے اللہ نے اتنا علم دیا کہ جو سوال مجھ سے کرو میں اس کا جواب دینے کو تیار ہوں۔ کون کہتا ہے؟ تیرہ سالہ نوجوان۔

پھر سب نے اصرار شروع کیا کہ نہیں۔ آپ اس کے منتظر مت رہو کہ آپ سے کوئی پوچھے اور آپ سوال لے کر ہمارے پاس تصدیق کے لیے آتے ہو کہ میرا فتویٰ صحیح ہے یا نہیں۔ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کب؟ پندرہ برس کی عمر میں۔ پندرہ برس کی عمر میں پھر مشائخ نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت! آپ ہی ہمارے شیخ اور استاذ ہیں۔ اسی طرح پندرہ برس کی عمر سے آپ مکہ مکرمہ والوں کے مفتی بنائے گئے۔

ایک مہینہ میں حافظ

یہ برکت کس کی تھی کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پہنچتے ہیں، تو ان کے پاس جو فتاویٰ آتے تھے، فتاویٰ کے جواب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لکھواتے ان کے حوالہ فرماتے تھے، اپنے شاگرد، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ فرماتے تھے۔ کہ ان کی تصحیح کرواور ان کی تصدیق کرو کہ جواب ٹھیک ہے۔

اور کیوں نہ ہوتا کہ اللہ نے کس قدر ان کو اختیار فرمایا تھا کہ جب امام شافعی رضی اللہ عنہ کو تراویح میں امام کے طور پر آگے بڑھایا گیا، کہ آپ کو آج سے تراویح پڑھانی ہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں حافظ نہیں ہوں۔ لیکن پھر روز ایک پارہ یاد کرتے اور تراویح میں سناتے؟۔ روز پارہ یاد کرتے اور تراویح میں سناتے۔ اس طرح ایک مہینہ میں قرآن حفظ کیا۔ وہ تیرہ سال کی عمر میں مسئلہ کیوں نہیں بتاسکتے۔ پندرہ سال کی عمر مفتی کیوں نہیں بن سکتے؟

تلاوت سے شغف

قرآن کریم کی تلاوت سے شغف کتنا تھا۔ایک شخص کو آپ نے مسئلہ بتایا، اس نے پوچھا کہ آپ جو فتویٰ دیتے ہو تو کیسے دیتے ہو؟ فرمایا کہ کتاب اللہ سے، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اجماع سے۔ یہ سن کر سائل نے پوچھا کہ اجماع کیا ہے؟ یہ کہاں سے لائے۔ اجماع کیا چیز ہے۔آپ نے فرمایا کہ اچھا کل آنا۔ اگلے دن جب وہ سائل پہنچے، آیت پڑھائی کہ 'وَمَن يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ'۔ کہ مؤمنین کے رستہ کو چھوڑ کر جو دوسرا رستہ منتخب کرے گا یہ رستہ جہنم کی طرف لے جائے گا۔

وہ سائل کہنے لگا اللہ! یہ تو بہت بڑی دلیل آپ نے قرآن سے دی اجماع کے اثبات کے لیے۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ میں نے تیرے سوال کے جواب کے لیے کل سے اس وقت تک چوبیس گھنٹہ میں قرآن کریم تین دفعہ پڑھا۔تب جا کر یہ آیت میں نے تیرے لئے منتخب کی اور اس آیت 'وَمَن يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ' سے میں نے استشہاد کیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ائمہ کرام کی طرح سے دو دو تین تین مرتبہ تک پڑھنے کی ہمیں بھی ہمت اور قوت عطا فرمائے۔ کہ ہر چیز میں ہم انہیں اپنا نمونہ بنائیں، ان کے پیچھے چلیں، ان کے جیسے بننے کی کوشش کریں۔

یہ سوقی اور بازاری لوگ، جن کا کام ہی ہے اللہ ہے اللہ کا فتنہ انگیزی۔ ان کی باتوں میں کیوں آتے ہو؟ مضبوطی سے ان ائمہ کرام کو پکڑو، بزرگان دین کو پکڑو جو ان چاروں ائمہ کی ہمیں دعوت دیتے ہیں ان کے پیچھے چلو۔ان کے پیچھے چل کر ان کے جیسے بننے کی کوشش کرو۔ جس طرح انہوں نے نمازیں پڑھیں اسی طرح پڑھو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تین رکعت سو پڑھتے تھے۔ پھر پانچ سو پڑھتے تھے۔ پھر ہزار رکعت روزانہ پڑھتے تھے۔ مجھے مشائخ احمد آباد میں کوئی تین چار گھرانے ملے اور اس کے بعد بھی احمد آباد کے مشائخ اور وہاں کے لوگوں کے سوا علامہ ذہبی نے جن کے احوال لکھے ان

میں بھی کئی ایک خاندان ملے کہ جن کا بیان۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ایک ہزار رکعت پڑھنے کا معمول روزمرہ کا رہا ہے۔

اس طرح ائمہ قرآن روزانہ ایک ختم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا ساری عمر کا معمول ایک ماہ مبارک میں روزانہ ایک ایک ختم کا تھا۔ پھر سوچا کہ ہمارے ائمہ تو دو دو قرآن شریف رمضان میں پڑھتے تھے۔ معمول نہیں بنا سکتے تھے پھر بھی ایک مہینہ ایسا گذارا ماہِ مبارک کا کہ اس میں چھپن (۵۶) قرآن شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ان ائمہ اربعہ کے پیچھے چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ ایسی ہمت حق جل مجدہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علمائے مجتہدین جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سب ائمہ اہل باطن کے فضل وعلم وعرفان کے معترف رہے ہیں۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو صرف زبانی اعتراف نہیں بلکہ عملی اعتبار سے معترف تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یومیہ تین سو رکعت کا معمول تھا جو کبھی ناغہ نہیں ہوا۔

کیوں کہ دیکھا ہوگا انہوں نے کہ ہمارے استاذ الاساتذہ، میرے اساتذہ کے استاذ، میرے دادا استاذ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب تین سو رکعت وہ پڑھتے تھے، میں کیوں نہ پڑھوں۔ تین سو رکعت یومیہ پڑھنے کا معمول تھا۔

لکھا ہے کہ جب معتصم باللہ نے اٹھائیس مہینہ جیل میں رکھا اور روز کوڑے لگائے جاتے۔ پھر واثق باللہ نے جیل میں رکھا اور یہی سزائیں جاری رہیں۔ پھر تیسرا سلطان آیا سلطان متوکل۔ اس نے کہیں جا کر رہا کیا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ ان کوڑوں کے باوجود بھی آپ نے جہاں تک ہوسکا اس معمول کو نباہنے کی کوشش فرمائی، تین سو رکعت کی۔ کتنی جوانمردی اور مردانگی تھی معمولات کی ادائیگی میں۔ ہم تو ایک پارہ پڑھ کر سر پکڑ لیتے ہیں آگے نہیں پڑھا جاتا۔

حمیدی کی وصیت

وہاں جلسہ میں میں نے بتایا تھا کہ حمیدی دعا کر رہے ہیں خدا سے کہ اے خدا مجھے بشرِ حافی کے قریب دفن ہونا نصیب ہو۔ ان کے جوار میں، پڑوس میں مجھے چھ ہاتھ جگہ مل جائے، مجھے وہاں ان کے قریب میں دفن کیا جائے۔ اسی کی مظفر کو وصیت حمیدی کر رہے ہیں کہ میں مر جاؤں، بشرِ حافی کے پاس مجھے دفن کرنا۔ کتنا عظیم مقام صوفیاء کو اللہ عز وجل نے عطا فرمایا۔ کتنا عظیم! یہی عظمت حاسدین سے، ناقدین سے دیکھی نہیں گئی، سنی نہیں گئی، پڑھی نہیں گئی۔ وہ پڑھ نہیں سکتے تھے یہ حالات۔ لیکن کیسے تاریخ کو مٹا سکتے ہیں، بدل سکتے ہیں کہ بشر حافی کے قریب دفن ہونے کی حمیدی نے وصیت کی۔

جب ان کے قریب دفن نہیں کیا گیا تو تین برس کے بعد خواب میں آ کر حمیدی اسی حاکم کو رئیس کو مظفر کو ڈانٹ رہے ہیں کہ میں نے تمہیں وصیت کی تھی کہ تم مجھے دفن کرو بشر حافی کے پاس، کیوں نہیں کیا۔ چنانچہ تین سال کے بعد قبر کو کھولا گیا، کھولتے ہی، قبر کی مٹی ہٹاتے ہی سارا علاقہ، خوشبو سے معطر ہو گیا۔

خطیب بغدادی کی دعا

خطیب بغدادی۔ اتنے بڑے نقاد کہ جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نقد کیا ہے لیکن وہ بھی اپنے متعلق دعا کر رہے ہیں کہ زمزم کا گلاس ہاتھ میں ہے اور دعا ہو رہی ہے کہ الٰہی مجھے بشرِ حافی کے قریب دفن ہونا نصیب ہو۔ لیکن جب انتقال ہو گیا، تو اب کسی صوفی نے اپنے لئے وہاں قبر کھود کر تیار رکھی تھی۔ وہ صوفی روز وہاں جاتے، اندر بیٹھتے، ایک قرآن ختم کر کے ہی وہاں سے نکلتے۔ برسہا برس سے یہ معمول رہا۔ لوگوں نے جا کر ان کو سمجھایا کہ بھئی دیکھو! یہ جگہ ان کو دے دو۔

جب وہ صوفی تیار نہیں ہوئے تو منطق سے سمجھایا۔ منطق سے فائدہ اٹھایا۔ ان سے کہا کہ دیکھو! صاف بات ہے، اگر یہ بشر حافی زندہ ہوتے اور تم اور خطیب بغدادی، دونوں مجلس میں

پہنچتے، وہ آپ کو اپنے پڑوس میں بٹھاتے یا خطیب بغدادی کو؟۔ کہنے لگے کہ خطیب بغدادی کو بٹھاتے۔ مجھے اپنے پڑوس میں، گود میں نہ بٹھاتے۔ کہا کہ تمہیں یہی ان کے مرنے کے بعد کرنا چاہیے۔ تب جا کر صوفی کی سمجھ میں یہ بات آئی اور انہوں نے اپنے لئے کھودی ہوئی قبر میں خطیب بغدادی کو دفن کرنے کی اجازت دی اور وہاں خطیب کو دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سلاسلِ اربعہ، سلاسلِ روحانیت پر ہمیں یقین عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات محدثین کے یہاں اولیاء اللہ اور صوفیاء کی جتنی قدر و منزلت تھی وہ ایک مثالی ہے۔ کہیں دیکھی نہیں جاتی۔ نہ معلوم اس کو الٹا کر کے کیوں پیش کیا گیا کہ دونوں میں ایک زبردست خلیج اور برزخ ہے۔ آڑ ہے یہ اُن کو ناپسند کرتے ہیں وہ اِن کو ناپسند کرتے ہیں۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

دوستو! ہرگز ایسا نہیں کیوں کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے آتا، اگر وہ شریعت کا مسئلہ ہوتا، فقہ کا مسئلہ ہوتا، قرآن وحدیث کی کوئی تشریح ہوتی، وہ بتادیا کرتے۔ لیکن اگر علم باطن اور روحانیت اور اشارات جنہیں کہا جاتا ہے اس سے وہ سوال متعلق ہوتا، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جواب کیا ہوتا تھا؟ وہ فرماتے تھے کہ جاؤ! بشر حافی کے پاس جاؤ۔ اس کا جواب آپ کو وہاں سے ملے گا۔ اب اس درجہ کی قدر و منزلت کہیں دیکھی گئی؟ کہ اتنا بڑا امام وہ سائل کو پوچھنے کے لیے بشر حافی کے پاس بھیجتا ہے۔

اور ایک شیبان راعی ہیں جن کا قصہ سنایا تھا کہ ان کے بارے میں حضرت امام سے کہا گیا کہ ایک بدو، گنوار آدمی جنگل میں پھرتا رہتا ہے، آپ ان کے یہاں، راعی کے یہاں کیوں

جاتے ہیں فرمایا کہ 'اِنَّہٗ وُفِّقَ لِمَا اَغْفَلْنَاہُ'۔ کہ انہیں اس علم کی توفیق دی گئی جس سے ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہی بزرگ ہیں کہ جن سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ استفادہ فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ استفادہ فرماتے ہیں۔ کیا بات تھی آخر؟

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

کعبہ سامنے ہے اور بابِ کعبہ پر جاسکتے ہیں اور ملتزم پر دعا منصوص ہے، وہاں جاسکتے ہیں، اور ملتزم 'العجائز من قریش' پر جا کر دعا کر سکتے ہیں، کہ جو ملتزم جہاں ہم جا کر بابِ کعبہ کے پاس اس کے بالکل بالمقابل سامنے والی دیوار کے قریب، وہاں دوسرا دروازہ تھا وہ جگہ مستورات کے لیے، عجائز قریش کے لیے تھی جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ تعمیر فرمایا تھا، وہاں جا کر دعا مانگی جاسکتی ہے۔ بئر زمزم پر، خطیب بغدادی دعا مانگ رہے ہیں اور دعا میں کیا مانگتے ہیں کہ الٰہی میں مرجاؤں تو مجھے بشر حافی کا پڑوس نصیب ہو۔

حمیدی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

حمیدی اندلس کے رہنے والے وہ اس قدر گرویدہ کہ وہ مرتے وقت حاکم کو بلاتے ہیں، مظفر حاکم تھا اسے بلا کر وصیت فرماتے ہیں کہ جب میں مرجاؤں، بشر حافی کے قریب مجھے دفن کرنا۔ جب ایسا نہیں کیا گیا کسی اور جگہ دفن کیا گیا، وہ جگہ بھی بڑی عظمت والی سمجھی جاتی تھی۔ اسحاق شیرازی کے قریب انہیں دفن کیا گیا، تین برس کے بعد وہ وصیت کے بارے میں، خواب میں تشریف لا کر وصیت کے بارے میں ڈانٹتے ہیں۔ اور مظفر سے کہتے ہیں کہ ارے بھلے مانس! میں نے تم سے کہا تھا کہ تم بشر حافی کے قریب مجھے دفن کرنا، تم نے کسی اور جگہ مجھے دفن کر دیا۔

قبر کھولی جاتی ہے، تو سارا علاقہ خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔ اور تین برس میں ایک ذرہ بھر بھی نہ حمیدی کے جسم کو مٹی نقصان پہنچا سکی نہ ان کے کفن کو۔ ان کا جسم تو سالم اور سلامت رہا

مگر جو کفن تھا وہ بھی اسی حال میں کہ جس طرح کہ اب پہنایا گیا ہو۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

بشر حافی کون ہیں؟۔ یہ بشر حافی اپنے ماموں علی حشرم کے مرید تھے اور طریقت میں ان سے استفادہ کیا تھا۔ ارادت ان سے تھی۔ لکھا ہے کہ اصول فروع کے بڑے عالم تھے۔ مَرُو میں وہ پیدا ہوئے اور بغداد میں مقیم تھے۔ لیکن کسی وجہ سے حال خراب ہوگیا۔ اپنی ڈگر سے ہٹ گئے۔ شراب و مستی کی سوجھی۔ لیکن یہ علم انسان کو بچالیتا ہے۔ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں انسان ہو، پھر بچنے کی امید بہت کم ہوتی ہے۔ اب چونکہ علم تھا، شراب کی مستی میں چل رہے ہیں۔ رستے میں پڑا ہوا ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا۔ دیکھا کہ اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے۔ اس کو اٹھایا، صاف کیا، آنکھوں سے لگایا، خوشبو سے اسے معطر کیا۔

ادھر یہ کام شراب اور مستی میں چور ہونے کی حالت میں بشر انجام دے رہے ہیں۔ ادھر کسی اللہ کے بندہ کو مالک کی طرف سے الہام ہوا اور ان سے کہا گیا کہ بشر حافی کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ تم نے ایک کاغز کا ٹکرا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا، ہمارا نام اس پر لکھا ہوا تھا اسے پاک کیا، ہم نے تمہیں پاک کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس مہینہ میں گناہوں سے ہمیں پاک و صاف بنادے۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو اور سب کی مغفرت ہو جائے، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بچ جائیں۔ کہ ان کے لیے ہلاکت ہے کہ رمضان کا مہینہ ان پر گذر جائے اور وہ اپنے رب سے اپنی مغفرت نہ کرواسکیں۔ اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

اب خدائے پاک کا قاصد آکر اپنا پیغام پہنچاتا ہے کہ تم نے ہمارے نام کو پاک کیا، ہم نے تمہیں پاک کر دیا۔ دوستو! اللہ تعالیٰ نے کتنے آسان طریقے رکھے ہیں، اپنی مغفرت کروانے کے اور مالک سے منوانے کے کتنے آسان طریقے ہیں کہ ایک کاغذ کے ٹکڑے کو پاک وصاف کیا، اسے خوشبو لگائی اسی سے کام بن گیا۔ اب جن بزرگ کو الہام ہوا، جب وہ

بیدار ہوتے ہیں، سوچتے ہیں کہ میں نے یہ کیا دیکھا، کیا یہ میرے تصورات ہیں؟، یا شیطان کا اس میں کوئی دخل ہے؟۔

کیوں؟ کہ ظاہرِ شرع کے اعتبار سے تو وہ شخص فاسق و فاجر، اور شرابی ہے اور اس کے متعلق یہ پیغام ہے۔ اور مالک عز اسمہ وجل شانہ براہ راست مجھے حکم فرماتے ہیں کہ تم ان کے پاس جاؤ اور میرا یہ پیغام پہنچاؤ۔ انہیں یہ اشکال ہوا کہ کہیں ابلیس کی طرف سے مجھے کوئی غلط کام کے لیے تو نہیں بھیجا جارہا ہے۔ میں غلط تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اٹھے، تازہ وضو فرمایا۔ نماز پڑھی۔ کہ الٰہی میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ اور سو گئے، دوبارہ پھر وہی دیکھا۔ دوبارہ دیکھنے کے باوجود بھی انہیں تسلی نہیں ہوئی۔ پھر وضو فرمایا پھر نماز پڑھی، پھر لیٹے۔ تیسری مرتبہ میں پھر مالک تعالیٰ شانہ کی طرف سے وہی حکم انہیں دیا گیا۔

اب علی الصباح بشر حافی کے گھر پہنچتے ہیں۔ دروازہ پر پہنچ کر دیکھا کہ وہ تو بدمست اور بے خبر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر والوں نے کہا کہ تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ تم بھلے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ وہ تو اپنی مستی میں، شراب اور کباب میں پڑے ہوئے ہیں۔

قاصد نے کہا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ جب بشر حافی کو جا کر یہ جملہ پہنچایا گیا کہ وہ آنے والے صاحب یوں کہتے ہیں کہ میں پیغام لے کر آیا ہوں۔ کہا کہ پوچھا یہ کس کا پیغام ہے؟۔ بشر مستی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں، اور گھر والے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ واسطہ بنے ہوئے ہیں۔

وہی پڑے پڑے کہہ رہے ہیں کہ ان سے پوچھو کہ کس کا پیغام ہے۔ جب ادھر انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کا براہ راست پیغام ہے آپ کے نام۔ اوہو! یہ سننا تھا کہ بجلی کوند گئی۔ بشر رونے لگے اور آہ وزاری کرنے لگے۔ اب پھر اپنے دل میں سوال کرتے ہیں کہ یہ پیغام کیا ہوگا؟ یہ تو عتاب ہوگا یا تو عقاب ہوگا۔ صرف اللہ کا نام سنتے ہی وہ رونے لگے۔ کہ یہ پیغام کیا ہے؟ اور اس کے سننے کی بھی سکت نہیں، کہ اوہو! خدا مجھے پیغام بھیجتا ہے۔

روز ایک ختم

ہم روز قرآن پڑھتے ہیں خدا کا۔ آٹھوں پہر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے بزرگوں کی طرح سے روز ایک قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی خانقاہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایک قرآن شریف روز پڑھنے والے ہوتے تھے۔ حضرت پیر صاحب کو اللہ زندہ سلامت رکھے، حضرت پیر صاحب کی عمر میں برکت فرمائے، انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، ان کا سایہ ہم پر تادیر باقی رکھے۔ حضرت پیرانی صاحبہ کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ انہیں بیماریوں سے نجات عطا فرمائے، راحت و عافیت سے رکھے۔ اس گھر کے فیض کو قیامت تک کے لیے امت پر باقی رکھے۔

وہاں ابھی بھی اگر آپ جائیں، آپ کو بڑی تعداد میں ملیں گے کہ جن کا معمول روز ایک ختم کا ہے، ایک قرآن کا ہے۔

توبۂ نصوح

یہ سنتے ہی کہ خدا کا پیغام ہے، بشر رونے لگے۔ اور کہا کہ آہ! یہ تو عتاب ہوگا، مجھے ڈانٹا جائے گا یا عقاب، عذاب اور سزا ہوگی۔ وہیں سے ان کی زندگی کا رخ بدلا اور انہوں نے تہیہ کرلیا، اقرار کرلیا، عہد کرلیا، کہ اس کام میں، اس حال میں مجھے تم نہیں دیکھو گے۔ بشر نے توبۂ نصوح کرلی۔

اب کتنا پیارا ان کا نام، کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام دیا تھا اس میں یہ کلمات تھے کہ جاؤ، بشر سے کہو کہ تم نے میرے نام کو طاہر کیا، پاک کیا، ہم تمہارے نام کو دنیا میں ظاہر کرتے ہیں۔ اب ہر ایک کی زبان پر، بڑے بڑے ائمہ اور فقہاء کی زبان پر بشر حافی، بشر حافی۔ بشر تو ان کا نام تھا۔ اور حافی کا معنیٰ 'ننگے پیر والا' جن کے پیر میں جوتا نہ ہو۔ اس وقت کا بغداد، دنیا بھر کا عظیم دار الخلافہ تھا۔ اور کتنی دولت کی فراوانی تھی، وہاں کوئی بغیر چپل اور جوتے کے چلنے والا

کسی کو ملے گا تو بشر حافی ملے گا۔

آداب

ادب بڑی نعمت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مخصوص بندے، ان آداب کو علم کے درجہ میں نہیں رکھتے بلکہ علم سے عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ پوتے کو بلانا ہوتو نام نہیں لیتے تھی، وہ کدھر گیا اور اس کو بلاؤ۔ ایک روز خادمہ نے پوچھا تب راز کی بات بتلائی کہ جب میرا وضو ہوتا ہے تب میں کہتا ہوں کہ محمد کو لاؤ۔ جب وضو نہیں ہوتا، اس وقت میں یہ نام مبارک اپنی زبان پر نہیں لاتا۔

بشر حافی ننگے پیر رہتے تھے اس لئے انہیں حافی کہا گیا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ چپل، جوتے پہنتے کیوں نہیں؟ تب بشر نے فرمایا کہ ایک تو یہ کہ اللہ نے زمین کو ہمارے لئے فرش بنایا ہے۔ اور میرے مالک کا بنایا ہو فرش ہے، اس پر میں جوتے پہن کر چلوں؟ مالک کا استحضار کتنا تھا، اور اس کی بنائی ہوئی چیز کی عظمت اور احترام کس قدر ہے۔

مدینہ منورہ کے حرم میں تو ایک جماعت کی جماعت ملتی ہے، تاریخ کی کتابوں میں، سیرت کی کتابوں میں، کہ وہ کبھی حدود حرم، مدینہ کے علاقہ میں چپل کے ساتھ نہیں چلے۔ ننگے پیر، کھلے پیر چلے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ کا حرم ہے۔

مگر بشر کے حافی بننے کی اور ننگے پیر والے بزرگ بننے کی خدا کے یہاں کیا قدر تھی، اسے دیکھئے، کہ بشر حافی ننگے پیر بغداد میں گھوم رہے ہیں۔ یہاں بھی جانا ہے، وہاں بھی جانا ہے سڑکوں پر چلتے ہیں۔

لکھا ہے کہ بشر حافی کے زندہ رہنے تک بغداد کی تمام سڑکوں پر کہیں گوبر نظر نہیں آیا۔ تلاش کریں تو کہیں ذرہ بھر آپ کو گوبر نہیں ملے گا۔ حالاں کہ ہزاروں جانور اتنے بڑے شہر میں تھے۔ ان جانوروں کو پیدا کرنے والے نے الہام کیا کہ گوبر لید نہ کریں۔

اسی طرح خدا کے یہاں سے اس بندۂ خدا کو نجاست سے اور گوبر سے اور ناپاکی سے

بچانے کا انتظام کیا گیا۔ کہ جس طرح گھروں میں بلیاں جو سدھائی ہوئی ہوتی ہیں، کتے جو سدھائے ہوئے ہوتے ہیں، دوسرے جانور جو سدھائے ہوئے ہوتے ہیں، جہاں ان کا اصطبل ہوتا ہے، اپنی جگہ پر جا کر وہیں پاخانہ کریں گے، اِدھر اُدھر نہیں کریں گے۔ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے۔ اسی طرح بغداد میں جانور اِدھر اُدھر راستوں پر پیشاب اور پاخانہ نہیں کرتے تھے۔

لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک غیر مسلم کے گھوڑے نے، یا کسی جانور نے گوبر سڑک پر کر دیا تو سواری کے مالک اس نے چلا کر کہا کہ بشرِ حافی کا انتقال ہوگیا۔ اسے پوچھا گیا تجھے کیسے معلوم؟ اس نے کہا کہ ہمارے جانور رستے میں کہیں گوبر کر نہیں سکتے تھے۔ پھر لوگوں نے پتہ کیا، تو پتہ چلا کہ واقعی اُس دن بشرِ حافی کا انتقال ہوگیا تھا۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں۔ پھر پوچھا کہ امام احمد بن حنبل کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا کہ وہ صدیق ہیں۔ بشر حافی کے متعلق پھر تیسرے نمبر پر پوچھا گیا، تو فرمایا ان کے بعد پھر ان کے جیسا کوئی نہیں ہوگا۔

اسی لیے عبد اللہ جلاّء کہتے ہیں، اور اِن کو جلاّء اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا کلام جِلا بخشنے والا ہوتا تھا کہ دل کی ظلمت اور سیاہی کو دھوتا ہوا چلتا تھا۔ کہ سننے والوں کے دل کی سیاہی دھل جاتی تھی۔ عبد اللہ الجلاء کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا کہ ذوالنون مصری کو عبادت ملی تھی۔ سہل کو اشارات دیے تھے۔ اور بشر کو ورع اور تقویٰ اور پرہیزگاری عطا کی گئی تھی۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا میلان سب بزرگوں میں سے کس کی طرف ہے؟ فرمانے لگے کہ بشر کی طرف۔

عبد اللہ الجلاء فرمانے لگے کہ بشر ہمارے استاذ ہیں۔ بہت بڑے علامہ تھے حدیث کی

ساٹھ گٹھڑیاں کتابوں کی انہیں حفظ تھیں لیکن بعد میں ساری کتابیں انہوں نے دفن کردیں اور ان احادیث کی روایت نہیں کی۔

کسی نے پوچھا بشر سے کہ آپ حدیث کے اتنے بڑے علامہ ہیں، آپ روایت کیوں نہیں کرتے؟ فرمانے لگے کہ میں اس کی اپنے دل میں خواہش پاتا ہوں کہ میں محدث بن کر بیٹھوں، لوگ مجھ سے پڑھیں، لوگ میرے شاگرد بنیں، میرے تلامذہ زیادہ ہوں، میرا سلسلہ آگے چلے۔ مجھے اس کی خواہش ہے اس لئے میں اس کی روایت نہیں کرتا۔ اگر میں دیکھوں گا کہ مجھے خواہش نہیں نفس کا تقاضا نہیں ہے، تب جاکر ان احادیث کو میں روایت کروں گا۔

اسی لئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ حضرت اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو اتنا نوازا ہے۔ احادیث، فقہ، اجتہاد اور انواع واقسام کے علوم سے آپ کو بہرہ ور فرمایا، اور یہ ایک فقیر ٹائپ کے انسان بشر حافی، آپ اس کی تلاش میں رہتے ہیں، اس کے یہاں جاتے ہیں۔ ایسا کیوں؟ فرمانے لگے کہ یہ جتنے علوم تم نے میرے متعلق گنوائے یہ بندۂ خدا ان علوم کا مجھ سے زیادہ ماہر ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۷/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ مبارک گھڑیوں کو وصول کرنے کی ہمیں توفیق دے، ہمت دے۔ اپنے نفس اور شیطان پر قابو کر کے ہم مبارک گھڑیوں کو وصول کر پائیں، آخرت کا کوئی ذخیرہ بن جائے۔ یہ بہت مختصر سی زندگی ہمیں اس دنیا میں دی گئی اور وہ آخرت ہی کمانے کے لیے دی گئی ہے۔ اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور یہ ہمارے سامنے مال ومنال، زمین وجائیداد، دکانیں، فیکٹریاں، درہم ودنانیر، روپیہ پیسہ جو کچھ بھی ہے، سارے کا سارا یہ امتحان کے لیے ہے۔

ہم اسی میں فیل ہوگئے اور اسی میں الجھ کر رہ گئے اور جو ہمارا مقصد تھا وہ ہم نے کھودیا۔ حالانکہ ہم روز دیکھ رہے ہیں کہ جانے والے جارہے ہیں۔ جو ہم نے اپنی سمت قائم کر رکھی ہے، جو ہم نے قبلہ بنا رکھا ہے، جس کی طرف ہم دوڑ رہے ہیں، اس سے ہم باز نہیں آرہے۔ نہ کسی کی بیماری ہمیں اپیل کر رہی نہ کسی کے مرنے سے ہم کوئی سبق لیتے ہیں۔

خالہ زاد بھائی محمد

ابھی چند سال پہلے رمضان المبارک کے پہلے ہی بیان میں میں نے ساتھیوں سے عرض کیا تھا کہ میری خالہ کو لندن میں آج میں دفن کر کے آیا۔ ابھی گذشتہ مہینہ ہمارے خالہ زاد بھائی محمد تہجد کی نماز ادا فرماتے ہیں، فجر پڑھتے ہیں، معمولات ادا فرماتے ہیں۔ دیر تک معمولات ادا

کر کے جب فارغ ہوئے، کھانسی کا ایک دورہ اٹھتا ہے اور سانس رکنے سے بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔

ہسپتال جاتے ہیں اور حضرت شیخ قدس سرہ کی زبان میں یہ جا وہ جا۔ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ یہ جارہے ہیں اور کیسے؟ کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے چلے جاتے ہیں اور کیسے چلے جاتے ہیں مسکراتے ہوئے۔ واضح تھی ان کی مسکراہٹ۔ جس طرح زور کی ہنسی کو روکنے کی کوشش کررہے ہوں اس طرح کی وہ مسکراہٹ ہے۔

اللہ عزوجل کی طرف سے جو تقدیریں لکھی گئی ہیں وہ بڑی عجیب وغریب ہیں۔ ہمارے یہاں بلیک برن میں دارالعلوم کے متعلقین میں سے کسی نے مجھے اپنے بھائی کے انتقال پر بتایا تھا۔ بتانے لگے کہ اِسی دن اِسی طرح میرے ابّا کا بھی انتقال ہوا تھا جیسا میرے بھائی کا ہوا۔

کراچی کے ایک بہت مشہور تاجر تھے، باوانی صاحب، ان کے باوانی وقف سے عرصہ تک کتابیں مختلف زبانوں میں تقسیم ہوتی رہی۔ وہ سنگاپور وغیرہ کسی جگہ سفر میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے والد یا ان کے بھائی کی اُسی ہوٹل میں، اُسی ملک میں اِسی طرح اچانک وفات ہوئی تھی۔

یہ بڑا عجیب اللہ کی طرف سے انتظام ہے اور اوقات کی تحدید کہ جو اوقات مالک نے جس طرح متعین فرمائے اس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ جس دن ہمارے خالہ زاد بھائی محمد کا انتقال ہوا، کوئی ستائیس برس پہلے ان کے ۲۷ پاروں کے حافظ بیٹے محمود کا بھی اسی دن انتقال ہوا تھا، جس تاریخ کو جس دن عزیز محمد کا انتقال ہوا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے بہت سارے محبت ناموں میں حضرت نے جہاں کہیں تحریر فرمایا کہ عزیز محمد ان سے یہی محمد مراد ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ خاص طور پر انہیں یاد فرما کر خطوط میں سلام لکھواتے تھے دعائیں دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس موت کے فلسفہ کو سمجھنے کی توفیق دے، اس سے عبرت لینے کی ہمیں

توفیق دے، ہمیں تیاری کی توفیق دے۔ جانے والوں کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ جنہیں پہلے سے تنبیہ نہ کی گئی ہو۔

بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

میرے بھائی جان نور اللہ مرقدہ کے وصال سے پہلے، آخری ایک دو راتوں میں بارش کی طرح واقعات مجھے دکھلائے گئے۔ ایک میں میں نے دیکھا کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے لیے میں نے جو جوتا خرید کر رکھا تھا دیکھا کہ دو جوتوں میں سے ایک غائب ہے۔ کہ تم دو بھائی ایک ماں سے، ایک باپ سے ہے، ہر چیز میں مماثل، راندیر میں انہوں نے پڑھا تم نے پڑھا، سہارنپور وہ گئے تمہیں لے گئے۔ جس پیر کو انہوں نے پسند فرمایا تمہارے لئے پسند کیا۔ ہر چیز میں پیچھے پیچھے تم جا رہے ہو لیکن وہ تمہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جب میں اس سے متنبہ نہیں ہوا تو پھر دکھایا گیا کہ والدہ صاحبہ کے دست مبارک میں، ماں کے ہاتھوں میں دو مرچ، ہری سبز مرچ ہتھیلی میں ہیں۔ ماں نے اس ہتھیلی کو کھولا کشادہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ سبز تازہ دو مرچیں ہیں۔ پھر ہاتھ بند فرمالیا۔ یعنی دو میں سے ایک تو چلے گئے۔

پھر ماں نے سوچا ہوگا کہ میرا بیٹا اس سے سبق نہیں لے گا، ایک معمہ کی طرح ہے پتہ نہیں سمجھا ہوگا اس نے، نہیں سمجھا ہوگا۔ ماں پھر خواب میں آتی ہے اور مجھ سے کہتی ہے کہ 'یوسف تو آوی جانی'۔ کہ یوسف تم آجاؤ نا۔ میں اب سوچتا ہوں کہ کاش، میں کہتا کہ چلو ماں میں آگیا۔ یہ آلام، یہ اسقام، مصائب، فتن سے پر دنیا میں رہ کر کیا کرلیا میں نے۔ اتنا بھائی جان کے جانے کے بعد طویل عرصہ ملا کوئی سبق نہیں لیا۔

میں نے ماں سے عرض کیا کہ ان شاء اللہ ماں میں آجاؤں گا۔ پھر انہوں نے دہرایا کہ 'آوی جانی'۔ آجاؤ نا۔ میں نے عرض کیا کہ میں کل آؤں گا۔ ہماری کل پوری ہی نہیں ہوتی۔ ہر چیز میں کل۔ تہجد آج نہیں پڑھی، کل پڑھیں گے۔ آج ذہن میں سوچ کر نقشہ قائم کیا تھا کہ اتنا قرآن پڑھوں گا۔ آج تو نہیں پڑھا کل پڑھوں گا۔ یہ ہماری تسویف کی زبردست بیماری

ہے کہ ہر اچھے کام کو آنے والے وقت پر ٹال دینا۔

حضرت شیخ قدس سرہ

ایک لطیفہ سنئے، جب حضرت شیخ نے حفظ پورا کرلیا تو حضرت شیخ قدس سرہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب نے حفظ ختم پر فرما دیا تھا حضرت شیخ کے ذمہ کردیا تھا کہ روز ایک قرآن شریف پڑھ لو پھر چھٹی۔ دن بھر میں ایک قرآن شریف پڑھ لیا کرتے تھے پھر چھٹی۔ ہم نے لیلۃ النور کے ذریعہ یہی کوشش کی تھی کہ کاش جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کے لیے روز کا وظیفہ تھا کہ ایک قرآن شریف، کاش کہ ہمیں اس کا چسکا لگ جائے۔

اسی طرح جب حفظ چل رہا تھا، تو ان کے ذمہ فرما دیتے تھے کہ اتنی دفعہ یہ سورت پڑھ لو پھر چھٹی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر قرآن شریف لے کر بیٹھتا اور پھر اندازہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ اتنی دیر میں تو ایک دفعہ بھی وہ سورت نہیں پڑھی جاسکتی دس دفعہ کیا پڑھی ہوگی۔ حساب معلوم نہیں۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں جا کر عرض کرتا والد صاحب سے کہ میں نے پڑھ لی۔

والد صاحب جرح فرماتے 'واقعی پڑھ لی؟'۔ عرض کرتے 'ابا جان کل تو کچھ ویسا ہی تھا لیکن آج تو بالکل میں نے پڑھ لیا ہے'۔ والد صاحب جواب میں فرماتے کہ اچھا جاؤ آج کے سچ کی حقیقت کل معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ کل جب پھر پوچھیں گے کہ ارے تم نے اتنی جلدی پڑھ لیا، پھر یہی جواب دو گے کہ ابا کل تو کچھ ویسا ہی تھا لیکن آج تو میں نے سچ مچ دس دفعہ پڑھ لیا'۔ والد صاحب فرماتے کہ آج کے سچ کی حقیقت کل معلوم ہو جائے گی۔

مجھے جب والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ 'یوسف تو آوے جانی' تم آجاؤ نا! میں جواب میں عرض کرتا ہوں کہ ماں میں بعد آؤں گا۔ پھر جب فرمایا کہ 'آجاؤ نا'، میں نے عرض کیا کہ کل آؤں گا۔ پھر والدہ صاحبہ شاید مایوس ہوگئی ہوں گی۔ پھر بھائی جان سے بھی میری طرح شاید کہا ہوگا اور انہوں نے حامی بھر لی ہوگی کہ ہاں ماں میں آتا ہوں۔

اسی لئے بھائی جان رات کو اچھے بھلے تھے، فجر کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر چائے کا معمول تھا، چائے پیش کی گئی۔ چند گھونٹ نوش فرما کر فرمایا کہ 'باہر سب انتظار میں ہیں'۔
اس کے بعد استنجا کے لئے تشریف لے گئے۔ استنجا سے فارغ ہو کر فرمایا وہیل چیئر لاؤ باہر سب انتظار میں ہیں۔ رات کا سحر کا وقت تھا، گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ باہر کون؟ لیکن حکم کی تکمیل وہیل چیئر لائی گئی۔ تشریف فرما ہوئے۔ دہلیز پر جب پہنچے، دروازہ پر اشارہ سے وہیل چیئر روک کر آسمان کی طرف نگاہ فرمائی اور بآواز بلند پکار کر فرمایا 'السلام علیکم'۔

مدنی قافلہ

کسی نے موزمبیق میں اسی وقت اسی گھڑی خواب دیکھا کہ حضرت مدنی قدس سرہ مدنی قافلہ کے ساتھ معہد میں منتظر ہیں۔ بھائی جان نکلے اور ان کے ساتھ وہ قافلہ چلا۔ کہاں لے گئے؟

آخری رات میں دیکھ رہا ہوں، اپنے بستر پر پڑے پڑے، کہ میں مدینہ طیبہ میں ہوں۔ حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے عظیم تر خلفاء میں سے ہیں، حضرت حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہیں۔ دونوں حضرات بقیع شریف میں کھڑے ہیں آسمان کی طرف ٹکٹکی ہے۔ جس طرح کسی چیز کے آنے کا انتظار ہو رہا ہو۔ گردن چاروں طرف گھوم رہی ہے دونوں کی۔
اسی طرح یہ مدنی قافلہ حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں، سیادت میں وہاں بقیع لے کر پہنچا ہوگا۔
لیسٹر میں حافظ نواز صاحب کے رشتہ داروں میں سے کسی خاتون نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھائی جان کے بستر پر ایک طرف تشریف فرما ہیں دوسری طرف یہ ناپاک بیٹھا ہوا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب سے اور دعا سے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرمائی ہوگی۔ بھائی جان کو سیدھا اسی رات چپاٹا سے وہاں بقیع منتقل فرمایا گیا۔

ایک افریقی بزرگ کا خواب

معہد رشید چپاٹا زامبیا کے ایک افریقی بزرگ نے خواب دیکھا تھا۔ وہ حضرت شیخ یونس صاحب کو میں نے بیان کیا تھا۔ چنانچہ شیخ یونس صاحب جب چپاٹا تشریف لے گئے، تو ان افریقی بزرگ کو بلایا اوران کی زبان سے محدثین کے طرز پر حضرت شیخ یونس صاحب نے یہ واقعہ سنا اورفرمایا کہ اس میں کسی قسم کے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہاں کوئی وضع اور تصنع اور بناوٹ کا دور دور تک کوئی شائبہ نہیں۔

اور خاص طور پر ان دو آخری راتوں میں مجھے کس طرح جھنجوڑا گیا۔ ایک اور خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ شیخ دکتور محمد یعقوب صاحب دہلوی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میری بائیں طرف تشریف فرما ہیں، دسترخوان پر ہم ہیں اور دائیں طرف ان کے بھائی عطاء الرحمٰن جو شہید ہوگئے تھے ایکسیڈنٹ کے حادثے میں، وہ تشریف فرما ہیں۔ احرام کی حالت میں عمرہ کا سفر ہورہا تھا اورا یکسیڈنٹ ہوگیا۔ بھائی عطاء الرحمٰن صاحب میری دائیں جانب تشریف فرما ہیں۔ کھانے کے دوران میں نے کہا کہ یعقوب یہ عطاء الرحمٰن تو شہید ہوچکے تھے اور یہاں ہمارے پاس کیسے پہنچ گئے؟ یہ سنتے ہی عطاء الرحمٰن اٹھ کھڑے ہوگئے ہنستے ہوئے، دوڑ لگائی اور بھاگے چلے گئے۔

اسی طرح مجھ غافل کو بتایا گیا کہ جیسے شیخ یعقوب کے بڑے بھائی عطاء الرحمٰن چلے گئے تھے۔ غافل، گمراہ، دنیا دار، نفس وہویٰ کے غلام! کچھ تو اپنا انجام سوچ۔ تیرے بڑے بھائی بھی، تیرے برادرِ بزرگ بھی اس طرح بھاگ کر چلے جائیں گے۔

بھائی جان آسمان والوں کو السلام علیکم فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ایک طرف گردن جھکنی شروع ہوئی، آہستہ آہستہ۔ وہیل چیئر جو سنبھالے ہوئے ہیں، انہوں نے اور بیٹوں نے سمجھ لیا

کہ اوہو! یہ تو ویسا ہی سلام نہیں تھا یہ تو ہمیں آخری سلام، آسمان والوں کو سلام۔

جلدی سے وہیل چیئر چند قدم پیچھے لائے۔ بستر پر بھائی جان کو رکھنے سے پہلے عبد الرشید زور زور سے چلا کر رو رہے ہیں کہ ابا مت جاؤ، ابا! ابا! نہ جاؤ۔ لیکن ان کو وہاں کی نعمتیں اور کون کون لینے پہنچے ان کو چھوڑ کر ہمارے درمیان کیسے رہ سکتے ہیں۔ دوستو! یہ لمحہ ہم سب کو پیش آنا ہے۔ یہ حادثہ ہم میں سے ہر ایک کو پیش آئے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ **'وُلِدَ لِیَ اللَّیْلَةَ غُلامٌ وَسَمَّیْتُهُ اِبْرَاهِیْمَ'**۔ کہ اللہ نے مجھے آج رات بیٹا دیا اور میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔

نام ولادت کے دن بھی رکھ سکتے ہیں، اگلے دن بھی رکھ سکتے ہیں، بعد میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ آخری وقت **اَلْیَوْمُ السَّابِعُ**، ساتویں دن بھی رکھ سکتے ہیں۔

صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب اس جہان سے رخصت ہوئے، اس گھڑی کا حال ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ **'فَلَقَدْ رَأَیْتُهُ بَیْنَ یَدَیِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ یَکِیْدُ بِنَفْسِهِ فَدَمَعَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'** ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوگئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تسلی کے لیے فرمایا **'تَدْمَعُ الْعَیْنُ وَیَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلاَ نَقُوْلُ اِلاَّ مَا یَرْضیٰ رَبُّنَا وَاللّٰهِ اِنَّا بِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ'**۔ کہ اے ابراہیم! ہمیں تمہارے جانے کا بہت غم، بہت افسوس ہے۔ اور ہم بڑے غمگین ہیں۔

کتنے غمگین تھے؟ روایت میں ہے کہ **'لَمَّا قُبِضَ اِبْرَاهِیْمُ کَانَ مُسْتَقْبِلَ الْجَبَلِ'**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہاڑ ہے۔ اسے خطاب فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ **'یَا جَبَلُ لَوْ کَانَ بِکَ مِثْلُ مَابِیْ لَهَدَّکَ'** کہ اے پہاڑ! میرے دل پر جو غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے

اگر تجھ پر ٹوٹتا، تو ریزہ ریزہ ہوجاتا۔ 'وَلٰکِنَّ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' ۔کاش کہ ہم اس ناپائیدار دنیا کو ہم سجھ پائیں۔ کاش کہ ہم نفس و شیطان کے ہمارے ساتھ کھیل کو ہم پہچان پائیں اور ان جانے والوں سے عبرت لیں۔ہمیں بھی جانا ہے ایک دن ہم یہاں نہیں ہوں گے۔

ہم نہیں ہوں گے......

چراغ زندگی ہوگا فروزاں، ہم نہیں ہوں گے　　چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے
جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے　　تمہی ہوگے فروغِ بزمِ امکاں، ہم نہیں ہوں گے
جئیں گے جو وہ دیکھیں گے بہاریں زلفِ جاناں کی　　سنوارے جائیں گے گیسوئے دوراں، ہم نہیں ہونگے
ہمارے ڈوبنے کے بعد ابھریں گے نئے تارے　　جبینِ دہر پر چھٹکے گی افشاں، ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوعِ مہر کا جلوہ　　سحر ہوجائے گی شامِ غریباں، ہم نہیں ہوں گے
اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر　　کہ مستقبل کبھی ہوگا درخشاں ہم نہیں ہوں گے
ہمارے دور میں ڈالیں خرد نے الجھنیں لاکھوں　　جنوں کی مشکلیں جب ہوں گی آساں ہم نہیں ہونگے
کہیں ہم کو دکھا دو اک کرن ہی ٹمٹماتی سی　　کہ جس دن جگمگائے گا شبستاں ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا　　یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے

دوستو! بڑے بڑے سب چلے گئے اور ہم کو بھی جانا ہے۔ انہیں کیا وہاں پہنچ کر منہ دکھائیں گے۔

شعر از حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات پر لکھتے ہیں:

متاعِ دہر پر غرہ نہ کر ہے سخت نادانی　　غذائے مور ہیں دیکھا جو کرتے تھے سلیمانی
عجب ناداں ہیں جن کو ہے تخت وتاج پر غرہ　　کسی کی قیصری باقی رہی اس جا نہ خاقانی
دریغا! صرصرِ بادحوادث سے ہوئی برباد　　کہاں ہیں گنج باد آور اور تختِ سلیمانی

زمانے میں ہوا جو کچھ فنا ہونا ضروری ہے
زمانی اور بقا تو بہ زمانہ تو ہے خود فانی

آگے پھر صاف صاف لکھتے ہیں:

خبر بھی ہے کہ اس جانِ جہاں نے ہم سے منہ موڑا
کوئی بے وجہ ہم ہوئے ہیں اپنے دشمنِ جانی
نہ ہو صبحِ وطن کیوں کر بہ تر شامِ غریباں سے
فراقِ دل ربا میں غرق ہے رشکِ گنجِ زندانی
خبر ہے جان کو دل کی نہ دل کو جان کی پروا
فقط سینے پر ہے ہاتھ اور زانو پر ہے پیشانی
جو تھا موصِل الی اللہ ہو گیا واصِل بحق ہائے ہائے
پھرے ہیں ڈھونڈھتے سرگشتگاں تیہ سیمانی
جنید و شبلیِ ثانی ابو مسعود انصاری
رشیدِ ملت و دیں غوثِ عالم قطبِ ربانی
زمانے نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغِ غلامی جس کا تمغۂ مسلمانی
زباں پر اہلِ ہویٰ کی ہے کیوں اُعل ہُبُل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیِ اسلام کا ثانی
نکل کر کس نے آبادی سے صحرا کو کیا مسکن
چمن ہے دشت اور گھر میں ہے ویرانی سی ویرانی
وہ صحرا دیکھنے سے جس کے گھر یاد آہی جاتا تھا
اب اس کو یاد دلواتی ہے میرے گھر کی ویرانی
کہاں لوٹیں، کہاں تڑپیں، کہاں دل کھول کر روئیں
جگر خون کرتی ہے دارِ فنا کی تنگ میدانی
کفِ افسوس ملنے کی نہ ہو ہاتھوں کو جب مہلت
کریں کاہے سے پھر زخمِ جگر کی ہم مگس رانی
خوشی کیا اب کسی غم کی بھی گنجائش نہیں دل میں
غمِ جاں کا ہے جاناں کر رہا ہے دل کی دربانی

ہم جب جائیں گے تو پتہ نہیں کہاں مریں گے، کس حال میں مریں گے۔ اور یہ بڑے بڑے حضرات، حضرت گنگوہی قدس سرہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے یہاں آپ گنگوہ پہنچیں، تھانہ بھون جائیں جہاں مشائخ ہوا کرتے تھے، مشائخِ ثلاثہ۔ ان کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں کچھ کر لینے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم کل جب ان کے سامنے پیش ہوں تو سرخرو ہو کر پیش ہوں۔

برحمتک یا ارحم الراحمین

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کا ذکر خیر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ برس کی عمر میں ہنستا کھیلتا ان کو چھوڑ رہے ہیں۔ ’فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكِيْدُ بِنَفْسِهِ‘ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں جان دی۔

بھائی محمد مرحوم

جیسے بھائی محمد مرحوم کے بیٹے محمود کا ستائیس رمضان المبارک کی شام کو، عصر کے بعد مسجد سے آتے ہوئے روڈ ایکسیڈنٹ کا جب حادثہ ہوا، شورسن کر اس کی ماں باہر نکلی۔ دور سے دیکھا کہ اوہ! یہ تو میرا بیٹا ہے۔ اسی حال میں پہنچ گئی اور بیٹے کو گود میں لیا۔ بیٹے کی لاش کو خون میں لت پت ماں نے کیسے اپنی گود میں رکھا ہوگا اور کیسے صبر کیا ہوگا؟

ستائیس برس کے بعد اسی دن شوہر جا رہے ہیں، کیسے برداشت کیا ہوگا؟

بھائی محمد مرحوم کہا کرتے تھے کہ اُس وقت کے خون میں لت پت کپڑے میری اہلیہ نے کہاں چھپا کر رکھے ہیں برسوں ہو گئے اس نے نہیں بتایا کہ اس نے کہاں رکھے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابرہیم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں جان دی۔ گود مبارک میں بھی جان دینے کے قصے بہت ہیں۔ میں مدینہ شریف میں تھا، ہماری جامعۃ الامام محمد زکریا کی پرنسپل آپا نے نے فون پر بتایا کہ بیٹا پیدا ہوااوراس کا فوراً انتقال ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند سانس کی زندگی ماں باپ کو دکھانی ہوگی۔ آیا بھی اور جا بھی رہا ہے فوراً اسی وقت۔ انہوں نے اس وقت بتایا کہ آخری سانس بیٹے نے میری گود میں لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کیا فرمارہے ہیں 'تَدمَعُ الْعَینُ وَیَحزَنُ الْقَلْبُ' کہ آنکھیں برس رہی ہیں اور دل غمگین ہے۔ 'وَلاَ نَقُولُ اِلاَّ مَا یَرضیٰ رَبُّنَا' ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ 'تَدمَعُ الْعَینُ وَیَحزَنُ الْقَلْبُ وَلاَ نَقُولُ اِلاَّ مَا یَرضیٰ رَبُّنَا وَاللّٰہِ اَنَا بِکَ یَا اِبرَاھِیمُ لَمَحزُونُونَ' ۔نبوی قلب کتنا غمگین ہے کہ 'یَحزَنُ الْقَلْبُ' لیکن پھر بھی اس غم کی حالت میں بھی فرمارہے ہیں کہ جو ہمارے رب کو پسند ہے وہی ہم کہتے ہیں۔

کیا پسند ہے ہمارے رب کو کہ ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سامنے پہاڑ تھا اسے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ 'یَاجَبَلُ! لَوکَانَ بِکَ مِثْلُ مَا بِي لَھَدَّکَ' کہ جو مجھے پیش آیا ہے تجھے پیش آیا ہوتا، تو اس پہاڑ کی شکل میں باقی نہ رہتا، سرمہ بن جاتا، ریزہ ریزہ ہوجاتا، ٹکڑے ٹکڑے بن جاتا۔ لیکن اتنے عظیم غم کے پہاڑ کے باوجود کہتے جاؤ 'وَلٰکِنَّ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ'، کہ اے خدا! ہم سب کے سب تیری ملک ہیں اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ مالک جب چاہے اپنی ملک کسی کو دے، کسی سے واپس لے لے، جب چاہے لے لے۔

اباجان رحمۃ اللہ علیہ

ایسے موقعہ پر میں نے اباجان رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ ابا نے بالمشافہہ گفتگو ہم دونوں

بھائیوں سے اتنی دفعہ کی ہوں گی جسے ہم انگلیوں کے پوروں پر شمار کرسکیں کہ فلاں موقعہ پر یہ فرمایا تھا، فلاں موقعہ پر یہ۔ کبھی کوئی اس قسم کی باتیں نہیں فرمائیں کہ کیا پڑھتے ہو؟ کہاں جاتے ہو؟ کیا کھاتے ہو؟ کیسا مدرسہ ہے؟ کچھ نہیں۔

بغیر پوچھے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ 'تمہارا مولوی صاحب بہو سارا مانس چھے'، کہ آپ کے معلم، آپ کے استاذ، آپ کے مرشد بہت اچھے آدمی ہیں ہمارے لئے تو عید ہوگئی کہ اوہ! ابا کو معلوم ہے کہ ہم صحیح رستہ پر ہیں۔ کبھی پوچھا ہی نہیں۔ کوئی بات ہی نہیں فرمائی۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سہارنپور سے شعبان میں ہماری فراغت ہوئی، دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی۔

فراغت کیا ہوئی۔ ایک دفعہ دورہ کے طلبہ کی جماعت اکٹھی تھی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ استاذ محترم نے سوالیہ نگاہوں سے سر اوپر اٹھا کر پوچھا کہ 'کیا چاہتے ہو؟' کسی کی زبان سے نکلا کہ ہم ابھی فارغ ہوگئے اور واپس گھر جارہے ہیں۔

حضرت الاستاذ فرمانے لگے 'بس اتم کیا فارغ ہوگئے، علم تم سے فارغ ہوگیا، کتابیں تم سے فارغ ہوگئیں'۔ انا للہ۔ کتنے بدظن تھے اپنے ان طلبہ اور شاگردوں سے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ناقدری سے ہمیں بچائے، علم کی، کتابوں کی، قرآن وحدیث کی محبت ہمیں عطا فرمائے، عشق دے، اس کی لو ہمیں ہر وقت لگی رہے۔

ورتھی میں رمضان

سہارنپور سے فارغ ہوکر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ مجھے رمضان المبارک میں یہاں حضرت کے ساتھ رہنا ہے، ان شاء اللہ عید کے بعد گھر جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں۔ تم ابھی چلے جاؤ تمہارا لندن کا سفر بھی ہے ابا جان کی خدمت میں رہو۔ میں نے بہت اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ ہمارے ابا تو منقطع عن الدنیا ہیں اور کسی سے کوئی سروکار نہیں ہم

ان کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔ نہ وہ خدمت لیتے ہیں نہ انہیں خدمت لینا پسند ہے نہ اپنے پاس کسی کو پھڑ کنے دیتے ہیں۔

جب حضرت نے بہت اصرار فرمایا تو میں رونے لگا۔ پھر بھی حضرت نے فرمایا کہ نہیں پیارے! تم چلے جاؤ اور اپنے ابا کے ساتھ رہو۔ میرا اصرار اس لیے تھا کہ جو لوگ ساؤتھ افریقہ چلے گئے، کوئی پچاس برس کے بعد واپس اپنے وطن لوٹے۔ وطن کو رشتہ داروں کو پچاس برس کے بعد دیکھا ہوگا۔

ہم نے سوچا کہ پتہ نہیں حضرت شیخ قدس سرہ کی پھر زیارت ہوگی یا نہیں؟ آخری رمضان ہے، کیوں حضرت کے پاس نہ گذاروں۔ لیکن حضرت نے نہیں ٹھہرنے دیا، حضرت نے فرمایا کہ نہیں آخری رمضان اپنے ابا کے پاس رہو۔

اب ورسٹھی گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کیا تو بیت الخلاء وغیرہ کا انتظام مسجد میں نہیں تھا، اسلئے استنجاء کیلئے گھر جایا کرتا تھا۔ رات کو دو بجے میں فراغت کے لیے پہنچا۔ والد صاحب اپنی دھن میں ہیں۔ جا کر میں دروازہ کھول رہا ہوں، سلام کر رہا ہوں۔ شکر ہے کہ میری خاطر وہ اندر سے بند نہیں کرتے تھے کہ یوسف کو کسی وقت استنجا کے لیے آنا پڑے گا۔

میں فراغت کے بعد جب واپس پہنچا، ابا جان نے اشارہ فرمایا کہ بیٹھو اور فرمانے لگے کہ بہت سے اولیاء اللہ خالق و مالک کی محبت میں طلب میں، یاد میں ساری عمر روتے رہے مگر کسی کو رب کی زیارت، رؤیت، ملاقات حاصل نہ ہوسکی، وصال نہیں ہوسکا۔ بے شمار اولیاء اللہ اس کی یاد میں، اس کی محبت میں، عشق میں تڑپ تڑپ کر مر گئے اور ملاقات اور وصال نہ ہوسکا۔ پھر فرمایا کہ آخرت میں تو ہر مؤمن کو دیدار ہوگا۔ پھر آگے دلیل کے طور یہ آیت پڑھی 'کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ' ۔ پھر اس کو دہرایا 'ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ'، کہ ہماری طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے۔

دنیا میں اللہ کی زیارت

یہ دنیا میں تو نہیں ہوسکتی، اسی لئے جو یوں کہے کہ میں نے بیداری میں رب کو دیکھا، بیداری میں ملاقات ہوئی، اس کو عقیدہ کی درستگی کی ضرورت ہے جو خدا کو اس طرح مجسم مانتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ کیونکہ قرآن نے کہہ دیا **لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ**، کوئی چیز اس کے مثل ہے ہی نہیں۔

ایک بزرگ عبادت میں مصروف ہیں محراب میں۔ رو رہے ہیں، رو رہے ہیں۔ دیکھا کہ اوہ! نور کی تجلی ہوئی۔ اور اس کے بعد کلام سنا، نور میں سے آواز نکلی کہ میں خدا ہوں میں نے تجھے بخش دیا۔ اگر وہ بزرگ میرے اور آپ کی طرح ہوتے، خوش ہوجاتے اور عجب و خود پسندی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ '**اِخْسَأْ یَا اِبْلِیْسُ**'۔ نکل یہاں سے، ابلیس کو پہچان لیا۔ جس شکل میں بھی وہ آئے اسے پہچان لیتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے مرض الوفات میں وفات سے کچھ دن پہلے فرمایا کہ مارو اس کو۔ ابلیس آیا۔ فرمایا 'مارو اس کو'۔ اس کو حضرت نے پہچان لیا۔

خواب میں اللہ کی زیارت

ہاں خواب میں زیارت ہوسکتی ہے۔ کسی دن حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ دعا بھی سنائیں گے '**سبحان الواحد الاحد**'۔ کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو ننانوے دفعہ حق کی خواب میں زیارت ہوئی۔ خواب میں ملاقات ہوسکتی ہے حق تعالیٰ کی اور اس کی پھر تعبیرات ہوتی ہیں۔

اسی طرح انبیائے کرام کی زیارت ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں بھی زیارت کا قائل ہوں بیداری میں بھی زیارت کا قائل ہوں۔

آپ کے صاحبزادے مولانا انظر شاہ صاحب نے آپ کا یہ ملفوظ نقل کیا ہے۔

صاحبزادہ حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' ۔ یہ سارے غموں کا علاج ہے۔ عشقِ الٰہی اور محبت خداوندی اور اللہ عز وجل سے تعلق کی بات ہے۔ انتہائی درجہ کا تعلق تھا کہ ایک طرف تو بیٹے کا غم اتنا عظیم ظاہر فرمایا کہ ہر چیز میرے اس غم کے مقابلہ میں ہیچ ہے کہ اے پہاڑ یہ غم تیرے اوپر ہوتا، تو ریزہ ریزہ ہوجاتا اور ساتھ ہی غم کے علاج کے لیے آیت پڑھی 'اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' ۔ کہ او ہم مالک کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں وہاں میرا ابراہیم بھی ہوگا، اس کی والدہ بھی ہوں گی۔

حضرت ابراہیم

حضرت ابراہیم کی وفات کا صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق تھا اور اسی صدمہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں۔ 'صَلّٰی عَـلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَـلَّـمَ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی چار تکبیریں کہیں اور اس کے بعد کیا ارشاد فرمایا۔ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے، غمگین ہیں۔ بیٹے کا مرتبہ، منصب وہ خدا کے یہاں کیا ہے وہ صحابہ کرام کو بتایا کہ 'ھُوَ صِدِّیْقٌ' ۔ 'مِـنَ الـنَّبِیِّیْـنَ وَالـصِّـدِّیْـقِیْـنَ وَالشُّھَـدَآءِ وَالـصَّـالِحِیْنَ' ، یہ ایک ترتیب ہے، ترتیب مراتب ومناصب ہے۔ سب سے اونچا مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مرتبہ ہے۔ پھر انبیاء کے بعد مرتبہ کس کا ہے؟ وہ صدیقین کا ہے، پھر شھداء کا، پھر صلحاء کا ہے۔

پھر آگے ہدایت فرمائی کہ اس کو دفن کرو۔ کہاں؟ 'عِـنْـدَ سَـلَـفِـنَـا الـصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْن' ۔ حضرت ابراہیم سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی۔ جیسے ہی آپ بقیع شریف میں داخل ہوتے ہیں، داخل ہونے کے بعد سامنے ازواجِ مطہرات و بنات طاہرات مدفون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادیوں کی قبروں سے تھوڑے الٹے ہاتھ پر حضرت ابراہیمؑ کی قبر شریف ہے۔اشارہ فرمایا کہ ان کو دفن کرو 'عِنْدَ سَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْن' کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ان کو دفن کرو۔اس کے بعد 'جَلَسَ عَلٰی شَفِيْرِ قَبْرِهِ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔

'وَمَعَهُ عَمُّهُ الْعَبَّاسُ'، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق 'نَزَلَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فِيْ قَبْرِهِ' ۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا وہ حضرت ابراہیم کو قبر میں لینے کے لیے اترے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت ابراہیم کو قبر میں رکھیں کیونکہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیٹے کی طرح تھے۔ اولاد کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی تھی۔ بڑے پیارے قصے ہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تربیت کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے۔ وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا، کہ پہاڑ کو خطاب کر کے یہ فرما رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زار وقطار رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر عرض کرتے ہیں کہ 'يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الَّذِيْ تَنْهَى النَّاسَ عَنْهُ' ۔کہ آپ تو لوگوں کو اس سے منع فرماتے ہیں۔ جب آپ کو یارسول اللہ لوگ دیکھیں گے، صحابہ کرام دیکھیں گے کہ آپ رو رہے ہیں، وہ بھی رونے لگ جائیں گے۔ 'فَقَالَ مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ' ۔کہ یہ تو دل کی نرمی سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا ہے۔اور جس سے میں منع کرتا ہوں، وہ نوحہ ہے۔ 'وَاِنَّمَا اَنْهَى النَّاسَ عَنِ النِّيَاحَةِ'، کہ نوحہ اور نیاحۃ جو جاہلیت کی عادت تھی اس سے میں منع کرتا ہوں۔

'وَلَوْلَا اَنَّهُ وَعْدٌ جَامِعٌ وَسَبِيْلٌ مِيْتَآءٌ وَاَنَّ اٰخِرَنَا لَاحِقٌ لِاَوَّلِنَا لَوَجَدْنَا عَلَيْهِ وَجْدًا غَيْرَ هٰذَا' ۔کہ یہ تو ہمیں صبر آجاتا ہے کہ اللہ نے ہم سب کو وہاں اکٹھا کرنے کا وعدہ

کیا ہوا ہے اور یہ وعدہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ کوئی اول ہے کوئی آخر ہے، لیکن وہ پہلے جانے والے سے مل جائے گا۔ 'وَأَنَّ اٰخِـرَنَـا لاَحِقٌ لِأَوَّلِنَا'، کہ جو پیچھے رہ جانے والے ہیں وہ بھی آگے جانے والوں سے مل جائیں گے۔ اور یہ وعدہ نہ ہوتا تو ہمیں کیسے تسلی ہو سکتی تھی۔ ہمارا تو اس سے برا حال ہوتا جو اس وقت تم دیکھ رہے ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ خود ابھی جوان العمر ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ، حضرت ابراہیم کے ساتھ کتنا کھیلتے ہوں گے کہ عمر کسی نے بتائی سولہ مہینے، کسی نے بتائی کہ گھڑ سواری کے قابل ہو گئے تھے۔

محبت میں میرے نانا اس عمر میں بھی مجھے گھوڑے پر بٹھایا کرتے تھے۔ کوئی کہتا بھی کہ وہ گر جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پیار تھا اس نبی زادہ سے، حضرت ابراہیم سے۔ اس کو دیکھنے والے نے تعبیر کیا کہ وہ گھڑ سواری کرتے تھے، گھوڑے پر بیٹھتے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اترنے کا شرف کیوں حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میرا اسامہ بہت غمگین ہے ابراہیم کے جانے کی وجہ سے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ 'صَـرَخَ أُسَـامَةُ بْـنُ زَیْـدٍ' کہ وہ زور سے چلائے۔ وہ روک رہے ہوں گے، پھر پھوٹ پڑا ہو گا رونا۔ 'فَنَهَـاهُ رَسُـوْلُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ۔ چیخنے کی آواز سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا۔ حضرت اسامۃ نے عرض کیا کہ 'یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَیْتُکَ تَبْکِيْ' کہ آپ کو روتا ہوا مجھ سے نہیں دیکھا جاتا اس لئے مجھے بھی رونا آجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'اَلْبُـکَـاءُ مِنَ الـرَّحْـمَةِ' کہ بغیر آواز کے رونا، آنسو بہانا، یہ رحمت الٰہی ہے۔ بہنے چاہئیں۔ اس سے دل کے گناہ دھلیں گے، دل نرم ہو گا اس رونے سے۔ اور یہ چیخنا چلانا شیطان کی طرف سے ہے، 'وَالـصُّـرَاخُ مِنَ الشَّیْطَانِ'، اسی

لیے چلانے کی ممانعت ہے۔

اس لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا۔قبر میں اترے۔ جب تدفین سے فراغت ہوگئی، 'رَشَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرْبَةً مِّنْ مَاءٍ'، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، قبر پر پانی ڈالا جو ہمارے یہاں مستحب ہے۔ 'وَوَضَعَ عِنْدَ قَبْرِهٖ حَجَرَيْنِ'، دو پتھر جو رکھنے کا دستور ہے قبر کی نشانی کے طور پر، سرہانے اور پائنتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو پتھر قبر کے پاس رکھے۔

جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اندر اینٹیں رکھ رہے تھے قبر مبارک کو بند کرنے کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ دو اینٹوں کے درمیان خاصی جگہ خالی رہ گئی ہے۔'رَأىٰ فِيْ قَبْرِهٖ بَيْنَ لَبِنٍ فُرْجَةً'. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی تعلیم نبوی جاری فرمائی کیوں کہ 'اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'۔لہٰذا تعلیم شریعت وہاں بھی جاری فرمائی اور ایسے غم کے حال میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ان دو اینٹوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ جو خالی چھوڑ دی، اس سے نہ تو کوئی فائدہ ہے نہ اس طرح رہ جانے سے کوئی نقصان ہے۔'اَمَّا اِنَّ هٰذَا الشَّيْءَ لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ وَلٰكِنْ اِذَا عَمِلَ الرَّجُلُ عَمَلًا يَنْبَغِيْ اَنْ يُتْقِنَهٗ' ۔کام سلیقے سے کرنا چاہیئے اچھی طرح کرنا چاہیئے۔کوئی بھی کام انسان کرے، اس کو ڈھنگ سے، ٹھیک سے کرنا چاہیئے۔

سورج گرہن

جس دن حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا اس دن سورج گرہن ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے بعض حضرات کہنے لگے کہ یہ صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'اِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَاِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ' کہ یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی ہے،لوگوں کی عبرت کے لیے ہے۔خسوف بھی اور کسوف بھی، سورج گرہن بھی اور چاند گرہن بھی، دونون عبرت کے

لیے ہیں۔ کسی کے مرنے کے وجہ سے نہ خسوف ہوتا ہے نہ کسوف ہوتا ہے۔ **'فَــاِذَا رَأَيْتُــمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا'**، جب تم دیکھو، نماز پڑھو، دعا کرو۔ **'حَتّٰى يُكْشَفَ مَابِكُمْ'**، جب تک یہ ختم نہ ہو جائے وہاں تک نماز اور دعا میں مشغول رہو۔

قصیدۂ موت

گذشتہ کل چند اشعار موت کے متعلق عرض کیے تھے، کہ ہمیں مرنا ہے۔ قصے مرنے والوں کے، اس جہان سے جانے والوں کے بیان کئے تھے اس کی مناسبت سے سنا دیئے۔ محبت کے انداز میں جنہوں نے اسے سنا تاثر لیا، ان کا تاثر دیکھ کر اور پیغام پڑھ کے سوچا کہ حضرت شیخ قدس سرہ عشاء کے بعد کبھی فرماتے کہ لا پیارے موت کا قصیدہ سنا۔ حضرت عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے موت کے قصائد میں سنایا کرتا تھا۔ کبھی فرماتے حضرت کہ لا پیارے! قصیدہ قاسمیہ، قصیدہ جامی سنا۔ جب عشق ع محبت کا دریا جوش میں ہوتا تھا فرماتے تھے کہ یہاں ہندوستان کے مفتیوں کا فتویٰ نہیں چلتا، لا پیارے! یہاں سنا دے۔ قصیدۂ قاسمیہ، قصیدۂ حالی اور موت کے متعلق اشعار حضرت کو سینکڑوں سے زیادہ مرتبہ سنائے ہوں گے۔

اس وقت تو شاید حضرت محبت کی بنا پر ہماری دلجوئی کیلئے پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوں گے تو یہی حال سننے والے دوستوں کا بھی ہے۔

لیکن اب تو واقعہ یہی ہے کہ عمر نبوی سے آگے بڑھ کر کے دہائی کے ختم ہونے کے قریب پہنچ رہے ہیں اور موت کے لیے تو ہر آن تیار رہنے کی تعلیم ہے۔ **'أَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ'**، بکثرت اس موت کو، جو لذتوں کو ختم کرنے والی ہے، ہاذم اللذات ہے، یاد کرو۔ اُس وقت تو شاید آواز اچھی ہو، لیکن ٹونسل کے آپریشن کے بعد سے کافی اس میں تغیر آ گیا۔ حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے   مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے مکیں ہو گئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا ملوک و حضور و خداوند کیا کیا
دکھائے گا تو زور تا چند کیا کیا اجل نے پچھاڑے تنو مند کیا کیا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا اُسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہراِک لے کے کیا کیا نہ حسرت سُدھارا پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
یہاں پر خوشی ہے مُبدل بہ صد غم جہاں شادیاں تھیں وہیں اَب ہے ماتم
یہ سب ہر طرف انقلاباتِ عالم تیری ذات ہی میں تغیر ہیں ہردَم
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی جہاں تاک میں ہرگھڑی ہو اَجل بھی
بس اپنے اس جہل سے تو نکل بھی یہ طرزِ معیشت اپنا اب بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دل دادۂ شعر گوئی رہے گا نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا ہے کہیں فقرو فاقے سے آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے غرض ہر طرف سے یہی صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پاکر پیامِ قضاء بھی نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہاء بھی جنوں تا بہ کے ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر　　　اور اٹھتے چلے جارہے ہیں برابر
یہ ہروقت پیشِ نظر جب ہے منظر　　　یہاں پھر تیرا دل بہلتا ہے کیوں کر
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بھائی جان بھی چلے گئے۔ ہمارے انیس(۱۹) بھائی بہنوں میں سے سب سے بڑے سوتیلے بھائی محمد علی مدنی چلے گئے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کو سالہا سال کے لیے اپنی قیام گاہ بنایا تھا۔ ساؤتھ افریقہ میں جوہانسبرگ کے قبرستان میں جاکر سو گئے۔ مولانا محمد بھورات صاحب جو کہ شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے عشق ومحبت میں ہروقت سرشار اور حضرت شیخ الاسلام پر فدا تھے، وہ بھی چلے گئے۔ ایک ایکسیڈنٹ میں ٹکر لگی اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔ ان کے بعد ہمارے بھائی، ابراہیم نام تھا، ڈاکٹر تھے، وہ چلے گئے پھر یوسف چلے گئے اور بھائی بہنوں میں سے آدھے سے زیادہ چلے گئے۔

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو　　　ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو　　　سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

پھر اخیر میں چند شعر کتنے زوردار انداز میں کہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

کل اس طرح سے ہوس ترغیب دیتی تھی مجھے　　　خوب ملک روس ہے اور کیا زمینِ طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی　　　اس طرف آوازِ طبل ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشا میں تجھے　　　چل دکھاؤں تو تو قیدِ آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف　　　جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر کہنے لگی مجھے　　　یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل عرض کیا تھا کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آگے آگے رکھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، دونوں باپ بیٹوں پر، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر انتہائی شفقت تھی، دونوں سے پناہ محبت تھی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی، منہ بولے صاحب زادہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ابا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ وہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اور شفقت کی قدر دانی میں پورے اترے۔ اور اس کا حق ادا کر دیا۔

محبت نامے

ہمارے محبت نامے کی تینوں جلدیں بعض جگہ بار بار پڑھی گئیں۔ کتنے علماء و مشائخ کا بیان ہے کہ جب سے آپ نے بھیجیں، کوئی دن ناغہ نہیں ہوتا کہ اس میں سے چند خطوط سونے سے پہلے ہم نہ پڑھتے ہوں۔ اور سب کو یہ تعجب ہوا کہ دونوں بھائیوں سے حضرت شیخ قدس سرہ کو کس قدر اور کس درجہ کی محبت تھی۔ میں نے کہیں بیان میں عرض بھی کیا تھا کہ ایک مکتوب گرامی میں حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ تم جانو کہ میرے نزدیک تم میں اور طلحہ میں کوئی فرق

نہیں۔

لیکن سعادت مندوں میں اور اشقیاء میں، سعداء اور اشقیاء میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا جو حسنِ ظن تھا، بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حقیقت کر دکھایا اور حضرت کے حسنِ ظن پر وہ سچے اترے اور سب سے بڑے گواہ اور سب سے بڑی شہادت اور اس کی دلیل، ان کا اِس جہاں سے عالمِ آخرت کی طرف قدم رنجہ ہوتے وقت آسمان والوں کو سلام کرنا ہے۔ کتنا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اور اس کے بالکل برعکس، زندگی میں میری طرف سے حضرت شیخ قدس سرہ کو تکلیفیں پہنچیں۔ اور وصال کے بعد میرے اعمال نامہ پر مطلع ہو کر رنجیدہ ہوئے ہوں گے۔

حضرت پیر صاحب کی مجلس میں یہ کتاب تین مرتبہ باقاعدہ تعلیم کے طور پر پڑھی گئی۔ تین دفعہ تینوں جلدیں پڑھی گئیں۔ اور تنہائی میں انہوں نے کتنا اسے پڑھا ہوگا اور کتنے غور وخوض سے اسے پڑھا ہوگا کہ مجھے حضرت پیر صاحب ایک دفعہ فرما رہے تھے کہ ایک چیز اس میں بہت غلط آ گئی، نہیں آنی چاہئے تھی۔ میں چونکا کہ وہ کیا چیز ہوگی؟ فرمانے لگے کہ یہ جو تمہیں حضرت کی طرف سے ڈانٹا گیا، حضرت کی طرف سے تنبیہات، ڈانٹ ڈپٹ ہوئی، یہ تو تمہاری ذاتی اصلاح کیلئے تھی، یہ اس طرح عام کرنے کیلئے تھوڑی تھی۔

میں نے کہا کہ سب کو فائدہ ہوگا۔ فرمایا نہیں، اس میں نقصان ہے۔ تمہارے تلامذہ وغیرہ اس کو پڑھیں گے۔ میں نے کہا پڑا نقصان ہوتا رہا۔ میں بار بار پڑھتا رہوں گا، کتاب دیکھوں گا۔ شاید اس وقت حضرت کی زندگی میں تو اپنی اصلاح نہیں کر سکا جس پر حضرت نے ڈانٹا ہوگا، جھڑکا ہوگا، شاید کوئی وقت آ جائے میرے سنبھلنے کا اور اپنی اصلاح کا اور اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کو جو محبت تھی، اپنی سعادت مندی سے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے حسنِ ظن کو پورا کر دکھایا۔ ایک مثالی زندگی گذار کر کے گئے، مثالی کام کر کے گئے۔ کتنی ساری ان کی اپنی امتیازی خوبیاں ہیں جو نہ کہیں پڑھی گئیں، نہ کہیں سنی گئیں۔ لیکن ایک

طرف میں ہوں، میرے لئے ان مبارک گھڑیوں میں آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دے۔ نفس اور شیطان کی غلامی سے نجات دے کہ میں حضرت کی تمناؤں کے مطابق زندگی گذار سکوں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

غرض یہ دونوں باپ بیٹے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سب سے محبوب ترین تھے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لقب ہی تھا 'حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ یہی محبت اور شفقت کا نتیجہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یاد فرماتے تھے۔ جب سے وہ شہید ہوئے، اس وقت سے اُبنیٰ کو برابر یاد فرماتے رہے اور شہداءِ ابنی کو یاد فرماتے رہے اور ان کے ساتھی شہیداء کو برابر یاد فرماتے رہے۔

ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہے اور اس سے پہلے ماہِ صفر کو یہ واقعہ پیش آیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل کو انتہائی مجروح کیا، لکھا ہے کہ 'وَكَانَ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمْ وَجْدًا شَدِيْدًا'۔ بہت ہی زیادہ دل دکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہ غم بھلایا نہیں جا سکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے ایک ماہ قبل، صفر کے ابتدائی ہفتہ میں تیاری کا حکم فرمایا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس فوج کا امیر مقرر فرمایا اور فوج تمام مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ عشرۂ مبشرہ میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس فوج میں شامل تھے۔

بڑے بڑے صحابہ کرام مہاجرین وانصار موجود تھے مگر امیر کس کو مقرر فرمایا؟ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ کبھی یہ طرزِ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام نے دیکھا نہیں

تھا۔ جو بڑے حضرات تھے، ان کے یہاں تو اس کا سبب اور اس کی علت اور اس کی وجہ معلوم کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ کوئی بتائے تو بھی ناراض ہوتے تھے کہ ارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جو منشاء ہے وہ ہمارا منشاء ہے، جو ان کی چاہت ہے وہ ہماری چاہت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شکایت عرض کرنا

مگر جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مزاج نبوی سے آشنا نہیں ہوئے تھے، ان میں آپس میں گفتگو چلی کہ ارے یہ ایک لڑکے کو بڑے بڑے صحابہ کرام پر امیر بنادیا گیا؟ اتنا اشکال بھی یہ بڑے صحابہ کرام سن نہیں سکتے تھے۔ سیدھے جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں شکایت عرض کردی۔ یارسول اللہ! تعجب کہ آپ نے حضرت اسامہ کو ہم سب پر امیر مقرر فرمایا اور کچھ لوگوں کو اس پر اشکال ہے۔ ارے یہ کیا؟

جن کو اشکال تھا ان کو بچانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شکایت تھی تاکہ وہ بچ جائیں ورنہ خدانخواستہ بہت کچھ جاسکتا ہے، ایمان تک جاسکتا ہے امر نبوی پر اشکال کے نتیجہ میں۔ اس لیے جیسے ہی شکایت لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوصال شروع ہو چکا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حجرۂ شریفہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ بیماری کی وجہ سے **’وَقَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ‘** کہ کپڑا سر پر سر درد کی وجہ سے لپیٹا ہوا تھا اور چادر مبارک اوڑھی ہوئی تھی۔

فَصَعِدَ الْمِنبَرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنىٰ عَلَيْهِ ۔ منبر پر تشریف لائے، حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے اسامہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد تمہاری طرف سے یہ اشکال کیوں مجھے پہنچ رہا ہے؟ **’وَاللّٰهِ لَئِنْ طَعَنْتُمْ فِيْ اِمَارَتِهِ لَقَدْ طَعَنْتُمْ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلِهِ وَاَيْمُ اللّٰهِ ....‘** خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ **’لَقَدْ كَانَ خَلِيْقًا**

بِالاِمَارَۃِ‘ ۔کہ ان کے ابا زید بن حارثہ یہ بھی امارت بھی لائق تھے ’**وَاِنَّ ابْنَہٗ بَعْدَہٗ لَخَلِیْقٌ بِھَا**‘ ۔ یہ اسامہ بھی اس کے لائق ہیں۔ ’**وَاِنْ کَانَ اَبُوْہُ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ**‘ تمام انسانوں میں، تم میں مجھے زیادہ محبوب ان کے ابا تھے۔ ’**وَاِنَّ ھٰذَا لَکَذٰلِکَ**‘ کہ ان کا بیٹا اسامہ وہ بھی اسی طرح مجھے محبوب ہیں۔

بس جو آگے نصیحت فرمائی وہ صرف ایک بات کی تھی۔ ’**فَاسْتَوْصُوْا بِہٖ خَیْرًا فَاِنَّہٗ مِنْ خِیَارِکُمْ**‘ ۔ ان تمام اشکالات کو چھوڑو۔ ان کے متعلق اچھی اچھی باتیں کرو۔ خیر اور بھلائی کی باتیں کرو۔ ان کے متعلق تمہاری زبان سے اچھے کلمات نکلنے چاہئیں کہ تم میں جو سب سے اچھے ہیں، بہترین لوگ ہیں ان میں سے ایک یہ اسامہ بھی ہیں ’**فَاِنَّہٗ مِنْ خِیَارِکُمْ**‘ ۔اتنا فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے۔ حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چند گھنٹوں پہلے کا واقعہ ہے۔ تین دن رہ جائیں تو ہم کہتے ہیں کہ بہتر گھنٹے پہلے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ کلمات مسجد میں صحابہ کرام نے سنے، وہ تیاری کر کے اپنے امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے، جیسا حضرت امیر کا حکم ہو، جب چلنا ہو ہم حاضر ہیں۔ **وَخَرَجُوْا مَعَہٗ اِلَی الْجُرُفِ** ۔ جہاں اب کنگ فہد ہسپتال ہے تبوک روڈ پر، بالکل اس کے سامنے کا جو علاقہ ہے، یہ جرف ہے۔ وہاں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب اکٹھے ہو گئے۔

یہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر خیر تھا۔ کہ ہر شخص کو موت آنی ہے۔ اور اب تو روز کے واقعات ہیں اور اموات کی اتنی کثرت کہ ہم روز سنتے ہیں کہ فلاں شہر میں اتنے حضرات کا جنازہ تھا۔ فلاں جگہ فلاں کا انتقال ہو گیا۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے   یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اسی طرح اسی شاعر نے فرمایا

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے   مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے

ہم دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، اسی طرح نہ سوچتے ہیں۔ اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے

کسی چیز سے ہم سبق نہیں لیتے۔

ابوعلی بغدادی

جیسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غم کے اظہار کے لیے پہاڑ کو خطاب فرمایا کہ اے پہاڑ! میرا یہ غم تجھ پر ڈال دیا جائے، تو بھی سفوف (پاؤڈر) اور منجن بن جائے، ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اسی طرح ایک شاعر، یہ شاعر ابوعلی بغدادی ہیں۔ بہت پرانے، پانچویں صدی ہجری کے شعراء میں سے ہیں۔ عربی میں کہتے ہیں آسمان کو خطاب کرتے ہوئے:

بِــرَبِّکَ اَیَّھَــا الْــفَــلَــکُ الْـمَـدَارُ　　　أَقَــصْــدًا ذَا الْــمَـسِیْـرُ اَمُ اِضْـطِـرَار

کہ اے گردش کرنے والے آسمان تجھے میں تیرے رب کی قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ جو تو گول گول گھوم رہا ہے، یہ خوشی سے تیرا چلنا ہے، جان بوجھ کر یہ تو رقص کر رہا ہے یا مجبوراً کر رہا ہے؟۔

مَــدَارُکَ فَــوْقَــنَــا فِـيُ اَیِّ شَـیْءٍ　　　وَفِــيُ اَفُهَــامِــنَــا مِــنُکَ ابُتِهَــارُ

کہ تیرے گھومنے کی یہ جگہ دیکھ کر ہم حیران ہیں۔ تو بتا کہ کس چیز کی وجہ سے تو چکر چکاٹ رہا ہے؟ جیسے کعبہ کے چاروں طرف ملینوں اربوں انسانوں نے طواف کیا، کوئی دیکھ کر سوچتا ہوگا کہ یہ کیوں یہ گھومتے ہوں گے۔

مَــدَارُکَ فَــوْقَــنَــا فِـيُ اَیِّ شَـیْءٍ　　　وَفِــيُ اَفُهَــامِــنَــا مِــنُکَ ابُتِهَــارُ

تیرے اس طواف سے ہماری عقلیں حیران ہیں۔

وَفِیُکَ نَـرىٰ الْفَضَاءَ وَهَلُ فِيُ فَضَاءٍ　　　سِــوىٰ هٰــذَا الْــفَـضَــاءِ بِــهِ تُـدَارُ

کہ زمین و آسمان کے درمیان خالی جگہ ہمیں نظر آتی ہے، اس کے سوا بھی کوئی اور اتنی کھلی جگہ، اتنا وسیع میدان مالک نے بنایا ہے اور رکھا ہے؟۔ جس طرح یہ ہے ’جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے‘ ہمارے مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کتنا سوچتے ہوں گے یہ موت کو۔ پھر آگے فرماتے ہیں:

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے　　　　مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے

یہ نمونے سب دیکھ کر اس میں غور کرتے ہیں، اس سے پوچھتے ہیں۔ یہ شاعر آسمان سے پوچھتے ہیں کہ کیوں تو گول گول گھوم رہا ہے؟۔

دارِ فنا

اسی طرح ایک شاعر سوچتے ہوئے سارے نظام الٰہی کو، سب کو خطاب کر کے وہ پوچھتا ہے اور اپنا عقیدہ بتاتا ہے کہ:

سَكَنْتُكَ يَا دَارَ الْفَنَاءِ مُصَدِّقًا　　　　بِأَنِّيْ اِلٰى دَارِ الْبَقَاءِ اَسِيْرُ

ہماری والدہ صاحبہ کبھی ناراض ہوتی تھیں دنیا سے تو فرماتی تھیں کہ یہ دنیا، یہ گندی ناپاک ہے۔ اور والد صاحب کی تو یہ تسبیح ہی تھی۔ جب کبھی لمبا سانس لیتے تھے تو فرماتے 'اوہ دنیا فناء'۔ اسی طرح یہ شاعر کہتا ہے کہ:

سَكَنْتُكَ يَا دَارَ الْفَنَاءِ مُصَدِّقًا　　　　بِأَنِّيْ اِلٰى دَارِ الْبَقَاءِ اَسِيْرُ

کہ میں فانی دنیا میں رہ رہا ہوں لیکن میں اس کی تصدیق کر کے اس میں رہتا ہوں کہ میرا یہاں قیام عارضی ہے۔ یہ ہے دار الفناء اور دوسرا آنے والا ہے دار البقاء۔ اِس کے لیے بقا نہیں ہے، یہ فانی ہے، یہ فنا ہوگا، ختم ہوگا۔ اس پر قیامت آئے گی، ایک صور سے یکلخت سارا نظام ختم ہو کر رہ جائے گا۔ جو عالم ہمیشہ رہنے والا ہے وہ دار البقاء ہے، جس کی طرف مجھے جانا ہے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی کہ ہر کسی کے مرنے پر کہو 'اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ' کہ اس دار البقاء کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اور یہ شعر خود شاعر کو اتنے پسند ہیں کہ انہوں نے مرتے وقت وصیت فرمائی کہ میری قبر پر اس کو کندہ کر دیا جائے، لکھوا دیا جائے۔

وَاَعْظَمُ مَا فِی الْاَمْرِ اَنِّيْ صَائِرٌ　　　　اِلٰى عَادٍ فِی الْحُكْمِ لَيْسَ يَجُوْرُ

کہ سب سے عظیم تر واقعہ جو ہونے والا ہے وہ یہ ہے کہ میں اس دارِفناء سے جاؤں گا۔ اس کو بنانے والے حاکم، حق تعالیٰ شانہ کے حضور مجھے حاضر ہونا ہے اور انصاف وہ کرے گا میرے اعمال کو دیکھ کر۔

فَيَالَيْتَ شِعْرِيْ كَيْفَ اَلْقَاهُ عِنْدَهَا　　وَزَادِيْ قَلِيْلٌ وَالذُّنُوْبُ كَثِيْرُ

اُس سے جب میں ملوں گا، مجھے نہیں معلوم کہ میرا کیا حال ہوگا۔ کاش کہ دنیا میں مجھے معلوم ہوجاتا میرا حال کیا ہوگا، کیوں کہ میرے پاس توشہ بہت کم ہے اور گناہ بہت زیادہ ہیں۔

فَاِنْ يَّكُ مُجْزِيًا بِذَنْبِيْ فَاِنَّنِيْ　　بِشَرِّ رِقَابِ الْمُذْنِبِيْنَ جَدِيْرُ

اگر مجھے میرے گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا، مجھے تو یقین ہے کہ گناہوں کی سزا کے میں لائق ہوں۔

فَاِنْ يَّكُ عَفْوٌ ثَمَّ عَنِّيْ وَرَحْمَةٌ　　وَثَمَّ نَعِيْمٌ دَائِمٌ وَسُرُوْرُ

اگر مالک کی طرف سے عفو کا معاملہ ہوگا، مہربانی کا معاملہ ہوگا، معافی کا، بخشش کا معاملہ ہوگا، وہاں نعمت اور ہمیشہ کا سرور اور دائمی چین اور سکون مجھے مل سکتا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نعتیہ قصائد سنتے تھے۔ کبھی مجھ سے فرماتے کہ موت کا قصیدہ سنادے۔ مدینہ طیبہ میں شروع میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا مسجد نور میں قیام رہتا تھا۔ پھر مسجد نور میں صرف شب کا قیام رہتا اور سارا دن مدرسہ علومِ شرعیہ میں گذرتا تھا۔ پھر ایک انتہائی سنگین واقعہ کی بنا پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ مستقل طور پر مسجد نور سے مدرسہ علومِ شرعیہ منتقل ہوگئے تھے۔ عمرہ کے سفر میں حضرت مولانا سعید خان صاحب بھی ہوتے تھے اور اگر پاکستان اور ہندوستان سے حضرات تشریف لائے ہوئے ہوتے تھے، نظام الدین سے تشریف لائے ہوئے ہوتے تھے، یہ حضرات بھی رمضان المبارک کے عمروں میں ساتھ ساتھ

ہوتے تھے۔

شروع میں تو اتنی کاریں وہاں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ اگرچہ بعد میں یہ حال ہوگیا کہ ایک دفعہ ہماری ہمشیرگان کے ساتھ سفر ہورہا تھا، وہ کہنے لگیں کہ یہاں حجاز میں ہرایک دومنٹ کے بعد پورش گاڑیاں روڈ پر نظر آتی ہیں، وہ ہمارے یہاں ساؤتھ افریقہ میں تو خال خال کبھی کبھار دیکھنے کوملتی ہیں۔ یہ سفر ۱۹۶۹ء، اس سے بہت پہلے زمانہ کا ہے۔

دودھ والا جو اپنی وین کے اوپر، ٹرک کے اوپر کپڑا ڈال کر، چھپر بنا کر کے دودھ بیچتا ہے، تقسیم کرتا ہے۔ اس طرح کی جناب الحاج ملک عبدالحق صاحب کی وین تھی جس میں ڈرائیور کے ساتھ آگے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہوتے اور پیچھے قاضی عبد القادر صاحب ہیں، مفتی زین العابدین صاحب ہیں، ان کے ساتھی ہیں، رفقاء ہیں اور حضرت مولانا سعید خان صاحب ہیں۔ لمبا سفر ہے، کئی گھنٹوں کا۔ چھ سات گھنٹے اس سفر میں لگتے ہوں گے۔

قصیدۂ حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی ایک سفر میں حضرت مولانا سعید خان صاحب نے فرمائش کی کہ مولوی یوسف کچھ سنادو۔ میں نے عرض کیا کہ طبلہ سارنگی تو ناجائز ہے مگر کم از کم دف یا اس کے مشابہ تو کچھ ہو۔ انہوں نے جو پکانے کے برتن اور خوانچے وغیرہ تھے، وہ بجانے شروع فرمادیئے تاکہ مدینہ منورہ کی طرف رواں دواں ہیں، ایک عاشقانہ انداز میں مدنی سفر ہوجائے۔ حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کتنا جھنجوڑا۔ فرماتے ہیں ؎

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ　　بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ　　چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا گنج و سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ عالی شاں بھی بنوایا تو کیا دبدبہ اپنا بھی دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر و اسکندر وجم چل بسے زال و سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر وضیغم چل بسے سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بل کم آئے گا اور نہ یہ طولِ امل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل کام آئے گا ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے تابہ کے غفلت ؟ سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس اور شیطاں ہیں خنجر در بغل　　وار ہونے کو ہے اے غافل! سنبھل
آ نہ جائے دین و ایماں میں خلل　　باز آ، ہاں باز آ اے بد عمل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعۃً سر پر جو آپہنچی اجل　　پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل
جائے یہ بے بہا موقع نکل　　پھر نہ ہاتھ آئے گی عمر بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں　　کھا نہ دھوکا عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں　　کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن　　قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
ہے خدا کو منہ دکھانا ایک دن　　اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہروے کوئے فنا　　جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہرطرف جوئے فنا　　آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار　　دل لگا اس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گذار　　ہوشیار اے محوِ غفلت ہوشیار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف و عیش دنیا چند روز ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کر لے کارِ عقبیٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرتِ دنیائے فانی ہیچ ہے پیشِ عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہورہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بہ دم
سانس ہے اک رہروِ ملک عدم دفعتاً اک روز جائے گا یہ تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی ایک دن گذرنی ہے ضرور قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سنِ عمرِ رواں ہے تیزرو چھوڑ سب فکریں لگا مولیٰ سے لَو
گندم از گندم بروید جوَز جَو از مکافاتِ عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزمِ عالم میں فنا کا دور ہے جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے
تو ہے غافل یہ تیرا کیا طور ہے بس کوئی دن زندگانی اور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا اِک جہاں سیلِ فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہوں قبضہ میں تیرے سیم و زر لاکھ ہوں بالیں پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھُپ مگر موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک زیبا نہیں دیکھ جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اک دن بالیقیں چھوڑ فکرِ این و آن کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تیری ہستی نہیں دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر   مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق دنیا میں صبح وشام کر   جس لئے آیا ہے تو وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث   زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث   رہ گذر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کیلئے انساں نہیں   یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں   بندگی کر تو اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کج روؤں کی یہ چٹک اور یہ مٹک   دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک   بھول کر بھی پھر نہ پاس ان کے پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا   عالمِ فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا   رہ نہ غافل ایک دن پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا   نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چَین کی بنسی بجا   انہ قد فاز فوزا من نجا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

خانۂ رنگیں ہے یہ دارِ جہاں   طفلِ ناداں بن کے دیکھ اس پر نہ ہاں
واہ تو نے دل لگایا ہے کہاں   تجھ کو رہنا ہی ہے کتنے دن یہاں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ میں مگن   گو ہے یہ دار المحن بیت الحزن
عقل سے خالی ہے یہ تیرا چلن   چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تیری غفلت ہے بے عقلی بڑی   مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیش نظر رکھ ہر گھڑی   پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے تو دنیا پر پروانہ وار   گو تجھے جینا پڑے انجام کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار   کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف! دنیا کا تو ہو پروانہ تو   اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو   اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کیے زیرِ زمیں پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں کچھ تو عبرت چاہئے نفسِ لعیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بیکار رکھ آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیر حق سے قلب کو بیزار رکھ موت کا ہر وقت استحضار رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترک اب ساری فضولیات کر یوں نہ ضائع اپنی تو اوقات کر
رہ نہ غافل یادِ حق دن رات کر ذکر و فکر ہاضم اللذات کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تیری مجذوب حالت اور یہ سِن ہوش میں آ، اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن کس کمر، درپیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تیری پیرانہ مستی تابہ کے　　یہ تیری شہوت پرستی تا بہ کے
یہ تیرا گھر اور گھرستی تابہ کے　　تابہ کے یہ تیری ہستی تابہ کے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر نہ پیری میں تو غفلت اختیار　　زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار　　کر بس اپنے کو مردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کا اسٹیمر میں بمبئی سے سفر ہورہا تھا۔حرمین کا سفر تھا۔سفر طے ہوااس کے بعد سے یہ اشعار زبان پر تھے۔

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی　　جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری　　خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی

’خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی‘ کا مطلب تب پتہ چلا جب چندروز کے بعد اطلاع آئی کہ حضرت کا سمندر کے بیچ وصال ہوگیا اور آپ کی نعشِ مبارک کو سمندر کے پانی کے حوالے کرنا پڑا۔

پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری　　خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی　　جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی　　تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ 'مَابَقِيَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشَّرَاتِ'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کسی کو نبوت ملے گی نہ کسی پر فرشتے وحی لے کر آئیں گے۔ میرے اس جہان سے عالمِ بالا کی طرف، عالم آخرت کی طرف، عقبیٰ کی طرف منتقل ہونے سے وحی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

مبشرات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جہان سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ام ایمن کو ماں فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری ماں ہیں۔ اس لیے کہ حضرت آمنہ کی جگہ پھر انھوں نے پرورش فرمائی تھی۔ حضرت ام ایمن سے دعا لینے کے لیے، ملنے کے لیے، ان کی زیارت کے لیے شیخین تشریف لے جاتے۔

حضرت ام ایمن نے اپنے غم کا اظہار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہان سے تشریف لے جانے کی وجہ سے سب سے بڑی نعمت سے ہم محروم ہو گئے وہ وحی ہے کہ وحی منقطع ہو گئی۔ یہ فرما کر وہ رونے لگیں اور شیخین بھی رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ وحی کا سلسلہ تو اب ختم ہے مگر مبشرات میری امت میں ہمیشہ باقی رہیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ 'یارسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچے خواب جو حق جل مجدہ کی طرف سے مؤمن کو دکھائے جاتے ہیں۔

اس عالم سے رابطہ کا ایک بڑا ذریعہ ہے سچے خواب اور اسی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے بقیع لے جایا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی بقیع شریف میں جگہ عطا فرمائے۔ کتنے درد سے انہوں نے اس کو طلب کیا ہوگا۔ اسی طرح پریسٹن میں طاہرہ کے بارے میں دیکھا گیا کہ وہ منتقل ہورہی ہیں۔ دفن ہوئیں پریسٹن میں مگر مدینہ شریف کی منتقلی کے خواب دیکھے گئے۔ یہ سارا سلسلہ مبشرات کے ذریعہ جاری ہے۔ مگر یہ عالم جس کے لیے فنا ہی فنا ہے، اس کے لیے کوئی بقا نہیں، یہاں کی کسی چیز کو بقا نہیں۔ نہ مال وزر کو بقاء ہے، نہ زمین وجائیداد کے لیے بقا ہے، نہ عزت وجاہ کے لیے بقا ہے۔

اسی لئے آج کسی کے سر پر عزت کے تاج رکھے جاتے ہیں، کچھ عرصہ کے بعد آپ اس کے برعکس خبریں پڑھتے ہیں، سنتے ہیں۔ بیدک الخیر۔ اسی مالک کے قبضۂ قدرت میں عزت، ذلت، ملک، سلطنت، اعزاز اور رسوائی ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جسے چاہے جو چاہے دے دے اور جب چاہے وہ چھین لے۔ یہ دلی چاہت پر ہے۔ کاش کہ ان مبارک گھڑیوں میں ہمیں مانگنا آجائے اور ہم مالک سے منوالیں۔

کتنی مبارک گھڑیاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی کڑھن کے ساتھ آمین کا کلمہ فرمایا۔ کتنی کڑھن کے ساتھ آمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان مبارک سے ادا کی ہوگی۔ ادھر جبریل امین دعا کررہے تھے کہ الٰہی وہ شخص ہلاک ہو کہ جس پر ماہِ رمضان آئے اور گذر جائے اور اس نے اپنی مغفرت نہ کروائی ہو اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمادے، ہم اس بددعا کے مستحق نہ ہوں۔ جبریلِ امین کی بددعا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر آمین فرمانا، یہ کتنی سخت بددعا بن گئی۔ ایسی مبارک گھڑیوں میں جو ہم مانگیں گے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

اسپین

ہم لوگ اسپین جاتے ہیں، سیر وتفریح کر کے آجاتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی کا اچھا علاقہ، اچھا ذریعہ اسے سمجھتے ہیں اور وہاں کیسی کیسی ہستیاں مدفون ہیں۔ اب تک بھی ان کی وہ روحانی زندگی اسی طرح باقی ہے۔ چند سال قبل رمضان المبارک میں ہم ادھر تھے۔ سحری کے وقت الارم بجا نہیں ہوگا کسی وجہ سے، آنکھ نہیں کھلی۔ جب سحر کا وقت ختم ہونے میں اور فجر کا وقت شروع ہونے میں دس منٹ باقی رہ گئے، ایک خواب دیکھتے ہوئے میری آنکھ کھلی۔ تب گھڑی دیکھی کہ اوہو یہ تو دس منٹ رہ گئے۔ نہ تہجد، نہ سحر، کیسی غفلت کی نیند تھی۔

خواب میں دیکھا کہ میں کسی مکان میں سویا ہوں، سامنے سڑک ہے، سڑک پر ایک خاتون کھڑی ہے۔ اس کے پیٹ کے اوپر اس نے ایک بڑا کپڑا رول کر کے باندھا ہوا ہے جیسے ہمارے یہاں کام کرنے والی مزدور خواتین باندھا کرتی ہیں اور سر پر ایک گول کپڑا لپیٹا ہوا۔ صرف چہرہ نظر آرہا ہے باقی سارا جسم اس نے ڈھانک رکھا ہے، چھپا رکھا ہے اور ہم اس مکان کے بالائی حصے میں ہیں۔ اوپر کی طرف سر اٹھا کر زور سے چلا کر وہ کہتی ہے کہ کیسے لوگ ہیں، کہ اب تک یہ سوئے پڑے ہیں۔ اس خاتون کی آواز سے میری آنکھ کھلی۔ ہم نے جلدی جلدی اٹھ کر جو کھا سکتے تھے سحری کھائی اور پانی پیا۔ اس کے بعد میں نے گھر والوں کو خواب سنایا کہ اس خاتون نے ہمیں جگایا۔

حضرت ابوعبداللہ حمیدی میورقی رحمۃ اللہ علیہ

وہاں جو مدفون ہیں ان سب کو امت کی طرف سے اللہ تبارک وتعالیٰ بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ اندلس کے ایک علاقہ کا نام 'میورقہ' تھا، اب تک بھی غالباً یہی نام ہے۔ 'میورقہ' کے ایک باشندہ تھے حمیدی۔ ایک حمیدی تو 'حدثنا الحمیدی' والے ہیں، جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ سے روایت کرتے ہیں کہ حدثنا الحمیدی۔ وہ حمیدی مکی ہیں اور یہ حمیدی اندلسی اسپینی ہیں، میورقی ہیں، میورقہ کے رہنے والے

ہیں۔

جو اندلس کا مشرقی علاقہ ہے وہاں میورقہ کے باشندہ تھے۔ خود انہوں نے اپنے متعلق بیان فرمایا کہ میری پیدائش ۴۲۰ھ ہی کے ہے۔ ظاہریہ کے امام ابن حزم، جو کہ بڑے محدث تھے، یہ ان کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ پانچ برس کی عمر سے درس حدھث میں حاضر ہونے لگے۔ ان کے والد محترم کو کتنا علم حدیث کا شوق تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ۴۲۵ھ میں حدیث کے درس میں رحمۃ اللہ علیہ لے جانے کے لیے کندھے پر اٹھا کر میرے ابا مجھے لے جایا کرتے تھے اور فقیہ اسبغ ابنِ راشد سے میں نے احادیث سنیں۔ اور اس عمر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کیسے منتخب فرمایا تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جو میرے سامنے پڑھا جاتا تھا میں اس کے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم اصل قرطبہ کے باشندہ تھے۔ وہاں کا ایک محلّہ رصافہ، وہاں رہتے تھے اور وہاں سے منتقل ہوکر میورقہ نامی جزیرہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہیں میورقہ میں میں پیدا ہوا۔ کتنا پیارا وہ ماحول ہوگا کہ پانچ برس کا بچہ حدیث پڑھ رہا ہے اور جو پڑھا جارہا ہے اسے وہ سمجھتا ہے۔ دینی مذہبی سپرٹ کتنی زیادہ تھی۔

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی عفت

اللہ تعالیٰ نے انہیں مجاہدات کا شوق عطا فرمایا تھا اور مجاہدات کا یہ عالم تھا کہ جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ قیام اللیل کے عادی تھے، اب گرمیوں میں گرمی ستا رہی ہے اور پسینے کی کثرت کی وجہ سے جسم نڈھال ہو جاتا ہے، کمزور ہو جاتا ہے، کچھ راحت مل جائے اور نیند کا غلبہ نہ ہو، اس کے لیے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ مسجد کے حوض میں پیر لٹکا کر وہاں اپنے معمولات ادا فرماتے تھے۔

اسی طرح یہ حضرت ابو عبداللہ حمیدی یہ بھی اپنی کتابوں کی تصنیف وتحریر، لکھنے پڑھنے کا سارا کام، گرمیوں میں ایک ٹب میں بیٹھ کر کیا کرتے تھے کہ اس میں ٹھنڈا پانی بھر دیا اور اس میں

بیٹھ گئے۔اب یہ بیٹھے ہوئے ہیں، کسی نے شاید knock نہیں کیا ہوگا۔ دیکھا کہ کوئی صاحب آکر سامنے کھڑے ہوگئے۔اب پانی میں بیٹھنے کے لیے انہوں نے اپنی رانی کھولی ہوئی ہیں۔سلام کلام کے بجائے یہ حمیدی رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، رو رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسی حیا، عفت، پاکیزگی ہمیں بھی عطا فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا

جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ چچا جان نے شفقت فرماتے ہوئے عرض کیا کہ پتھر اٹھاتے ہوئے آپ کے کندھے چھل رہے ہوں گے، تکلیف ہورہی ہوگی۔یہ جو آپ کا تہہ بند ہے، لنگی ہے آپ کی، اس کو کندھے پر رکھ لیں اور اس پر پتھر رکھ لیں۔اور وہاں ان کا تو ننگے طواف کا عام دستور تھا۔ ایسے طوافوں کی منت، نذر مانا کرتے تھے، طواف کو اس حال میں ادا کرتے تھے اور اس کو خوبی سمجھتے تھے۔

مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ جیسے ہی چچا جان نے لنگی مبارک کھول کر آپ کے کندھے پر رکھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوکر گر پڑے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اسی وقت یقین ہوگیا تھا کہ میرے اس بھتیجے کی عظیم شان ہوگی۔جن کے باطنی اخلاق اور قلب کی صفائی، پاکیزگی اور تاثر کا یہ عالم ہے کہ اتنا ستر کا کھولنا ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔

یہاں یہی حمیدی آنے والے عالم سے سلام وکلام کے بجائے رو رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے آج تک میرے ستر پر کسی کی نگاہ نہیں پڑی۔کوئی ران، گھٹنا کچھ کھلا ہوگا اس کو برداشت نہیں کرسکے۔اور جب وہ اس قصہ کو یاد کرتے تھے تب وہ روتے تھے۔کہ دروازہ کھلا دیکھ کر وہ عالم آپہنچے کہ رانیں کھلی تھیں۔انہی حمیدی کے متعلق ابو عامر عبدری فرماتے ہیں کہ ان جیسا آدمی نہ کبھی دیکھنے میں آئے گا نہ کسی نے دیکھا ہوگا۔وہ

بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔فن حدیث اور لغت اور ادب کے امام تھے۔

جیسے علامہ سعدی اپنے شیخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے شیخ شہاب نے برروئے آب، پانی کے اوپر کشتی میں ہم بیٹھے ہوئے تھے دو نصیحتیں فرمائیں۔اسی طرح یہ اپنے شیخ شہاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے شیخ تھے شہاب، انہوں نے مجھے جوالہ بنادیا۔ان شیخ شہاب سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا۔

لکھا ہے کہ حمیدی کے متعلق ان کے شاگرد اور خدام کہتے ہیں کہ کبھی ہم نے ان کی زبان سے دنیا کا تذکرہ نہیں سنا۔ اور ہماری بہترین غذا دنیا ہے۔ یہ دکان، یہ مکان، یہ تجارت، یہ بزنس، اس کے سوا کوئی ہمارا موضوع نہیں ہوتا۔شاید اس میں کوئی گناہ نہ کماتے ہوں وقت ضائع کرنے کے سوا، لیکن اس سے اور آگے جھوٹ، بہتان، کذب، غیبت ہے۔ رات دن ہمارے اوقات ضائع کرنے کے لیے ہم نے یہ چیزیں اپنے یہاں رائج کررکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حمیدی کی وصیت

حمیدی بہت بڑے امام تھے، ان کا بھی جب انتقال کا وقت قریب تھا، انہوں نے رئیس الرؤساء کے صاحبزادہ مظفرکو بلایا اور ان کو وصیت فرمائی کہ میرا انتقال ہوجائے، مجھے بشر حافی، جو کہ صوفیاء کے امام ہیں، ان کے قریب دفن کیا جائے۔مگر انہوں نے اس وصیت کا خیال نہیں کیا اور دوسری جگہ امام ابواسحاق شیرازی کی قبر کے پاس، بابِ ابرز کے قریب آپ کو دفن کردیا گیا۔

دیکھئے کہ اب راللہ تعالیٰ کیسے اس چاہت کو پورا فرماتے ہیں مرنے کے بعد بھی۔ کتنی بڑی کرامت تھی اور کتنا بڑا اسلام کا معجزہ تھا کہ لکھا ہے کہ ان کی چاہت کے خلاف دوسری جگہ جہاں دفن کیا ہوا تھا دو تین سال تک وہاں دفن رہے۔ اس کے بعد اسی مظفر کے خواب میں آپ تشریف لاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ بھائی میں نے تمہیں وصیت کی تھی کہ مجھے

فلاں بزرگ کے پاس، بشر حافی کے پاس دفن کیا جائے، آپ نے مجھے یہاں دفن کر دیا میری وصیت کی آپ نے پرواہ نہیں کی۔

لکھا ہے کہ صفر کا مہینہ تھا اور ۴۹۱ھ تھی۔ اس خواب پر انہوں نے قبر کو کھولا۔ تین سال کے قریب گذر چکے تھے کہ ۴۸۸ھ میں آپ کو دفن کیا گیا تھا اور ۴۹۱ھ میں تین سال کے بعد قبر کو کھولا گیا۔ دیکھا دیکھنے والوں نے کہ کفن بالکل نیا تھا جس طرح ابھی پہنایا ہو اور جو خوشبو اس وقت لگائی ہوگی اس سے سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ ہو کر وہ مہکنے لگی۔ علاقہ معطر ہو گیا۔ چنانچہ اس حال میں وہاں سے آپ کو منتقل کر کے جہاں آپ چاہتے تھے بشر حافی کے پاس وہاں آپ کو دفن کیا گیا۔

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر

دیکھئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی کس طرح چاہتیں پوری فرماتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو، کہ ہماری اور ان کی زندگی بالکل مختلف ہے۔ ہمیں دنیا اور گناہوں کے تذکرے سے کبھی فرصت نہیں ملتی۔ اور ان کی مجلس میں ساری عمر میں خدام نے، گھر والوں نے کبھی دنیا کا تذکرہ ہی نہیں سنا۔ کیوں کہ اپنے ایک شعر میں یہ حمیدی فرماتے ہیں کہ

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا ... سِوَى الْهَذَيَانِ اَوْ قِيْلٍ وَقَالٍ
فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا ... لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ

کہ لوگوں سے ملنا جلنا انتہائی مضر ہے۔ کوئی فائدہ نہیں سوائے قال، فلاں نے یوں کہا، قیل یوں کہا گیا، بے سند باتیں۔ اس لئے لوگوں سے ملنا ہی چھوڑ دو۔ اگر ملنا ہی ہو تو صرف علم کے لیے یا اپنی اصلاحِ حال کے لیے ملو۔ اور اپنے عقیدہ کو بیان فرماتے ہوئے ایک شعر میں وہ فرماتے ہیں کہ

كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلِيْ ... وَمَا صَحَّتْ بِهِ الْآثَارُ دِيْنِيْ
وَمَا اتَّفَقَ الْجَمِيْعُ عَلَيْهِ بَدْءً ... وَعَوْدًا فَهُوَ عَنْ حَقٍّ يَقِيْنِيْ

کہ اللہ عزوجل کا کلام اور قرآن جو ہم سے چاہتا ہے وہی میرا قول اور وہی میرا فتویٰ ہے۔اور جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہی میرا دین ہے۔ائمہ اربعہ اور ساری امت جس پر متفق ہے،شروع سے لے کر اب تک،اس کے حق ہونے پر میرا سچا اور پکا یقین ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان ائمہ کرام کی عظمت،ان کی توقیر کو باقی رکھے۔جس طرح یہ ہزاروں سال سے سلسلہ چلا آرہا ہے حنفیت،شافعیت،مالکیت اور حنبلیت کا،ان سلاسل شرعیہ کو باقی رکھے،سلاسل روحانیہ کو باقی رکھے۔انہی کی محبت میں اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ رکھے،اسی پر ہمیں موت دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسا کہ کل عرض کیا تھا کہ حمیدی اندلسی میورقی اپنی وفات سے پہلے وصیت فرماتے ہیں کہ مجھے بشر حافی کی قبر کے قریب دفن کیا جائے۔ مگر اس پر عمل نہ ہوسکا تو جس کو وصیت کی تھی، انہی کو تین سال کے بعد خواب میں پھر شکایت فرماتے ہیں کہ آپ نے میری وصیت کا لحاظ نہیں کیا، مجھے ابواسحٰق شیرازی کی قبر کے نزدیک دفن کردیا۔ تین سال کے بعد جب آپ کی قبر کو کھولا گیا، جس طرح ابھی آج ہی غسل دے کر کفن پہنایا گیا ہو اور خوشبو لگائی گئی ہو پورا علاقہ مہک گیا۔ یہ خوابوں سے بہت کچھ ہوتا ہے۔ خواب ہی پر عمل کرتے ہوئے منتقل کر کے آپ کو بشر حافی کی قبر کے قریب دفن کیا۔

رومیوں کا خلفشار

یہ اللہ عز وجل کی طرف سے انتظام ہے اور یہ انتظام بھی بڑا عجیب ہے۔ اس میں نہ بزرگی کو دخل ہے حتی کہ ایمان تک کو بھی دخل نہیں۔ جس طرح مؤمن اور نیک لوگ خواب دیکھتے ہیں اور وہ سچے خواب ہوتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم بھی سچے خواب دیکھتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً بتیس برس رہی ہوگی، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے، ان دنوں رومیوں میں خلفشار تھا۔

ان دنوں رومیوں نے اپنے بادشاہ مورق کو قتل کر دیا تھا، اس کا ایک بیٹا تھا موق، بعضوں نے اس کو فوقہ بتایا ہے اور بعضوں نے اسے قوفہ بتایا ہے، مختلف نام اس بادشاہ کے بیٹے کے بتائے گئے ہیں۔ اس نے بھاگ کر کسری کے پاس پناہ لی، جس طرح دنیا کا دستور ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ کسریٰ نے اس کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر بھیجا۔ اس نے آ کر بڑی تباہی مچائی۔ شام کے علاقے کو تہہ و بالا کر دیا اور بیت المقدس تک کسریٰ کا بھیجا ہوا لشکر مورق کے بیٹے موق کے ذریعہ قدس تک پہنچ گیا۔ وہاں بھی بڑے مظالم کئے گئے۔

صلیب الصَلَبُوت

ان کے یہاں سب سے قیمتی چیز ایک ہی چیز شمار کی جاتی تھی۔ دنیا بھر میں اس کا بڑا نام تھا، جس طرح مختلف ہیرے جواہرات کے متعلق شہرت ہوتی ہے کہ فلاں ہیرہ سب سے قیمتی ہے۔ اس طرح اس زمانہ میں قدس کی اور نصاریٰ کی جو صلیب الصَلَبُوت تھی، اس کا بڑا شہرہ تھا۔ وہ دنیا کی سب سے قیمتی دولت شمار ہوتی تھی۔ وہ لشکر جب قدس جا پہنچا، اس کا مطالبہ ہوا کہ نکالو وہ کہاں ہے؟ چونکہ وہ غالب ہو چکے تھے اس لئے نکال کر دے دی گئی۔ اس صلیب الصَلَبُوت میں سونا بھی ہوگا اور قیمتی چیزیں بھی اس کے ساتھ ہوں گی۔ وہ ان کے حوالے کی گئی اور انہوں نے کسریٰ کے پاس اسے بھیج دیا۔

ہرقل کا خواب

مگر یہ شام کی تباہی اور قدس کی تباہی پر قانع نہیں ہوئے اور آگے چلے۔ خلیج قسطنطینیہ تک جا پہنچے اور پورا علاقہ ویران و برباد کر کے چھوڑا۔ لیکن پھر بھی اس قتل ہونے والا بادشاہ کے بیٹے مورق کا کام نہیں بنا۔ کیونکہ اس دوران رومیوں نے آپس کی مصالحت سے ایک اچھے شخص ہرقل کو بادشاہ کے طور پر متعین کر دیا تھا اور سب اس پر متفق ہو گئے۔ وہ مختلف تدابیر کر رہے تھے۔ ہرقل نیک آدمی تھا، اچھا آدمی تھا۔ وہ تدابیر سوچ رہا تھا کہ کس چیز سے میں

ایرانیوں سے اور کسریٰ کی فوج سے جان چھڑاؤں۔

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور بنایا ہے اور اسے اپنی مخلوق سے محبت ہے۔ اس لئے جب مثبت جواب ملتا ہے مخلوق کی طرف سے، انسانوں کی طرف سے، بندوں کی طرف سے تو مالک خوش ہوتا ہے۔ منفی جواب ملتا ہے تو اس کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ ہرقل کی اچھائیوں سے مالک خوش ہوا اور ہرقل نے ایک خواب دیکھا۔ دیکھئے یہاں بھی اس کی رہنمائی ہورہی ہے۔ اس کو بتایا جارہا ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کے گلے میں زنجیر ہے اسے کھینچ کر گھسیٹ کر اس کے حضور پیش کیا جارہا ہے اور جو اسے گھسیٹ رہا ہے، کھینچ کر لا رہا ہے اس نے کہا کہ 'هٰذَا كِسْرىٰ. قَدْ دَفَعْنَاهُ اِلَيْكَ'۔ یہ کسریٰ ہے ہم نے کسریٰ تیرے حوالے کردیا۔ پھر کیا تھا، چونکہ مذہبی آدمی تھا، خدا کی ذات پر اسے یقین تھا کہ یہ سب کچھ مالک کی طرف سے مجھے انعام میں مل رہا ہے۔ 'فَخَرَجَ بِالْجُيُوْشِ'۔ جو تیاری ہوسکی وہ لے کر نکلا۔

نصرت الٰہی اس کے مقدر تھی۔ اب فُرّ خان جو کسریٰ کی طرف سے سپہ سالار تھا، وہ اور ایرانی لشکر ہار گیا۔ پھر رومی لشکر اپنے علاقہ کو آزاد کرتے ہوئے کہاں تک جا پہنچے؟ خود کسریٰ کے شہروں پر قابض ہونے لگے۔ بہت سارے کسریٰ کے علاقہ کو رومیوں نے فتح کرلیا۔ اس کے اندر خود کسریٰ بھی محاصرہ میں اور گھیرے میں آگیا اور کسریٰ اتنا بدحال ہوگیا کہ اس کے پاس مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں تھی۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا پارسل

ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ مدینہ طیبہ میں تھے۔ اس زمانے میں باب السلام سے آگے مسجد غمامہ کے پاس عنبریہ کے علاقہ کے قریب ڈاک خانہ ہوا کرتا تھا۔ روزانہ جب عصر کی مجلس شروع ہوتی اور میں ڈاک لینے کے لیے ڈاک خانہ جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہاں پرچی پڑی ہوئی تھی کہ تمہارا پارسل ہے وہ دفتر میں ہے وصول کرلو۔ میں گیا تو انہوں نے کہا کہ 'فَاَيْنَ

الْھَوِیَۃُ؟، آپ کا شناختی کارڈ یا کوئی پاسپورٹ ہو تو وہ لے کر آؤ۔

اگلے دن میں وہ لے کر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے نام پر تو یہ صندوق البرید نہیں ہے یہ پوسٹ باکس تو کسی اور کے نام پر ہے۔ حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو اس صندوق البرید کا وکیل بنایا گیا تھا اور میں اس وکیل کا وکیل تھا۔ وہ صندوق البرید کسی سعودی کے نام کا ہوگا۔ اب میں وہ لے کر گیا، اس نے اس کا رد کر دیا کہ خود ان کو لے کر آؤ۔ وہ موجود نہیں تھے۔ اس طرح ایک دفعہ اس نے ریجیکٹ کیا، پھر دوسری مرتبہ، پھر تیسری مرتبہ۔

حضرت سریع الغضب سے تھے۔ حضرت کو غصہ جلد آجاتا تھا اور حضرت سریع الفیء بھی تھے۔ جلدی فرو ہو جاتا تھا۔ حضرت نے تیسری چوتھی مرتبہ جواب سنا، فرمایا کہ اس کے پاس مت جانا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ میں ایک آدھ دن شاید نہیں گیا۔ اس کے بعد ایک آدھ دن چھوڑ کر حضرت کو عصر کی نماز کے لیے ہم نے اٹھایا اور وضو کرانے لگے، حضرت نے پوچھا 'میرے پیارے آج پھر ڈاک خانہ چلے ہی جانا'۔ ویسے میں ڈاک خانہ روزانہ تو جایا ہی کرتا تھا مگر اس آفس میں نہیں جاتا تھا جس سے حضرت نے منع فرمایا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس شخص کے پاس آج پھر چلے جانا۔

حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں ابھی خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ایک شخص کو پکڑ کر گھسیٹ کر میرے پاس لایا جا رہا ہے اور وہ رو رہا ہے، چل نہیں رہا، کچھ لوگ اسے گھسیٹ رہے ہیں۔ اور لانے والے کہتے ہیں کہ یہ آدمی ہے جس نے آپ کا پارسل روک رکھا ہے لیکن اس کو آپ معاف کر دیجیے۔ مسکراتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ آج پھر جا کر خوشامد کر لینا۔ میں چلا گیا۔ عصر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد جیسے ہی مجلس شروع ہوئی، میں ادھر ڈاک خانہ پہنچا۔ جیسے ہی میں نے دفتر کا دروازہ کھولا، وہ دفتر کا ذمہ دار کھڑا ہو گیا اور اہلاً اہلاً کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے، ادب سے وہ پارسل میرے حوالے کر دیا۔

بہرحال یہ مؤمن، مسلم، غیر مسلم سب اللہ کے بندے ہیں۔ ان کی بھی رہنمائی ہوتی ہے۔ ان کی بھی اس طرح مالک کی طرف سے رہنمائی ہوتی ہے، نصرت ہوتی ہے۔ ان کے خواب بھی

سچے ہوتے ہیں، صحیح ہوتے ہیں، اس کی تعبیر بھی نکلتی ہے، صحیح ہوتی ہے۔ یہ جو ہرقل نے دیکھا اس کے لیے وہ خواب مبشرات میں سے تھا، خوشخبری تھی، بشارت تھی، اس کے حق میں تھی۔

اسی طرح کسریٰ نے بھی ایک خواب دیکھا تھا۔

خواب کی اقسام

خواب دوقسم کے ہوتے ہیں، منذرہ، اور مبشرہ۔ 'رویاء مبشرہ' جس میں بشارت ہو، مسرت، شادمانی پر منتج ہو اور 'منذرہ' جس میں اللہ عزوجل بندوں سے محبت کی بنا پر، ان کے اعمال کے نتیجہ میں، جو تباہی کا سامان انہوں نے تیار کیا ہے، اس سے مالک ڈراتا ہے کہ کاش کہ وقت آنے سے پہلے پہلے یہ توبہ کرلیں، باز آجائیں، چھوڑ دیں، مظالم سے رجوع کرلیں، توبہ کرلیں۔ جن کے حقوق مارے ہیں وہ واپس کریں۔ اس کے لیے انہیں ڈرایا جاتا ہے اور ڈرانے کے لیے اور بڑی مصیبت سے بچانے کے لیے جو انہیں دکھایا جاتا ہے، وہ منذرہ کہلاتا ہے۔

ہمارے ساتھیوں میں سے مولانا بشیر اور مولانا نذیر سے ہیں۔ مولانا بشیر سے میں کہتا ہوں کہ جب میں تمہیں خواب میں دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں کہ کوئی خوشی آنے والی ہے، اسکی بشارت ہے۔ جب مولانا نذیر کو دیکھتا ہوں، ان سے اگلے دن کہتا ہوں کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے کہ میں نے آج تمہیں خواب میں دیکھا۔ اسی طرح خواب سے بڑھ کر بیداری میں بھی بتایا جاتا ہے۔

کسریٰ پرویز

کسریٰ کے متعلق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ کسریٰ کو آپ کے بارے میں بطورِ حجت اور دلیل کے کچھ بتایا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔ 'بَعَثَ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا' اللہ عزوجل نے فرشتہ بھیجا۔ اس نے اس کے خاص بیڈروم کی دیوار میں سوراخ کیا۔ اس سوراخ میں سے فرشتہ نظر آرہا ہے، وہ

فرشتہ سراپا نور ہے، سارا نور ہی نور ہے۔اس آنے والے فرشتہ کے ذریعہ سارا کمرہ روشن ہوگیا اس کو دیکھ کر کسریٰ گھبرا گیا۔

وہ فرشتہ کسریٰ پرویز سے کہتا ہے کہ 'یَا پَرْوِیْزُ لَاتُرَعْ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ رَسُوْلاً وَاَنْزَلَ اِلَیْہِ کِتَابًا فَاتَّبِعْہُ تَسْلَمْ لَکَ دُنْیَاکَ وَاٰخِرَتُکَ' ۔ کہ ڈرو نہیں۔اللہ عزوجل نے امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں مبعوث فرمایا ہے، ان پر کتاب اتاری ہے، ان کا اتباع کرلو، تمہاری دنیا بھی سلامت رہے گی اور آخرت بھی بن جائے گی'۔ کسریٰ کی قسمت پھوٹی تھی۔ وہ جواب میں کیا کہتا ہے 'سَأَنْظُرُ فِيْ ذٰلِکَ'۔ میں اس میں غور کروں گا، دیکھوں گا۔ اپنی زبان میں کہا ہوگا۔

پھر شاید اس اشارہ کو وہ سمجھا نہیں، باز نہیں آیا، غور کرنے میں دیر کردی ہوگی۔ پھر دوسری مرتبہ وہ دیکھتا ہے خواب میں۔ یہ اوپر والا قصہ تو بیداری کا تھا کہ فرشتہ نے دیوار میں سوراخ کیا اور اس سے کلام کیا۔ دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا اور اسے خواب میں دکھایا۔ کسریٰ خواب میں دیکھ رہا ہے 'کَأَنَّہُ رُمِيَ بِہٖ اِلَی السَّمَاوَاتِ وَاُوْقِفَ بَیْنَ یَدَيِ اللّٰہِ تَعَالیٰ' کہ یہاں سے اسے پھینکا گیا اسے۔

حضرات انبیاء کو اوپر کس شان سے لے جاتے ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں کیسے لیجایا گیا۔ پہلے یہاں سے لے کر براق پر بیت المقدس تک۔ وہاں سے پھر آگے موتی کی سواری پر۔

کسریٰ کو پھینکا گیا یہاں سے اوپر۔ اوپر سے کوئی چیز تو جلدی آجاتی ہے۔ یہاں سے اوپر پھینکا گیا اور اللہ عزوجل کے حضور پیش کردیا گیا۔

خدا کے حضور میں کسریٰ دیکھ رہا ہے کہ کوئی اور بھی اللہ کے حضور کھڑے ہیں اور سادہ لباس ہے 'عَلَیْہِ اِزَارٌ وَرِدَاءٌ'۔ ایک لنگی ہے اور چادر۔ اور اللہ تعالیٰ پرویز سے فرمارہے ہیں کہ 'سَلِّمْ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِلیٰ ھٰذَا' ۔ جیسے وہاں حکم ہوا تھا اس کو، اسی طرح یہاں اسے کہا گیا کہ زمین کے خزائن کی چابیاں ان کے حوالے کردو۔ کسریٰ نے خدا کے حضور وہ

چابیاں ان کے سپرد کردیں۔اب یہ کون مراد ہیں جنہوں نے لنگی اور چادر پہن رکھی تھی؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام، صحابہ کرام اور خلفائے عظام ہیں۔جن کے دور میں، جن کے ہاتھوں اور جن کی کوششوں سے ایران فتح ہوا۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

جملہ صحابہ کرام کا یہی لباس رہا ہے۔

لنگکے زیر و لنگکے بالا نے غم ِدزد و نے غم ِکالا

کیا احرام کے سوا کبھی مجمع میں اس سنت لباس کی ہم ہمت کر سکتے ہیں؟

غرض کسری کو پہلے ایک دفعہ ڈرایا گیا۔ بیڈ روم میں سوراخ کر کے فرشتہ پہنچا، بات کر رہا ہے۔ پھر ابھی چابیاں دلوادی گئیں۔ پھر بھی عقل نہیں آئی کسری کو۔ وہی روش، وہی حال، وہی رعونت، وہی مظالم۔

لکھا ہے کہ 'بَعَثَ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا وَقْتَ الْھَاجِرَۃِ'۔جیسے پہلے فرشتہ آیا تھا بیڈ روم میں، اسی طرح دوپہر کے وقت گرمی کے زمانہ میں، گرمی کے وقت میں، اس کے بیڈ روم میں جس وقت کوئی داخل نہیں ہوسکتا، اس وقت اس کے پاس فرشتہ بھیجا۔

فرشتہ اس وقت اس کے سر پر جا کر قریب میں کھڑا ہوگیا اور فرشتہ کے ہاتھ میں عصا ہے۔ اور وہ صاف صاف کہتا ہے کہ 'یَاپَرْوِیْزُ ! اَسْلِمْ وَاِلَّا کَسَرْتُ ھٰذِہِ الْعَصَا عَلٰی رَأْسِکَ' کہ اے کسریٰ! تو اسلام لے آ ورنہ یہ ڈنڈا میں تیرے سر پر توڑوں گا۔اس نے کہا 'بِھِلْ، بِھِلْ' اس زمانے کی زبان ہوگی۔اس کو نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا گیا 'اَیْ اِصْبِرْ'۔ تھوڑا صبر کرلو، ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر وہ فرشتہ چلا گیا۔

اب کسریٰ نالائق یہ سوچتا کہ یہ اسلام کیا ہے اور کس چیز کا مجھے حکم دیا جارہا ہے اس کی تحقیق کرواتا۔اس کے بجائے اس نے اپنے دربانوں کو بلایا اور حراس اور چوکیداروں کو بلایا کہ یہ آدمی کیسے میرے پاس داخل ہوگیا؟

اب ون، ٹو، تھری یا تھری،ٹو، ون، زیرو ہوچکا پھر بھی اللہ عز وجل کی طرف سے دی گئی مہلت کو دیکھئے، کتنی مہلت۔

جس طرح مجھے مہلت مل رہی ہے گناہوں کے باوجود۔ اللہ تعالیٰ مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ان تمام مخذولین کے قصوں سے مجھے عبرت لینے کی توفیق دے اور توبۂ نصوح میرے لئے میسر اور آسان فرمائے۔

ایک سال کے بعد بالکل ہوبہو وہی قصہ پیش آتا ہے کہ تخلیہ میں وہ فرشتہ پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ 'اَسْلِمْ وَاِلَّا کَسَرْتُ هٰذِهِ الْعَصَا عَلیٰ رَأْسِکَ' کہ تو اسلام لے آ ورنہ تیرے سر پر میں اس کو توڑوں گا۔ اس کے بعد بھی ون، ٹو، تھری کی بجائے فور ہوگیا، پھر بھی اس نے نہیں مانا۔ وہ سویا، وہ اپنے کمرہ میں تھا۔ اس فرشتہ نے آ کر اس کے سر پر ڈنڈا مارا، خون بہا۔ اس نے اپنے حراس اور حجاب اور دربانوں، سب کو بلایا۔ جب وہ آئے تو اسی موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کے بیٹے نے اسی حال میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اللہ عزوجل کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ اس کو ادھ موا کر چکا تھا۔ باقی جو کام رہ گیا بیٹے نے وہ کیا اور اسے موت کی نیند سلا دیا۔

'قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ، تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ، اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیٔ قدیر' ۔ مالک کبھی کسی کے حوالے کرتا ہے، کسی سے چھینتا ہے، کسی کو دیتا ہے۔

ایران کی فتح

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسی علاقہ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ، جو کہ آپ کے قاصد تھے، گذر رہے تھے۔ جب وہ اس علاقہ میں پہنچے، انہیں شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کا انتقام لینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جوان کے کمانڈر ہیں جب وہ شہید ہوجائیں تو جعفر طیار رضی اللہ عنہ کمانڈر رہیں گے۔ جب وہ شہید ہوجائیں، عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کمانڈر رہیں گے۔ اگر یہ بھی شہید

ہو جائیں تو کسی اور کو رمسلمان متعین کرلیں۔ چنانچہ جو ترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائی تھی اسی طرح اس لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور یہ سارے بڑے بڑے حضرات شہید ہوئے۔

جب یہ فوج واپس آئی تو زیادہ عرصہ نہیں گذرا، جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوصال میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے جوان العمر بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں امارت اور قیادت کا جھنڈا عنایت فرمایا، انہیں نصیحتیں فرمائیں، وصیتیں فرمائیں اور جانے کا حکم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس فوج کی روانگی سے پہلے وفات پا گئے جس پر اختلاف ہوا کہ یہ فوج جائے نہ جائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج بھیجی۔ سات سو میل سے زیادہ دور یہ علاقہ تھا۔ یہ تین ہزار کی فوج تھی اور گھوڑے سوار فوج اس میں صرف ایک تہائی ہوگی۔ لیکن کیا زبردست نصرتِ الٰہیہ کہ فوج گئی اور چالیس دن پورے نہیں ہوئے کہ وہ واپس فاتح اور غانم ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ جب وہ واپس پہنچے تو ایک شاندار استقبال ہوا۔ سارے مدینہ طیبہ کے بڑے، بوڑھے عورتیں اور بچے مدینہ منورہ سے باہر پہنچ کر آپ کا استقبال کررہے ہیں۔ وہ فاتح ہو کر آئے اس حال میں کہ یہ صرف تین ہزار تھے، اتنے دور تک پہنچے، صرف ایک چلّے میں واپس پہنچ گئے اور کسی ایک شخص کو کسی قسم کا نہ زخم کاری پہنچا نہ کوئی شخص شہید ہوا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی قوت اور شوکت کا دبدبہ نہیں ہیں، بلکہ آپ کی روحانیت سے رومی متاثر ہیں۔ حکومت متاثر ہے، حکومت کے بڑے متاثر ہیں۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا انتہائی درجہ کا احترام کرتے۔ اسی لئے جب رومیوں کو اطلاع ملتی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، جس طرح اپنا کوئی بڑا چلا گیا ہو، اس طرح وہ روتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ ارے کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ وہ تو ایک شخص کا

انتقال نہیں ہے، بلکہ دنیا تاریک ہوگئی۔ وہ تو ایک نور تھا جس سے ساری دنیا روشن تھی۔

ایک بزرگ گذر رہے ہیں۔ جب کہ انہی دنوں حضرت عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہوا تھا۔ رستے میں کسی کاشتکار سے ملاقات ہوئی جو کہ عیسائی تھا۔ اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال کی گفتگو چھڑ گئی تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ یہ بزرگ اس کو تسلی دے رہے ہیں۔ کچھ تسلی کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ اتنا آپ کو غم لاحق ہوا؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں نہیں، وہ تو ایک نور تھے۔ وہ رحمت تھے دنیا کے لیے۔ کاش کہ آج بھی اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو ایسے اعمال کی توفیق دے کہ انہیں دنیا میں رحمتوں کا سایہ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو محبوبیت عطا فرمائے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے پہلے اسی علاقہ پر رومی قابض تھے پھر ایرانی چھین لیتے ہیں۔ پھر ہوتے ہوتے مسلمانوں کے قبضہ میں یہ علاقہ آتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا۔ فجر میں اہلیہ محترمہ کو جیسے ہی بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، انہوں نے تفصیل پوچھی کہ کیا خواب؟ فرمایا کہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ فجر کی نماز کے بعد فارغ ہو کر انہوں نے اہلیہ کو خواب بتایا۔

فرمایا کہ کوئی شخص مجھے نہایت سرسبز و شاداب باغ میں لے کر گیا، جہاں دنیا میں تصور نہیں ہوسکتا اس طرح کی آرائش تھی۔ اس فرش اور تمام انتظامات کو عجیب وغریب طریقے سے، انوکھے طریقے سے سجایا گیا ہے۔ اتنے میں چیخ کر ایک شخص اعلان کرتا ہے کہ 'محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ وہ محل میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص اعلان کرتا ہے 'ابو بکر کہاں ہیں؟' وہ تشریف لاتے ہیں۔ پھر اعلان ہوتا ہے 'عمر کہاں ہیں؟' وہ تشریف لاتے ہیں۔ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پکارا جاتا ہے

وہ تشریف لاتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا جاتا ہے وہ تشریف رکھتے ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے نام کا اعلان ہوتا ہے۔

جب وہ پہنچتے ہیں، سوچتے ہیں کہ میں کہاں بیٹھوں؟ جب کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خلفائے اربعہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نانا کے پاس پہنچ گیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں کوئی بزرگ تشریف فرما ہیں۔ میرے سوال پر کسی نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں'۔

یہ اترنے والے ہیں۔ بس وہی علاقہ ہوگا۔ وہیں پر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اتریں گے۔ اسلام کے مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا خواب پورا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں جو اس امت کو دی گئی ہیں وہ پوری ہوں گی ان شاء اللہ۔ پھر وہاں نور کے ایک پردے سے آواز دی جاتی ہے کہ 'اے عمر بن عبدالعزیز! تم جس راہ پر قائم ہو اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا'۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اسلام کو حق کو صداقت کو تھامے رہنے کی توفیق دے، ہمت دے۔

محبتِ موت

جس طرح یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو زیارت ہوئی، اسی طرح ایک اور موقع پر بھی انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اس میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اب اس قدر بشارتوں کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر کیا حال اس زمانہ میں طاری ہوا ہوگا۔ جس مجلس کو خواب میں دیکھا ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ ہیں۔ کیا مجلس اور کب میں وہاں پہنچوں گا۔ یاد کرتے جاتے ہیں۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ کثرت سے موت کا تذکرہ خدام سے سنا نہیں جاتا تھا کہ ان کو جانے کی اتنی جلدی کیوں ہے۔ ان سے عرض کیا گیا کہ ایسا نہ کیجئے! حق تعالیٰ شانہ نے

آپ کے ذریعہ بہت سی سنتیں زندہ فرما رکھی ہیں، بہت سی بدعات ختم کر رکھی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ نے جو دعا مانگی 'فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَہ۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ'۔ یہ دعائے یوسفی میں کیوں نہ مانگوں۔ وہ کثرت سے موت کا تذکرہ فرماتے۔

ایک بزرگ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں پہنچے، وہی موت کا اور آخرت کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی رو رہے ہیں اور یہ بزرگ بھی رو رہے ہیں۔ روتے روتے دونوں نے کہا کہ چلو ہم دعا کرتے ہیں، مالک سے موت مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو اکٹھا اٹھائے۔

اب یہ دونوں دعا مانگ رہے ہیں کہ 'اے اللہ! ہم دونوں کو اکٹھا اٹھائیو'۔ اتنے میں رینگتا ہوا ایک بچہ جو گھٹنوں کے بل ابھی رینگ رہا ہے، اٹھ نہیں سکتا، کھڑا نہیں ہو سکتا، چل نہیں سکتا، چند ماہ کا وہ بچہ پہنچتا ہے۔ اب یہ بچہ بھی بخشا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنی اس دعا میں اس بچہ کو بھی شامل فرما لیتے ہیں کہ 'اے اللہ! ہم تینوں کو تو اکٹھا اٹھا لے'۔ راوی کا بیان ہے کہ ہفتہ نہیں گذرا کہ تینوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوا۔ تینوں اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے۔

موت کی یاد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام جو آپ نے گذارے ہیں، بڑے عجیب دن تھے۔ ان کو جلدی تھی کہ کب میں مالک کے حضور پہنچوں۔ لکھا ہے کہ آپ نے جو منبر پر آخری خطبہ دیا اس میں بھی موت ہی کا ذکر تھا۔ تنہائی میں بھی کوئی پہنچ جاتا تو موت ہی موت۔ ہم تو یاد کرتے ہی نہیں کہ ہمارے عیش میں کوئی خلل نہ آئے۔ ہمیں تو زندہ رہنا ہے۔ انا للہ، انا للہ۔ اور یہ موت مانگتے تھے اپنے لئے۔

اس خطبہ میں بھی سب مسجد والوں کے سامنے فرما رہے ہیں 'اِنَّکُمْ لَمْ تُخْلَقُوْا عَبَثًا وَلَمْ تُتْرَکُوْا سَدًی، وَاِنَّ لَکُمْ مَعَادًا یَنْزِلُ اللّٰہُ فِیْہِ لِلْفَصْلِ بَیْنَ عِبَادِہٖ. وَقَدْ خَابَ

وَخَسِرَ مَنْ خَرَجَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ وَحُرِمَ الْجَنَّةُ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ' ۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ 'اَلاَ تَرَوْنَ؟' تم سوچتے نہیں کہ جو ہلاک ہوگئے، مٹ گئے، انہوں نے جو اپنی ملعون دنیا اور جو ملعون جائیدادیں چھوڑیں اسی کے اندر تم رہ رہے ہو؟ تم عبرت نہیں لیتے کہ یہاں رہنے والے کہاں چلے گئے اور ابھی تمہارے بعد کوئی اور آکر اس میں رہنے والا ہے؟

تمہارا حال یہ ہے کہ 'کَذٰلِکَ تُرَدُّوْنَ اِلیٰ خَیْرِ الْوَارِثِیْنَ. وَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ تُشَیِّعُوْنَ غَادِیًا وَرَائِحًا اِلَی اللّٰهِ قَدْ قَضیٰ نَحْبَهُ وَانْقَضیٰ اَجَلُهُ فَتُوَدِّعُوْنَهُ وَتَدْعُوْنَهُ فِيْ صَدْعٍ مِنَ الْاَرْضِ غَیْرَ مُوَسَّدٍ وَلاَ مُمَهَّدٍ' کہتے ہیں کہ روز تم جنازوں کے ساتھ جاتے ہو، ان کی مشایعت کرتے ہو، ایک گڑھا کھود کر ان کو دفن کرکے آتے ہو۔

'قَدْ خَلَعَ الْاَسْبَابَ وَفَارَقَ الْاَحْبَابَ وَسَکَنَ التُّرَابَ وَوَاجَهَ الْحِسَابَ، غَنِیًّا عَمَّا خَلَفَ، فَقِیْرًا اِلیٰ مَا اَسْلَفَ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ وَانْقِضَاءِ مَوَاقِیْتِهِ'۔ کہ تم نے جس کو گڑھے میں چھوڑا، اس کے بعد بھی یہ اسبابِ دنیا سارے کے سارے موجود تھے اور وہ سب چھوڑ کر گیا۔ اپنے محبوب دوستوں اور گھر والوں کو چھوڑ کر گیا اور مٹی کو بستر بنا کر اسی پر سو گیا۔ اب اس کو حساب کا سامنا ہے۔ جو چھوڑا اس سے اس کو کوئی سروکار نہیں اور جہاں وہ گیا وہاں کی اس کے پاس کوئی تیاری نہیں۔ فقیرانہ حالت میں وہاں پہنچا ہے۔ کیا ہوگا؟

اس لئے موت کے آنے سے پہلے 'فَاتَّقُوْا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ' موت کے آنے سے پہلے تیاری کرلو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں خیبت، ناکامی، خسران سے بچائے اور ہمیں آخرت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پہنچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ صانع کو، بنانے والے کو، جو چیز اس نے بنائی اس سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام انسانوں کے جدامجد، ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ 'خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ'، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو بنایا۔ لہذا مالک نے جسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کی ذریت کو مالک کیسے ڈالے گا۔ اسی لئے روایت میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے بندہ سے ستر ماں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

کسریٰ

اسی لئے بار بار متنبہ کیا گیا کسریٰ کو کہ ہدایت کی طرف آؤ، ہدایت کی طرف آؤ۔ اور ان تمام کو نہ سوچنے، نہ سمجھنے اور اس پر عمل نہ کرنے کے باوجود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خط بھجوایا۔ وہی کرنے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ لیکن اتنے خوابوں میں جھنجھوڑے جانے کے باوجود، بتادیئے جانے کے باوجود اس نے کیا حرکت کی کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ یہ شقاوتیں، یہ سعادتیں یہ ساری کی ساری مالک کی طرف سے مقدر ہیں پھر بھی مالک حجت پوری کرنے کے لیے مہلت دیتے

ہیں، انتظام فرماتے ہیں۔ یہ ساری محبت مالک کی طرف سے اپنی مخلوق سے ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا شعر میں نے عرض کیا تھا کہ جب حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کی وفات ہوتی ہے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعزیت کا جلسہ ہوتا ہے، اس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ اپنا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الاسلام جب فلاں جگہ تشریف لائے تھے، میں بوقت سحر گاہی، تہجد کے وقت میں آپ کے کمرہ کے قریب پہنچا، قیام گاہ کے قریب پہنچا اور میں نے آپ کے رونے، گڑگڑانے کی آوازیں سنیں، میں دیر تک سنتا رہا، سنتا رہا۔

لیکن جب آپ نے دعائے سحر گاہی میں یہ دعا شروع فرمائی:

'چہ بودے کہ دوزخ زمن پُر شدے'

کہ مالک کیا ہی اچھا ہو، کیا ہی اچھا ہوتا، کتنا ہی اچھا ہوتا کہ مالک تو میرے ہی جسم کو اتنا بڑا بنادیتا، اتنا بڑا بنادیتا۔ مالک کو اس پر قدرت ہے۔ امام العلماء، امام المحد ثین حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کو معلوم ہے کہ کہ مالک اسی میرے چھوٹے سے جسم کو بڑا کرسکتا ہے۔ جن بدبختوں کو عذاب زیادہ دینا ہوگا، ان کی ایک ایک داڑھ احد پہاڑ کے برابر کردی جائے گی تاکہ زیادہ تکلیف اٹھائیں، زیادہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ اس کو یاد فرما کے آپ نے درخواست کی مالک سے کہ مالک جتنی بڑی تیری دوزخ ہے، اتنا بڑا جسم میرا بنادے۔ کیوں؟

چہ بودے کہ دوزخ زمن پُر شدے
مگر دیگراں را رہائی شُدے

کہ جب مالک مجھ اکیلے سے تو دوزخ کو بھر سکتا ہے، میرا جسم اتنا بڑا بنا سکتا ہے، باقی سب کو رہائی دے دے۔ مجھ اکیلے کو دوزخ میں ڈال دے۔ کیا نہیں سوچا حضرت شیخ الاسلام

نور اللہ مرقدہ نے کہ اس دنیائے دنی میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر بڑے بڑے فراعنہ، بڑے بڑے مظالم ڈھانے والے، کیسے کیسے انسان، جنہوں نے اس جہان کو ظلمتوں سے، آلودگیوں سے، فساد سے بھر دیا۔ لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ باوجود ان تمام ظالموں کی تاریخ معلوم ہونے کے، حضرت چاہتے ہیں کہ ان سب کو رہائی مل جائے۔ چاہے کسے باشد۔ کوئی بھی ہو، کسی بھی مذہب کا ہو۔ سب چھوٹ جائیں۔ تنہا، اے مالک تو مجھے دوزخ میں ڈال دے۔

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے مگر دیگراں را رہائی شدے

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شعر جب میں نے سنا، میں چلّاتا ہوا وہاں سے بھاگا۔ کہ انسانیت سے کس قدر محبت، جن کو مالک نے پیدا کیا ان سے محبت اس سے بڑھ کر کوئی ہوسکتی ہے کیا؟ یہ کتنا سچا واقعہ کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام کا آنکھوں دیکھا حال فرماتے ہیں۔ ان کے دل اللہ نے کیسے بنائے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کو اس قدر خدا کی مخلوق کیوں عزیز ہے؟ کہ خود جہنم میں جلنے کو تیار ہیں، کہ دعا کر رہے ہیں، درخواست کر رہے ہیں کہ مالک مجھے ڈال دے، سب کو چھوڑ دے۔ وہی مالک نہیں چاہتا کہ کسریٰ کو دوزخ میں ڈالے، فرعون کو ڈالے، قارون کو ڈالے، پاپیوں کو ڈالے، گنہگاروں کو ڈالے۔ مگر اس کسریٰ نے جب انتہا کر دی تب جا کر فرشتہ نے اس کے سر پر عصا توڑا اور اس بیٹے نے پھر باقی کام تمام کیا۔

ہرقل

لیکن ادھر ہرقل کے مقدر میں ایک نیکی تھی کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکتوب گرامی پہنچنے والا تھا۔ مالک نے تمام علوم خود پیدا فرمائے۔ کہاں کہاں کس کے پاس، کس وقت میں، کس کے دل میں کون سا خطرہ گذرے گا، پیدا کرنے والا، بنانے والا کو معلوم

ہے۔ تمام کے دماغ اس نے بنائے، تمام کے قلوب اس نے بنائے۔ جو نیکی ہونے والی تھی قیصر کے ہاتھوں، ہرقل کے ہاتھوں، اس کی برکت سے یہیں سے اس کی نصرت شروع ہوگئی۔

نصرت کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گرامی نامہ دے کر قیصر کے دربار میں بھیجتے ہیں۔ اس قصہ کو خود حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اشعار میں نظم فرمایا کہ:

اَلاَ ھَلْ اَتَاھَا عَلٰی نَعْیِھَا ۔۔۔ فَاِنِّیْ قَدِمْتُ عَلٰی قَیْصَر

وَتَدْبِیْرُ رَبِّکَ اَمْرُ السَّمَاءِ ۔۔۔ وَالْاَرْضِ فَاَقْضٰی وَلَمْ یُنْکِر

وَقُلْتُ تُقِرُّ بِبُشْرَی الْمَسِیْحِ ۔۔۔ فَقَالَ سَاَنْظُرُ، قُلْتُ اُنْظُرِ

فَکَادَ یُقِرُّ بِاَمْرِ الرَّسُوْلِ ۔۔۔ فَمَالَ اِلَی الْبَدَلِ الْاَعْوَر

فَشَکَّ وَجَاشَتْ لَهُ نَفْسُهٗ ۔۔۔ وَجَاشَتْ نُفُوْسُ بَنِی الْاَصْفَرِ

عَلٰی وَضْعِهٖ بِیَدَیْهِ الْکِتَابَ ۔۔۔ عَلَی الرَّأْسِ وَالْعَیْنِ وَالْمَنْخَرِ

فَاَصْبَحَ قَیْصَرُ مِنْ اَمْرِهٖ ۔۔۔ بِمَنْزِلَةِ الْفَرَسِ الْاَشْقَرِ

کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط دے کر مجھے مامور فرمایا کہ میں قیصر روم کے پاس، ہرقل کے پاس یہ خط پہنچاؤں۔ کہتے ہیں کہ میں اسے لے کر چلا۔ یہ امر سماوی تھا اللہ عزوجل کی طرف سے یہ سارا اس کے لیے انتظام تھا۔ لیکن خط جب ان کو پہنچا، اس کے مضمون سے تو چشم پوشی تو اس نے کی لیکن صاف انکار نہیں کیا۔

پھر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ حضرت والا! یہ آپ کے لیے کتنا بہترین موقعہ ہے، کتنا بہترین چانس ہے کہ جو برسوں سے آپ اپنی کتابوں میں پڑھ رہے تھے، جو بشارت آپ نے بار بار پڑھی اور بار بار حضرت عیسیٰؑ نے نبی آخر الزمان کی جو بشارت پہنچائی تھی، اسے تم نے بار بار پڑھا اور اس کا وقت قریب ہے۔

اس کے لیے تم بار بار ستاروں میں دیکھا کرتے تھے۔ فلاں ستارہ فلاں جگہ پہنچ گیا اب نبی آخر الزماں کے آنے کا وقت قریب ہوگیا، یہ تمام چیزیں تمہارے سامنے تو واضح تھیں تو اس کا

اقرار کرلو، أَسْلِمْ۔ ہمارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی مبارک دعوت آپ کو دی ہے۔ قیصر نے جواب میں فرمایا کہ 'سَانْظُرُ'، میں دیکھوں گا۔ میں نے کہا کہ اچھا غور کرلو، سوچ لو۔ سوچنے کے بعد بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ کافی حد تک قریب پہنچ چکے تھے 'فَكَادَتْ يُقِرُّ بِأَمْرِ الرَّسُوْلِ' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امر فرمایا 'اَسْلِمْ'، اس کا اقرار کرنے کے بالکل قریب پہنچے تھے۔ لیکن اسلام کے بدلہ تختِ سلطنت لوں یا نہ لوں، مذبذب رہ کر اپنی رعایا کی چاہت کو پورا کیا۔

یہ جو کچھ بہتری اور ادب کا معاملہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے ساتھ ہورہا تھا قیصر کی طرف سے اسی کی برکت سے، فعل بعد میں ہونے والا ہے اور اس فعل کا بدلہ اور اس کی جزا مالک پہلے دے رہا ہے۔ کہ ایرانیوں کو کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی تھی وہاں سے مگر خواب میں بتا دیا گیا کہ یہ کسریٰ تمہارے حوالے، تمہارے قبضہ میں میں نے دے دیا۔ اس ادب کی برکت دیکھئے کہ پیشگی اس کا صلہ کسریٰ کی ہزیمت کی شکل میں مالک نے پہلے ہی دے دیا۔

اور ادب کا معاملہ تو اس نے کیا واقعی، کہ 'عَلیٰ وَضْعِهٖ بِيَدَيْهِ الْكِتَابَ، عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ وَالْمَنْخَرِ'، مکتوب گرامی کو لیا ناک سے لگایا، علی الرأس والعین کے ذریعہ ظاہری ادب کا حق ادا کیا۔ پھر اخیر میں ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ قیصر بے چارے کا حال کا کیا تھا، 'فَاَصْبَحَ قَيْصَرُ مِنْ أَمْرِهٖ، بِمَنْزِلَةِ الْفَرَسِ الْاَشْقَرِ'۔

فرسِ اشقر

'اَلْفَرَسُ الْاَشْقَرُ' عرب کی ایک کہاوت ہے اور ایک مثال ہے۔ پوری مثال یہ ہے کہ 'اَشْقَرُ اِن يَّتَقَدَّمْ يُنْحَرْ وَاِن يَّتَاَخَّرْ يُعْقَرْ' ۔ بے چارہ اشقر گھوڑا بیچ میں کھڑا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اگر میں آگے بڑھوں گا ت، جس کے ہاتھ میں خنجر ہے، وہ اس سے مجھے نحر کردے گا۔ ہمارے ہاں جو پرندے ہوتے ہیں، چھوٹے جانور ہوتے ہیں ان میں ذبح ہے کہ انہیں ذبح

کیا جاتا ہے اور اس کے لیے احکام ہیں مستقل کہ چھری ایسی ہو کہ آناً فاناً رکھی، شہ رگ کٹ گئی، خون بہہ گیا، وہ راحت پا گیا اور اسے پتہ بھی نہیں چلا۔

جو جانور ایسے ہیں جن میں ذبح مشکل ہے، کہ ہو تو سکتا ہے مگر مشکل ہے، ان میں پھر نحر کا حکم ہے کہ اسی طرح کی تیز چھری ہو، وہ جانور کھڑا ہو۔ ہاتھ پھیرتے ہوئے جاؤ، کہ جانور کو اچھا لگتا ہے تو تھوڑی دیر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ چھرا بہت تیز پھیر دیا تو اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میری چمڑی کٹی، گوشت کٹا اور خون بہنا شروع ہوتا ہے۔ خون بہہ کر وہ کمزور ہو جاتا ہے تب وہ خود ہی اپنے آپ گر جاتا ہے۔ اونٹوں میں نحر ہے کیوں کہ وہ بڑا جانور ہے۔ حتیٰ کہ اس سے بھی آگے پھر اجازت دی گئی کہ تیر مار کر بھی خون بہا سکتے ہیں۔ جب کہ شکار کے لیے تیر پھینکتے ہیں۔

یہ اشقر گھوڑے کی مثال دی جاتی ہے کہ '**اَشْقَرُ اِن یَّتَقَدَّمُ یُنْحَرُ وَاِن یَّتَأَخَّرُ یُعْقَرُ**' کہ وہ اشقر گھوڑا دیکھتا ہے کہ سامنے جاؤں گا تو مجھے نحر کر دیا جائے گا، پیچھے ہٹوں تو میرے پیر کاٹ دیئے جائیں گے۔ ہرقل بین بین ہے۔ فیصلہ نہیں کر سکا یہ غریب کہ تختِ سلطنت کو لوں یا اسلام قبول کر لوں؟

ابوطالب

دونوں مین پھر بھی بڑا فرق رہا، کسریٰ میں اور ہرقل میں، حتیٰ کہ بعضوں کو ہرقل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں شبہ ہوا۔

جیسا کہ ابوطالب کے بارے میں بعضوں کو شبہ ہوا اور اختلاف ان کی طرف سے ہے کہ وہ اسلام پر مرے ہیں حالانکہ جمہور کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نہیں انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ جو ابوجہل کہتا تھا کہ مکہ کے بچے کیا کہیں گے، مرتے وقت اپنے بھتیجے کے ڈرانے سے ڈر اور خوف کے مارے ان کا مذہب قبول کر لیا۔ **اِخْتَارَ النَّارَ بِالْعَارِ**، کہ عار دلانے کی وجہ سے انہوں نے دوزخ کو قبول کیا۔ اسطرح جو گفتگو ہرقل کی

قاصدوں کے ساتھ ہوئی، اسے بعض حضرات نے جب پڑھا، تو انہیں ہرقل کے بارے میں شبہ ہوا کہ ایمان پر اسکی موت ہوئی۔
اسی طرح فرعون کے بارے میں بھی شبہ ہوا کہ اخیری وقت جب ملائکہ روح کھینچ رہے ہوتے ہیں۔ دیکھا منظر عالم آخرت کا جو مکشوف ہوجاتا ہے اس کے بعد پھر ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اب میں ایمان لایا اس اللہ پر جس پر موسیٰ ایمان لائے ہیں، اور یہ کہ موسیٰ کے رب پر میں ایمان لاتا ہوں۔ لیکن اس وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔
اس لئے کچھ لوگوں نے ہرقل کے بارے میں اختلاف کیا کہ ایمان پر موت ہوئی۔ کسی نے ابوطالب کے بارے میں اختلاف کیا، کسی نے فرعون کے بارے میں اختلاف کیا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ آپ نے قیصر کا حال سنا، کسریٰ کا حال سنا۔ اس سے پہلے انہیں موقعہ دیا گیا کہ ایمان لے آؤ، لے آؤ۔ مقدر میں نہیں تھا اور ہمت نہیں کی۔

اکثم بن صیفی

لیکن اس کے بالمقابل بنوتمیم کے سردار اکثم بن صیفی ہیں۔ یہ بہت بڑے انسان تھے، اپنی قوم بنوتمیم کے سردار تھے۔ لکھا ہے کہ 'کَانَ حَكِيمًا فَصِيحًا لَبِيبًا فَاضِلاً سَيِّدًا فِيْ بَنِيْ تَمِيْمٍ' ۔ وہ ایک عجوبہ تھے عمر کے اعتبار سے بھی۔ کہتے ہیں کہ دوسو برس سے زیادہ ان کی عمر ہوئی۔ ان کی عقل فہم حکمت انتہائی درجہ کی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفاصیل معلوم ہوئیں اور اسلام لانے کے ارادہ سے سفر کا عزم کیا، سارا قبیلہ سامنے کھڑا ہوگیا۔ بنوتمیم نے روک دیا کہ 'اَنْتَ سَيِّدُنَا وَكَبِيْرُنَا'۔ کہتے ہیں کہ پہلے کسی آدمی کو بھیجو۔
کسریٰ بھیج سکتا تھا آدمی کو، اس کے ذریعہ سے وہ معلوم کرسکتا تھا۔ ہرقل اور زیادہ افراد کو بھیجتا، اس نے تبوک میں بھی بعضوں کو بھیجا تھا۔ وہ ایمان لے آتا اور ہمت کرتا۔ یہاں بھی ان سے کہا گیا کہ آدمی بھیجئے جو نبی کو دیکھ کر آئیں۔ اکثم بن صیفی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے حبیش بن اکثم کو بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے۔

مَنْ اَنْتَ؟ بِمَاجِئْتَ؟ آپ کون ہو؟ کیا لےکر آئے ہو؟ آپ کے پاس جو علم ہے اس میں سے ہمارا بھی حصہ ہو۔ ہمیں بھی اس میں سے تعلیم دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا کہ 'اَنَا فَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عِبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ، عُبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُهُ' ۔ کہ میں عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کا بیٹا ہوں، اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ 'وَاَمَّا الَّذِيْ جِئْتُ بِهِ، میں جو لےکر آیا ہوں وہ خدا کا کلام ہے۔ اس کا ایک نمونہ، ایک آیت پیش ہے 'اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَائِ ذِی الْقُرْبیٰ وَیَنْهیٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبُغْيِ' ۔ یہ آیت نہایت جامع تھی اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے خطبہ کا حصہ بنا دیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے تحریر فرمایا 'وَاِنَّ اللّٰہَ أَمَرَنِيْ اَنْ أَقُوْلَ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ' ۔ پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا 'وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِیْن، والسلام' ۔ کہ اس کی آگے حقیقت اور تفصیل کچھ وقت کے بعد تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ہی جواب ملا تو کہنے لگے 'نسب بسیط' کہ اوہو! کتنا مبارک خاندان ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ مکارم اخلاق کا وہ حکم دیتے ہیں اور ملامت کے قابل اعمال سے وہ روکتے ہیں۔ سارے بنو تمیم کو انہوں نے دعوت دی۔ کیا فرمایا 'کُوْنُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ رُؤُوْسًا وَلاَ تَکُوْنُوْا أَذْنَابًا' ۔ تم آگے آگے پہنچنے والے بن جاؤ، سب سے پہلے جانے والے بن جاؤ۔ دم مت بنو، دم اخیر میں ہوتی ہے، اس کے بجائے تم سر بنو، پہلے پہنچو۔ دم چھلے بن کر اخیر میں مجبور بن کر جاؤ گے اس سے بہتر ہے کہ ابھی تم اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

حب مال و جاہ

گفتگو چل رہی تھی کہ کسریٰ کو دعوت پہنچی، موقعہ دیا گیا، ون، ٹو، تھری، فور ہوا۔ ہرقل کو دعوت دی گئی، اس نے تعظیم بھی کی، ہدیہ بھی بھیجا سب کچھ ہوا۔ مگر دو محبتیں ٹکرا گئیں۔ مال اور جاہ کی محبت ایک طرف اور جو پیشین گوئیاں پڑھی تھیں اور جن پر اعتقاد تھا، یقین تھا، عظمت

تھی،، علم تھا۔ مگر وہ کام نہیں آیا چونکہ محبت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ مال اور جاہ، دنیا کی محبت آخرت کے مقابلہ میں غالب رہی۔

اس کے بالمقابل اکثم صیفی کا قصہ چل رہا تھا کہ انہوں نے مخالفتوں کے باوجود بڑے قافلہ کے ساتھ سفر شروع فرمادیا۔ اب رستے میں کسی ظالم کو سوجھی، اس نے جتنی سواریاں تھیں ان سب کے پیٹ چاک کردیئے۔ جتنے پانی کے مشکیزے تھے سب بہادیئے۔ اب موت سامنے ہے، اکثم صیفی کی نہایت لمبی عمر ہے اور کس تمنا کے ساتھ اپنے قبیلہ سے چلے تھے اور رستے میں یہ کیا قیامت پیش آئی۔ لیکن جو عزم لے کر وہ چلے تھے وہ غالب رہا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اخیر میں وصیت فرمائی، سلام بھیجا اور پیام بھیجا۔

اس جہاں سے رخصت ہوئے تو کیا صلہ پایا، عرش ہل گیا اور یہ آیت اتری۔ 'وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'۔ محبت نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوئی، صرف خط و کتابت ہوئی اور وہ بھی طویل نہیں، صرف ایک گرامی نامہ اور صرف اسی سے وہ عاشق زار بن گئے۔ اور اکثم صیفی کے لیے دو تین سطر کا ایک گرامی نامہ ہی ان کی کایا پلٹنے کے لیے کافی ہوگیا۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

ہمارے پاس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنچایا ہوا، دیا ہوا پورا تیس پارے کا قرآن مجید ہے ہم پڑھتے ہیں، ہزاروں احادیث سے بھرپور کتابیں ہم پڑھتے ہیں مگر ان میں اور ہم میں فرق یہی کے ان کے دل محبت نبوی اور عشق نبوی سے لبریز تھے اور ہم خالی خولی ہیں۔

صحابہ کرام کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اس قدر لبریز تھے کہ جب کبھی کسی نے کوئی ذکر چھیڑ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کا سمندر موجیں مارنے لگتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر ہو رہا ہے، مدینہ منورہ کے قریب پہنچ رہے ہیں اور اب سب آواز ملا کر ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

غَـــدًا نَـــلْـــقَـــىٰ الْأَحِبَّةَ مُـــحَـــمَّـــدًا وَ حِـــزْبَـــهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

وہ زندگی میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اپنے لئے اس کو بڑا جرم سمجھتے تھے کہ اوہو! اتنے دن ہو گئے حاضری نہیں ہوئی۔ ایک دن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے پوچھا بیٹے سے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ملاقات کب کی تھی؟ انہوں نے دن بتلائے تو ڈانٹ پڑی۔ ڈانٹ سنتے ہی فوراً بھاگے کہ مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر پڑھتا ہوں، آپ کا سلام پہنچاتا ہوں اور آپ سے استغفار کی درخواست بھی کرتا ہوں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ

زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی صحابۂ کرام کا یہی حال تھا۔ ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں۔ مروان حجاز کا گورنر وہ پہنچا ہوا ہے سب لوگ آگے پیچھے پھر رہے ہیں اور ملاقات کر رہے ہیں۔ وہ مسجد میں آیا۔ جب اپنے کاموں سے فارغ ہو کر ایک طویل زمانہ کے بعد مسجد میں سے جب واپس جا رہا ہے، پھر دیکھا کہ ابھی نماز میں مشغول ہیں۔

اس کو شاید یہ چیز ناگوار گذری ہوگی کہ گورنر صاحب کی آمد پر سب استقبال کے لیے آگے پیچھے ہو رہے ہیں اور یہ مجھے خاطر میں نہیں لاتے۔ تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب یہ نماز سے فارغ ہوئے، کوئی کلمہ کہا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ فرمایا کہ دیکھو! تمہارے اس فقرے سے مجھے اذیت پہنچی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مؤمن کو جو اذیت پہنچائے اس کے بارے میں وعید ارشاد فرمائی ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سفر سے واپس پہنچے۔ قبر مبارک پر پہنچے، وہاں پر اپنا گال رکھ دیا قبر مبارک پر، اپنا رخسار رکھ دیا۔ اسی طرح یہاں مروان نے دیکھا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو کہ اپنا گال مبارک، رخسار مبارک قبر مبارک سے مل رہے ہیں۔ مروان نے پوچھا کہ کچھ خبر تو ہے یہ کیا کرتے ہو؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان عقائد کو محفوظ رکھے۔ 'بدعات'، 'بدعات' کا شور کرنے والوں کی اذیتوں سے مرعوب ہوکر اپنے عقیدے میں تزلزل سے ہم مأمون رہیں۔

یہ دن اور یہ راتیں ایسی ہیں کہ دن میں بھی کسی گھڑی مانگو وہ ساعت اجابت ہے، قبولیت کی گھڑی ہے۔ روزہ دار کے لیے ہر گھڑی قبولیت کی اور اجابت کی ہے۔ جو مانگو وہ ملتا ہے۔ راتیں کتنی مبارک ہیں۔ اپنے لئے بھی مانگیں، مسلم غیر مسلم سب کیلئے مانگیں۔ اپنے ملک کے لیے بھی مانگیں، پورے عالم کے لیے مانگیں۔ انسانیت بڑی محتاج ہے، بڑی ضرورت مند ہے مالک کی رحمتوں کی۔ تاریخ میں شاید انسانیت اس سے زیادہ بدحال نہیں ہوئی جتنی اب ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا ہے اس پر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تخمیس فرمائی ہے۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں:

ذکر کیا کوئی کرے وحدت میں تیری قال وقیل   عقل و بحث وعلت ومعلول ہیں زار و علیل

اَنْتَ کَافٍ فِيْ مُهِمَّاتٍ وَفِيْ رِزْقٍ کَفِیْلُ   خُذْ بِلُطْفِکَ یَا اِلٰهِيْ مَنْ لَهُ زَادُ قَلِیْلُ

مُفْلَسٌ بِصِدْقٍ یَأْتِيْ عِنْدَ بَابِکَ یَا جَلِیْلُ

دوسرا ایسا نہیں کوئی سیاہ کار و اثیم   ہے وفورِ جرم عصیاں سے سزاوارِ جحیم

وہ سراپا عاصی و خاطی تو غفار و رحیم ذَنْبُہُ ذَنْبٌ عَظِیْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمُ

اِنَّہُ شَخْصٌ غَرِیْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِیْلُ

حیف ہے پیری جوانی سب ہوئے مصروف لہو روز و شب غفلت جہالت ہی میں رہا محو

یا الٰہ العالمیں دے مستیٔ عصیاں سے سہو مِنْہُ عِصْیَانٌ وَنِسْیَانٌ وَسَھْوٌ بَعْدَ سَھْوٍ

مِنْکَ اِحْسَانٌ وَفَضْلٌ بَعْدَ اِعْطَاءٍ جَزِیْلُ

ہیں سب افعال ذمہ زندگی کا ماحصل یاد میں تیری نہ گذری ایک ساعت ایک پل

کیا کروں اب کچھ نہیں بنتی کہ سر پر اجل کَیْفَ حَالِيْ یَا اِلٰھِيْ لَیْسَ لِيْ خَیْرُ الْعَمَل

سُوْءُ اَعْمَالِيْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِيْ قَلِیْلُ

غم والم اندوہ وحسرت، یاس و دوری بے کسی ناتوانی، اضطرابی، بے قراری بے کلی

ہیں مرض سینے میں اتنے دل میں کاوش ہے بڑی عَافِنِيْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَاقْضِ عَنِّيْ حَاجَتِيْ

اِنَّ لِيْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ شَافٍ لِلْعَلِیْل

خود بخود ہوجائیں گے یہ درد سارے دل سے دور جتنے مقصد ہیں بر آئیں گے الٰہی بالضرور

یہ تڑپ، یہ بے قراری فکر بے جا ہے قصور اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِيْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْرِ

اَنْتَ حَسْبِيْ اَنْتَ رَبِّيْ اَنْتَ لِيْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

ہوں میں چکر میں، نہیں ملتی صراط مستقیم کردیا ازدیادِ مرض نے زار و سقیم

جس طرح حاجیوں پہ ہے مجھ پر بھی کر لطفِ عمیم رَبِّ ھَبْ لِيْ کَنْزَ فَضْلِکَ اَنْتَ وَھَّابٌ کَرِیْمُ

اَعْطِنِيْ مَا فِيْ ضَمِیْرِيْ دُلَّنِيْ خَیْرَ الدَّلِیْل

صورتِ شبنم ہوں گریاں روز وشب صبح ومساء غنچۂ خاطر برنگ گل نہ ایک دم بھی کھلا

جیتے جی ہروقت خوفِ آتش دوزخ رہا قُلْ لِنَارٍ اَبْرِدِيْ یَارَبِّ فِيْ حَقِّيْ کَمَا

قُلْتُ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِيْ اَنْتَ فِيْ حَقِّ الْخَلِیْل

عمر بھر کرتا رہا فرمانِ حق سے انحراف وہ ہوا مجھ سے جو شانِ عبدیت کے تھا خلاف

جرم وعصیان وخطا یک لخت سب کردے معاف ھَبْ لَنَا مُلْکًا کَبِیْرًا نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ

رَبَّنَا اِذْ اَنْتَ قَاضِيُ الْمُنَادِیْ جِبْرَئِیْلُ

ہوش میں آ اے غریب سرخوش جامِ صبور　　کر عمل اچھے برے ہوتے ہیں اب حالِ قبور

کیا بھروسہ زندگی کا ہے مسافر تن میں روح　　اَیْنَ مُوْسیٰ، اَیْنَ عِیْسیٰ، اَیْنَ یَحْییٰ، اَیْنَ نُوْحُ

اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصِیُ تُبْ اِلَی الْمَوْلیٰ الْجَلِیْلُ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعائیں جس طرح قبول ہوئیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ انسانیت کی بدحالی پر رحم فرمائے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا قصہ میں نے بار بار سنایا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ تہجد کے وقت حضرت شیخ الاسلام کے حجرہ کے پاس کان لگائے ہوئے ہیں۔ کیا پڑھتے ہیں، کیا دعا ہے؟ فرماتے ہیں کہ جب میرے کانوں نے یہ کلمہ سنا کہ مالک سے کہہ رہے ہیں کہ

چہ　بودے　کہ　دوزخ　زمن　پرشدے

کہ مالک کیا ہی اچھا ہو کہ ایک اکیلے حسین احمد کا جسم اتنا بڑا کردے کہ تنہا ایک حسین احمد ساری تیری دوزخ، جو 'ھل من مزید' کی فریاد کررہی ہے، اس کے لیے کافی ہوجائے اور یہ ساری سزائیں، جلنے کی، مرنے کی، کٹنے کی میں بھگت لوں اور یہ ساری انسانیت بچ جائے۔

کیا انہیں نہیں معلوم تھا کہ انبیاء کے قاتل، قوموں کے قاتل جہنم میں ہوں گے، جنہوں نے قوموں کی قومیں فنا کردیں، سارے فراعنہ کی تاریخ کیا انہیں نہیں یاد تھی؟ لیکن کیسی فریاد کہ الٰہی سب کو جنت میں بھیج دے مجھ اکیلے کو دوزخ میں ڈال دے۔ کیا پھر ان کا یہ نعرہ کوئی سیاسی نعرہ تھا جو اکیلے مالک کے سامنے رو رہے ہیں تنہائی میں جہاں کوئی نہیں سننے والا؟ انہیں یقین تھا کہ میری آواز رونے کی، اور میرے پنجابی کے دوہے کوئی نہیں سن پائے گا۔ مالک کے سامنے کیا یہ بھی کوئی سیاسی نعرہ تھا؟ یہ دعا بھی کوئی سیاسی تھی؟ نعوذ باللہ من

ذلک۔ کیوں یہ نعرہ؟ اور کیوں یہ مالک کے سامنے فریاد کہ الٰہی مجھے تنہا دوزخ میں ڈال دے، ساری انسانیت کو چھوڑ دے؟

یہی تو وجہ تھی کہ ایک دو نہیں، ایک درجن دو درجن نہیں بڑی تعداد ہے غیر مسلموں کی جو جیل میں ساتھ رہے اور جب وہاں سے رخصت ہوئے روتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم مزید کچھ دن آپ کے ساتھ رہ جاتے تو ہم اپنا مذہب چھوڑ دیتے۔ کیا ان کے اخلاق تھے۔ کیا ان کی سوچ تھی۔ اور کیوں تھی؟ کہ انہوں نے خلافت عثمانیہ کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ کعبہ کو جلتے ہوئے دیکھا تھا۔ حرمین میں قتلِ عام دیکھا تھا۔

اس سے سبق لے کر مالک سے فریاد کی کہ الٰہی تیری رحمت خاصہ متوجہ ہو اور انسانیت اس سے باز آجائے اور یہ ملکوں پر قبضہ کی ہوس ختم ہو۔ پیار و محبت ایک دوسرے کے دل میں ہو۔ لسانی عصبیت، ملکوں کی تقسیم کی عصبیت، کہ یہ تیرا یہ میرا، یہ تمہارا یہ ہمارا، اس سے انسانیت کے دل الگ ہوئے اور ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بن گئے۔ ایک لمبی تاریخ حضرت کے سامنے تھی جس سے ان کا دل کڑھ رہا تھا۔ جس میں یہ دعا مانگ رہے ہیں:

چہ بودے کہ دوخ زمن پرشدے مگر دیگر اں را رہائی شدے

کہ دوسرے سارے کے سارے، ابوجہل سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے کے سارے ظالم اور قاتل سب رہائی پا جائیں جنت میں جائیں اور میں اکیلا دوزخ بھگت لوں۔ اللہ اکبر! بس اب یہ تو قربِ قیامت ہے۔ دعا ہی کر سکتے ہیں مالک سے، مانگ ہی سکتے ہیں۔ کوئی گھڑی ہوگی کسی وقت کہ قبول ہو جائے۔ یہی عصبیت ہے اور یہاں ایک ملک ہے، ایک ہی زبان کے بولنے والے ہیں مگر کسی میں بدعت کی بو آئی اور بدعت کو بڑھا کر الزام لگا دیا کفر اور شرک کا الزام لگایا اور ان کا خون مباح کر دیا۔ عرب میں دیکھئے کیا تباہی مچی اور مچ رہی ہے۔ یا اللہ انسانیت پر رحم فرما۔

مرثیہ

چلئے! جو ہمارا پیچھے مضمون میں نے شروع کیا تھا مرثیہ جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے استاذ محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات پر لکھا تھا۔

متاعِ دہر پر غرہ نہ کر ہے سخت نادانی ۔۔۔ غزائے مور ہیں دیکھا، جو کرتے تھے سلیمانی
عجب ناداں ہیں جن کو ہے تخت وتاج پر غرہ ۔۔۔ کسی کی قیصری باقی رہی اس جا نہ خاقانی

یہ مرثیہ میں نے کسی دن تھوڑا سا پڑھا تھا۔آگے اسی کو پڑھ لیتے ہیں تاکہ جو ڈر اور خوف دو دن سے پیدا ہو رہا ہے کہ کیا ہوگا اس ملک کا اور ساری انسانیت کا اور دنیا کا جب عصبیت کا یہ حال، اس سے دل کو تسلی مل جائے۔اب جانے والوں کے مرثیہ پڑھ کر ہی اپنے دل کو تسلی دے دیں۔

وہ صدیق معظم تھے، سحابِ لطفِ رحمانی ۔۔۔ وہ شمع دین و ملت تھے گل گلزارِ عرفانی
وہ تھے کبریتِ ایمانی وہ تھے یاقوتِ روحانی ۔۔۔ ہے کیا کبریتِ احمر اور کیا یاقوت عُمّانی
قبولیت اسے کہتے ہیں، مقبول ایسے ہوتے ہیں ۔۔۔ عبیدِ سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی
رقابِ اولیاء کیوں خم نہ ہوتیں آپ کے آگے ۔۔۔ وہ شہبازِ طریقت تھے محی الدین جیلانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے ۔۔۔ میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بے شک شیخِ ربانی
جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا ۔۔۔ میرے قبلہ، میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
فقیہِ باخبر ایسا کوئی یارو بتائے تو ۔۔۔ ہو جس کا علم اذعانی، ہو جس کا علم ایقانی
رخ زیبا ہو جس کا مظہر اوعیٰ من السامع ۔۔۔ محدث ایسا دیکھیں گے کہاں اے وائے حرمانی
مفسر ایسا لائیں گے کہاں سے یا خدا جس کے ۔۔۔ ہوں قول وفعل دونوں کاشفِ اسرارِ قرآنی
ہو سینہ جس کا مصباحِ نبوت کیلئے مشکوٰۃ ۔۔۔ بجز مہدی نیاب ایں چنیں ہادیِ حقانی
گدایانِ درِ دولت کے کشکول و مرقع سے ۔۔۔ نظر آتے تھے شرمندہ قبا و تاجِ سلطانی

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوقِ وشوقِ عرفانی پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ

ہمارے سارے اکابر نور اللہ مراقدہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی قبروں کو نور سے بھردے۔ ان کی جتنی کوششیں کاوشیں رہیں وہ ساری کی ساری انسانیت ہی کے لیے ہوئیں۔ صرف انسانوں کے لیے یہ جئے مرے۔ حضرات انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے قلوب میں جو اوصاف مالک نے بھرے تھے وہ ایک ایک وصف اپنے قلب میں اتارنے کی کوشش میں یہ ہر وقت لگے رہتے تھے۔ لیکن یہاں تقسیم، در تقسیم ہے۔

غنیۃ الطالبین

کل میں نے ایک مثال دی تھی کہ ہم غنیۃ الطالبین میں سے کوئی عبارت پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کتاب صحیح نہیں ہے۔ ہم ان کی کتابوں میں سے جب کوئی عبارت پیش کرتے ہیں کہ یہ تو ابن قیم کی ہے، مدارج السالکین ہے، وہ کہتے ہیں کہ نہ، اس کو مت پڑھو۔ اب جو میں نے قصیدہ پڑھا، اس میں بعضوں کو کئی جگہ اشکال ہوگا کہ یہ تو بدعت ہے، یہ کفر ہے، یہ شرک ہے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ دیکھو، حنابلہ کی کتب بھری پڑی ہیں ایسے مرثیوں سے۔

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ

شیخ صلاح الدین ابوعیسیٰ موسیٰ بن محمد بن خلف المقدسی ایک بزرگ ہیں جنہوں نے ابن قدامہ حنبلی کا مرثیہ لکھا۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَبْقَ لِيْ بَعْدَ الْمُوَفَّقِ رَغْبَةٌ فِيْ الْعَيْشِ اِنَّ الْعَيْشَ ثُمَّ مُنَقَّعُ

صَدْرُ الزَّمَانِ وَعَيْنُهُ وَطِرَازُهُ رُكْنُ الْاَنَامِ الزَّاهِدُ الْمُتَوَرِّعُ

وَالْعِلْمُ قَدْ اَمْسیٰ كَأَنَّ بَوَاكِيًا تَبْكِيْ عَلَيْهِ وَحَبْلُهُ يَتَقَطَّعُ

وَتَعَطَّلَتْ تِلْكَ الْمَجَالِسُ وَانْقَطَعَتْ تِلْكَ الْمَحَافِلُ لَيْتَهَا تَرْجِعُ

کہ ہمارے بزرگ ابن قدامہ کی کیا نورانی مجالس تھیں، کیا علمی مجالس تھیں، کیا ان کے

نکات اور لطائف تھے۔حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس کسی نے دیکھی ہوتی تو اوہو! کیا علم تھا، ایک ہی پل میں زار وقطار رلاتے تھے، آنے والے دوسرے پل میں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوجاتے تھے۔اس لئے وہ کہتے ہیں

وَتَعَطَّلَتْ تِلْکَ الْمَجَالِسُ وَانْقَطَعَتْ　　تِلْکَ الْمَحَافِلُ لَیْتَھَا تَرْجِعُ

قَدْ کُنْتَ عَبْدًا طَائِعًا لا تَنْثَنِيْ　　عَنْ رَبِّکَ فِيْ الْعِبَادَۃِ تَوَسَّعُ

کہ اے ابن قدامہ! تم تو مالک کے اطاعت گذار بندے تھے۔ ہر وقت رب کے سامنے عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

کَمْ لَیْلَۃً اَحْیَیْتَھَا وَعَمَّرْتَھَا　　وَاللّٰہُ یَنْظُرُ وَالْخَلَائِقُ ھُجَّعُ

کہ ساری انسانیت سوئی ہوئی ہے اور ساری ساری رات آپ کا سر مالک کے سامنے سجدے میں خم ہے۔دل رو رہا ہے آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

تَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰہِ فِيْ جُنْحِ الدُّجیٰ　　کَزَبُوْرِ دَاؤُدَ النَّبِيِّ تُرَجِّعُ

کہ مالک کا کلام تلاوت کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں تمہارا کیا حال ہوتا تھا اور وہ آواز تمہاری کتنی پیاری ہوتی تھی جس طرح حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زبور پڑھ رہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں۔

لَوْ کَانَ یُمْکِنُ مِنْ فِدَائِکَ رُخْصَۃً　　لَفِدْتُکَ أَفْئِدَۃً عَلَیْکَ تَقَطَّعُ

کہ اگر مالک اور خالق اور اللہ عزوجل کی طرف سے اجازت ہوتی کہ کسی کا فدیہ دوسرا بن جائے، میرا محبوب بچ جائے اور فرشتہ میری جان لے لے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ کی طبیعت ناساز تھی، میں نے عریضہ لکھا۔ میں نے اس میں لکھا کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری عمر حضرت کو عطا فرمادے اور مجھ ناپاک کو اٹھالے۔محبت نامے میں وہ خط چھپا ہوا ہے۔اس میں تحریر فرمایا کہ میرے پیارے فدیہ نہ تو

اولیاء کے حق میں قبول کیا گیا نہ انبیاء و رسل کے حق میں کوئی فدیہ بن سکا۔ اب تو مالک سے دعا کرو کہ بہت ہو گیا اللہ مجھے جلدی اٹھا لے۔

ہمارے ان بزرگان دین نور اللہ مراقدہم نے ساری دنیا میں نور اور روشنی پھیلا دی۔ ان نور کی جگہوں کو کیا کیا الزام دیا گیا۔ نہ معلوم جو چاہا لکھ دیا، جو چاہا کہہ دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کہنے والوں کو معاف فرمائے، انہیں ہدایت دے، انہیں سمجھ دے، انہیں عقل دے کہ کیا تھے ہمارے اکابر۔ جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کو مثالی بنایا جو دوزخ میں اکیلے جانے کے لیے تیار ہیں۔ اس سے آگے کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے انسانی ہمدردی کی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور یہ جتنے عصبیت کے فتنے پھیلائے جا رہے ہیں ان کو اللہ تعالی ہدایت عطا فرمائے۔ اس عصبیت کے نتیجہ میں قتل عام ہو رہا ہے۔ کہیں زبان کا فتنہ ہے، کہیں علاقہ کا فتنہ ہے، کہیں علاقائی عصبیت ہے۔ ایک ہی مذہب ہے بنیادی اعتبار سے، اس کے اندر چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں، ان شاخوں کو آپس میں کس طرح لڑایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لڑانے والوں کو ہدایت عطا فرمائے اور لڑنے والوں کو سمجھ عطا فرمائے، عقل دے۔ ان مبارک ایام میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں انسانیت پر نازل فرمائے اور دنیا جنت کا نمونہ اور امن، عیش و آرام کا گہوارہ بن جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عز وجل نے کائنات کو پیدا فرمایا۔ ہم روز اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ چند چیزیں ملا کر اپنا ایک کھلونا بناتے ہیں۔ اس ایک اپنے بنائے ہوئے کھلونے سے انہیں اس قدر محبت ہوتی ہے کہ ذرا سا کوئی اسے چھیڑے، ہاتھ میں لے، ادھر ادھر کرے، انہیں تکلیف ہوتی ہے، رونا شروع کرتے ہیں۔ بچپن میں مٹی سے، ریت سے ہم دیہاتوں میں کھیلتے تھے۔ ذرا سا کسی نے اسے خراب کیا، شور مچ جاتا تھا۔ خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا اور اس کو فلاں نے لے لیا، فلاں نے خراب کیا۔ اس کو اپنے کھلونے سے کتنی محبت ہے۔

بدیع السماوات والارض

یہ ساری کائنات مالک کائنات کی صناعی ہے، اس کی صفات میں 'بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ' ہے کہ پہلے کوئی sample نمونہ نہیں تھا اور مالک نے بغیر کسی نمونے کے، بغیر اس کی کاپی کیئے، از سرِ نو تمام چیزیں بنائیں۔ اس لئے کوئی کسی پر ظلم کرے، انصاف کرے، پیار کرے، شفقت کرے، ہر چیز سے مالک اس کی جزا یا سزا دیتا ہے۔ کبھی اس کی جزا، اس کا بدلہ یا سزا دیر سے ملتی ہے کبھی جلدی مل جاتی ہے۔

اسی بنا پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، کسریٰ کو ہدایت کی طرف بلانے کے لیے ملک الرؤیا

بھیجا گیا، اور خواب کا فرشتہ اسی کام میں لگا ہوا ہے۔ اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہرقل کی نیکیوں کو دیکھ کر اسے بشارتیں ملتی ہیں، کسریٰ کے گلے میں زنجیر ہے، اس کے ہاتھ میں دی جاتی ہے کہ لو تم کسریٰ کی طرف سے پریشان ہو، ہم نے کسریٰ تمہارے حوالے کر دیا۔

گزشتہ سال کے خواب

گذشتہ سال سے پیوستہ سال کثرت سے دجال، یاجوج ماجوج اور قیامت کے خواب دیکھے گئے۔ بکثرت لوگوں نے اپنے اپنے خواب بیان کئے کہ ہم نے یہ دیکھا، ہم نے اس وقت کہا کہ یہ تو مالک کی طرف سے ڈرایا جارہا ہے کہ کوئی بڑا فتنہ، فساد، مصیبت آنے والی ہے۔ اس کے بعد ہی شام لٹ گیا، یمن لٹ گیا۔ دونوں جگہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ یہ مبشرات اور منذرات مالک کی طرف سے انتظام ہے۔

یہاں اس قدر ہولنا کی کے ساتھ دجال کی شکل میں، قیامت کی شکل میں دکھایا جانا کتنا بالکل واضح اور صاف اشارہ ہے۔ کہ وہ قیامت ایسی ہوگی کہ تم کچھ نہیں کر سکتے سوائے مالک کو یاد کرنے کے اور دعا کرنے کے اور اس کی طرف پناہ لینے کے۔ کوئی تمہارا سہارا نہیں ہوگا۔ لا الہ الا اللہ، لا حافظ الا اللہ، لا رقیب الا اللہ۔

بتوں کا بولنا

مالک نے جس طرح یہ خبریں دیں اور سچی ثابت ہوئیں اور ملک کے ملک جارہے ہیں، چلے گئے، اسی طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا حال ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جاہلیت میں خانہ کعبہ کی چھوٹی سی جگہ بتوں سے بھری ہوئی تھی۔ الگ الگ قبیلوں کے اپنے اپنے بت وہاں رکھے ہوئے تھے۔ ان بتوں سے حق تعالیٰ شانہ نے بلوایا۔ جاہلیت میں بتوں کی جو عبادت کرتے تھے، ان بتوں سے بیداری میں وہ سنتے تھے۔ ان بتوں کو اللہ نے گویائی دی۔

عادتِ شریفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ساری رات نماز میں کھڑے ہوتے۔ پیر ورم کر جاتے، فجر کی نماز میں تشریف لے جاتے۔ وہاں تشریف فرما ہیں، اہل مدینہ برکت کا پانی حاصل کرنے کے لیے پہنچ رہے ہیں۔ پیالوں میں، صاع اور مد میں، مختلف چیزوں کے برتنوں میں پانی لے کر پہنچ رہے ہیں، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی کو مائے کوثر بنا کر دست مبارک اس میں ڈالتے ہیں۔ وہ متبرک پانی وہ اپنی ضرورتوں کے لیے، جسمانی روحانی بیماریوں کی شفا کے لیے لے جاتے ہیں۔ یہ روز کا معمول تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس ٹھنڈے ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبوتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم سے سردی برداشت نہیں ہوتی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خادم آ رہا ہے، دست مبارک ٹھنڈے ٹھنڈے پانی میں ڈال رہے ہیں، ہمیں ترس آتا، ہمیں تکلیف ہوتی مگر سرکار کسی کو مایوس نہیں فرماتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے قریب جب گھر تشریف لے جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال ہوتا کہ کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی یا پینے کی چیز ہے؟ بکثرت یہ جواب ملتا تھا کہ یارسول اللہ! اللہ کا نام ہے، گھر میں کھانے کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تب کیا جواب ہوتا؟ 'اِنِّيْ اِذًا لَصَائِمٌ' کہ تب تو میں روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ اللہ اکبر۔ ہمارے پورے اس ملک میں کوئی ایک گھرانہ ہوگا کہ جس کو کبھی یہ قصہ پیش آیا ہو کہ پینے کے لیے پانی تک نہیں، دودھ تک بھی نہیں۔ بلکہ ہزاروں قسم کی نعمتیں گھر میں پڑی ہوئی ہیں۔ اناج کی شکل میں اور کن کن شکلوں میں چیزیں گھر میں بھری پڑی ہیں اور وہاں کوئی چیز نہیں، کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

گوشت کا قصہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مرتبہ ایک قصہ پیش آیا۔ کہ حضرت ام سلمہ

رضی اللہ عنہا کے یہاں کسی نے گوشت بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ کو بھیجا کہ اسے طاق میں رکھ دو۔ میرے آقا کو گوشت پسند ہے۔ جب تشریف لائیں گے نوش فرمائیں گے۔ خادمہ نے طاق میں رکھ دیا۔ اتنے میں ایک سائل آتا ہے اور صدا لگاتا ہے کہ 'اللہ گھر والوں کے لیے برکت فرمائے'۔ جواب گھر والوں کی طرف سے ملتا ہے 'بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ'۔ وہ دعا دیتے ہیں۔ سائل دعا کے بدلے میں دعا لے کر چلا جاتا ہے۔ گوشت کا ٹکڑا سائل کو نہیں دیا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ معمول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ 'جاؤ اس طاق میں سے گوشت کا ٹکڑا لے آؤ'۔ جب وہ پہنچی، اس نے کہا کہ 'لَیْسَ فِي الطَّاقِ اِلَّا الْمَرْوَۃُ'، طاق میں تو گوشت نہیں پتھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا قصہ بیان کیا گیا کہ فلاں کے یہاں سے یہ گوشت آیا تھا۔ ہم نے آپ کی نیت سے طاق میں رکھوادیا۔ آپ کی تشریف آوری سے کچھ پہلے ایک سائل آیا تھا اس نے سوال کیا۔ سائلانہ دعا دی اور ہم نے اس گوشت کو دینے کے بجائے، یا اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر اس کو دینے کے بجائے اس کو صرف دعا دے دی اور ہم نے صرف دعا پر قناعت کی اور وہ چلا گیا دعا دیتا ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'ہاں تم نے یہ اس کو نہیں دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس گوشت کو پتھر میں تبدیل فرمادیا'۔ دیکھئے ہم کسی کو دفن کرتے ہیں، اس میں مٹی ڈالتے ہوئے پڑھتے ہیں 'مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى' کہ ہمارا گوشت، پوست، یہ ہڈیاں، یہ گودا، یہ ناک، کان سارے اعضاء کس سے بنے ہیں؟ مٹی سے۔ وہ گوشت تھا مالک نے اسے پھر اصلی شکل میں لوٹا دیا۔

مالک کے یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا معاملہ ہی جدا تھا۔ فاقہ پر فاقے چل رہے ہیں پھر بھی مالک کی طرف سے تنبیہ ہوئی کہ تم نے سارا یا تھوڑا سائل کو کیوں

نہیں دیا۔ چلو ہم نے اسے جس شکل میں اسے آخری پہنچنا ہے ہم اسے ابھی بنا دیتے ہیں۔ کھا کر بھی تو وہی بنتا ہے۔ پیٹ میں جائے گا، ہضم ہوگا، غلاظت بنے گی پھر مٹی میں جائے گا، مٹی بن جائے، ہم اسے ابھی بنا دیتے ہیں۔ مالک نے اسے پتھر کی شکل دے دی۔

کنکر کی تسبیح

مالک کو بلوانے کے لیے، گویا کرنے کے لیے نہ گوشت کی ضرورت، نہ زبان کی ضرورت، نہ انسان ہونا ضروری، ہر چیز سے مالک بلوا سکتا ہے۔ مالک نے اس گوشت کو پیدا کیا۔ یہ تو اس کی درمیانی حالت ہے۔ پہلے تو یہ مٹی ہی تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریاں تھیں۔ پاکیزہ صحبت ان کنکریوں کو ملی، وہ گویا ہوگئیں 'سبحان اللہ، سبحان اللہ' وہ تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں میں لیں، تب بھی وہ تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ اسی طرح یہ عرب جاہلیت میں بتوں کی پرستش کرتے تھے تو ان بتوں سے بلوایا گیا۔

عباس بن مرداس

عباس بن مرداس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوپہر کا وقت ہے، میں کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں کہ ایک شتر مرغ ہے جو بالکل سفید ہے۔ روایت میں ہے کہ 'مِثْلُ اللَّبَنِ' دودھ کی طرح بالکل سفید شتر مرغ تھا۔ اس کے اوپر ایک سوار ہے اس کے کپڑے بھی دودھ کی طرح سفید ہیں۔

عباس بن مرداس سے اس نے کہا کہ 'یا عباس! تم کاہے میں پڑے ہوئے ہو؟

أَلَمْ تَرَ أَنَّ السَّمَآءَ قَدْ كَفَتْ أَحْرَاسَهَا، وَأَنَّ الْحَرْبَ تَجَرَّعَتْ أَنْفَاسَهَا، وأَنَّ الْخَيْلَ وَضَعَتْ أَحْلاسَهَا وَأَنَّ الَّذِيْ نَزَلَ بِالْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ صَاحِبُ النَّاقَةِ الْقُصْوىٰ'۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی ان بابرکت سواریوں کو یاد کر کے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا کہ وہ نبی آخر الزمان جب تشریف لائیں گے، ان کی سواری قصویٰ ہوگی، عضباء ہوگی۔

عباس فرماتے ہیں کہ میں کھلی آنکھوں دوپہر کے وقت ایک عجیب منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا کہ یہ کیا میں نے دیکھا اور یہ کیا میں سن رہا ہوں۔ جیسے ہم تو کوئی مصیبت دیکھتے ہیں، ہم پڑھتے ہیں 'اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، کہ اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اے اللہ مجھے بچالے'۔ عباس کہتے ہیں کہ بھاگ کر میں اپنے بت کے پاس پہنچا۔ 'حَتّٰی جِئۡتُ وَثَنًا یُدۡعٰی الضَّمَادَ' اس کا نام ضماد رکھ رکھا تھا کہ باپ نے انہیں وصیت فرمائی تھی کہ اس کی عبادت پر جمے رہنا، اس مذہب کو آگے چلانا۔

میں اس سے پناہ لینے کے لیے آیا کہ یہ تو میرا مصیبت کا وقت ہے، یہ کیا منظر میں نے دیکھا، میں گھبرا گیا۔ بیداری میں عجیب شکل دیکھی، اس شتر مرغ کی بھی اور اس بزرگ کی بھی۔ یہ کہاں سے اور کیسے آئے؟ کہاں سے اترے؟ آسمان سے نازل ہوئے؟ گھبرا کر میں بت کے پاس پہنچا اور اس کے اطراف آس پاس جھاڑو دیا، صاف کیا اور جس طرح ہم بیت اللہ سے معاملہ کرتے ہیں اور حجر اسود تک پہنچتے ہیں، وہاں ہاتھ پھیرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، بوسہ کرتے ہیں۔

یہی کام عباس نے اپنے بت ضماد کے ساتھ کیا۔ 'فَکَنَسۡتُ مَاحَوۡلَهٗ ثُمَّ تَمَسَّحۡتُ بِهٖ وَقَبَّلۡتُهٗ' ۔کہ میں نے صاف کیا اسے، ٹھیک ٹھاک کیا۔ پھر اس کے بعد اس پر ہاتھ پھیر رہا ہوں، پیار سے محبت سے اور اس کو بوسہ دے رہا ہوں۔ 'فَاِذَا صَائِحٌ مِنۡ جَوۡفِهٖ یَقُوۡلُ'، آواز بھی نہیں، بلکہ اس میں چلا کر کوئی بول رہا ہے۔

قُلۡ لِلۡقَبَائِلِ مِنۡ سَلِیۡمٍ کُلِّهَا ۔۔۔ هَلَکَ الضَّمَادُ وَفَازَ اَهۡلُ الۡمَسۡجِدِ
هَلَکَ الضَّمَادُ وَکَانَ یُعۡبَدُ مَرَّةً ۔۔۔ قَبۡلَ الصَّلَاةِ مَعَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
اِنَّ الَّذِیۡ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالۡهُدٰی ۔۔۔ بَعۡدَ ابۡنِ مَرۡیَمَ مِنۡ قُرَیۡشٍ مُهۡتَدِ

کہ سارے قبیلۂ سلیم سے کہہ دو کہ اب ضماد کی اور تمام بتوں کی پرستش ختم ہوگئی۔ ان بت

خانوں کے بجائے اب مسجدیں ہوں گی۔اور مسجد والے کامیاب ہوں گے۔ یہ تو ایک گئی گذری داستان ہوجائے گی اورنئی کہانی مسجدیں ہوں گی نمازیں ہوں گی۔ مسجدیں اورنمازیں جوآئیں گی، اس مبارک ہستی کی برکت سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جن کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا ہے وہ نبی آخر الزمان، خاتم الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،ان کی برکت سے یہ سارے کا سارا انقلاب دنیا دیکھے گی۔

پہلے تو شتر مرغ کے سوار کو دیکھا، اس کی نصیحت سنی، اب بت کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا، اس نے بھی اسی خبر کی تائید کی جو شتر مرغ کے سوار نے کہا تھا۔

کہتے ہیں کہ میں اب رعب کے مارے گھبرایا ہوا بت خانے سے نکلا اور اپنی قوم میں آیا اور میں نے ان کو دونوں قصے سنائے۔ میرے ساتھ تین سو سے زائد آدمی بنو حارثہ کے تیار ہوگئے۔اور ہم تیار ہوکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا'یَا عَبَّاسُ کَیْفَ کَانَ اِسْلَامُکَ؟'۔مسلمان دل سے ہو ہی چکے تھے۔فرماتے ہیں میں نے قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواس سے مسرت ہوئی اور میں اور میری ساری قوم اسلام لے آئی۔

اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ان بتوں سے بلواتے ہیں، رجالِ غیب آکر خبر دیتے ہیں۔ یہ سارے کا سارا اس محبت کی بنا پر ہے کہ مالک نے تمام کائنات کو بنایا۔ انسانوں اور جناتوں کو بنایا، ان کو مکلّف بھی بنایا۔ اور جب وہ غلط راہ پر جاتے ہیں، مالک کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے کہ یہ تمہارا رستہ غلط ہے تم ادھر آجاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مالک کی عنایتیں، شفقتیں، رحمتیں انسانیت پر اور سارے جہان پر برسائے کہ انسانیت، رحمتوں کی، امن وامان کی بھوکی ہے۔

اللہ کرے کہ جتنی قیامتیں شام، عراق اور یمن پر ڈھائی گئیں وہ ختم ہوچکی ہوں اور اب جدید قیامتیں ہم کہیں اور نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت فرمائے، اپنے مقدس شعائر کی حفاظت فرمائے لیکن حالات تھمتے نظر نہیں آتے۔ جیسا کہ گذشتہ کل بھی عرض کیا تھا کہ ہر وقت مالک کی طرف ہماری تار جڑی رہے، ہمارے دل اور دماغ مالک کی طرف ہی ہر

وقت رہیں۔ ورنہ دوستو! بڑے خطرات ہیں۔

ایک خاتون کا خواب

آج ہی کسی خاتون نے خواب لکھ بھیجا، کہ مسجد نبوی کے چاروں طرف سمندر ہے، پانی ہی پانی ہے۔ بیچ میں مسجد نبوی ہے۔ کسی بھی دروازہ سے نکلو تو سیدھے پانی میں۔ میں نے کہا کہ یہ فتنے ہر جگہ دستک دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کو محفوظ رکھے، حرمین شریفین والوں کو محفوظ رکھے اور وہ جگہیں مامون رہیں، وہاں کے رستے مامون رہیں، وہاں کے جانے کے پہنچنے کے اسباب سارے مامون رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں، برکتوں سے اس جگہ کو مالا مال رکھے۔ حاسدین کے حسد کی نگاہ سے حرمین شریفین اور شعائر کو محفوظ رکھے۔

اتنی کثرت سے جو خواب لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں، اس سے مقصود صرف دل اور دماغ کو اپنی طرف منوانا اور بلانا ہوتا ہے کہ میرے بندے میری طرف اپنی ٹکٹکی باندھ لیں۔ میں ہی ان کا کعبہ اور قبلہ ہوں اور دعاؤں کی دہلیز ہوں۔ اس لئے انہیں جھنجھوڑا جاتا ہے کہ اتنے سخت حالات ہیں آپ کے دل دماغ میں میرے سوا اور کسی کا بسیرا ہے کیوں؟ ان قیامتوں کو ہم سرسری نہ سمجھیں۔ بہت بڑی انسان کی کم بختی اور بدبختی ہے کہ ان حقائق کے روز دیکھنے کے باوجود بھی آنکھیں اس سے بند کر کے اپنی مستی میں مگن رہے۔ نہ اس کے عیش میں کوئی خلل آئے، نہ کھانے پینے کے مزوں میں کوئی فرق پڑے، نہ کھانے پینے، رہنے سہنے کے انداز میں کوئی فرق آئے۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہیں جہاں پر اور جن پر قیامتیں وہ ہیں، وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔ کوئی آئے گا چندہ والا تو دو پاؤنڈ ہم دے دیں گے۔ دعا کر دیں گے۔ کوئی دعا کر رہا ہوگا آمین کہہ دیں گے۔ اس سے آگے کہ ہم اپنے دل کو ٹھیک کریں۔ دنیا ہر وقت اس میں بسی ہوئی ہے، مالک سے۔ ہم کتنی دور ہیں، چوبیس گھنٹوں میں کتنی دیر ہمارا ذہن مالک کی طرف گیا اور ہم نے مالک کو یاد کیا، یہ ہم کبھی نہیں سوچتے۔

الرؤیا الصالحة

مالک کی طرف سے جو انتظام ہے کہ پیشگی چیزیں دکھائی جاتی ہیں، اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا کہ 'ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَلاَ نُبُوَّةَ بَعْدِيْ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ، يَرَاهَا الرَّجُلُ اَوْ تُرىٰ لَهُ' ۔نبوت ختم ہوگئی، وحی نہیں آئے گی۔ ہاں مبشرات آئیں گی۔ سچے خواب انسان دیکھے گا۔ فرشتے کی طرف سے اسے دکھایا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالتَّحْزِيْنُ مِنَ الشَّيْطَانِ'۔

یہ جو اچانک کبھی ہم دیکھتے ہیں گے کہ کہیں آگ ہے اور وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، کسی نے پکڑ لیا اور اس سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ڈراؤنی خواب ہے۔ یہ جو دجال کو دیکھا گیا، یاجوج ماجوج کو دیکھا گیا، ساری علامات قیامت کو دیکھا گیا کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب کی طرف سے طلوع ہو رہا ہے یہ ڈراؤنی خواب نہیں ہے دوستو! بلکہ اس میں خبر ہے۔

خواب میں اللہ کی زیارت

خواب میں انسان کچھ بھی دیکھ سکتا ہے۔ فرشتہ اسے کچھ بھی دکھاتا ہے۔ رب تعالیٰ کی بھی، اللہ عزوجل کی بھی زیارت ہوتی ہے، زیارت ہوئی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصوں پر تو کئی تصانیف ہیں۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے ائمہ میں سے ہیں وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ 'رَأَيْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ فِي الْمَنَامِ، میں نے اللہ عزوجل کی خواب میں زیارت کی۔

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ عزوجل کو سو دفعہ خواب میں دیکھا۔ دل کتنا رنگین ہوگا حب الٰہی میں، کتنا سرشار ہوگا عشق خداوندی سے کہ کتنی دفعہ دیکھا؟ سو دفعہ۔ یہ قصہ کہانیوں کی کتابوں میں نہیں ہے۔ بلکہ حنفی فقہ کی مستند کتاب ہے طحطاوی، اس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان خوابوں کا تذکرہ ہے کہ امام اعظم نے اللہ جل شانہ کو سو مرتبہ

خواب میں دیکھا۔ اور ہر مرتبہ میں یہ عرض کیا کہ اے پروردگار! قیامت کے روز، خلقت تیرے عذاب سے کس چیز سے نجات پائے گی؟۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی طرح سے تمام اولیاء اللہ کے دل کا یہی حال کہ وہ اپنے آپ کے متعلق کسی چیز کو نہیں سوچتے۔ نہ دنیا کے بارے میں نہ آخرت کے بارے میں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں مغرب کی نماز کے بعد حضرت بہت طویل اوابین پڑھتے تھے۔اور اگر کسی نے پرچہ دیا ہے کہ مجھے تنہائی میں کوئی بات کرنی ہے، وہی وقت ہوتا تھا۔اس نماز کے وقت میں سے حذف کر کے حضرت جلدی فارغ ہوجاتے تھے۔ دس منٹ پہلے فارغ ہوگئے، پندرہ منٹ پہلے فارغ ہوگئے اور فرمایا 'لاؤ بھائی تخلیہ والا' کون تھا۔ وہیں مسجد میں فارغ ہوئے اور فرمایا 'ہٹو بھائی' اور سب ہٹ گئے اور تخلیہ میں اس کی بات سن لی۔اور جیسے ہی اس نے تخلیہ میں شروع کیا کہ حضرت! میں نے خواب دیکھا۔ حضرت فرماتے 'جا میرے یار! میں نے تیرے لئے اپنی نفلیں قربان کیں، تیرے اس خواب کی خاطر؟ آگے کوئی کام کی بات ہے؟' یہ فرما کر ڈانٹ دیتے اسے۔

یہ اس لئے تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ میں نے تین برس پہلے دیکھا، چار برس پہلے خواب دیکھا اور قاعدہ ہے کہ رات کو خواب دیکھا، فجر کی نماز کا انتظار کرو۔ نماز پڑھی فجر کی اور اس وقت بیان کرو۔ اس وقت وہ پورا یاد بھی ہوتا ہے۔ حکایت اور بیان صحیح ہوگا ورنہ جیسے جیسے وقت گذرے گا، دماغ سٹوری کی شکل میں اس کہانی کو بدلتا رہے گا اور الفاظ کو بدلتا رہے گا اور وہ کیا سے کیا بن جائے گا۔اس لئے حضرت ڈانٹ دیتے تھے۔

پھر وہ اپنی کوئی داستان شروع کرتا، حضرت خلوت کا وقت اپنا، تلاوت کا قربان کر کے اس لئے دیتے تھے کہ حضرت یہ چاہتے تھے کہ یہ سلوک میں آگے بڑھیں، پڑھیں۔ مراقبہ، ذکر، تلاوت، نوافل اس کے متعلق کوئی مشورہ کرنا ہے۔ حضرت فرماتے کوئی کام کی بات کہو، کوئی

کام کی بات پوچھو۔

دعا میں جمع کا صیغہ

ایک بزرگ ہیں انہوں نے جمع کے صیغہ کے ساتھ دعا کی کہ 'اے اللہ! مجھے اور میرے فلاں فلاں دوست کو قبر کے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے'۔ رب العزۃ جل جلالہ کے سامنے اس بزرگ نے ہاتھ اٹھا کر جیسے ہی دوسرے کا ذکر شروع کیا کہ مجھے اور فلاں کو عذاب سے بچالے، اللہ رب العزۃ نے فرمایا کہ 'تو اپنی کہہ'۔ مالک کی طرف سے عتاب ہوا۔ اسی وقت دعا کے درمیان مالک نے ٹوکا کہ 'تو اپنی کہہ'۔ وہ میری مخلوق ہے وہ جانے میرا کام جانے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ملا علی قاری نے الحزب الاعظم میں جمع فرمائی ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے زکریا مسجد میں عرض کیا تھا کہ اس کتاب کو آپ اٹھا کر اگر دیکھیں گے، ایک چوتھائی دعائیں پوری کتاب میں سے مشکل سے ہوں گی جس میں جمع کے صیغے ہوں گے۔ مثلاً 'اللھم اغفرلنا' کہ اے اللہ! تو ہماری مغفرت فرما۔ یہ جمع کے صیغے جس میں امت کو اور دوسروں کو شامل فرمایا ہے وہ بہت کم ہیں۔ پچھتر فیصد اس میں مفرد کے صیغے ہیں 'اللھم اغفرلی، اللھم ارزقنی'۔ یہ کیوں ہے؟ کہ مالک اپنی طرف اپنی مخلوق کو کھینچنا چاہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس حال میں ہوتے تھے کہ بس میں ہوں اور میرا مالک ہے، بیچ میں کوئی دوسرا نہ ہو، وہاں جمع کے صیغے استعمال نہیں فرماتے تھے، مفرد صیغے استعمال فرماتے۔ جس طرح میں نے غور کیا اور اس چیز کو سمجھا کہ مفرد کے صیغے کیوں ہیں اور جمع کے صیغے کیوں نہیں۔ اور جمع کے صیغے کیوں کم ہیں اور مفرد کے صیغے کیوں زیادہ ہیں۔ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تو میں مقلد ہوں۔ ان کے علم کے سمندر کے مقابلہ میں تو میری جہالت کا سمندر بھرا پڑا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یہ سب جاننے کے باوجود بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جب مالک کی زیارت ہوتی ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس زیارت میں رب تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ اے پروردگار! قیامت کے روز خلقت تیرے عذاب سے کس چیز سے نجات پائے گی۔خلقت کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔اس میں وہ خود بھی شامل اور سب بھی شامل ہیں۔سب کا فکر فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام یوں کہا کرے، یہ دعا پڑھا کرے، یہ تسبیح پڑھا کرے:

سُبْحَانَ الْأَبَدِيِّ الْأَبَدِ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْأَحدِ، سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ، سُبْحَانَ مَنْ رَفَعَ السَّمَآءَ بِغَيْرِ عَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلیٰ مَآءٍ جَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَداً، سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدًا، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ

ہمارے طالب علمی کے زمانے میں گجراتی میں، انگلش میں، مختلف زبانوں میں جامعہ حسینیہ کی طرف سے یہ دعا چھپی ہوئی ملتی تھی۔

یہ دعا خواب میں آپ کو کتنی دفعہ بتائی گئی؟ سو دفعہ۔یہ دعا رب تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم فرمائی کہ قیامت کے روز قیامت کے عذاب سے اور حشر اور مابعد الحشر کے عذاب سے اگر بچنا ہے، میری مخلوق کو میری طرف سے یہ پیغام دے دیجئے کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں پڑھنے کی توفیق دے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے کئی دفعہ خواب اپنا بھی بتایا تھا کہ کوئی بیس سال ہوئے کہ میں نے خواب میں حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔اور جو شعار ہے وہاں کے بڑوں کا، محدثین کا، علماء کا، بیروت والوں کا وہ شعار اب تک بھی رہا کہ پارلیمنٹ میں بعض پارٹیوں کی

خاص ٹوپیاں ہوتی ہیں، وہ ترکی ٹوپی، اونچی سی سیاہ رنگ کی ہے۔ وہی ٹوپی امام اوزاعی کے سر پر ہے اور اب تو طویل زمانہ ہوگیا اس لئے پورا خواب بھی یاد نہیں رہا۔ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وقت زیارت ہوئی تھی۔

میں عرض کر رہا تھا حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ ان کے شاگرد یوسف ابن موسیٰ القطان روایت کرتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ عزوجل کی خواب میں زیارت کی، رب تعالیٰ نے سوال کیا۔ خالق و مالک پوچھتے ہیں امام اوزاعی سے کہ 'یَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَنْتَ الَّذِيْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟' کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟ جواب میں عرض کیا کہ 'بِفَضْلِكَ يَا رَبِّ' کہ مالک تو ہی مجھ سے کام لیتا ہے۔ میں تو ایک مشین کی طرح ہوں کہ تیری توفیق سے سب کچھ ہوتا ہے، توفیقِ الٰہی کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا۔ پھر میں نے رب سے ایک سوال کیا۔ میں نے عرض کیا کہ 'يَا رَبِّ أَمِتْنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ'۔

یہاں اللہ تعالیٰ خود امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا پر اضافہ فرمایا کہ ان کی دعا تھی 'يَا رَبِّ أَمِتْنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ' کہ اے میرے رب تو اسلام پر مجھے موت دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو گویا ناقص بتلایا اور اس پر اضافہ فرمایا۔ اور یوں فرمایا کہ 'وَعَلَى السُّنَّةِ'۔ کہ یوں کہو 'يَا رَبِّ أَمِتْنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ وَعَلَى السُّنَّةِ'۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام پر اور سنت پر موت دے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دل وجان سے پکڑے ہوئے ہوں اس حال پر ہمیں موت آئے۔

آپ کے ایک اور شاگرد ہیں عمرو بن سلمہ۔ انہوں نے بھی اس خواب کو روایت کیا کہ دو فرشتے آئے۔ مجھے اوپر لے گئے اور مجھے اللہ رب العزۃ کے حضور کھڑا کردیا۔ مالک مجھ سے پوچھتے ہیں، رب تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ 'اَنْتَ عَبْدِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟' تم میرے بندہ عبدالرحمٰن ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ 'بِعِزَّتِكَ يَا رَبِّ، اَنْتَ أَعْلَمُ'۔ کہ آپ کی عزت کی برکت سے

ہی سب کچھ خدمت مجھ سے لی جارہی ہے اور آپ مجھ سے زیادہ اس کو جاننے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بس اتنی گفتگو ہوئی اور پھر وہ مجھے نیچے لے آئے اور مجھے اپنے مستقر تک پہنچا دیا۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں زیارتیں الگ الگ ہوں۔ پہلا خواب کسی وقت دیکھا گیا ہو دوسرا کسی دوسرے وقت دیکھا گیا ہو۔

محمد بن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ابوالفضل فرماتے ہیں کہ میں محمد بن اوزاعی سے ملا ہوں۔ آپ کے بیٹے محمد سے میں ملا ہوں۔ آگے وہ امام اوزاعی کے بیٹے محمد کی تعریف فرماتے ہیں کہ سارے اس علاقہ کے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ 'اِنَّــهُ كَـانَ مِـنَ الْاَبْـدَالِ'۔ بڑے نیک آدمی تھے، بڑے اونچے روحانی منصب پر وہ فائز تھے۔

محمد بن اوزاعی کا بیان ہے اپنے ابا کے متعلق کہ ایک دن ابا نے مجھ سے فرمایا کہ 'میں تمہیں ایک راز کی بات کہنے جارہا ہوں لیکن پہلے مجھ سے عہد کرو کہ میری زندگی میں، جب تک میں زندہ ہوں کبھی کسی سے بیان نہ کرنا'۔ جب میں نے ان کے ساتھ یہ عہد کیا کہ میں ایسا کروں گا کہ 'أَفْعَلُ يَا اَبًا'۔ ابا میں ایسا ہی کروں گا۔ تب جا کر آپ نے یہ خواب بیان کیا کہ 'اِنِّيْ رَأَيْتُ كَاَنِّيْ اُوْقِفَ بِيْ عَلىٰ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ' کہ جنت کے دروازہ پر مجھے کھڑا کر دیا گیا۔

وہاں جا کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ جنت کے دروازہ کے دو پاٹ ہیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ جس طرح عام گھروں میں ہوتا ہے ایک دروازہ کے دو پاٹ۔ دیکھا کہ دو میں سے ایک اپنی جگہ سے نکل گیا ہے اور دروازہ کا جو نکلا ہوا پاٹ ہے، جناب رسول اللہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو دوبارہ فٹ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوئے، لگا دیا اور چھوڑا کہ وہ پھر نکل جاتا ہے۔ پھر لگایا، پھر نکل جاتا ہے۔ سہ بارہ پھر لگاتے ہیں پھر نکل جاتا ہے۔

اس پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا 'یَــا اَبَــا عَبْـدَ الرَّحْمٰنِ اَلاَ تُمْسِکُ مَعَنَا؟'، تم ہمارے ساتھ رہ کر اس کو ذرا پکڑے رہو۔ کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو پکڑا اور پھر چھوڑا تو وہ اپنی جگہ لگا رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ رمضان المبارک کا جو حصہ رہ گیا اسے ضائع ہونے سے ہم بچا سکیں۔ مالک کے کلام کی تلاوت میں ہماری زبان مصروف رہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے 'اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ رُؤْيَةُ الْمُؤْمِنِ' کہ جب زمانہ قریب ہو جائے، قریب آ جائے، اس وقت کے خواب سچے ہوں گے۔ اب یہ کون سا زمانہ ہے، کہاں قریب آ جائے؟ مختلف معانی اس کے بیان کئے گئے۔ ایک معنی یہ ہے کہ یہاں مراد رات کا وقت ہے، جب ختم ہونے کے قریب ہو جائے۔ پچھلے پہر رات کے، سحر کے، تہجد کے وقت کے جو خواب ہوتے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں۔

دوسری معنی یہ ہے کہ کسی کی زندگی ختم ہو رہی ہے، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آئے۔ چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، جب کسی کا اِس عالم سے اُس جہان میں جانے کا وقت قریب آ گیا، اس وقت سچے خواب دکھا کر اسے تنبیہ کی جاتی ہے۔ یہ مختلف معانی اس کے بیان کئے گئے ہیں۔

قربِ قیامت

ان معانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے دنیا قیامت کی طرف بڑھے گی، قیامت قریب آنے لگے گی، اس کے آنے سے پہلے مومن کو تنبیہ کی جاتی ہے خواب کے ذریعہ۔ یہاں یا تو سچ مچ قیامت کو مراد لیا گیا ہے یا ہولناکیوں کو اور مصیبتوں کو مراد لیا گیا کہ بڑے

بڑے مصائب سے انسانیت دوچار ہوگی، وہ بھی قیامت ہے ان کے لیے۔ اسی لئے لوگ دیکھتے تھے دجال کو اور فلاں فلاں مصیبت کو۔ یہ اللہ کی طرف سے ڈرایا جارہا ہے اور تنبیہ کی جارہی ہے کہ باز آجاؤ، اپنی حالت کو بدلو۔

یہ تو خواب ہیں، لیکن جب ہم خوابوں کو بیماری اور طبیعت کی خرابی پر محمول کرکے اسے ٹالنے لگے، بکثرت ایسے واقعات جو کتابوں ہی میں پڑھے جاتے تھے خال خال، اب وہ بہت کثرت سے ہونے لگے۔ کہ جانے والے جاتے ہیں۔ محمد مسکراتے ہوئے گئے۔ ہمارے بھائی جان آسمان کی طرف گردن اٹھا کر 'السلام علیکم' کہتے ہوئے تشریف لے گئے۔

مولانا عارف صاحب کی والدہ مرحومہ

دارالعلوم کے فارغین میں مولانا عارف ہیں۔ ان کی والدہ ہسپتال میں تھیں۔ ان کا آخری وقت آچکا ہے۔ رات کا وقت ہے ہسپتال میں سب سوئے پڑے ہیں۔ صرف نرسز خدمت کے لیے موجود ہیں۔ کسی طرح مولانا عارف کی والدہ نے نرس کو طلب فرمایا اور کاغذ مانگا، قلم مانگا اور کچھ جلدی جلدی لکھنا شروع کیا اور اس کو بتادیا کہ میں مرجاؤں تو یہ تحریر میری فیملی کو، میرے بیٹوں کو پہنچادینا۔ یہ اس کو دی اور نرس کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ تو انتقال کرگئیں۔

نرس نے گھر والوں کو فون کیا وہ پہنچے، کہا کہ آپ کی والدہ نے انتقال سے پہلے مجھے بلایا، کاغذ مانگا، قلم مانگا اور یہ کچھ تحریر لکھی ہے اور لکھتے ہوئے مجھے کہا ہے کہ تم گواہ رہو، میں اس تحریر کا تم کو گواہ بناتی ہوں۔ دیکھیں انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ کسی مسلمان کو بلاؤ، اس کی شہادت ہو۔ نہیں انہوں نے نرس ہی کو جو ان کی ہم مذہب نہیں ہے انہیں گواہ بنایا اور کہا کہ میرے بیٹوں کو یہ تحریر دینا اور کہنا کہ میں گواہ ہوں کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کو میرے سامنے لکھا تمہارے لئے۔

انہوں نے اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے اسے گواہ بنایا اور میں کلمہ شہادت پڑھتی ہوں اور یہ لکھتی ہوئی اس جہان سے جارہی ہوں۔ 'مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا

اَللّٰـــهُ دَخَلَ الْجَنَّةُ۔ سکرات کا عالم تو مَثَل بن گیا ہے کہ اوہو! سکرات کا عالم تھا۔ کوئی مصیبت پیش آئے تو وہاں سکرات کا کلمہ مستعمل ہے۔

یہاں تو سچ مچ سکرات میں ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا اطمینان، کتنی ثبات قدم، کتنی وعی، کتنی ذکاوت عنایت فرمائی۔ ہوش وحواس کو کس قدر اس نے اپنے قابو میں رکھا اور کاغذ قلم منگوا کر لکھ کر اس جہان سے رخصت ہوئی کہ میں اس جہان سے کلمہ لکھتی ہوئی پڑھتی ہوئی جا رہی ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وصال کے احوال

اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان بھی آخری وقت میں محفوظ رکھے۔ آخری وقت میں حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹروں کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام والی وصیت دہرائی۔ '**اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ**' ۔ کیا ٹھکانا ہے ان جانے والوں کی بزرگی کا۔ کیا مقام ہوگا ان لوگوں کا۔

بولٹن کی ایک آپا تحفیظ القرآن کے مدرسہ میں عربی کتابیں پڑھ رہی تھی۔ ان کے ابا مجھے لینے کیلئے آئے۔ ان کے ساتھ میں پہنچا۔ زمزم ساتھ لے کر گیا تھا۔ ان کے متعلق مجھے بعد میں بتایا گیا کہ تمہارے آنے کے بعد جب وہ رخصت ہوئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر وہ مسکرا رہی ہیں، زمزم پی رہی ہیں، دعا کر رہی ہیں۔

یہ سارے واقعات پہلے اولیاء اللہ کے حالات میں لکھے ہوئے پڑھے جاتے تھے اور اب یہ روز کا معمول ہوگیا کہ ہمیں مالک جگانا چاہتا ہے کہ میرے بندو! تم سبق لو ان جانے والوں کی زندگی سے۔ ایسی زندگی تم گذارو کہ تم بھی جاتے ہوئے اپنے ایمان کو بچا سکو۔

حضرت مولانا ابراھیم دیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں چھوٹی آپا '**يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ! اِرْجِعِيْ اِلىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً**' پڑھتی ہوئی، آسمان کی طرف دیکھتی مسکراتی ہوئے اس جہاں سے رخصت ہوگئی۔

ابھی کل پرسوں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ مسجد ہدیٰ کے افتتاح کے لیے جمعہ کے دن آپ آئے، لیکن مجھے علم نہیں تھا ورنہ میں پہنچتا۔ اس مسجد کی اور مسجد بنانے والوں کی تھوڑی سی تاریخ مجھے معلوم تھی، میں اسے دہرانے لگا۔ جیسے ہی میں نے نام لیا کہ عدالت بھائی اور بشیر بھائی۔

وہ کہنے لگے کہ اوہ بشیر بھائی، جب ان کا انتقال ہوا تو وہ نماز پڑھا رہے تھے اور امام تھے۔ فجر کی نماز تھی وہ نماز پڑھا رہے ہیں اور میں ان کے پیچھے کھڑا ہوا ہوں اور سورۃ پڑھتے پڑھتے قیام کی حالت میں رخصت ہو گئے۔ کتنی مبارک موت ہے۔

وہ ہاتھوں کو پھیلا کر بتا رہے ہیں کہ جیسے ہی میں نے دیکھا کہ ان کا جسم میرے طرف جھک رہا ہے، وہ گرنے کو ہے تو دو ہاتھوں سے جس طرح کسی کو سنبھالا دیتا ہے، اس طرح میں نے انہیں hug کرلیا اور پکڑ لیا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کی زبان میں یہ جا وہ جا۔ یہ کتنی مبارک موت ہے۔ فجر کی نماز ہے، قیام کی حالت ہے، قرآن کریم کی تلاوت جاری ہے، صبح کا سہانا وقت ہے۔

یہ سارے واقعات تسلسل کے ساتھ، خاص طور پر ہمارے اس چھوٹے سے ملک میں کثرت سے جو سنائے جارہے ہیں، یہ واقعات مالک کی محبت ہے۔ مالک ہمیں چاہتے ہیں اور ہماری ہدایت چاہتے ہیں کہ میرے بندے میرے نبی کی راہ پر آجائیں اور ہدایت پالیں۔ ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے ایک قصہ، دوسرا، تیسرا پیش آتا ہے۔ ایک ابھی پرانا ہو جاتا ہے، لوگ پھر مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر کوئی واقعہ پیش آتا ہے اور پھر جھنجھوڑا جاتا ہے کہ تم نے وہ قصہ تو بھلا دیا۔ پھر اسی طرح دنیا میں تم لگ گئے۔ اس قدر کثرت سے ایسی کرامات اور حیرت انگیز واقعات یہاں کیوں پیش آرہے ہیں؟ اس کا جواب حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی برمنگھم کی ایک تقریر میں ہے۔ فرمایا کہ ماں کے دو بچے ہوں، ایک گود میں ہوں، دوسرا چولہے پر جو آگ جل رہی ہے، اس کے قریب ہوں، تو ماں کی نظر گود والے بچہ کی بہ نسبت جو چولہے کے قریب بیٹھے ہے، اس کی طرف بار بار اٹھے گی۔ فرمایا یہی حال

یہاں بسنے والوں کا ہے کہ اسلامی ماحول میں رہنے والوں کی بہ نسبت یہاں والوں پر مالک کی رحمت زیادہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

کاش کہ ہم ان کھانے پینے کے مزوں کو پتھر سمجھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں قصہ پیش آیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گوشت آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ میرے سر کے تاج اور تاجدارِ کائنات اور سید الاولیا والاتقیاء والانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو وہ نوش فرمائیں گے۔ لہٰذا اسے طاق میں رکھ دو۔ اس کے بعد کوئی سائل آتا ہے اور سوال کرتا ہے، جواب میں 'بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکَ' دعا دے دی جاتی ہے۔ وہ سائل چلا جاتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور دریافت فرماتے ہیں کہ 'هَلْ عِنْدَکَ شَیْءٌ؟' تمہارے یہاں کچھ ہے کھانے کے لیے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا خادمہ سے فرمادیتی ہیں کہ جاؤ لے آؤ۔ وہ جاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ طاق میں تو یہ پتھر کا ٹکڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کہانی بتائی گئی کہ وہ سائل آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے نہیں دیا تو اللہ نے اسے پتھر بنادیا۔

اب ہم ہیں کہ کھانے کی چیزوں میں مزے تلاش کرتے ہیں کہ یہ پسند نہیں، وہ پسند نہیں، یہاں کا پسند نہیں، وہاں کا پسند ہے۔ ساری دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ جو مٹی ہے، مٹی بننے والی ہے اسی میں لذت تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ آقاء پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگتی، سوال ہوتا 'هَلْ عِنْدَكُمْ شَیْءٌ' کوئی چیز بھی ہو تو دے دو۔

اسودین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کوئی تعیین نہیں تھی کہ دودھ لاؤ، روٹی لاؤ، گوشت لاؤ، چاول لاؤ۔ پوچھتے کوئی چیز ہے؟ اس حال میں تین تین مہینے گذر جاتے تھے اور سرکارِ دوعالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تیسرے مہینہ کا ہم چاند دیکھ لیتے تھے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی کہ کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ پوچھا کہ پھر تمہارا گذراوقات کیسے ہوتا تھا؟ امی جان فرماتی ہیں کہ 'اَسْوَدَیْنِ' پر، دو کالی چیزوں پر۔ کھجوروں پر اور پانی پر ہمارا گذارا ہوتا تھا۔
ہم بھی کبھی کبھی ایک آدھ دن اس طرح گذارنے کی کوشش کریں کہ روزے کی بھی نیت نہ ہو اور جتنی دیر گذار سکیں اس طرح گذارنے کی کوشش کریں۔ اس کی ہم اختیاری طور پر نقل کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پڑھنے کی توفیق دے، اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اس سے عبرت لینے کی، سبق لینے اور ہماری رنگ رلیوں سے باز آنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا تھا۔ وہ دوسری ایک روایت میں تھوڑے الفاظ کے اختلاف سے بیان کیا گیا کہ میرا باپ مرداس جب مرنے لگا، اس نے مجھے اس کے بت کے بارے میں وصیت کی کہ اس کا خیال رکھنا۔ میں نے اسے ایک کمرہ میں رکھ دیا، روز میں اس کے پاس جاتا۔
جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سارے عالم میں شہرہ ہوگیا، میں نے رات کے وقت ایک آواز سنی۔ میں اس آواز سے گھبرا کر اپنے بت ضماد کے پاس پہنچا۔ اب وہ بت خود بول رہا ہے، اس کے اندر سے آواز آرہی ہے:

قُـلْ لِـلْـقَبِـيْـلَةِ مِـنْ سُلَيْـمٍ كُـلِّهَـا   هَلَکَ الْاَنِيْسُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ
اَوْدیٰ ضَـمَـادُ وَكَـانَ يُعْبَـدُ مَـرَّةً   قَبْـلَ الْكِتَـابِ اِلَـى الـنَّبِـيِّ مُحَمَّدِ
اِنَّ الَّـذِیْ وَرِثَ الـنُّبُوَّةَ وَالْهُدیٰ   بَـعْـدَ ابْـنِ مَـرْيَـمَ مِـنْ قُـرَيْـشٍ مُهْتَدِ

کہ سارے سُلَیم قبیلہ سے کہہ دو کہ سب بت پرستی اب ختم ہوگئی اور اب مسجدوں کا راج ہوگا۔ ضماد بھی ختم ہوجائے گا، اور اس کی ایک تاریخ بن جائے گی کہ کبھی ضماد بت کی عبادت ہوتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کے نزول سے پہلے اس کی عبادت ہوتی تھی اور نبی آخرالزمان یہ نبوت اور ہدایت کے وارث ہوئے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بعد۔

حضرت عباس بن مرداس کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے یہ قصہ بیان نہیں کیا۔ شروع میں اسے چھپاتا رہا یہاں تک کہ سارا عرب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف متحد ہوکر احزاب کی شکل میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور خندقیں کھودی گئیں۔ جب اللہ کی طرف سے ہوا بھیجی گئی اور لوگ واپس آرہے تھے، عباس فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے اونٹوں میں تھا وادی عقیق میں، ذات عرق میں سویا ہوا تھا۔ میں نے ایک آواز سنی کہ شتر مرغ پر ایک شخص سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ

نُوْرُ الَّذِیْ وَقَعَ لَیْلَۃَ الثُّلٰثَاءِ مَعَ صَاحِبِ النَّاقَۃِ الْعَضْبَاءِ
فِیْ دِیَارِ اِخْوَانِ بَنِیْ عَنْقَاءِ

کہ پیر اور منگل کی درمیانی رات میں ایک نور دنیا میں بھیجا گیا۔ صاحب ناقۃ العضباء کے ساتھ۔ عام روایات میں قصویٰ تھا یہاں عضباء ہے۔ دوسری طرف سے اس ہاتف، اس شتر مرغ کے سوار کے اعلان کا کوئی دوسرا آدمی جواب دیتا ہے۔ وہ دوسری طرف سے بولتا ہے ؎

بَشِّرِ الْجِنَّ وَأَبْلَاسَهَا أَنْ وَضَعَتِ الْمُطِیُّ اَحْلَاسَهَا
وَقَلَعَتِ السَّمَاءُ وَاَحْرَاسَهَا

کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں گھبرا کر کھڑا ہوگیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ 'اَنَّ مُحَمَّدًا مُرْسَلٌ'۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سواری تیار کی 'حَتّٰی اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَایَعْتُهٗ'۔

دوسری روایت میں ہے کہ تین سو آدمیوں کا قافلہ لے کر وہ پہنچے اور بیعت ہوئے۔ کہتے

ہیں کہ میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہاتھ دے کر بیعت ہو کر واپس آیا۔ بت کو جلایا، اور اس کی صفائی کر کے جب واپس پہنچا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نعتیہ قصیدہ پڑھا:

نَبِیٌّ أَتٰینَا بَعْدَ عِیسیٰ بِنَاطِقٍ مِنَ الْحَقِّ فِیْهِ الْفَصْلُ فِیْهِ کَذٰلِکَ
اَمِیْنٌ عَلَی الْقُرْآنِ اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مَبْعُوْثٍ یُجِیْبُ الْمَلٰئِکَةِ
تَلَافیٰ عُرَی الْاِسْلَامِ بَعْدَ انْتِقَاضِهَا فَأَحْکَمَهَا حَتّٰی اَقَامَ الْمَنَاسِکَا
أَنَیْتُکَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا تَوَسَّدْتَ فِی الْفَرْعَیْنِ وَالْمَجْدِ مَالِکًا

یہ قصیدہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا۔ بہت سارے اس طرح کے اشعار اور نعتیہ قصائد ایک کتاب میں میں نے اکٹھے بھی کئے ہیں، لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ 'اَلْاَشْعَارُ الْمُشْرِفَةُ بِالسَّمَاعِ وَالْکَلَامِ مِنْ عِنْدِ سَیِّدِ الْاَنَامِ عَلَیْهِ اَفْضَلُ التَّحِیَّةِ وَاَزْکَی السَّلَامُ'۔ بہت کثرت سے اس طرح کی آوازیں بتوں سے سنی گئیں، پتھروں سے سنی گئیں، ہاتف غیبی سے سنی گئیں، رجال غیبی سے سنی گئی۔

قبیلہ خثعم

آل محمد بن مسلمہ کے ایک فرد ہیں عبداللہ بن محمود۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کے کچھ لوگ اپنی ہدایت کا سبب بتاتے تھے کہ ہمیں کیسے ہدایت ملی۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہ سارے بت پرستی کے گڑھ اور مضبوط قلعے ان کو کس نے ہلایا؟۔ ان بتوں سے آوازیں نکلیں انہوں نے ہلایا۔ ان پتھروں سے آوازیں نکلیں انہوں نے ہلایا۔ ورنہ ان کے سخت ترین دلوں کو کوئی ہلا نہیں سکتا تھا۔ نہ کوئی خطبہ ان میں اثر کر سکتا تھا، نہ کوئی شعر اثر کر سکتا تھا نہ کوئی وعظ اثر کر سکتا تھا۔ وعظ ونصیحت کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی تھی۔ ان چیزوں نے اثر کیا جب ان کے خود بت بولنے لگے کہ ہمارے پاس کیوں آتے ہو؟ ادھر جاؤ۔

قبیلہ خثعم کے چند لوگوں کا بیان ہے کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آپس میں کوئی جھگڑا ہو گیا، ہم فیصلہ کے لیے، مدد کے لیے بت کے پاس پہنچے کہ وہاں بت کی برکت سے کوئی جھگڑا چکا دے اور آپس کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ وہاں ایک ہاتف غیبی کی آواز جتنے لوگ وہاں اکٹھے تھے، سب سن رہے ہیں:

یَـا اَیُّھَـا الـنَّـاسُ ذُوالْاَجُسَـامِ   مِـنْ بَیْـنِ اَشْیَـاخٍ اِلٰـی غُلَامِ

مَـا اَنْتُـمْ وَطَـائِـشُ الْاَحْلَامِ   وَمُسْـنِـدُ الْحُـکْمِ اِلَی الْاَصْنَـامِ

اَکُـلُّکُمْ فِـیْ حَیْـرَةِ الـنِّیَامِ   اَمْ لَاتَـرَوْنَ مَـا الَّـذِیْ اَمَـامِ

مِـنْ سَاطِـعٍ یَجْلُوْ دُجَی الظَّلَامِ   قَـدْ لَاحَ لِـلـنَّـا ظِـرِ مِنْ تِهَـامِ

ذَاکَ نَبِـیٌّ سَیِّـدُ الْاَنَـامِ   قَـدْ جَـاءَ بَـعْدَ الْکُـفْرِ بِـالْاِسْلَامِ

اَکْـرَمَـهُ الـرَّحْـمٰنِ مِنْ اَمَـامِ   وَمِـنْ رَسُـوْلٍ صَـادِقِ الْـکَلَامِ

اَعْـدَلُ ذِیْ حُـکْـمٍ مِنَ الْاَحْـکَـامِ   یَـاْمُرُ بِـالصَّلَاةِ وَالـصِّیَامِ

وَالْبِـرِّ وَالـصِّلَاتِ لِلْاَرْحَـامِ   وَیَـزْجُـرُ الـنَّـاسَ عَـنِ الْاٰثَـامِ

وَالـرِّجْـسِ وَالْاَوْثَـانِ وَ الْـحَرَامِ   مِـنْ هَـاشِـمٍ فِـیْ ذِرْوَةِ مِنَ السَّنَامِ

مُسْتَـعْـلِـنًـا فِـی الْبَـلَـدِ الْـحَـرَامِ

وہ ہاتف کیا کہتا ہے کہ اے لوگو! تم میں جوان بھی ہیں بوڑھے بھی ہیں، سب کے سب عقل سے کورے۔ تم بتوں کے پاس اپنا فیصلہ لے جاتے ہو کہ جس طرح سویا ہوا آدمی اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ تمہاری عقلیں ماری گئیں۔ تم نہیں دیکھتے یہ جو میرے سامنے ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ بت پرستی کی تاریکی اور ظلمت اور اندھیرا، یہ سارا ختم ہونے والا ہے۔ یہ روشنی آرہی ہے جو تہامہ سے آتی ہوئی میں دیکھ رہا ہوں۔ کیسی روشنی؟ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جو مالک کی طرف سے انہیں دیا گیا۔ وہ کفر کو مٹانے کے لیے اسلام کی روشنی لے کر آئے ہیں۔ جن کا کلام سچا ہے، جن کی زبان سچی ہے، جن کے فیصلے سچے ہیں۔

تم یہاں کیا فیصلہ لے کر آئے اور انصاف کے لیے آئے۔ اس کا فیصلہ وہ کریں گے جو نماز

کا حکم دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ گناہوں سے ڈراتے ہیں اور روکتے ہیں۔ گندگیوں سے، بت پرستی سے اور حرام کاری سے مخلوق کو روکتے ہیں۔ اور وہ قبیلہ بنو ہاشم میں سے ہیں جو انسانی قبائل میں سب سے اعلیٰ ترین قبیلہ سے جن کا تعلق ہے۔ اور یہ کوئی کانوں میں، سانس کی آواز میں پھونکی جانے والی کہانی نہیں ہے۔ وہ علانیہ صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر وہ پکارتے ہیں کہ 'اے قریش!' ۔قریش کے ایک ایک خاندان کو، یا بنو ہاشم، سب کو پکار کر بلا رہے ہیں۔

اس طرح کے سارے واقعات جو روز ہم جانے والوں کے سنتے ہیں کاش کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں کہ ہمیں بھی جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں واپس لوٹنے کی ہدایت کی طرف آنے کی توفیق دے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ ایک سو مرتبہ انہیں رب تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ عزوجل نے 'سبحان الابدي الابد' یہ دعا امام صاحب کے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی کہ 'الٰہی! محشر میں تیری مخلوق، تیری خلقت تیرے غصہ اور غضب سے کن چیزوں کے ذریعہ نجات پاسکتی ہے؟' اس کے جواب میں یہ کلمات ارشاد فرمائے گئے۔

کوئی اچھا خواب دیکھتا ہے خوش ہو جاتا ہے۔ کسی کو کسی بزرگ کی خواب میں زیارت ہوتی ہے خوش ہو جاتا ہے۔ کسی کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زیارت ہوئی اور بشارت ملی، اس کے بعد بڑھتے بڑھتے اللہ عزوجل کی زیارت ہو رہی ہے۔ ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ۔ کیا مقام تھا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا۔ کچھ چیزیں موہوب بھی ہوتی ہیں اللہ کی طرف سے یہ لیکن مالک کی اس قدر عنایات کی بارش اس درجہ کیوں تھی؟ اس لئے کہ خود امام صاحب نے اپنے اوپر محنت

بھی اسی قدر کی تھی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ’زہد، ورع اور دنیوی چیزوں کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینا، ان تین چیزوں میں امام صاحب اس مرتبہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ ’لَایُدْرِکُہُ اَحَدٌ‘کہ دوسرا کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا‘۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انتہائی درجہ کی ورع اور پرہیزگاری اور انتہائی درجہ کے زہداور آخرت کی پسندیدگی اوراس کو ترجیح دینے میں آپ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔اسی لئے سب نے اپنے اپنے انداز میں امام صاحب کو دیکھا۔اللہ نے آپ کو قبول فرمایا تھالہذا کیوں نہ دیکھتے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ٹائم ٹیبل

کسی نے امام صاحب کو دیکھ کر آپ کا ٹائم ٹیبل ہمیں مہیا فرمایا۔کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے تھے۔ پھر دور دور سے آنے والے حضرات کے سوالات کے جواب دیتے۔ان کے استفتاء کے فتوے دیتے۔اس کے بعد جو آپ نے ایک کونسل بنائی تھی، ایک مجلس بنائی تھی، جس کے ذریعہ آپ نے قیامت تک آنے والے مسائل پر اجتہاد فرمایا۔اس مجلس کا کام شروع ہوتا۔اپنے اپنے ان شاگردوں کو لے کر آپ تشریف فرما ہوتے اور یہ تدوین فقہ کی مجلس ہوتی۔ظہر تک یہ سلسلہ رہتا۔

ظہر پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے اور گرمیوں میں ہمیشہ ظہر کی نماز کے بعد آرام فرما ہوتے۔نماز عصر کے بعد بھی درس اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔اس سے فراغت پر اپنی دکان پر تشریف لے جاتے۔دوستوں سے ملاقات فرماتے۔کسی کی عیادت فرماتے کسی ضرورت مند کو دیکھتے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد پھر درس شروع ہوجاتا جو عشاء تک جاری رہتا۔اور عشاء کی نماز کے بعد آپ مسجد سے گھر تشریف لے جاتے اور مالک کے سامنے نماز میں کھڑے ہوجاتے۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ٹائم ٹیبل پورے دن کا بتایا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کثرتِ نوافل

جاں نثار فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے فجر ادا فرمائی اس کے بعد مجلسِ علم میں لوگوں کے ساتھ آپ تشریف فرما ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مغرب تک یہی مشغولی رہی۔ پھر آپ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر بھی انہی کے ساتھ اسی مجلس درس میں مشغول رہے اور عشاء پڑھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ نماز میں کھڑے ہوگئے اور صبح صادق تک نماز میں مشغول رہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ حال دیکھا، اگلے دن یہ حال دیکھا، تیسرے دن بھی یہ حال دیکھا۔ میں تو تحقیق اور تفتیش کے لیے آیا تھا لیکن تین دن آپ کو اس حال میں دیکھ کر میں آپ کا گرویدہ ہو گیا اور پھر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ان کے ساتھ تو مجھے مرنے تک اب رہنا ہے۔ چنانچہ ساری عمر کے لیے امام صاحب کی رفاقت اختیار کر لی۔

یحییٰ بن سعید بن قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے حضرات کے پاس بیٹھے، بہت سوں کو ہم نے دیکھا لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا نہ کوئی آدمی دیکھا نہ کسی کے متعلق ان کے جیسے حالات سنے۔

عبدالوہاب بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدن کے بہت سے مشائخ حدیث پڑھنے کے لیے کوفہ گئے۔ وہ جب واپس آئے، کہتے تھے کہ ہم نے ابوحنیفہ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی فقیہ دیکھا نہ ان سے زیادہ کوئی پرہیزگار ہم نے دیکھا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کثرتِ تلاوت

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ جس جگہ امام صاحب کا قیام تھا اپنے گھر میں، وہاں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سات ہزار قرآن شریف ختم کئے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا، کسی کی تلاوت کی آواز مجھے بہت دلکش اور

بہت پیاری لگی۔ میں سنتا رہا، سوچا کہ یہ ایک سبع، ایک حزب اور ایک منزل پر پہنچ کر رکوع کریں گے لیکن وہ تو آگے بڑھتے رہے۔ ایک ربع ہوگیا قرآن کا، ایک ثلث ہوگیا، آدھا ہوگیا۔فرماتے ہیں کہ ایک رکعت میں آپ نے پورا قرآن ختم کیا۔

اسی لئے خارجہ بن مصعب فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن ختم کیا ہے۔ ایک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

رمضان المبارک میں تلاوت میں اتنی زیادتی ہوجاتی کہ آپ ایک قرآن دن میں، اور ایک رات میں ختم فرماتے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ختم فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ ہمیشہ تو تیس کا رمضان نہیں ہوتا۔ کبھی انتیس کا بھی رہا ہوگا، تیس کا بھی رہا ہوگا لیکن آپ کے متعلق بالاتفاق سب نے یہ لکھا ہے کہ رمضان شریف میں ساٹھ قرآن شریف آپ پڑھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وجد میں آجاتے کسی آیت پر، اسی کو دہراتے رہتے۔ امام زفر فرماتے ہیں کہ ایک رات '**بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ**' یہ آیت پڑھتے پڑھتے آپ نے رات گذاردی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شب گذاری

محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ امام صاحب جیسا شب زندہ دار میں نے نہیں دیکھا۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ چالیس سال عشاء کے وضوء سے آپ نے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ اس شب گذاری میں، رات کی عبادت میں آپ کا معمول ایک قرآن ختم کرنے کا تھا۔ اسی لئے جب آپ کو وفات کے بعد غسل دینے کے لیے تختہ پر رکھا گیا، حسن بن عمارہ فرماتے ہیں کہ اللہ امام ابوحنیفہ پر رحم فرمائے کہ وہ تیس برس تک مسلسل روزے سے رہے۔ ایک دن بے روزہ نہیں رہے اور افطار نہیں فرمایا۔ اور چالیس سال تک رات کو بستر پر پیر دراز نہیں فرمائے، پیر لمبے نہیں فرمائے۔

اب جس ہستی نے اپنے قلب کو اس قدر مجلیٰ اور نورانی بنالیا تو مالک کا دیدار کیوں نہ ہوتا۔ اس لئے لکھا ہے کہ سو مرتبہ رب تعالیٰ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت ہوئی اور یہ دعا مالک نے ارشاد فرمائی 'سبحان الابدي الابد'۔ اس عبادت کی کثرت کے باوجود آپ کے ڈر اور خوف اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آیا، فقہی مسئلہ ہے تھوڑا مشکل ہے جواب اس کا سمجھ میں نہیں آرہا تو کیا فرماتے؟ تازہ وضو فرماتے پھر صلوۃ التوبہ یا صلوۃ الحاجہ کی نیت سے نماز پڑھتے اور استغفار کرتے۔ اور جب اس استغفار کے متعلق پوچھا گیا، امام صاحب نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ کا مجھے جواب ذہن میں نہیں آتا تو خیال ہوتا ہے کہ شاید میں کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہوں اس لئے تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کے استغفار کرتا ہوں۔

جب یہ حکایت اور یہ قصہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے سنا، بہت روئے۔

چوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گناہ بہت کم تھے اس لئے انہیں اس کا خیال ہوتا تھا۔ اور ہم لوگ چوں کہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور گناہوں کے پہاڑوں میں دبے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اس کی خبر نہیں ہوتی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خوف خداوندی

ابن جریج فرماتے ہیں کہ نعمان بن ثابت اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے۔ اس عبادت کی کثرت کی بنا پر مالک اور اللہ عزوجل اور اپنے پیدا کرنے والے اپنے خالق اور مالک کا کتنا استحضار ہر وقت امام صاحب کو رہتا تھا کہ داؤد طائی فرماتے ہیں کہ بیس برس تک میں آپ کے ساتھ رہا، میں نے اس مدت میں کبھی بھی خلوت اور جلوت میں، تنہائی میں اور کسی کے سامنے آپ کو سر برہنہ کبھی نہیں دیکھا۔ ایک یہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ ان بیس برسوں میں کبھی آپ کو لیٹے ہوئے یا پیر دراز کئے ہوئے، پیر لمبے کر کے بیٹھا اور لیٹا ہوا نہیں دیکھا۔

ان کا بیان ہے کہ جب ہم خدام نے عرض کیا کہ حضرت ایسا کیوں؟ صاف جواب دیا کہ مالک سبحانہ وتعالیٰ، اللہ عزوجل کا ادب ہر حال میں رکھنا ضروری ہے۔ اور پیر لمبے نہ کرنا، دراز

نہ کرنا اور نہ لیٹنا اس لئے تھا کہ کس کی طرف پیر دراز کریں؟ دنیا میں اپنے کسی بڑے کے سامنے انسان پیر نہیں کرسکتا، اس کو بے ادبی سمجھتا ہے۔ یہاں تو مالک ادھر بھی ہے، ادھر بھی ہے، ادھر بھی ہے، لہذا کسی طرف میں دراز کروں؟ جو ہیئت کسی مخلوق میں سے کسی بڑے کے سامنے نہیں اختیار کرسکتے، میں مالک کے سامنے کیسے اختیار کروں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذات عالی کا مراقبہ شب وروز کی ہر گھڑی میں اس درجہ کا عطاء فرمائے۔خالق ومالک اور پیدا کرنے والے کا استحضار اس قدر عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک گھڑیاں، مبارک دن، مبارک راتیں، مبارک ساعتیں چل رہی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان گھڑیوں کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے، ان کی ناقدری سے ہمیں بچائے۔ ان کی ناقدری پر جو وبال اور جبریل امین کی بددعا اور اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین ہے، اس کی ہلاکت سے ہمیں بچائے اور ہم اپنے آپ کو اس رمضان المبارک میں مغفور منوالیں کہ مالک ہمیں معاف کردے، ہماری خطائیں معاف فرما کر کے ہمیں آئندہ کے لیے صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی ہمت اور توفیق دے۔ اور یہ ساعتیں ایسی ہیں کہ ان میں جو مانگو مل جاتا ہے۔ روزے کی حالت میں بھی آپ مانگتے رہیں، راتوں کو بھی مانگتے رہیں، کوئی وقت متعین نہیں۔ اس کی ہر ہر ساعت قیمتی ہے، ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے۔ تلاوت عبادت کی ہمت نہ ہو، پڑے رہیں، پڑے پڑے مانگتے رہیں۔ زبان نہ ہل سکے تو سوچ سے تصور سے مانگتے رہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں کا ایک قصہ مجھے یاد آیا۔ حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خسر صاحب مولانا محمود الحسن کے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد

پہنچے۔ کسی کے سامنے میرا نام لیا۔ ساتھیوں نے ملاقات کروائی۔ مجھ سے فرمایا کہ میں تو صرف ایک مقصد، ایک آرزو لے کر آیا ہوں کہ حضرت شیخ قدس سرہ سے مجھے دعا کروانی ہے۔ میں حضرت کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔

مصافحہ، سلام وملاقات کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مدینہ پاک لے جائے، وہاں سے واپس نہ لائے، وہاں مجھے موت دے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے دعا فرمائی۔ چند منٹ کے لیے تشریف لائے تھے۔ زیادہ قیام بھی نہیں رہا۔ یہی آمد اور حاضری کی ملاقات تھی اور یہی واپسی کا مصافحہ تھا۔ سلام مصافحہ کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

رمضان المبارک کے بعد میں جب یہاں برطانیہ پہنچا، معلوم ہوا کہ مولانا لطف الرحمٰن جب سے وہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں احد کے علاقہ میں مقیم ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ ان کی تمنا پوری ہوگئی، وہ بقیع میں مدفون ہوگئے۔ کاش کہ ہم ان کی طرح سے طلب سچی رکھیں۔

امام حمیدی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے قصہ عرض کیا تھا امام حمیدی کا کہ وہ حکام کو وصیت کر رہے ہیں، مظفر کو وصیت کر رہے ہیں کہ مظفر میں مر جاؤں تو میری وصیت ہے تمہیں کہ مجھے بشر حافی کے برابر میں دفن کیا جائے۔

یہاں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب مصنوعی بناوٹی قصے ہیں جو گھڑے گئے کہ صوفیاء اور محدثین کی نہیں بنتی۔ بلکہ محدثین صوفیاء کے سامنے جھکتے تھے۔ زندگی میں دعائیں لیتے تھے، مرنے کے بعد چاہتے تھے کہ ان کا پڑوس ملے، ان کے قریب ہم دفن ہوں۔

حمیدی امام بخاری کے استاذ نہیں، حمیدی دو ہیں۔ ایک حمیدی مکی وہ امام بخاری کے استاذ ہیں اور دوسرے ہمارے یورپ کے علاقہ کے، اسپین کے، میورقہ کے حمیدی ہیں، انہوں نے

وصیت کی کہ مجھے وہاں دفن کیا جائے۔اور یہ حمیدی تو حمیدی مکی سے بھی آگے ہیں کیوں کہ وہ ابن حزم ظاہری کے شاگرد اور ان کے تلمیذ خاص ہیں اور ان کی وجہ سے انہیں بڑی تکالیف کا سامنا بھی ہوا۔

اتنی روایات اور احادیث کے ظاہر پر عمل کے داعی ابن حزم، ان کے یہ شاگرد خاص ہیں، اس کے باوجود یہ مرتے وقت وصیت کرتے ہیں مظفر کو کہ مجھے بشر حافی کے قریب دفن کیا جائے مگر انہوں نے کہیں اور دفن کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد، تین سال کے بعد خواب میں تشریف لائے، ان کو ڈانٹا۔ گھبرا کر اٹھے، انتظام کیا، قبر کھلوائی، سارا علاقہ خوشبو سے معطر ہوگیا۔ اب یہاں سے بشر حافی کے قریب انہیں دفن کیا گیا۔ یہ حمیدی اندلسی باوجود اپنے علم وفضل کے کس قدر بشر حافی کے معتقد تھے۔اور آگے سنئے!

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی علم حدیث، تاریخ اور سارے فنون کے کتنے بڑے امام تھے، مگر خود وہ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میں حج کے لیے گیا، آبِ زمزم کا گلاس ہاتھ میں ہے۔آبِ زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔لہذا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے زمزم کا پانی تین گھونٹ میں پیا اور اللہ تعالیٰ سے تین حاجتیں میں نے مانگیں۔ایک حاجت یہ کہ الٰہی یہ تاریخ بغداد جو میں نے لکھی ہے، میرے ساتھ جارہی ہے، طویل سفر ہے، ریگستانی سفر ہے، موسم کا حال معلوم نہیں، یہ کتاب ضائع نہ ہو۔

پہلے زمانہ کا حال تو یہ تھا کہ ذرا سی بارش ہوئی اور سارا بھیگ کر، دھل کر دفن ہوگیا۔تختیوں پر لکھتے تھے روز دھو دیتے تھے پھر دوبارہ دوسری چیزیں لکھا کرتے تھے، جس طرح افریقہ میں بچوں کو الف با اور قرآن شریف کی کتابت سکھائی جاتی ہے۔کاغذ ان کے پاس نہیں تھا۔کتنی نعمتیں ہمیں بادشاہوں جیسی میسر ہیں۔ جو کسی زمانے میں بادشاہوں کو میسر نہیں ہوتی تھیں ہم میں سے ہر شخص کے گھر میں وہ تمام چیزیں میسر ہیں۔

چنانچہ وہ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی رستے میں تاریخ بغداد میری یہ کتاب ضائع نہ ہو اور میں اس کو سلامت لے کر بغداد پہنچوں اور اس کا درس دوں۔

دوسری حاجت مالک سے میں نے یہ مانگی کہ بغداد کی جامع منصور میں مجھے تدریس حدیث کا موقعہ ملے اور میں طلبہ کو حدیث کا املاء کراؤں۔

تیسری حاجت یہ تھی کہ مرنے کے بعد الٰہی مجھے بشر حافی کا جوار اور پڑوس چاہئے، ان کے قریب میں دفن ہوں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ کو خادم پنکھا جھل رہا ہے۔ ہاتھ والا پنکھا نہیں ہوتا، وہ کبھی ہوتا ہے۔ مگر وہاں پورے مجمع کو پنکھا کرنے کے لیے ایک لحاف لٹکا دیا جاتا ہے ایک بانس کے ساتھ۔ اس بانس کے ساتھ ایک رسی باندھ دی جاتی ہے۔ وہ جس طرح کیر ہوتی ہے حداد کی، اور وہاں آگ جلانے کے لیے، لکڑیاں جلانے کے لیے نیم ہوا کے لیے انتظام ہوتا ہے، اسی طرح سارے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کے لیے یو پی میں یہ انتظام ہوتا ہے۔

وہ خادم پنکھا جھل رہا ہے اس نے حضرت نانوتوی قدس سرہ سے پوچھا کہ حضرت کسی نیک آدمی کے قریب دفن ہونے سے فائدہ ہوتا ہے؟ کیوں کہ قرآن پاک میں اس نے پڑھا **'لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی'**، انسان کو وہی کار آمد ہوگا جو خود اس کا عمل ہے۔

حضرت نے آسان جواب مرحمت فرمایا۔ پوچھا کہ یہ پنکھا کس کو جھل رہے ہو؟ کس کی وجہ سے یہ تکلیف اٹھاتے ہو؟ عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے۔ فرمایا کہ دوسروں کو ہوا پہنچ رہی ہے؟ عرض کیا کہ جواب سمجھ میں آ گیا۔

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو پڑوس میں بشر حافی پر رحمتوں کی نعمتوں کی بارش ہوگی، جنت کی ہوائیں کھڑکیوں سے آتی رہیں گی، قبرستان میں جتنے مردے ہیں، قریب میں دفن

ہیں سب کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

چنانچہ خطیب بغدادی نے زمزم کا پانی پینے ہوتے ہوئے مالک سے جو دعا مانگی تھیں ساری تمنائیں ان کی پوری ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں کی حاضری مقدر فرمائے، بار بار لے جائے۔ آب زمزم سیر ہو کر ہم پی سکیں اور اس کی قدر جان کر مالک سے مانگتے ہوئے وہ زمزم پئیں اور ہماری دعائیں حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں کس طرح قبول فرمائیں کہ وہ جہاں گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خدمت کا کام لیا۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا استغنا

فضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں بیروت کے قریب صور کی جامع مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ کسی علوی نے آ کر خطیر رقم سے بھری ہوئی تھیلی دینا چاہی۔ آپ نے انکار فرمایا، اس نے مصلی پر اسے الٹ دیا۔ آپ مصلیٰ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور وہاں سے باہر نکل گئے۔ خود اپنے استغنا کا عالم تو یہ تھا کہ دوسروں سے خطیر رقمیں بھی وصول کرنے سے انکار مگر ابو زکریا فرماتے ہیں کہ جامع دمشق میں ہمیں پڑھاتے تھے وہاں اپنے قیام کے لیے میں نے دمشق کی جامع مسجد کا منارہ تجویز کر رکھا تھا۔

ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور بہت دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اور بند لفافہ مجھے عنایت فرمایا یہ فرماتے ہوئے کہ ہدیہ دینا مستحب ہے، اپنی ضرورت کی چیزیں اس سے آپ خرید سکتے ہو۔ ان کی تشریف بری کے بعد میں نے اسے کھول کر دیکھا تو ایک خطیر رقم وہ دے کر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ان کے سلسلہ میں۔

سمعانی فرماتے ہیں کہ میں نے خطیب بغدادی کے سولہ شاگردوں سے حدیث پڑھی، جنہوں نے بغداد میں آپ سے حدیث پڑھی تھی۔

ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ آپ کی جامع مسجد میں تدریس کی مجلس دیدنی تھی، دیکھنے کے قابل تھی۔ آپ کی آواز اس قدر بلند تھی کہ اتنی عظیم الشان وسیع وعریض مسجد تھی لیکن آخری کونے تک آپ کی آواز پہنچتی تھی۔

خطیب بغدادی کا سفر حج

آپ کے حج کے سفر کے ساتھی بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ خطیب بغدادی سفر حج میں تھے روز ایک قرآن شریف پڑھنے اور ختم کرنے کا معمول تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام میں ہمیں بھی اس کی توفیق دے، ہمت دے اور شوق دے کہ ہم بھی روز ایک ختم کر پائیں۔ جیسا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اور دیگر بعض ائمہ کا روزانہ دو دو ختم کا معمول تھا ایک ختم دن میں، ایک رات میں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا ساری زندگی کا معمول رمضان المبارک کے چوبیس گھنٹوں میں ایک ختم کم سے کم ہوتا تھا، بلکہ چند پارے اوپر ہی ہو جاتے تھے۔ سارے رمضان کے ختم پر گنے جاتے تو کبھی پینتیس (۳۵) چھتیس (۳۶) قرآن شریف آپ کے ہوتے۔ اللہ ہمارے لئے بھی اس کو آسان فرمائے۔

ان کے سفر حج کے ساتھی فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں ساتھ تھے۔ اور بلند آواز سے ترتیل سے تجوید سے اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ غروب آفتاب کے وقت آپ کا قرآن ختم ہو جاتا جیسے ساؤتھ افریقہ کے قاری صاحب کا قصہ بتایا تھا جو سیمپل لے کر پھیری کرتے تھے۔ صبح نکلے گھر سے 'بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین، الرحمن الرحیم'، شروع ہو گیا قرآن شریف اور مغرب کے وقت ختم ہو جاتا۔ کتنا آسان ہے پڑھنے والوں کے لیے۔

ایک رفیق سفر فرماتے ہیں کہ غروب کے وقت ان کا قرآن ختم ہوتا تھا۔ جیسے ایک قرآن ختم ہوا تو اس کے انتظار میں رہتے تھے ان کے ساتھی، کہ وہ قرآن ختم کرلیں اپنا۔ کتنی پابندی

اپنے اس معمول کی کہ طلبہ پڑھنا چاہتے ہیں، حدیث پڑھنا چاہتے ہیں لیکن ابھی نہیں۔ ابھی ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول ہے۔ وہ ختم کر کے پڑھائیں گے۔ شاگرد کا بیان ہے کہ جب آپ کا قرآن ختم ہو جاتا، ہم لوگ سب آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ اس کے بعد آپ حدیث بیان فرمانا شروع کرتے۔

اسی طرح ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں خطیب بغدادی کے ساتھ تھا۔ ایک ہی اونٹ پر ہم دونوں سوار تھے۔ ان کا معمول ہر دن اور رات میں ایک قرآن شریف ختم کرنے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ جن کے لیے آسان فرما دیتے ہیں ان کے لیے کتنا آسان ہوتا ہے۔

صفات باری تعالیٰ

اگر چہ خطیب بغدادی کی طرف ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کچھ باتیں منسوب ہیں۔ اس کے باوجود یہ جو عام محدثین کی طرف صفات باری تعالیٰ کا ایک خاص مسلک منسوب کیا جاتا ہے وہ اس سے مختلف تھے۔ ان کا مسلک بالکل معتدلانہ تھا۔

محمد بن مرزوق زعفرانی فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے ہمیں بتایا کہ صفات باری تعالیٰ میں باری تعالیٰ کی جو صفات صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان کو جیسی وارد ہوئی ہیں اسی طرح بیان کر دی جائیں نہ ان کی کیفیت بیان کی جائے، نہ کسی چیز سے تشبیہ دی جائے، نہ نفی کرنے والوں کی طرح ان کی نفی کی جائے، ان لوگوں کی طرح جنہوں نے نفی کر دی اور اس کا انکار کر دیا۔ اور دوسروں نے اس بات میں اتنا غلو کیا کہ ان کی کیفیت بیان کرنے پر، مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے پر وہ اتر آئے۔

وہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ نفی، انکار اور تجسیم کے درمیان اعتدال کا مسلک اختیار کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین غلو کرنے والے اور تقصیر کرنے والے دونوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہے۔ جو عقیدہ اور مسلک حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے بارے میں ہے وہی طریقہ صفات کے بارے میں بھی اختیار کیا جائے کہ کسی طرح کی کوئی کیفیت اور تحدید نہ کی

جائے۔حق تعالیٰ شانہ کے لیے ہاتھ کان آنکھ کا جوذکرقرآن کریم میں آیا ہے، ہم اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے، اس کواپنے حال پر رکھتے ہیں

نہ اپنے اعضاء کے ساتھ اس کوتشبیہ دیتے ہیں نہ اپنے کانوں کے ساتھ اس کوتشبیہ دیتے ہیں کہ جوخدا تعالیٰ نے فرمایا کہ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ، وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ۔اس میں ہمیں تعلیم دی گئی کہ ہم حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے بارے میں کیسا عقیدہ رکھیں اور اس کی صفات کے بارے میں ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہیئے۔

خطیب بغدادی کی وفات

خطیب بغدادی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ نصف رمضان المبارک سے بیمار ہوئے، دو مہینہ تک بیمار رہے، ۷/ذی الحجہ کو انتقال ہوا۔ جب انتقال ہوا اور تدفین کی ترتیب شروع ہوئی، لکھا ہے کہ ایک صوفی ابوبکر بن زہرہ وہاں تھے جنہوں نے بشر حافی کی قریب، ان کی قبر کے ساتھ اپنے لئے ایک قبر تیار کررکھی تھی۔ ہر ہفتہ وہاں جاتے، اس میں لیٹتے اور وہاں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔اب خطیب بغدادی کی وصیت تھی کہ مجھے بشر حافی کے قریب دفن کیا جائے۔

ابوبکر بن زہرہ نے وہ قبر دینے سے انکار کیا۔محدثین اکٹھے ہوئے اور ان سے پوچھا کہ اگر بشر حافی زندہ ہوتے، تم ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور خطیب بغدادی آجاتے تو تم کیا کرتے؟ کہنے لگے کہ مجھے اٹھنا پڑتا، میں نیچے بیٹھ جاتا۔انہوں نے کہا کہ اب بھی ادب یہی ہے، تم کو وہی کرنا چاہیئے جوتم ان کی زندگی میں کرتے۔ یہ کہلاسمجھا کر کے انہیں مطمئن کیا اور اس جگہ پر خطیب بغدادی کو بشر حافی کے قریب دفن کیا۔

دفن سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ کتنا عظیم الشان فائدہ خطیب بغدادی کو ہوا۔جو حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو سمجھایا تھا بالکل وہی ہوا۔علی بن الحسین کہتے ہیں کہ میں نے ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا۔میں نے کسی سے پوچھا کہ خطیب بغدادی کہاں ہیں؟ اس

نے کہا کہ ان کو جنت کے درمیان میں جہاں ابرار آپس میں ملتے ہیں وہاں ان کو رہنے کے لیے مکان دیا گیا ہے۔ 'تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ'، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صالحین، شہداء، ابرار اور صدیقین کے ساتھ رکھے۔

حضرات محدثین اور حضرات صوفیائے کرام کے درمیان جو خلیج بتائی گئی، یہ کتنا غلط پروپیگنڈہ ہے۔ ابھی آپ نے سنا کہ کس طرح خطیب بغدادی برسوں سے، اپنی صحت کے زمانہ سے اور مقدس جگہوں پر، زمزم کے کنویں پر دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی صوفیائے کرام کے امام بشر حافی کے پڑوس میں مجھے دفن ہونا ہے، میری تمنا پوری فرما۔ مرنے کے بعد جب دفن کے لیے لے جا رہے ہیں، وہاں کوئی اور پڑوس کا متمنی ہے۔

کیا ان حضرات کی محبوبیت کا ٹھکانہ! کیسے حاسدین اس کو برداشت کر سکتے تھے کہ اوہو! جن کو مرے ہوئے، دفن ہوئے برسوں ہو گئے ان کی مقبولیت ختم ہی نہیں ہوتی، ان کی زندگی میں پھر کیا ان کے ساتھ نہیں کیا گیا ہوگا۔

حضرات صوفیائے کرام کے ساتھ بھی حاسدین نے زندگی میں بھی وہی کیا، مرنے کے بعد بھی وہی کیا۔ یہی حضرات ائمہ اربعہ کے ساتھ کیا گیا کہ صوفیاء اور محدثین دونوں کے درمیان خلیج بتائی گئی کہ دونوں ایک دوسرے سے متنفر ہیں۔ صوفیاء محدثین کو پسند نہیں کرتے، محدثین صوفیاء کو پسند نہیں کرتے۔ ان کے عقائد کو غلط بتانے کی کوشش کی گئی اور یہ جتنی ان کی طرف سے کرامات سرزد ہوتیں، 'اِنْ ھٰذَا اِلَّا سَاحِرٌ'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام مجید کے متعلق جو کفار نے کہا، اس کو دہرانے سے باز نہیں آتے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی کرامت

حضرت شیخ قدس سرہ سفر میں ہیں، فیصل آباد میں ہیں۔ ایک بہت بڑے انسان، جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کی بنیاد پاکستان میں رکھنے والے، اس کی مجلس عاملہ کے رکن، کتنی ساری تنظیموں کو آگے بڑھانے والے، دار العلوم اوکاڑہ کے مؤسس اور بانی حضرت مولانا عبد

الحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعاء کے لیے پہنچتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ ایک منٹ کے لیے دست مبارک اٹھا کر ان کے لیے دعاء فرماتے ہیں اور ان کی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔ بہت جلد خوشخبری ہم سن لیتے ہیں کہ حضرت مولانا عبد الحنان صاحب نے جو تمنا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیع نصیب فرمائے۔ سفر فرماتے ہیں اور وہاں احد میں جا کر قیام پذیر ہو جاتے ہیں اور پھر وہی اللہ تعالیٰ ان کی تمنا پوری فرما دیتے ہیں۔

ایسی کرامتیں روز حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں دیکھی جاتی تھیں۔ اب کیسے اس کو برداشت کیا جائے گا۔ جن کے قلب میں حسد ہے، نفاق ہے، شر ہے، وہ قلوب کیسے اس کو برداشت کر پائیں گے۔ یہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا گیا کہ امام اوزاعی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پوچھتے ہیں ان کے ایک شاگرد عبد اللہ ابن المبارک سے کہ 'مَنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعُ فِي الْكُوْفَةِ؟ کوفہ میں یہ بدعتی کون ہے؟

عبد اللہ ابن المبارک اس وقت خاموش رہے، ظہر کی نماز میں جب پہنچے تو امام ابوحنیفہ کی ایک تصنیف لے جا کر پیش کر دی۔ شاگرد فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی نے وہیں کھڑے کھڑے پڑھنا شروع کیا تو میں مسجد سے گھر آ گیا۔ پھر جب میں عصر میں پہنچا تو دیکھا امام اوزاعی اسی ہیئت میں کھڑے ہوئے کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب مجھے دیکھا تو پوچھا کہ یہ تو زبردست علم ہے، یہ کس کی تصنیف ہے؟۔ تب میں نے عرض کیا وہی جن کے بارے میں آپ نے پوچھا تھا، انہیں کی، امام ابوحنیفہ کی، تصنیف ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

مناقب میں بیان کیا گیا کہ جن بلندیوں تک پہنچنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ان بلندیوں تک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ عزوجل نے پہنچایا۔ کیا علم تھا، کیا اجتہاد تھا، کیا روحانیت تھی، کیا مجاہدے تھے، کیا قرآن مجید کی تلاوت تھی۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اتنی قوت کہاں سے حاصل فرمائی کہ سارا دن تدریس، افتاء اور تدوین

شریعت میں آپ گذارتے ہیں اور ساری رات مالک کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔حالاں کہ اس طرح ایک رات ہم نہیں گذار سکتے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو حروف معجمہ ہیں الف سے لے کر یاء تک، دو آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بیان فرمایا ہے۔'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَالَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ' وہ حروف قرآن کریم کی ایک ہی آیت میں جمع کئے گئے ہیں۔اور دوسری آیت میں، 'ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ' اس میں وہ جمع ہیں۔ یہ حروف حق تعالیٰ شانہ کے ننانوے اسمائے گرامی میں سے جن جن میں پائے گئے ہیں، ان اسماء کا ورد کرکے میں نے مالک سے دعائیں مانگی ہیں تب جا کر مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت اور قوت عطا فرمائی کہ میں ساری ساری رات چالیس برس تک نہیں سویا۔ مجھے کوئی تھکاوٹ نہیں، معمول میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بلندیاں اور رفعتیں کیسے کوئی دیکھ سکے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، وغیرہ تمام ائمہ کا یہی حال تھا۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں ستایا گیا؟ کیوں سزائیں دی گئیں؟ مقبولیت برداشت نہیں ہوئی حاسدین سے۔اب حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'کَانَ الشَّافِعِیُّ کَالشَّمْسِ لِلدُّنْیَا وَ کَالْعَافِیَةِ لِلْبَدَنِ فَهَلْ تَرٰی لِهٰذَیْنِ مِنْ خَلْفٍ اَوْ عَنْهُمَا مِنْ عِوَضٍ؟' کہ امام شافعی کا کیا پوچھتے ہو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہیں جس طرح دنیا کو سورج کی ضرورت ہے، جس طرح دنیا سورج کے بغیر اندھیر ہے، کالی ہے۔ ایسے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بدن کیلئے عافیت۔ اگر عافیت نہ ہو تو بدن تو ایک لاشہ ہے، جسم تو مردہ ہوگا۔

پھر سوال کرتے ہیں پوچھنے والے سے کہ کیا تم اس کا ہمیں کوئی بدل بتا سکتے ہو؟ سورج نہ ہو اور کوئی چیز روشن کر سکتے ہو، چراغ کوئی اور روشن کر سکتے ہو جو اس کا بدل بن جائے؟ بدن کو

عافیت نہ ہوتو وہ لاشہ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ اب اتنے بڑے امام اور ہر ایک نے اپنے اپنے انداز سے، محبت سے دیکھا، اپنے اپنے انداز سے تبصرہ کیا۔

ابن مہدی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرسالہ پڑھی تو 'اذهلتنی' ۔اس نے مجھے چکرادیا، پریشان کردیا، ایسا عظیم کلام اور ایسی عظیم تحریر۔ اس وقت سے لے کر اب تک میں نے اپنی دعا میں امام شافعی کے لیے معمول بنالیا کہ میری کوئی دعا جس میں، پہلے میں ان کے لیے دعا نہ مانگوں ایسی میری کوئی دعا نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کے لیے دعا کروں گا تو اس کی برکت سے اللہ تعالی میری دعا قبول کریں گے۔ کیوں؟ وَمَا ظَنَنْتُ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ' ۔کہ میرا گمان نہیں ہے کہ اللہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی اور پیدا کیا ہوگا۔

ایک بہت بڑے محدث ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ پر سب سے بڑا جو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ہے۔ کسی اور نے کہا کہ یہ جتنے محدثین ہیں سب امام شافعی رضی اللہ عنہ کے سامنے بچہ پارٹی شمار ہوتی ہے۔ 'اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ عِيَالٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ، فَتَحَ لَهُمُ الْاَقْفَالَ' ۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سب بچے ہیں۔ آپ نے قفل ان کے سامنے کھول دیئے۔

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے شاگردوں میں حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد ہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ 'اِنْ تَكَلَّمَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ يَوْمًا فَبِلِسَانِ الشَّافِعِيِّ' کہ جو کچھ بولیں گے محدثین، وہ سب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام دہراتے نظر آئیں گے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ 'مَا اَحَدٌ مَسَّ بِيَدِهِ مِحْبَرَةً وَلَا قَلَمًا اِلَّا وَلِلشَّافِعِيِّ فِيْ رَقَبَتِهِ مِنَّةٌ' کہ جو کوئی قلم دوات اٹھائے گا، اس کی گردن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے احسان کا ہار پڑا ہوگا۔ 'وَلَوْلَا الشَّافِعِيِ مَا عَرَفْنَا فِقْهَ الْحَدِيْثِ' ۔کہ امام شافعی نہ ہوتے تو ہم حدیث کو سمجھ نہ پاتے۔ 'وَكَانَ الْفِقْهُ قُفْلاً عَلٰى اَهْلِهِ حَتّٰى فَتَحَهُ اللّٰهُ بِالشَّافِعِيِّ' ۔کہ یہ بند تالا فقہ کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے لیے، محدثین کے لیے

کھول کران کے سامنے پیش کیا۔ جن کی عظمتوں کا یہ حال ہو، جن کی مدح سرائی کی تسبیحیں اس طرح پڑھی جاتی ہوں، دشمن کب اس کوسن پائیں گے؟۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے پہلے اسحٰق بن راہویہ نے متعارف کرایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ مکہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی، مجھے لے گئے اور فرمایا کہ آؤ میں تمہیں ایک شخص دکھاتا ہوں کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا انسان کبھی دیکھا نہیں ہوگا۔ 'فَأَرَانِیُ الشَّافِعِیَّ' ۔اب میں پہنچ گیا، میں نے جانچنے کے لیے ان کے ساتھ مجلس قائم کی اور ہر فن میں میں نے ان کو جانچا۔ فَتَنَاظَرُنَا فِی الُحَدِیُثِ فَلَمُ أَرَ اَحَدًا اَعُلَمَ مِنُهُ ۔ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ علم حدیث کے بارے میں تبادلہ خیال کیا تو میں نے دیکھا کہ ان سے بڑھ کر تو کوئی عالم ہے نہیں۔

'ثم تَنَاظَرُنَا فِی الُفِقُهِ فَلَمُ أَرَ اَفُقَهَ مِنُهُ' ۔فقہ کے بارے میں ہم نے تبدیل آراء کی تو میں نے کہا ان سے بڑا فقیہ کوئی نہیں۔ 'ثم تَنَاظَرُنَا فِی الُقُرآنِ فَلَمُ أَرَ اَقُرَأَ مِنُهُ' ۔ جب قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں ہم نے مناظرہ شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کا عالم ان سے بڑھ کر اور کون ہوسکتا ہے؟ 'ثم تَنَاظَرُنَا فِی اللُّغَةِ فَوَجَدُتُهُ بَیتَ اللُّغَةِ' ۔علم لغت تو بچپن سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گھٹی میں تھا۔ جب لغت کے بارے میں ہم نے مناظرہ شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ امام شافعی تو ایک قلعہ ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں لغت کا ایک عظیم کتب خانہ ہے۔ مجھے پھر فیصلہ کرنا پڑا کہ 'مَارَأَتُ عَیُنَایَّ مِثُلَهُ قَطُّ' ۔ کہ میں نے کبھی بھی ان کے جیسا انسان نہیں دیکھا کہ جس میں تمام علوم جمع ہوں۔

حسد کی کارستانی

اب بتایئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو نظر نہیں لگے گی؟ ان سے حسد نہیں ہوگا؟ چنانچہ ایک شخص سجدہ میں ہے۔ دوسرے کوئی صاحب کھڑے ہوگئے کہ بے چارہ دعا میں مالک سے اپنی فریاد کررہے ہیں۔ مگر فریاد کیا؟ کان لگا کر جو انہوں نے کلمات سنے، وہ کیا دعا کررہے ہیں

'اَللّٰهُمَّ أَمِتِ الشَّافِعِيَّ' کہ اے اللہ! تو شافعی کو موت دے دے۔

یہ ساری حسد کی کارستانی ہے جو کیا گیا کہ صوفیاء اور محدثین میں نہیں بنتی۔ محدثین خفا ہیں صوفیاء سے، ان کی تنقیص کرتے ہیں، انہیں برا بھلا کہتے ہیں، ان کا عقیدہ غلط بتاتے ہیں کہ فلاں عقیدہ ان کا غلط ہے، فلاں حرکت ان کی غلط ہے۔

اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زندگی میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے کیا کیا آپ کے ساتھ نہیں گیا۔ جس کے نتیجہ میں جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت پائی، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شہادت پائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے کہ ہم اپنے ائمہ کی قدر و منزلت پہچانیں۔ فتنے تو کوئی دس سال پہلے سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہر مسجد میں اس قدر فتنے ہوں گے۔ یہ فتنے سب ایک سیلاب کی طرح، قرب قیامت کی وجہ سے ہر مسجد میں، ہر درس گاہ میں، ہر تعلیم گاہ میں، ہر گھر میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے اور جو اللہ نے ہمیں نعمتیں عطا فرمائیں جو علوم ہمارے ائمہ اربعہ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے، جو شریعت مدون کر کے ہمارے لئے چھوڑ کر گئے، اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں چمٹے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحیم

نبی آخر الزمان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر تمام انبیاء کے ذریعہ اس کا اعلان فرمایا کہ نبی آخر الزمان آئیں گے۔ **'وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ......'**، کہ میں اپنے لاڈلے نبی کو بھیجنے والا ہوں تم ان کی نصرت، مدد کرو گے اگر تم ان کا زمانہ پاؤ؟ یہ سب سے عہد لیا گیا اور ان کے ذریعہ تمام امتیں یہ جانتی تھیں، ان کی کتابوں کے ذریعہ انہیں علم تھا کہ نبی آخر الزمان آنے والے ہیں۔ اسی لئے کسریٰ کو بھی علم تھا۔ اس علم کو تازہ کرنے کے لیے پھر انہیں خوابوں کے ذریعہ ہلایا گیا۔ بیداری میں خرق عادات واقعات کے ذریعہ انہیں ہلایا گیا لیکن **'اِنَّکَ لَا تَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَن يَّشَآءُ'**۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سب کے امتحان کے لیے یہ عالم بنایا۔ ایک طرف شیطان دعوت دیتا ہے، ایک طرف نفس کھینچتا ہے، خواہشات اور ہویٰ اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ دنیا اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔ بڑی تعداد ان چیزوں میں سے کسی کے ذریعہ گمراہ ہوئی۔ ان کے سامنے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب پہنچے اور اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ سچے نبی ہیں لیکن

کوئی نہ کوئی بہانہ بن گیا اور وہ ایمان سے محروم اس دنیا سے چلے گئے۔ لیکن جن کے لیے سعادت مقدر تھی، مشکل ترین حالات سے گذر کر بھی انہوں نے اس دعوت کو قبول فرمایا اور اس پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کو محفوظ رکھے۔

حضرت اکثم صیفی رضی اللہ عنہ

انہی میں ایک بڑا واقعہ حضرت اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جن کی عمر دوسو برس کے قریب بتائی جاتی ہے جو بنوتمیم کے سردار تھے۔ جب انہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچتی ہے تو خودسفر کا ارادہ فرماتے ہیں۔ سارا قبیلہ بھی ان کے ہمراہ۔ دوسو برس میں کتنی ان کی اولاد ہوگی! ہزاروں افراد ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔ مال میں بھی برکت، نسل میں بھی برکت، اولاد میں بھی برکت، ہر چیز میں برکت ہی برکت۔ سپیشل بارشیں ہورہی ہیں، اور کہیں نہیں ہورہی صرف ان کے باغ میں ہورہی ہے جو کچھ درخت بھی ایسے کہ جن کے بے موسم پھل آتے تھے برکت کی دعا کا اثر۔ لکھا ہے کہ تقریباً اسی کے قریب خود ان کی اولاد ہوئی، بیٹے اور بیٹیاں۔ اور اس میں بھی انتخاب دیکھئے اللہ کی طرف سے، نبوی دعا کا اثر تو دیکھئے۔ لکھا ہے کہ اتنی ساری اولاد میں بیٹے ہی بیٹے۔ صرف دو بیٹیاں۔ باقی سارے اللہ نے بیٹے دیئے۔

اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کی دوسو برس کے قریب عمر ہوئی، ان کی بھی فوج کی فوج ہوگی۔ کسی نے دیکھا کہ ابا جان جارہے ہیں، کسی نے سوچا کہ اوہ میرے دادا جان چلے جائیں گے، کسی نے سوچا ہوگا میرے نانا جان چلے جائیں گے، کسی نے سوچا کہ میرے پردادا چلے جائیں گے، اور اس سے بھی آگے، پردادا سے بھی اوپر چلے گئے ہوں گے۔ پرنانا سے بھی اوپر چلے گئے ہوں گے۔ اب یہ ساری کی ساری اولاد کیسے جانے دیتی؟ انہوں نے کہا کہ آپ نہیں جاسکتے۔

آخر مجبور ہوکر اکثم صیفی نے عریضہ لکھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اوران کے بیٹے حبیش ابن اکثم کے ذریعہ بھیجا۔

طبیعت میں پہلے ہی سلامتی تھی ایمان لانے سے پہلے ہی۔لکھا 'بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ مِنَ الْعَبْدِ اَکْثَمَ اِلَی الْعَبْدِ'۔اللہ کے بندہ اکثم کی طرف سے اللہ کے کسی بندہ کے نام،ایک خاص بندہ کے نام جو میرے ذہن میں ہے جس کا نام مجھے نہیں معلوم اس لئے 'مِنَ الْعَبْدِ اَکْثَمَ اِلَی الْعَبْدِ. اَمَّا بَعْدُ فَأَخْبِرْنَا مَنْ اَنْتَ وَبِمَا جِئْتَ، فَقَدْ بَلَغْنَا عَنْکَ الْخَبَرُ وَاِنْ کُنْتَ أُرِیْتَ فَأَرِنَا وَاِنْ کُنْتَ عُلِّمْتَ فَعَلِّمْنَا فَأَشْرِکْنَا مَعَکَ فِیْ الْخَیْرِ. وَالسَّلَامُ'۔

مختصر تحریرات ایک قسم کی مجبوری بھی تھی۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی فراوانی کاغذ و قلم کی ہمارے یہاں جس طرح ہے اس طرح کی فراوانی ان کے یہاں نہیں تھی۔دیکھئے،کہ اوہو! لکھنے پڑھنے کے سلسلہ کی ہمارے پاس ذخائر موجود ہیں۔اقلام اور اوراق کی کمی نہیں۔ اب تو یہ کمپیوٹر اور ٹیلی فون بھی میسر ہیں۔لکھتے ہی چلے جاؤ،ساری عمر لکھتے رہو تب بھی کاغذ کی کمی نہیں۔لیکن ان کے یہاں تو کبھی ہڈی پر لکھا،کبھی پتے پر لکھا۔کبھی کس چیز پر لکھا۔بعض حضرات کو بھیجا گیا کسی خصوصی کام کے لیے اور انہیں راز رکھنا ہے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میرے پاس خط ہے۔

حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کا خط

خط اکثم صیفی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج رہے ہیں اس میں لکھتے ہیں 'مِنَ الْعَبْدِ اَکْثَمَ اِلَی الْعَبْدِ. اَمَّا بَعْدُ فَأَخْبِرْنَا مَنْ اَنْتَ'، بتایئے آپ کون ہیں؟ اور 'وَبِمَا جِئْتَ؟'۔کیا لے کر آئے ہیں۔'وَقَدْ بَلَغْنَا عَنْکَ الْخَبَرُ'، ہمیں کچھ آپ کے متعلق خبر ملی ہے۔'فَاِنْ کُنْتَ أُرِیْتَ فَأَرِنَا'۔آپ کو کچھ دکھایا گیا تو آپ ہمیں بھی دکھائیں۔کوئی معجزہ دیا گیا ہے تو ہمیں بھی دکھائیں۔'وَاِنْ کُنْتَ عُلِّمْتَ

فَعَلِّمْنَا‘ اور اگر آپ کو کوئی علم دیا گیا ہے تو ہمیں بھی سکھلایئے۔ ’وَاَشْرِکْنَا مَعَکَ فِی الْخَیْرِ‘۔اور علم ہمیں سکھلا کر کے جو نعمتیں آپ کو دی گئیں ان میں اپنے ساتھ بھلائی میں ہمیں شامل کیجئے‘۔ والسلام۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے صاحبزادہ کے ذریعہ اس کا جواب تحریر فرمایا ’مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلیٰ اَکْثَمَ‘۔ پھر آگے تحریر فرمایا ’اَمَّا اَنَا فَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ ھَاشِمٍ، عُبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہُ‘۔ میرا نام یہ ہے، خاندان یہ ہے۔اور جو میں لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے، ’وَاَمَّا الَّذِیْ جِئْتُ بِہٖ اَنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبیٰ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَاَنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘ اللہ نے مجھے اس کلمہ کے اعلان کا حکم فرمایا ہے۔ ’وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَہُ بَعْدَ حِیْنٍ۔ وَالسَّلَامُ‘۔

کہ کچھ عرصہ بعد تمہیں اس کلمہ کی حقیقت پتہ چل جائے گی کہ یہ ساری دنیا میں پہنچ جائے گا۔

جب اکثم کے پاس جواب پہنچا، خط پڑھا تو کہا ’نَسَبٌ وَسِیْطٌ‘۔ بڑے مبارک خاندان سے ہیں۔ ’وَاُرَاہُ یَأْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ‘ اور میرا گمان ہے کہ وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ ’وَیَنْھٰی عَنْ مَلَائِمِھَا‘ اور وہ برے کاموں سے روکتے ہیں۔ ’فَکُوْنُوْ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ رُؤُوْسًا وَلَا تَکُوْنُوْا اَذْنَابًا‘۔تم اس کام میں پیش پیش رہو۔سابقین اولین بن جاؤ اور اخیر میں جانے والے دم چھلّے مت بنو۔

پھر اکثم نے اعلان کیا اپنی ساری ذریت کو اور سارے قبیلہ کو، بنوتمیم کو۔ سب کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور شرطیں لگائیں کہ کوئی بے وقوف، احمق انسان میرے قریب نہ آئے۔ اس لئے کہ بے وقوف اور احمق کی زبان سے کوئی ایک کلمہ نکلتا ہے، ساری مجلس اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس کی حماقت کا اثر دوسروں پر بھی پڑ سکتا ہے۔ آگے فرمایا اگر چہ وہ دیکھنے میں کتنا تندرست جسمانی اعتبار سے معلوم ہوتا ہو لیکن اس کا دماغ خراب ہو، عقل اس کے پاس نہیں تو ایسا شخص

میرے پاس نہ آئے۔ وَلاَ خَیرَ فِیمَنْ کَانَ کَذٰلِکَ۔

مالک بن نویرہ یربوعی

پھر سارے لوگ جب اکٹھے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہوں نے ان کو دعوت دی پھر ان سب کو اسلام کا حکم دیا اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیا۔ کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کو قبول کرلو اور آپ پر ایمان لے آؤ اور اسلام کو قبول کرلو۔ مالک بن نویرہ یربوعی فوراً کھڑا ہوتا ہے۔ ان کو اسی کا خدشہ تھا۔ ایسے ہی لوگوں کے آنے سے نقصان کا خطرہ تھا اسی لئے اعلان کیا تھا کہ 'لَایَعْبُرُنِیْ سَفِیْہٌ'۔ چنانچہ وہ خطرہ پیش آ گیا۔

مالک بن نویرہ کھڑے ہوکر کہتا ہے کہ 'اِنَّ ھٰذَا الشَّیْخَ قَدْ خَرِفَ'۔ کہ بڑھاپے میں جو عقل کم ہوجاتی ہے، دماغ اپنا کام کرنا چھوڑ دیتا ہے یہی ان کا حال ہے۔ کہنے لگا کہ اس دوسو سال کے بوڑھے کی باتیں مت سننا، اس پر عمل مت کرنا۔ یہ تو ہلاکت کی تمہیں دعوت دیتے ہیں۔ بلا اور امتحان اور مصیبت تمہیں ان کی باتوں میں آنے سے پیش آئے گی۔ تم ان کی باتیں مان لوگے تو تمہاری یہ جمعیت منتشر ہوجائے گی، تم ذلیل ہوجاؤ گے۔

جواب میں اکثم نے بھی لوگوں سے یہ کہا 'دَعُوْا کَلَامَ ھٰذَا الْاَحْمَقَ'۔ تم اس احمق کا کلام چھوڑ و۔ یہ اسلام ہے اور یہ حق ہے۔ یہ یقیناً جب کھڑا ہوگا، مضبوط ہوگا اور باطل کا بھیجا نکال کر کے رہے گا۔

اب ایک بڑی جمعیت کے ساتھ، ایک بڑے قافلہ کے ساتھ اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کا سفر شروع ہوتا ہے۔ جس بیٹے کو بھیجا تھا اسی کو کسی نے ورغلایا ہوگا، مالک بن نویرہ جیسوں نے اس کو ورغلایا۔

اس نے ایک رات راستہ میں ساری سواریوں کے پیر کاٹ دیئے اور جتنا پانی تھا سارا بہادیا اور وہ بھاگ گیا۔ اب پانی نہیں ہے، سواریاں نہیں ہیں۔ وہاں ریگستان میں کہاں تلاش

کریں گے پانی۔

حضرت اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کا انتقال

چنانچہ اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوجاتا ہے لیکن اس حال میں بھی جب موت کے آثار محسوس کیئے، رفقاء کو وصیت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی وصیت کی اور ساتھ والوں کو، رفقاء کو گواہ بنایا کہ 'أَنَّــهُ مُسْلِمٌ'۔ اسی لئے حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت 'وَمَـن يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ'، اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کے اس قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان پر خاتمہ کرے۔

حضرت اکثم صیفی رضی اللہ عنہ کا حال آپ نے سنا جن کے بارے میں قرآن کریم میں آیت اتری 'وَمَـن يَّـخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَـعَ اَجْـرُهُ عَلَى اللّٰهِ' انہوں نے اپنی ساری جماعت کو، اپنے سارے خاندان کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے اور بیعت کے لیے اور اسلام لانے کے ارادہ سے چلے تھے۔ ان سب کو آخری وقت میں گواہ بنایا کہ تم سب وہاں پہنچو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام عرض کرنا اور عرض کردینا 'بِأَنِّیْ مُسْلِمٌ' ۔ کہ میں اسلام لے آیا۔ اس پر پھر ان کی وفات ہوئی۔

یہی بیعت کا مقصد ہے کہ اس بیعت میں جو عہد کیا جاتا ہے اس عہد کو پھر ہم ایسا نبا ہیں، ایسا نبا ہیں کہ چاہے مال اولاد جائداد ملک منال رہے نہ رہے لیکن یہ عہد مٹھی میں بند، مضبوط ہم پکڑے رہیں، کبھی نہ چھوٹے۔ اب اتنا بڑا خاندان جس میں پتہ نہیں کتنے بیٹے ہوں گے، پوتے ہوں گے، نواسے ہوں گے۔ اپنا یہ سارا خاندان سینکڑوں کا اور وہ مر رہا ہے، موت سامنے ہے، سب کی موت ان کے سامنے ہے لیکن فکر ہے تو یہی کہ میرا جا کر انہیں سلام عرض کردینا، پہنچادینا اور خبر دینا کہ 'بِـأَنِّـیْ مُسْلِمٌ' ۔ کاش کہ ہرقل نے ایسے کیا ہوتا، کسریٰ نے

ایسے کیا ہوتا جنہیں بار بار یاددہانی کرائی گئی۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر چڑھائی کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے اگر میں اطلاع کردوں مکہ والوں کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیاری فرمارہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اس راز کو، سیکرٹ کو اگر میں پاس کردوں، فاش اور ظاہر کردوں۔ لہٰذا انہوں نے کسی مکہ جانے والی خاتون کے ذریعہ وہ خط بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا 'مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ اِلیٰ رُؤَسَآءِ قُرَیْشٍ'۔ وہاں کیا چیز چھپی رہ سکتی تھی۔

یہ خاتون حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ان کے ساتھیوں کو بھیجا کہ فلاں مقام پر ایک عورت مکہ مکرمہ کے راستہ میں ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔

چنانچہ پہنچے اس جگہ پر تو وہی خاتون ملتی ہے۔

کتنے مزے تھے صحابہ کرام کے۔ کتنا ایمان بڑھتا ہوگا کہ ہر گھڑی ایک ایک دن میں سینکڑوں معجزات دیکھتے تھے۔ اِس چیز کی اطلاع ہوجاتی ہے، اُس کی ہوجاتی ہے، وہ پکڑا جاتا ہے، وہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ عالم بالا میں کیا ہورہا ہے، تحت الارض کیا ہورہا ہے، ہر چیز کی اطلاع ہوجاتی ہے۔

اس عورت کے پاس خط کے لیے پہنچے اس نے انکار کیا، ڈرایا دھمکایا پھر بھی اس نے انکار کیا۔ ساتھی تو ذرا متأمل ہوگئے۔ انہیں تامل ہونے لگا کہ شاید یہ عورت نہ ہو، کوئی اور ہو۔ یہ تو نہ کہتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں ہم خط لے کر چھوڑیں گے، اسی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ خط دو ورنہ ہم تمہیں ننگا کرتے ہیں 'لَاُجَرِّدَنَّکِ'۔ تب جاکر اس خاتون نے وہ خط

نکال کر دیا جو شرمگاہ کے پاس کپڑوں میں اس نے چھپایا ہوا تھا۔ پھر وہ خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

پھر یہ خط پڑھا گیا، 'مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی رُؤَسَآءِ قُرَیْشٍ'۔ ان کو جب بلایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش آیا۔ جوش میں فرمانے لگے یا رسول اللہ! اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں، کہ یہ منافق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نہیں، پوری بات سنو۔ پھر انہوں نے جب اپنی کہانی بیان فرمائی تب جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہانی جو انہوں نے بتائی اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے یہ درست ہے۔ اور جو دل میں ان کو یقین تھا کہ اسلام کو اور مسلمانوں کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گا، یہ بات بھی اس کی درست ہے۔ صدق دل سے کہی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بری نیتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں، ایمان بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ اسی طرح سچ اور جھوٹ دل میں جھانک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیا کرتے تھے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیعت کے لیے پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک نہیں بڑھایا۔ دوسرے حاضرین نہ سمجھ سکیں اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'یَا صَاحِبَ الْجُذَیْبَةِ'، کہ وہ جو تم نے، کسی گذرنے والی باندی کو ذرا سا کھینچ لیا تھا، کمر پکڑ کر کے۔ اسکی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بیعت کے لیے نہیں بڑھایا اور ان کو واقعہ یاد دلایا۔

کسی گذرتی ہوئی خاتون کو جس ہاتھ سے تم نے چھویا ہے وہ ہاتھ میرے ہاتھ میں بیعت کے لیے دو گے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں۔ ان کی توبہ فوراً قبول ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا کلمہ نہیں فرمایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ارشاد ہے کہ 'اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ' کہ جس نے توبہ کرلی، اسی آن اس کے گناہ ختم ہو گئے۔

کاش کہ ہم توبہ کرنا سیکھیں۔ توبہ کے الفاظ کتنے آسان ہیں، یاغفور، یاغفور، یاغفار۔ یہ بھی توبہ ہے، یہ بھی استغفار ہے۔ 'اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ' یہ بھی توبہ ہے، 'اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ' یہ بھی توبہ ہے۔ 'اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ اِلَيْهِ' یہ بھی توبہ ہے۔ اور ایک سید الاستغفار ہے، 'اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَاسْتَطَعْتُ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهُ لاَيَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ'۔

'سبحان الله وبحمده، سبحان الله وبحمده'، ایک سانس میں دس پندرہ دفعہ آپ پڑھ لیتے ہیں اور آٹھ دس سانس میں سو دفعہ پڑھ سکتے ہو۔ سو دفعہ پڑھنے کی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ 'گناہ سارے معاف ہوجاتے ہیں'، 'وَاِنْ كَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ'۔ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی اگر گناہ ہوں گے وہ بھی اس تسبیح کے ذریعہ ختم ہوجائیں گے، دھل جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے طریقے ہمیں بتائے صفائی کے، پاک ہونے کے۔ یہ مبارک مہینہ ہے، مبارک ایام ہیں، مبارک ساعتیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان ساعتوں میں ہماری مغفرت فرمادے۔ جیسے ہی وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں توبہ کرتا ہوں اور 'وَلاَ أَعُوْدَ'، کہ انشاء اللہ میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا فوراً دست مبارک بڑھادیا اور انہیں بیعت فرمالیا۔

نور نبوی کا پرتو

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام جو صدیوں بعد آئے ان کے حالات آپ پڑھیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں سینکڑوں کرامتیں پائی جاتی ہیں، حضرت شیخ الاسلام

مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہزاروں کرامتیں پائی جاتی ہیں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، سب کے یہاں یہی حال ہے۔ یہ سب اسی نور نبوی کا پرتو اور ان کا ظل اور ان کا سایہ ہیں جو ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرانے کے لیے ان کے ہاتھوں سرزد ہوتی ہیں۔

ہ وہ صحابی صبح صبح بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اوہو! اس ہاتھ سے تو تم نے کسی کو کھینچا تھا اپنی طرف۔ ایسے کتنے واقعات ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے حیرت انگیز واقعات آپ پڑھ لیجئے، 'حضرت شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات' آپ پڑھ لیجئے۔ اور وہ خط کیسے چوری چھپے کہاں بیٹھ کر لکھا ہوگا حاطب بن ابی بلتعۃ نے، اور وہ چوری پکڑی گئی۔

یہ سب کی سب جتنی کرامتیں ہیں جو ہم نے اپنے اکابر کی دیکھیں اور پڑھیں یہ سب اسی کی یاددہانی کے لیے ہے۔

کاش کہ ہرقل اس چیز کو سمجھ پاتا اور اس نے اسلام قبول کیا ہوتا تو آج یہ عراق، شام اور یمن، دنیا یہاں قیامتیں نہ دیکھتی۔

کسریٰ نے دین نبوی اپنا لیا ہوتا، گرامی نامہ میں جو حکم تھا 'أَسْلِمْ'، کاش کہ وہ اسلام لایا ہوتا تو یہ دنیا دکھی نہ ہوتی۔

انبیائے کرام سے عہد

کیا مقام تھا آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، فخر دو عالم، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ کے متعلق تو انبیائے کرام سے بیعت لی گئی۔ خالقِ کائنات نے ان سے بیعت لی، ان سے عہد لیا۔ ارشاد فرمایا "وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ. قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ، قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ

الشّٰھِدِیۡنَ‘ ۔ یہ کتنی زوردار عظیم الشان آیت ہے! کیسی بیعت، کیسا عہد، کیسا اقرار نامہ مالک و خالق لے رہا ہے۔ کس سے لے رہا ہے؟

آدمؑ سے لے کر قیامت تک جو نبی اور رسل مالک بھیجنے والا ہے ان سب سے لے رہا ہے۔ کہ جب اللہ نے انبیائے کرامؑ سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول آئے جو سچا بتلانے والا ہو اس کو جو تمہارے پاس ہے تو اس رسول پر جو نبی آخر الزمان ہوں گے، ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے؟ اللہ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد تم نے قبول کیا؟ انبیائے کرامؑ نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والا ہوں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی امتوں کو بتاتے تھے کہ ایک نبی آخر الزمان آنے والے ہیں ان کی یہ شان ہے اور معلوم نہیں اس بیعت کو ہم نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ خالق و مالک نے جگہ جگہ اس کو سمجھایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ’**وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا**‘ ۔ وہ لوگ جنہوں نے مجاہدہ کیا ہماری خاطر، ہماری خاطر، ہماری ذات پاک کے لیے تو ہم انہیں ہمارے راستوں کی ضرور رہنمائی کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہ ’فیـنـا‘ کو میں نے بار بار کیوں دہرایا کہ یہی ہماری سب سے بڑی غلطی ہے۔ کوئی چاہتا ہے کہ بیعت سے وظیفہ ملے، دعا کسی بزرگ کی ملے، اولاد ملے، دنیا ملے، مال و منال ملے، بیماریوں سے شفا ملے، دشمنوں سے رہائی اور نجات ملے۔ دوستو! اس کا مقصد ہی کچھ اور ہے۔ **وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا**، اسلئے فرمایا کہ تمام مجاہدے، کاوشیں صرف اللہ عزوجل کی ذات پاک کے خاطر، اسی کی محبت کے لئے ہونا چاہیئے ۔

یاحي یا قیوم

ایک دفعہ میں نے بھائی جان نور اللہ مرقدہ کو واقعات سنائے کہ پیشگی آنے والے امور کی

کس طرح اطلاع ہوجاتی ہے، اس میں مالک ہی کی، رب تعالیٰ کی فلاں فلاں صفات کی طرف توجہ خاص یا اس کا زیادہ ورد، یا اس کی طرف قلب کی گہرائیوں سے متوجہ ہونے کو بڑا دخل ہے کہ 'یَاحَيُّ یَا قَیُّوْمُ' کے متعلق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس سے دل زندہ ہوجاتا ہے کہ یہ اسم اعظم ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اذکار تعلیم فرمائے، وہاں فرمایا کہ 'یَااَحَدُ، یَا صَمَدُ، یَافَرْدُ، یَا وَتْرُ، یَاحَيُّ، یَا قَیُّوْمُ' ان کو اس میں بڑا دخل ہے۔ کسی نے تجربہ کیا کہ پاس انفاس کے ذریعہ 'یَاحَيُّ' کا اس طرح ذکر کیا جائے کہ سانس آدھا لمبایا اور پھر چھوڑتے ہوئے حَيُّ، پھر لمبایا اور چھوڑتے ہوئے 'قَیُّوْمُ'۔ اس طرح 'یَاحَيُّ یَا قَیُّوْمُ، یَاحَيُّ یَا قَیُّوْمُ' کے ذکر کی سونے سے پہلے عادت ڈال لے، نہ کوئی تعب، نہ زبان تھکے گی، نہ نیند میں کوئی خلل آئے گا۔

یہ کتنا آسان کام ہے، سونے سے پہلے تمام کاموں سے فارغ ہوکر پڑھنا تھا وہ پڑھ لیا ابھی سونے کی رغبت ہے، اس سے پہلے پیٹ پھولنے تک یا کو کھینچتے رہیں، جب سانس نہ رک سکے تو اس کے بعد چھوڑتے ہوئے حَيّ کا تصور کیا جائے۔ پھر لمبا سانس یا والا اور پھر سانس چھوڑتے ہوئے قیوم۔ 'یَاحَيُّ یَا قَیُّوْمُ' اسی سے دل زندہ ہوکر عالم بالا سے مناسبت اسے ہوجاتی ہے۔

بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ اور ہمارے اکابر کے یہاں بار بار اس کو دہرایا گیا کہ یہ جو سالک کو احوال پیش آتے ہیں کبھی انوارات دیکھ لئے، کبھی کیا دیکھا، کبھی کیا دیکھا، فرمایا یہ تو 'اَلْعَابٌ تُرَبّیٰ بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَةِ' یہ تو کھلونے ہیں جن سے بچوں کا دل بہلایا جاتا ہے، اس میں کیا رکھا ہے۔ صرف ذات پاک ہی کی طرف اپنی توجہ رکھے۔ اللہ ہی کی طرف توجہ خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پاک کی طرف چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی لئے سیر الی اللہ، اللہ کی طرف سیر، اللہ کی طرف سفر، سلوک الی اللہ، اللہ کی طرف چلتے رہنا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

اسکی ذات مل جائے تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ جیسے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنو میں اپنے استاذ سے پڑھ رہے تھے ایک دن۔ علی الصبح استاذ محترم کو خواب سنایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم ممبئی جاؤ، وہاں سے ریل میں سفر کرو۔ ایک اسٹیشن آئیگا کیم۔ وہاں اترو۔ وہاں سے اتنے میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے ترکیسر ہے، وہاں جاؤ۔ اب وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ ترکیسر پہنچے۔ وہاں جامع مسجد کے پیچھے ایک محلّہ ہے جب تم اس میں پہنچو گے، وہاں اس حلیہ کے یہ بزرگ ہوں گے۔

استاذ محترم نے خواب سنتے ہیں فرمایا کہ جلدی کرو، جلدی جاؤ۔ چنانچہ وہاں پہنچے جامع مسجد کے پیچھے محلے میں، وہاں دیکھا کہ جوصورت شکل حلیہ دکھایا گیا تھا وہ تو وہی ہے۔ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ جانوروں کو چارہ ڈال رہے تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے سوال کیا دور سے السلام علیکم۔ جواب ملا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اچھا خواب دیکھ کر تشریف لے آئے۔ اس کی بھی اطلاع ہے یہاں۔

حضرت علاء بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علاء بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک بزرگ ہیں، بہت اونچے بزرگوں میں سے۔ بڑے عجیب احوال ہیں ان کے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں نے یہ تمام چیزیں سیکھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ 'اَیُّ الْمُجَاهِدِیْنَ اَفْضَلُ؟' ۔کہ مجاہدین میں سے سب سے افضل مجاہد کون سا ہے؟ فرمایا 'مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ'، یہاں سب سے اونچا مجاہد کسے بتایا گیا جو اللہ عزوجل کی ذات پاک کی خاطر اپنے نفس سے جہاد میں لگا رہے۔

میں نے عرض کیا کہ ان کے بہت اونچے حالات، بہت اونچے واقعات ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کیا کیا تعلیم انہوں نے حاصل فرمائی اور ہمیں پہنچائی۔

حضرت مالک بن دینار نے قصہ سن رکھا ہوگا، وہ ہشام بن زیاد سے اس کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ قصہ کیا تھا علاء بن زیاد کا۔ انہوں نے پھر وہ قصہ بیان فرمایا کہ شام سے ایک شخص حج کی تیاری کر کے نکلے۔ وہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ کسی نے آ کر خواب میں حکم دیا کہ تم عراق جاؤ۔ عراق میں پھر بصرہ جاؤ، پھر تم بنی عدی میں پہنچو۔ اس قبیلہ بنی عدی میں علاء بن زیاد سے ملو۔

یہاں حکم ہوا کہ 'اِئْتِ الْعِرَاقَ، ثُمَّ اِئْتِ الْبَصْرَةَ، ثُمَّ اِئْتِ بَنِي عَدِيٍّ فَأْتِ بِهَا عَلَاءَ بْنِ زِيَادٍ ۔اور کام کیا تھا 'فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ'، وہاں جاؤ اور علاء بن زیاد کو جنت کی بشارت دے دو۔ پہلی رات سوچا کہ 'رُؤْيَا لَيْسَتْ بِشَيْءٍ'۔ یہ تو تصورات ہوں گے۔ دوسری رات میں پھر دیکھا، تیسری رات میں پھر دیکھا چنانچہ عراق کی طرف رخ موڑ لیا۔

کتنا انتظام اللہ رب العالمین کی طرف سے کیا جاتا ہے، وہ کس طرح تربیت فرماتے ہیں اپنی مخلوق کی کہ وہ رب العالمین ہے۔ تربیت ہماری فرماتا ہے اسی لئے تو وہ ہمارا رب ہے۔ ربوبیت اسی کے شایان شان ہے۔ وہ تربیت ایک چھوٹے سے بچہ کی فرماتا ہے جب پیٹ میں ہوتا ہے۔ اس کی تربیت کیسی، اس کی ضرورتیں کیسی اور کیسے مالک پوری فرماتے ہیں۔ جب وہ دنیا میں آتا ہے، پہلا دن، دوسرا دن، پھر دودھ، پھر غذا۔ اسی طرح یہاں بھی تربیت فرمائی، یہاں صرف حکم دے کر مالک نے اسے چھوڑ نہیں دیا۔

اب عراق کی طرف ان کا رخ ہے اور عراق وہ جا رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ 'فَلَمَّا خَرَجَ مِنَ الْبُيُوتِ اِذَا الَّذِي اَتَاهُ فِي مَنَامِهِ يَسِيرُ بَيْنَ يَدَيْهِ'۔ کہ جس کو خواب میں دیکھا تھا وہی قائد بن کر شخص آگے آگے چل رہا ہے۔ 'فَاِذَا نَزَلَ فَقَدَهُ'۔ جب وہ منزل پر پہنچنے والے ہیں، کوفہ میں منزل فرمائی تو جو قائد تھا رستہ بتلانے والا، اب وہ غائب ہوگیا۔۔ اب کوفہ سے دوبارہ جب بصرہ کے لیے چلے ہیں، پھر وہ خواب والا ہاتف جس نے آواز دی تھی 'اِئْتِ الْعِرَاقَ' وہ پھر آگے آگے ہے۔ 'فَخَرَجَ فَرَآهُ يَسِيرُ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى قَدِمَ الْبَصْرَةَ'۔ بصرہ پہنچ گئے پھر وہاں بنی عدی میں پہنچ گئے۔ معلوم کر کے علاء بن زیاد کے گھر تک پہنچ

گئے۔اب انہوں نے علاء بن زیاد کے دروازہ پر کھڑے ہوکر سلام عرض کیا تو ہشام بن زیاد علاء بن زیاد کے بھائی کہتے ہیں کہ'فَخَرَجْتُ اِلَیْہِ' کہ میں خود سلام کی آواز سن کر گھر سے باہر نکلا تو مجھ سے مسافر پوچھتے ہیں کہ آپ علاء بن زیاد ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، میں علاء نہیں ہوں۔

ہمارے یہاں دار العلوم میں عصر کی نماز کے بعد جس کو طلبہ بورڈنگ کے نام سے یاد کرتے ہیں، وہاں بالکنی تھی، میں وہاں پودے لگا رہا تھا۔ اتنے میں ایک بزرگ تشریف لائے۔حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے بہنوی تھے، یہ شاید ۱۹۷۸ء میں تشریف لائے تھے۔ان ہی کی صاحبزادی سے ہمارے مدنی دوست عطاء الرحمٰن دہلوی نے نکاح کیا تھا۔طلبہ میرے ساتھ کھڑے ہیں، ہم پودے لگا رہے تھے۔ اس وقت ہمارے طلبہ کے نگراں ہوتے تھے جنہیں امیر صاحب کہا جاتا تھا، وہ عمامہ شیروانی میں ملبوس تھے اور میں اپنے باغبانی کے کپڑوں میں تھا۔ دیکھا کہ کوئی طالب علم کسی مہمان کو لے کر سیڑھی چڑھ رہا ہے۔سیڑھی چڑھتے ہی مہمان نے دیکھا ہمارے پٹیل صاحب کو، امیر صاحب کو تو زور سے انہوں نے کہا وہیں سے 'السلام علیکم مولانا یوسف صاحب'۔ وہ امیر صاحب بجائے ان کی طرف آگے بڑھنے کے پیچھے ہٹ رہے ہیں کہ میں مولانا یوسف نہیں ہوں، یہ مولانا یوسف ہیں۔ میں نے امیر صاحب سے عرض کیا پیچھے الٹے پیر بھاگتے کیوں ہو؟ معانقہ، مصافحہ تو مہمان سے کرلو۔

اس طرح یہ علاء بن زیاد کے متعلق پوچھتے ہیں کہ 'اَنْتَ الْعَلاءُ؟ قُلْتُ لَا'۔ میں نے کہا میں نہیں ہوں۔ ہشام بن زیاد نے ان سے پھر کہا کہ آپ اپنا سامان وغیرہ اتار لیجئے۔سواری کو ایک طرف کردیجئے۔ ان مسافر نے اصرار کیا اور کہا کہ نہیں میں ابھی سامان نہیں اتارتا۔اَیْنَ الْعَلاءُ ؟ علاء بن زیاد کہاں ہیں۔ ہشام فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ ابھی مسجد میں ہیں۔اور مسجد میں کیا کرتے ہیں؟'وَکَانَ الْعَلاءُ یَجْلِسُ فِی الْمَسْجِدِ وَیَدْعُوْ بِدَعْوَاتٍ وَ یُحَدِّثُ' کہ علاء بن زیاد مسجد میں پہلے دعا فرماتے تھے اس کے بعد احادیث کا

درس دیتے تھے۔

’قَالَ هِشَامٌ فَاتَيْتُ الْعَلاءَ فَخَفَّفَ مِنْ حَدِيْثِهِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ‘. ہشام فرماتے ہیں کہ میں علاء بن زیادہ کے پاس پہنچا، انہوں نے اپنی نماز مختصر فرمادی اور دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا اور آنے والے مسافر کو دیکھ کر علاء بن زیاد مسکرا رہے ہیں اور اتنے زور کی ہنسی تھی کہ ’فَبَدَتْ ثَنِيَّتُهُ‘ ،سامنے والے دانت صاف نظر آنے لگے حالانکہ ان کی اس طرح ہنسی کی عادت نہیں تھی۔

اور وہ فرمانے لگے مسافر کو دیکھ کر ’هٰذَا وَاللّٰهِ صَاحِبِیْ‘، واللہ میرا دوست آ گیا۔ان کو بھی پتہ ہے جس طرح موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ’خواب دیکھ کر تشریف لے آئے‘۔

اس کے بعد وہ علاء بن زیاد نے ان سے کہا کہ آپ اپنا سامان وغیرہ اتار لیں۔ انہوں نے کہا مجھے آپ تخلیہ کا موقعہ عنایت فرمائیں مجھے کوئی بات کرنی ہے۔ کہتے ہیں کہ علاء بن زیاد اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اہلیہ سے فرمایا ’یا اسماء تحولی الی البیت الآخر‘ کہ دوسرے کمرے میں تم چلی جاؤ۔ کہتے ہیں کہ جن بھائی کے پاس مہمان کو لے کر گئے تھے وہ ہٹ گئے۔ اور علاء بن زیادہ اور وہ مہمان آنے والے دونوں کمرے میں داخل ہوگئے اور انہوں نے پورا اپنا خواب سنایا کہ میرا حج کا ارادہ تھا اور میں نے اپنی ساری تیاری مکمل کر لی تھی اور مجھ سے خواب میں کہا گیا کہ تم عراق جاؤ، پھر بصرہ پہنچو، بنی عدی میں جاؤ وہاں علاء بن زیاد سے ملو ’وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ‘۔ان کو جنت کی خوشخبری سنادو۔

اب یہ بشارت علاء بن زیاد نے سنی، بس اس کے بعد انہوں نے اپنے حجرہ کا دروازہ بند کرلیا۔ ایک دن، دو دن، تین دن، بعض روایتوں میں ہے کہ سات دن اسی طرح رہے۔ نہ کھانا، نہ پینا، نہ اور کوئی کام۔ رونا، رونا اور رونا، روتے ہی رہے۔ ’وَلَا يَفْتَحُ بَابَهُ‘ ۔اور روتے ہوئے کہتے ’اَنَا، اَنَا‘ ۔ کہتے ہیں کہ ہم آوازیں سن رہے تھے۔ روز چوبیس گھنٹے روئے ہی جا رہے ہیں۔ دروازہ بھی نہیں کھولتے۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے تھے کہ کیسے دروازہ کھولیں۔

'فَأَتَيْتُ الْحَسَنَ'۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر ہم نے درخواست کی کہ اس طرح بشارت لے کر کوئی مہمان آیا۔ بشارت سنی اور تین دن سے وہ باہر نہیں نکل رہے ہیں۔ روتے ہوئے ان کا برا حال ہے۔ حضرت حسن بصری تشریف لائے۔ دروازہ بجایا۔ جب حضرت حسن کی آواز سنی تب دروازہ کھولا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی بشارت دی 'رَحِمَکَ اللّٰہُ وَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ'۔ لیکن کیا ابھی تم اس طرح کھانا پینا آرام ہر چیز ترک کر کے مرنا چاہتے ہو؟

علاء بن زیاد نے اپنے بھائی ہشام بن زیاد سے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عہد لیا کہ 'لَاتُحَدِّثُوْا بِھَا مَا دُمْتُ حَيًّا'، جب تک میں زندہ ہوں، وہاں تک کسی سے یہ بشارت بیان نہ کی جائے۔ علاء بن زیاد نے ہمیں سکھایا کہ یہ سلوک، مجاہدہ، بیعت، عبادت کاہے کے لئے ہے 'فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ'۔

کاش کہ اسی مالک کی ذات ہی کی طرف ہم متوجہ رہیں اسی سے محبت کریں، اسی سے لو لگائیں۔ اس کو دیکھتے رہیں، تھرمامیٹر میں چیک کرتے رہیں کہ مالک و خالق کی محبت بڑھی یا نہیں۔ ہم نے تو کبھی دماغ میں اس کو سوچا ہی نہیں۔ بے شک نماز، تلاوت، پڑھنا، پڑھانا بہت ثواب کے کام ہیں لیکن یہ مالک کی یاد دل میں بسانا، اور اس کی طرف چلنا یہ سب سے اہم ہے۔ ہر وقت اسی کا دھیان رہے، اللہ تعالیٰ یہ دولت ہمیں میسر فرمادے اور ماہ مبارک کی مبارک گھڑیوں میں ہماری دعائیں قبول کرلے کہ ہم مالک کے ہی بن کے رہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل اس پر گفتگو ختم ہوئی تھی کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے جو عہد لیا گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، ہر نبی اپنے اپنے زمانے میں خاتم الانبیاء، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اپنی امت کو دیتے رہے۔ یہ جو عہد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے لیا گیا تھا یہ الگ عہد ہے جو صرف انبیاء ورسل سے لیا گیا۔

تصوف کی حقیقت

ایک عہد تمام جن وانس اور مکلّف مخلوق سے لیا گیا۔ پوچھا گیا 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'؟ جسے عہد الست کہا گیا جس میں مالک نے وہاں پوچھا 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُم'؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ 'قَالُوْا بَلٰی' ۔سب نے کہا تھا 'بَلٰی' لیکن نہ یہ آپ کو یاد ہے نہ مجھے یاد ہے۔ یہ اتنا عظیم واقعہ ہے، مالک سامنے ہے، ہم نے مالک کو دیکھا اور جواب دیا سوال کا۔ اسی مالک کو ہر وقت دنیا میں یاد رکھنا ہے۔کوئی لمحہ، ایک لمحہ اگر غفلت رہی مالک سے تو یہ اکبرالکبائر ہے۔

گناہوں کی تقسیم کرتے کرتے صغائر اور کبائر سب کو لکھا گیا۔ مگر اکابر فرماتے ہیں کہ اکبر الکبائر اپنے مالک سے ایک لمحہ کے لیے غافل ہونا ہے۔ اس کو اکبر الکبائر، گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے۔ اسی مالک کو بسانے کے لیے یہ تصوف ہے۔ صوفیاء کی کوشش یہ

رہتی ہے کہ جب اس تصوف میں اور سیر الی اللہ میں چلیں، کوئی چیز ہمیں روک نہ پائے۔ نہ ہاتف کی آواز ہمیں روک پائے، نہ انوار وتجلیات ہمیں روک پائیں۔ ہمیں ذات بحت مالک ہی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

اس کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ایک کتاب کی تعلیم ہوتی تھی عصر کی نماز کے بعد۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب مراد آبادی وہ جہوری الصوت تھے، وہ اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے۔ ارشاد الملوک کی تعلیم ہوتی تھی، اکمال الشیم کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہ بڑی عجیب وغریب کتابیں ہیں۔

تصوف کا یہ فن ذات باری تعالیٰ کی طلب اس کی طرف سلوک، اس کی طرف چلنا، اس کی معرفت کے لیے ہے، اس کو کیسے ہم پہچانیں، اس کو آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہم جیسوں کے لیے جو اس فرض کو بھی بھلا چکے۔ جس گناہ میں ہم مبتلا ہیں، یہ گناہ کیا ہے، وہ بھی ہمیں یاد ہے، اُسے بھی ہم پہچانتے ہیں لیکن جسے اکبر الکبائر کہا گیا کہ ایک سیکنڈ کے لیے مالک سے غافل ہونا یہ گناہوں میں سب سے اکبر الکبائر، سب سے بڑا گناہ ہے، ہم اس کو بھلا چکے ہیں۔ جتنی کتابیں، ہیں عوارف المعارف، قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، ان سب میں اسی گناہ کو یاد دلایا گیا اور اسی گناہ سے توبہ کی طرف بلایا گیا۔ یہ کیسی مبارک ہستیاں ہیں جنھوں نے کتنے مقدس کام کا بیڑا اٹھایا۔

علامہ عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ

جو کتاب ہے اکمال الشیم اس کا اصل متن، جس کی شرح کی گئی ہے وہ علامہ عطاء اللہ اسکندری کی کتاب الحکم ہے۔ ان کی حکمتوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اور اس کا نام رکھا گیا 'الحِکَم العطائیہ'۔ شیخ اسکندری کون ہیں، یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، عارف ربانی ہیں، جنھوں نے رب کو پہچانا۔ جتنے فقہاء اور محدثین ہیں سب ان کے پیچھے پیچھے چلنے والے تھے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایسے انسانوں کو، مشائخ کو ڈھونڈا

کرتے تھے اوران کی خوشامد کیا کرتے تھے کہ کوئی کلمہ ان سے سنی۔

شیخ عطاء اللہ اسکندری اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ ہمارے یہاں فقہ کی کتابوں میں مشہور کتاب ہے 'فتح القدیر' اس کے مصنف علامہ کمال ابن ہمام ہیں۔ ان کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی جس دن وہ شیخ عطاء اللہ اسکندری کی قبر پر پہنچے ہوں گے اس کی زیارت کی ہوگی۔ جس طرح دستور ہے میں اور آپ قبرستان جائیں تو جو اللہ توفیق دے وہ پڑھنا شروع کریں گے۔ اب وہ علامہ کمال ابن ہمام صاحب فتح القدیر، شیخ اسکندری کی قبر پر حاضر ہیں، تلاوت جاری ہے، سورۂ ہود پڑھ رہے ہیں۔

سورۂ ہود پڑھتے پڑھتے جب وہ اس آیت پر پہنچے **'فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَسَعِيۡدٌ'** کہ جب مالک کے حضور پیشی ہوگی، کچھ بد بخت ٹھہریں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے کہ ہم اشقیاء کی جماعت میں سے نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جماعت میں داخل نہ فرمائے، اشقیاء میں سے نہ بنائے، ہمیں سعداء میں سے بنائے۔ فرمایا کہ **'فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَسَعِيۡدٌ'** کچھ لوگ ان میں سے بد بخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے۔

جیسے ہی علامہ ابن ہمام کی تلاوت میں یہ کلمہ زبان سے نکلا **'فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَسَعِيۡدٌ'**، قبر میں سے آواز آتی ہے۔ شیخ عطاء اللہ اسکندری جنہیں اس قبر میں دفن ہوئے ایک طویل عرصہ گذر گیا، لمبا زمانہ گذر گیا اب بولتے ہیں قبر میں سے۔ شیخ نے قبر کے اندر سے ان کو پہچان بھی لیا۔ اللہ اکبر۔ انہیں پہچانا بھی، ان کا نام بھی انہیں معلوم تھا۔ فرمانے لگے **'يَا كَمَالُ! لَيۡسَ فِيۡنَا شَقِيٌّ'** ہم میں کوئی بد بخت نہیں ہے۔ اب اتنی بڑی کرامت دیکھئے۔

ہمارا ایک طویل موضوع رہا ان بیانات میں کہ خطیب بغدادی اپنے متعلق ساری عمر دعا کرتے رہے کہ مجھے بشر حافی کے قریب اللہ جگہ عطا فرمائے، ان کے پڑوس میں میں دفن ہوجاؤں۔ اس کے لیے وصیت فرماتے رہے، کوشش فرماتے رہے۔ اسی طرح ابن ہمام نے جب قبر میں سے یہ آواز سنی کہ **'يَا كَمَالُ! لَيۡسَ فِيۡنَا شَقِيٌّ'**، انہوں نے اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ مجھے شیخ اسکندری کی قبر کے متصل دفن کیا جائے۔

سفرِ حج

عجیب وغریب اللہ کے یہ بندے ہوتے ہیں۔ شیخ اسکندری کے شاگردوں میں سے کوئی حج بیت اللہ کے سفر پر گئے۔ وہ شیخ اسکندری کو اپنے مقام پر چھوڑ کر آئے تھے۔ اب کیا دیکھتے ہیں مطاف میں کہ شیخ طواف کرنے والوں کے ساتھ طواف فرما رہے ہیں۔ طواف سے فارغ ہوکر جب مقام ابراہیم پر دوگانہ ادا کرنے کے لیے، دو رکعت پڑھنے کے لیے پہنچے، دیکھا کہ وہاں شیخ اسکندری نماز میں مصروف ہیں۔ سعی کے لیے پہنچے، صفا اور مروہ کے درمیان دیکھا۔ جب مکہ مکرمہ سے عرفہ پہنچے، دیکھا کہ وہ حاجیوں کے ساتھ وقوف عرفہ میں شریک ہیں۔

اب یہ شاگرد جب حج سے واپس آئے، لوگوں سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد شیخ بھی حج کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ سب نے انکار کیا کہ نہیں۔ چنانچہ سلام ومصافحہ کے بعد اب مسکراتے ہوئے پہلا سوال شیخ اسکندری کا ان حاجی صاحب سے، ان حج کے لیے جانے والے طالب علم سے یہ تھا کہ فرماتے ہیں کہ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے، اس حج کے سفر میں آپ نے کن کن کو دیکھا۔ اب شاگرد کو کہنا پڑا کہ حضرت آپ کو میں دیکھتا رہا۔ مطاف میں دیکھا، مقام ابراہیم پر دیکھا، صفا اور مروہ پر دیکھا، عرفات کے میدان میں وقوف کے وقت دیکھا۔ شیخ جواب میں مسکرادیئے۔ کیا پوچھنا ہے ان حضرات کا۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسکندری کی زبان سے نکلنے والا ہر کلمہ حکمتوں سے بھرپور ہوتا تھا۔ اسکا نمونہ ’الحکم العطائیہ‘ ہے۔ جب ان کی شیخ علی متقی نے تبویب فرمائی تو اس کا نام تبدیل ہوکر ’تبویب الحکم‘ بن جاتا ہے۔ یہ ’تبویب الحکم‘ بنانے والے مبوّب شیخ علی متقی ہیں۔ جیسے معلوم ہوا کہ شیخ اسکندری کون ہیں؟ اسی طرح ’تبویب الحکم‘ جنہوں نے نام دیا یہ کون ہیں؟ یہ شیخ علی متقی ہیں۔ کنز العمال کے مصنف ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد تو جونپور کے تھے پھر ہماری تاپی ندی کے کنارے برہان پور میں آکر

آپ کے والد حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ خاندیس میں آکر آباد ہوئے۔ وہاں شیخ علی کی ولادت ہے۔

خالق کائنات رب العالمین کی معرفت اتنی اعلیٰ ترین فرض سمجھی جاتی تھی کہ اس کے لیے بچپن سے مشائخ بچوں کا خیال فرماتے، والدین اپنی اولاد کا فکر فرماتے، کہ میرے بیٹے کو معرفت کہاں سے حاصل ہوسکتی ہے؟ اپنے مالک کو یہ کہاں سے پہچانے گا۔

اسی معرفت کے حصول کے لیے شیخ علی متقی کی آٹھ سال کی عمر ہوئی آپ کے والد نے شیخ باجن سے آپ کو مرید کرادیا تھا جن کا اصلی نام شیخ بہاؤ الدین چشتی ہے جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، بہت بڑے ولی کامل تھے۔ شیخ علی متقی نے اپنے انہی استاذ شاہ باجن سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند ارجمند شاہ عبد الحکیم کے مریدوں میں شامل ہوگئے اور سلوک اور سیر الی اللہ کی تکمیل فرمائی اور چشتیہ سلسلہ میں ان سے خلافت پائی۔

کنز العمال

پھر آگے ملتان کا سفر ہوا۔ وہاں ایک بزرگ شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں رہے، ان سے بیضاوی وغیرہ پڑھی۔ اس زمانہ میں پنجاب وغیرہ علاقوں کے لوگ بھی سفر حج کیلئے اس طرف آتے تھے اور گجرات کے ساحل اور کنارہ سے جدہ کے لیے روانگی ہوتی تھے۔ لہذا جب شیخ علی نے مکہ مکرمہ کے سفر کا ارادہ کیا، تو ملتان سے گجرات آئے۔ یہاں شاہی مہمان رہے۔ سلطان وقت محمود ثالث نے بڑا اکرام فرمایا اور ان کے لیے حجاز کے سفر کا انتظام فرمایا۔

جب حجاز پہنچے، شیخ ابوالحسن بکری اور شیخ محمد السخاوی وہاں حجاز میں تھے ان سے حدیث اور تصوف اور اِن تمام علوم میں استفادہ کیا۔ قادری، شاذلی، مدنی طرق میں، روحانی سلاسل میں خلافت بھی پائی اور دنیائے علم حدیث کی مشہور کتاب 'جَمْعُ الْجَوَامِعِ' علامہ سیوطی کی، جس میں قولی فعلی احادیث آپ نے جمع فرمائی تھیں، اس کو ابواب اور فصول پر ترتیب دے کر شیخ علی

متقی نے اس کا نام 'کَنزُ الْعُمَّالِ' رکھا۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

ان شیخ علی متقی کے واقعات بھی علامہ اسکندری سے مماثل ہیں۔ بے شمار واقعات ہیں، جو کہ عجیب وغریب واقعات ہیں۔آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب متقی گجراتی اپنی کتاب 'اِتحَافُ التَّقِیّ فِیْ فَضْلِ الشَّیْخِ عَلِیّ مُتَّقِیّ' میں لکھتے ہیں کہ شیخ کی وفات سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی۔ جب بھاگے ہوئے اہل مکہ آپ کی قیام گاہ پر پہنچے، دیکھا کہ آپ توانا وتندرست ہیں۔ان کو دیکھ کر شیخ مسکرائے اور آپ نے فرمایا اس فقیر کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے موت کا مزہ چکھ لیا، آخرت کے احوال سے واقف ہوگیا پھر اس نے مالک سے درخواست کی کہ 'اے اللہ! دوبارہ مجھ کو دنیا میں بھیج' تو مالک نے میری درخواست قبول فرمائی اور دوبارہ مجھے دنیا میں بھیج دیا۔

اسی طرح لکھا ہے کہ شیخ کی وفات سے دو ماہ پہلے جناتوں کے دو گروہ پہنچے۔ ایک گروہ جناتوں کا جو شیخ کا عقیدت مند تھا انہوں نے بہت سے علوم میں آپ سے استفادہ کیا اور واپس جاتے ہوئے سب نے قدمبوسی کی اور چلے گئے۔ دوسرا گروہ جو کبھی کبھی آتا تھا وہ کفار اور مشرکین کا ہوتا تھا۔ وہ وہاں پہنچ تو جاتا مگر شیخ کی عظمت اور جلال دیکھ کر اسے واپس بھاگنا پڑتا تھا۔ اس لئے شیخ نے ان کی ہدایت کے لیے، ان کی رہنمائی کے لیے ان کو ہدایت کی طرف لانے کے لیے بطور خاص جناتوں کے نام خطوط لکھے۔

میرے حضرت شیخ مہاجر مدنی قدس سرہ کا اخفاء حال

ایک مرتبہ چاروں طرف ہزاروں کا مجمع ہے دارِ جدید میں، جب حضرت تمام مشاغل سے فارغ ہوگئے تب حضرت نے فرمایا خدام کو 'جاؤ بھائی'۔ اس کے بعد ملاحضہ فرمایا کہ نکلنے میں دیر لگ رہی ہے، تو حضرت نے فرمایا 'جاؤ بھائی جاؤ، کوئی اور مخلوق ابھی آرہی ہے'۔

شیخ علی متقی کا عالم آخرت کا سفر جب ہونے لگا اور آپ کو جب محسوس ہوا کہ آپ کے یہ

آخری ایام ہیں، شیخ عبدالوہاب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ وہ بیت پڑھ۔ اب کونسا شعر، کونسا بیت۔ شیخ عبدالوہاب کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ آپ کا ارشاد کون سے بیت کی جانب ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پڑھنا شروع کیا

ہرگز نیآید در نظر صورت ز رؤیت خوب تر
شمسی نہ دانم یا قمر حوری ندانم یا پری

کہ رب العالمین خالق کائنات، تیری زیارت سے بڑھ کر کسی چیز کے دیکھنے کی خواہش نہیں۔ تیری صورت سے بڑھ کر مجھے اب کسی کو دیکھنے سے چین اور سکون نہیں ہوگا۔ بس چاہتا ہوں کہ تیری ہی زیارت ہو، تجھ ہی کو دیکھوں۔ جب شیخ نے یہ شعر سنا

ہرگز نیآید در نظر صورت ز رؤیت خوب تر
شمسی نہ دانم یا قمر حوری ندانم یا پری

شعر سن کر شیخ کی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ فرمایا کہ اور پڑھو، اور پڑھو۔ بار بار اس شعر کو دہرایا گیا۔

اتنے میں کھانا لگ گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت طعام حاضر ہے۔ تب فرمایا اس کا کچونده بناؤ۔ کہتے ہیں تمام چیزیں ملا دو اچھی طرح سے۔

حضرت شیخ مہاجر مدنی قدس سرہ کھانے سے فراغت پر اخیر میں دستر خوان پر مجھے فرماتے تھے یہ سالن چاول میں ڈال دے۔ یہ اچار ڈال دے، وہ سبزی ڈال دے۔ سب کو اچھی طرح ملا دے۔ اچھا ملا۔ اور ملا، اچھی طرح ملا۔ اور اچھی طرح ملا، پھر فرماتے لا! مجھے ایک لقمہ دے، ایک اور دے، پھر ارشاد ہوتا اب جلدی سے صاف کر لے اور ہاتھ دھلا دے۔

اسی طرح فرمایا کہ اس کا کچونده بناؤ۔ کیوں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب تک کھانے کو اس طرح لت پت نہ کر لیا جائے اس وقت تک کھاتے نہیں تھے۔ چنانچہ کچونده بنا کر لایا گیا۔

اس کے بعد پھر اس کچونده بنانے کی وجہ بھی ارشاد فرمائی، ہر چیز میں مالک کی یاد۔

فرمانے لگے کہ اس کو اچھی طرح خلط ملط کر دے، آپس میں ملا دے اور اتنا ملا دے کہ تمام

کھانے یک جا ہو جائیں، ایک جگہ ہو جائیں اور دوئی کا نام نہ رہے۔ ڈبل نہ رہیں کہ یہ قسم فلاں ہے، یہ گوشت ہے۔ اوہو!

سن سہیلی پرم کی باتا یوں مل رہیئے جوں دودھ نباتا

کہ بالکل آپس میں مل جائیں جیسے دودھ میں کوئی چیز، شوگر آپ ڈال دیں، کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ دو ہیں؟ فرماتے کہ 'اچھی طرح ملا دے' تا کہ ایکائی رہے، دوئی ختم ہو جائے۔ اب کیسی جذبی حالت ہوگی، مالک کی طرف جانے کی کتنی جلدی ہوگی اور کتنا وجد، کتنا جوش ہوگا۔

شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ ساری رات اس جوش کی کیفیت میں، جذبی حالت میں گذری۔ اور جب سفر آخرت مزید قریب آیا، شیخ نے پہلے سے تنبیہ فرمادی۔ فرمایا کہ جب تک فقیر کی انگشت شہادت، شہادت کی انگلی حرکت کرتی دیکھو جس طرح ذاکر حالتِ ذکر میں حرکت کرتا ہے، انگلی کی حرکت سے سمجھو کہ روح نے ابھی تک پرواز نہیں کی، قالب میں روح ہے۔ جب یہ انگشت شہادت، شہادت کی انگلی ساکن ہو جائے، تھم جائے، تب جانو کہ اب روح قالب میں نہیں رہی۔

خدام کا بیان ہے کہ بالکل نزع اور سکرات کی حالت میں اسی طرح رہا۔ ہم نے دیکھا کہ تمام جسم سے جان نکل چکی ہے۔ کسی عضو میں بھی کسی طرح بھی حیات کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ شہادت کی انگلی اسی طرح حرکت میں ہے۔ شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا اچھی طرح اور شیخ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا جب یہ انگلی کی حرکت تھمی تب ہم نے فیصلہ کیا کہ ہاں اب خدا کا ذکر کرتے کرتے روح مقدس نوے سال کی عمر میں ۲ر جمادی الثانیہ ۹۷۵ھ میں سرزمین مکہ پر مالک کے حضور پہنچ گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

انگشت شہادت

انگشت شہادت پر یاد آیا کہ حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا تھا جس کا نام 'یادِ یاراں' تھا۔ کتنا پیارا نام ہے 'یادِ

یاراں۔ بہت سے مسائل جو حضرت کو پیش آئے، الجھنیں پیش آئیں وہ اس میں تحریر فرمائی ہیں۔ جس طرح ہم حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت تھانوی قدس سرہ نے اپنے بہت سارے واقعات اس میں تحریر فرمائے ہیں۔

اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ تشہد میں جو شہادت کی انگلی اٹھائی جاتی ہے، رفع سبابہ کے بارے میں تردد تھا کہ اس اشارہ کی بقا کس وقت تک ہے، یہ کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں؟

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی کے حضور میں میں نے سوال پیش کیا تو فوراً ارشاد فرمایا کہ ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اس میں سبابہ سے اشارہ فرمارہے تھے اور ظاہر ہے کہ دعا سلام کے قریب پڑھی جاتی ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ اخیر تک اس کا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اس سے سرعت انتقالِ ذہنی اور ملکۂ استنباط بخوبی روشن ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ اس کو باب تشہد میں ڈھونڈھتے ہیں اس سے سمجھتے ہیں کہ حدیث میں نہیں ملتا۔ اسی لئے خود حضرت گنگوہی قدس سرہ کی تقریر ترمذی شریف میں جو چھپی ہوئی ہے، اس کے اخیر میں آخری سطور میں کتاب الدعوات کے نیچے، دو سطر پر تقریر ختم ہو جاتی ہے وہاں پر بھی حضرت نے جب اس روایت پر پہنچے، اسی کلام کو وہاں نقل فرمایا ہے۔

اس تقریر ترمذی کو حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرماکر طبع کیا ہے۔ اس کے کل صفحات ۶۴ ہیں۔

ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کا انداز احادیث کی تدریس میں کیسا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف چونسٹھ صفحے کی وہ تقریر ہے۔ اور جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد محترم حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کی تقریر بخاری اور تقریر ترمذی مرتب فرمائی تھی، وہ فی البدیہہ عربی میں اس کو لکھتے جاتے تھے، عربی میں اس کو قلمبند فرمایا۔ اسی طرح یہ بھی عربی میں تقریر ترمذی ہے۔

اس کے اخیر میں جو ابواب الدعوات ہیں، اس میں **بَابُ قَوْلِهٖ 'وَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ وَبَسَطَ السَّبَّابَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ'**، اس کی شرح میں حضرت تھانوی قدس سرہ اشارہ فرماتے ہیں کہ **'قُلْتُ فِيْهِ اِدَامَةُ التَّشَهُّدِ اِلٰى آخِرِ الصَّلٰوةِ'** کہ جو اشارہ ہے وہ آخر سلام تک رہے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ سے جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا، اس کے بعد سے آپ کا بھی فیصلہ یہی تھا کہ سلام تک انگلی اٹھی رہے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کا معمول تھا۔

ایک دفعہ استاذ محترم مولانا محمد یونس صاحب نے والسال میں سلو چاچا کے مکان پر، دارالعلوم کے اور بھی اساتذہ تھے وہاں ظہر کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھائے رکھتے تھے لیکن چونکہ حضرت کے ضعف و پیری کی وجہ سے حضرت سہارہ کے لیے جس انداز میں اپنا ہاتھ گھٹنے پر رکھتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی شہادت کی انگلی جھکی ہوئی ہے حالانکہ وہ اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ خود ہاتھ نیچے کی طرف زمین کی طرف جھکا ہوا ہونے کی وجہ سے صاف انگلی اٹھی ہوئی نظر نہیں آتی تھی۔

حضرت شیخ یونس صاحب نے وہاں فرمایا تھا کہ یہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا بھی اسی پر عمل تھا کہ شہادتین کے ساتھ انگلی اٹھی اور سلام تک انگلی اٹھی ہوئی رہے۔ اس پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کے بعد ہمارے اکابر کا یہی معمول رہا۔ یہاں حضرت گنگوہی قدس سرہ سے پوچھنے کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ چونکہ ان اکابر کا ذوق اور معمول یہی ہے کہ اپنے اکابر سے جس چیز کو پوچھتے، اسی کو پھر اپناتے تھے، حضرت گنگوہی قدس سرہ سے پوچھنے کے بعد اس کتاب کی تدریس میں بھی جب یہاں پہنچے تو اسی کو طلبہ کے سامنے بیان بھی فرمایا۔

اقتداء

کیونکہ یہ صرف علم کی حد تک، علم میں زیادتی کے لیے وہ حضرات نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ وہ

اقتداء اور عمل کے لیے پڑھتے تھے اور پوچھتے تھے۔

اسی لئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'مَاالسِّیَاحَۃُ فِی الْاَسْلَامِ مِنْ شَیْءٍ' کہ یہ سیاحت اور ادھر ادھر سیر وتفریح اسلام میں کوئی چیز نہیں ہے اور 'وَلاَ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ' ۔ نہ یہ انبیاء وصلحاء کا کام ہے۔ اس لئے بھی کہ سفر 'لِاَنَّ السَّفَرَ یُشَتِّتُ الْقَلْبَ' یہ سفر کوئی اچھی چیز نہیں ہے، اس سے قلب پریشان رہتا ہے۔ 'فَلاَ یَنْبَغِیْ لِلْمُرِیْدِ اَن یُّسَافِرَ اِلَّا لِطَلَبِ الْعِلْمِ'۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ارادت کو اتنا مانتے ہیں کہ طالب علم کے بجائے آپ یہ لفظ استعمال فرماتے ہیں 'فَلاَ یَنْبَغِیْ لِلْمُرِیْدِ' کہ مرید کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سفر کرے سوائے طلب علم کے 'اَوْ مُشَاهَدَةِ شَیْخٍ یَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِیْرَتِهٖ' ۔ اللہ! یہ جملہ سنانا مقصود تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر ہونا چاہئے طلب علم کے لیے یا کسی شیخ کی زیارت کے لیے اور سفر کی نیت کیا ہو کہ میں اس شیخ کو اپنا مقتدی اور نمونہ اور سیمپل بنا کر چلوں گا۔

جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں اس طرح نماز پڑھوں گا۔ جس طرح وہ تلاوت کرتے ہیں میں تلاوت کروں گا۔ جس طرح وہ ذکر کرتے ہیں اس طرح میں ذکر کروں گا۔ صرف علم میں اضافہ کے لیے اور معلومات نالج بڑھانے کے لیے امام احمد فرماتے ہیں کہ نہیں جانا چاہئے۔

پھر میں اس کو پڑھتا ہوں 'وَقَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رحمة الله علیه مَاالسِّیَاحَۃُ فِی الْاَسْلَامِ مِنْ شَیْءٍ وَلاَ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ. وَلِاَنَّ السَّفَرَ یُشَتِّتُ الْقَلْبَ. فَلاَ یَنْبَغِیْ لِلْمُرِیْدِ اَن یُّسَافِرَ اِلَّا لِطَلَبِ عِلْمٍ اَوْ مُشَاهَدَةِ شَیْخٍ یَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِیْرَتِهٖ' ۔

فناء فی الشیخ

کتابوں میں لکھتے ہیں کہ 'فناء فی الشیخ'، کہ یہ تو اپنے شیخ میں فنا ہو گیا۔ کرتا ہے مرید

اتباع واقتداء کہ انکی شکلیں تک ایک ہو جاتی ہے۔ سہارنپور اور رائپور میں اس طرح دیکھنے والے بہت بڑی تعداد میں ہوں گے، جنہوں نے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ کو بھی دیکھا اور پھر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی دیکھا۔ کہ مرید اور شیخ دونوں کی صورتیں ایک ہی نظر آتی تھی۔

پاکستان میں آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب ہیں وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ کوئی رشتہ داری نہیں، دور دور بھی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نہیں ملتے ہوں گے، لیکن شکلیں دونوں کی بالکل ایک جیسی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب بالکل ایسے معلوم ہوتے جیسے شاہ عبدالقادر صاحب ہیں۔

یہ کب ہوتا ہے جب صرف وظیفہ پوچھنے کے لیے یا کوئی کتاب پڑھنے کے لیے ان کے سامنے وہ نہیں بیٹھتے۔

بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **'اَوْ مُشَاهَدَةِ شَيْخٍ يَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِيْرَتِهٖ'** کہ کسی شیخ کے پاس اس نیت سے انسان جائے کہ میں ان کی سیرت میں ان کی اقتداء کروں گا، ان کی طرح بننے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اکابر کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے تمام چیزیں ہمارے سامنے عملی شکل میں پیش کیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ **'فَلَا يَنْبَغِیْ لِلْمُرِيْدِ اَنْ يُّسَافِرَ اِلَّا لِطَلَبِ عِلْمٍ اَوْ مُشَاهَدَةِ شَيْخٍ يَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِيْرَتِهٖ'** ۔ یہ ایسے ہی شیوخ مراد ہیں جیسے صاحب حکم عطائیہ شیخ عطاء اللہ اسکندری جن کا قصہ آپ نے سنا، یا شیخ علی متقی صاحب کنز العمال جن کے حالات آپ نے سنے۔ یہ کتاب حکم عطائیہ اصل متن تھا۔ اس کی تبویب فرمائی حضرت شیخ علی متقی نے اس لئے اس کا نام تبویب الحکم رکھا۔ پھر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو پسند آئی، حضرت حاجی صاحب نے حکم فرمایا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا

جائے، اس کا اردو ترجمہ صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم المدنی نے فرمایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہیں۔ آپ کو سفر حج کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے مدرسہ مظاہر علوم میں ایک درخواست دی رخصت کے لیے مدرسہ سے، چھٹی لینے کے لیے، اجازت لینے کے لیے کہ میں ڈیڑھ سال کی رخصت لینا چاہتا ہوں۔ ۱۶/شوال ۱۳۴۵ھ سے لے کر ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ تک۔

آپ نے شروع شوال میں عزیزوں دوستوں خدام سب سے رخصتی ملاقات فرمالی۔ انبیٹھہ، گنگوہ، دیوبند، کاندھلہ وغیرہ کا باقاعدہ سفر فرمایا اور ایک ایک دوست اور عزیز اور خادم کے مکان پر جا کر کہا سنا معاف فرمایا کہ میں عرب جا رہا ہوں۔ اس طرح ہر ایک سے ملاقات کر کے، آخری سلام فرما کر ہندوستان سے رخصت ہوئے۔

جس طرح آپ نے فرمایا کہ میں ڈیڑھ سال کی رخصت چاہتا ہوں اور ڈیڑھ سال کی رخصت پر آپ وہاں پہنچے۔ ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ، چہارشنبہ کو بآواز بلند اللہ اکبر کہا اور اس کے ساتھ ہی روح مدینہ طیبہ میں جسد عنصری کو الوداع کہتی ہوئی عالم قدس میں پرواز کر گئی۔ کتنی بڑی کرامت کہ مدرسہ سے ڈیڑھ سال کی رخصت لی تھی، اس میں نہ ایک دن کم ہوا نہ زیادہ ہوا۔ جس دن آپ بقیع میں دفن ہوئے اسی دن یہ آخری دن تھا رخصت کا، چھٹی کا جو آپ نے چھٹی لی تھی۔

اسیطرح کا عجیب قصہ ہوا شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے حوالہ سے۔ ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں ایک واقعہ لکھ کر بھیجا تھا کہ میرے ابا بیان فرماتے تھے کہ جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں بذل المجہود کی تصنیف فرما رہے تھے۔ اس

دوران حضرت شیخ قدس سرہ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج جو بذل المجہود کی تصنیف میں فلاں صفحہ لکھا گیا، اس میں اس جگہ ایک غلطی ہوئی ہے، یہ ایک سہو ہوا ہے اس کو درست کرلیا جائے۔

اب حضرت شیخ قدس سرہ کی آنکھ کھلتی ہے۔ صبح کا انتظار کئے بغیر لالٹین لے کر نکلتے ہیں۔ سامنے دور سے دیکھ رہے ہیں کوئی لالٹین لے کر آرہا ہے۔ ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ حضرت استاذ محترم، پیر ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت نے بھی اسی وقت یہی خواب دیکھا اور حضرت بھی صبح کا انتظار کئے بغیر رات ہی کو لالٹین لے کر چلے، رستہ میں ملاقات ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری خطائیں بخش دے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ شیخ کی زیارت کے لیے چلے تو نیت ہو کہ ان کی سیرت کی میں اقتداء کروں گا۔ دنیا شاید ترسیگی ایسے لوگوں کی زیارت کے لیے۔ ہمارے مشائخ بزرگوں کی شان میں ہم سے جو ناقدری ہوئی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیسٹر کے جلسہ میں گفتگو شروع ہوئی تھی۔ وہاں میں نے مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی کے ایک شاگرد جو لکھنو سے ان کے پاس پڑھنے کے لیے سامرودی پہنچے تھے، ان کا قصہ سنایا تھا۔ وہاں سے یہ گفتگو چلی کہ وہ تقلید اور مقلدین کے خلاف بھرے گئے اور ایک دم علمی مرکز جامعہ حسینیہ راندیر جا پہنچے جس کا قصہ میں نے وہاں سنایا تھا۔ ابن حزم ظاہری کی تقلید کرتے تھے۔ اس لکھنوی نے جو اپنے اوپر ظلم کیا اور جا پہنچا جامعہ حسینیہ، اسی طرح کا ملتا جلتا قصہ ابن حزم ظاہری کا ہے جو ظاہریہ کے امام سمجھے جاتے ہیں۔

ابن حزم ظاہری

غافقی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ابن حزم بلنسیہ میں ایک علمی مجلس میں شریک تھے اور کوئی بزرگ اپنے طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ اس دوران وہاں فقہ کا کوئی مسئلہ بیان کیا گیا، جھٹ سے ابن حزم نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔ ان کا اعتراض سن کر حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ میاں! تم چپ رہو۔ یہ علم تمہاری دسترس سے باہر ہے، اس کی باریکیاں تم کیا جانو۔ اب بھری مجلس میں اعتراض کی وجہ سے ان کو جو خفت اٹھانی پڑی، اس کے بعد انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب میں علم حاصل کر کے چھوڑوں گا اور ان کا مقابلہ کر کے چھوڑوں گا۔

وہ خلوت گزیں ہوگئے اور علم حاصل کرتے رہے اور بہت جلد ذہانت کی وجہ سے انہیں اچھا خاصا علم بھی حاصل ہوگیا۔ کہتے ہیں اس کے چند ماہ کے بعد ہی پھر وہ مناظرہ کے چیلنج کرنے لگے اور علانیہ یہ اعلانات کرنے لگے کہ میں حق کا اتباع کرتا ہوں، اجتہاد سے کام لیتا ہوں، کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہوں وغیرہ دعوے اور اعلانات شروع ہوگئے۔

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

اسی کے قریب دوسرا ایک واقعہ اسپین اور اندلس کا ہے۔ وہاں کے سب سے بڑے محدث، محدث اندلس ابن العربی کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابن حزم نے خود مجھے علم فقہ حاصل کرنے کا سبب بتایا۔ وہ فرماتے تھے کہ جب میری عمر چھبیس سال کی تھی، میں کسی جنازہ میں شریک ہونے کے لیے مسجد میں پہنچا اور تحیۃ المسجد پڑھے بغیر میں مسجد میں بیٹھ گیا۔ کسی نے کہا کہ ارے بھئی! اٹھ کر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد تو پڑھ لو پھر بیٹھو۔ میں نے تحیۃ المسجد ادا کی۔

پھر جب جنازہ سے ہم لوگ فارغ ہوکر مسجد میں داخل ہوئے، وہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ مجھے مسئلہ معلوم نہیں، لہٰذا میں نے تحیۃ المسجد پڑھنا شروع کی، وہی بڑے میاں مجھے پھر کہنے لگے کہ ارے بھائی عصر کے بعد تو نفل نماز جائز نہیں ہے یہ نماز کا وقت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے مجھے اپنی لاعلمی پر بڑا صدمہ ہوا۔

جب میں واپس آیا، میں نے اپنے اتالیق سے کہا کہ مجھے ابوعبداللہ فقیہ کا گھر بتائیے۔ میں نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا اور اپنی ندامت اور پشیمانی ظاہر کی۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ تم مؤطا امام مالک پڑھنا شروع کرو۔ چنانچہ میں نے انہی سے، فقیہ ابوعبداللہ سے، مؤطا پڑھنی شروع کی۔ پھر آگے تین سال کی قلیل مدت میں، خود ہی فرماتے ہیں کہ میں نے اتنی محنت کی کہ میں مخالفین سے مناظرہ کرنے لگا۔

دیکھئے! ذہن ہی شروع سے مقابلہ، مناظرہ اور چیلنج کا تھا۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ میں سات برس ابن حزم کے قریب رہا ہوں، پڑھتا بھی رہا ہوں۔ کتاب الایصال میں نے ان

سے سبقاً سبقاً پڑھی۔ ان سے زیادہ ابن حزم کو کون جانتا ہوگا۔

ابن العربی نے کتاب العواصم والقواصم میں جہاں ظاہریہ پر شدید نکیر فرمائی ہے اور شدید ان پر رد کیا ہے۔ وہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایک احمق جماعت ہے جو اپنے آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر سمجھتی ہے، جس مرتبہ اور منصب کی وہ قطعاً اہل نہیں ہے۔ ایسی باتیں وہ کہتی ہے جو ان کی سمجھ سے بھی بالا ہیں۔ انہوں نے اپنے خارجی بھائیوں سے ایک بات سن لی 'لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ'، اسی کا نعرہ لگانے لگے۔

شروع میں ابن حزم کے پاس ابن عربی خود پڑھتے رہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ پھر یہاں سے پڑھ کر میں چند سالوں کے لیے باہر چلا گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں طلب علم کے لیے گھر سے نکلا اور جب واپس آیا تو اس جماعت کا حال دیکھا۔ تو انہوں نے ان کو نام دیا صحرائے اشبیلیہ کے احمق۔

بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

جیسے بھائی جان نے اس لکھنوی سے کہا تھا کہ تم حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہو۔ حدیث میں تو ہے 'اِنَّ الْمَاءَ طَھُوْرٌ لَایُنَجِّسُہُ شَیْءٌ'۔ پہلے اقرار کروایا ان سے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے ظاہر پر تم عمل کرو گے؟ اس کے بعد کسی سے کہا کہ یہ حدیث جس کے ظاہر پر یہ عمل کرنا چاہتے ہیں، اس کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ پانی تو اتنا پاک ہے، اتنا پاک ہے کہ کوئی ناپا کی اسے ناپاک کر ہی نہیں سکتی۔ پانی تو 'طَھُوْرٌ لَایُنَجِّسُہُ شَیْءٌ' ہے۔ اب ان کے اس اجتہاد کے مطابق تو گلاس میں ایک قطرہ پیشاب ڈال دیا جائے، پیا جا سکتا ہے کہ پانی تو 'طَھُوْرٌ لَایُنَجِّسُہُ شَیْءٌ' ہے۔

ابن عربی فرماتے ہیں کہ ظاہریہ نے اپنی باتوں سے، اور اپنے مسائل سے مغرب کو بھر دیا۔ ابتداء میں یہ شخص شافعی المسلک تھا۔ اس لیے کہ چھبیس سال کی عمر تک تو کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ اس کے بعد پھر لگے ہوں گے شافعی مسلک کی طرف۔ پھر اسے چھوڑ کر داؤد ظاہری

کا اتباع شروع کیا۔ پھر تیسرے مرحلہ میں شافعی مسلک کو بھی چھوڑا، داؤد ظاہری کے بھی مسلک کو چھوڑا اور خود مستقل مجتہد اور امام امت بن بیٹھے۔

آگے ابن العربی فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین میں وہ باتیں کہتا ہے جس کا دین سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ اور لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے، علماء کی طرف وہ اقوال منسوب کرتا ہے جو انہوں نے کبھی نہیں کہے۔ انا للہ۔ اور عقیدہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں مشبہہ کے رستہ پر گامزن ہے اور وہ دعوے کرتا ہے جنہیں طوفان بدتمیزی کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ آگے کہتے ہیں کہ اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس کا ظہور ایسے لوگوں میں ہوا جو صرف سادہ مسائل جانتے ہیں۔

فتنہ گری

ابن العربی کی کئی سال کے بعد جب واپسی ہوئی وطن میں اور انہوں نے یہاں اہل ظاہر کو جگہ جگہ دیکھا کہ وہ فتنہ اور گمراہی کی آگ ہر جگہ پھیلا رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں ان کے خلاف سینہ سپر ہو گیا اور کسی نے مجھے ابن الحزم کی کتاب 'نکت الاسلام' لا کر دی کہ اس کتاب نے بڑی تباہی مچائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا رد کیا اور خوب اچھی طرح کھول کھول کر ان کی جگہ جگہ میں نے تردید کی۔ پھر کسی دوسرے آدمی نے اعتقاد اور عقیدہ کی بابت ایک رسالہ لا کر دیا میں نے اس کا بھی رد لکھا۔

ابن عربی کی طرح سے ابو مروان ابن حیان لکھتے ہیں کہ ابن حزم بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں مگر بعض فنون میں مہارت تامہ انہیں حاصل نہیں تھی۔ مگر اس مہارت کے بغیر ان فنون میں بھی انہوں نے دخل اندازی شروع کی جس کی وجہ سے بہت سی غلطیوں کے وہ مرتکب ہوئے۔ کہتے ہیں کہ علم منطق میں انہیں درک حاصل نہیں تھا اور اس میں ارسطو کی مخالفت کرنے لگے۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارسطو کے کلام کو سمجھے ہی نہیں۔

محاذ آرائی

ذہبی فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب شافعی کی حمایت میں مخالفین سے اس قدر الجھے کہ سارے علماء فقہاء ان کے خلاف ہوگئے۔ پھر جب پریشان ہوئے پشیمان ہوئے کہ یہ کیا ہوا تو پھر شافعی مذہب کو بھی خیر باد کہا اور داؤد ظاہری کے مسلک سے وابستہ ہوگئے۔ طویل عرصہ محاذ آرائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارے علماء، فقہاء نے مل کر ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرلیا اور سب ان کی تضلیل اور تفسیق پر مجتمع ہوگئے کہ یہ شخص گمراہ ہے اور فاسق ہے۔ پھر بے چاروں کو کافی مزاحمت کا سامنا ہوا اور عمر کا ایک بڑا حصہ پریشانی اور پشیمانی میں گذرا۔

ابن حیان سے ذہبی نقل فرماتے ہیں کہ ابن حزم سے عوام کی اور خواص کی عداوت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوئی کہ وہ بنو امیہ کے گذشتہ اور موجودہ خلفاء کے حامی تھے اور ان کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اس وجہ سے انہیں ناصبی اور خارجی کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں قبول فرمائے، اور ان کی غلطیوں کو معاف فرمائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچایا۔ علاقہ کو بھی نقصان پہنچا امت کو بھی نقصان پہنچا کہ ائمہ اربعہ کے اجتہاد پر تو ملت اسلامیہ کا اجماع ہے۔

جب کبھی ابن حزم اپنے مدمقابل جماعتوں اور علماء اور فقہاء پر نکیر فرماتے تو بہت نامناسب الفاظ میں ذکر کرنے کے عادی تھی۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ ہوئی۔ اسی لئے ابن العریف کہتے ہیں کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں۔ کس انداز سے، کتنے تلخ لہجہ میں وہ مخالفین سے بات کرنے کے عادی ہوں گے۔ اسی کے نتیجہ میں علامہ ابو الولید باجی کے ساتھ ان کے مناظرہ کا بازار گرم ہوگیا اور باہمی منافرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

ائمہ اربعہ

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک مدنی، حضرت امام شافعی مکی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شکل میں، اللہ تعالی ان کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے۔ جو کچھ ان حضرات ائمہ اربعہ نے اور ان کے متبعین نے ہمیں علوم کتابوں میں مرتب کر کے پیش کر دیئے، وہی ہمارے لیے کافی ہیں۔ اب کسی پانچویں کے لیے گنجائش ہمارے یہاں نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان ائمہ اربعہ کو پہچاننے کی ہمیں توفیق دے، ان کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے۔

ہمیں تو ائمہ اربعہ نے ادب سکھایا۔ آپس میں بھی، دوسروں کے ساتھ بھی اور اتنا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک کے یہاں مدینہ منورہ پہنچے، جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ مؤدب ہوکر باادب امام کے سامنے بیٹھتے، اس سے زیادہ ادب سے دوزانو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھے ہیں۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبد اللہ ابن المبارک جب پہنچے امام مالک کے پاس، جب تعارف کرایا کہ میں ان کا شاگرد ہوں، اپنے برابر میں بٹھالیا۔

اور جب کوئی سوال کرتا تو مسئلہ کا جواب دیتے، فتویٰ کا جواب دیتے اور اِن عبد اللہ ابن المبارک سے پوچھتے 'مَاذَا يَقُوْلُ صَاحِبُکَ؟' تمہارے استاذ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچتے ہیں، اس کے ادب کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔

یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن مہرویہ، ابن جنید کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جنید سے سنا کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رجال پر تنقید کرتے ہیں اور ان کے درجات بتاتے ہیں

حالانکہ عین ممکن ہے کہ وہ دوسو سال پہلے ہم سے جنت میں فروکش ہو چکے ہیں، جنتی ہیں۔ اللہ ! یہ جنتی لوگ اوران کے بارے میں ہم جرح کرتے ہیں۔ اس پر افسوس ظاہر کیا۔

یہی محمد بن مہرو یہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام ابن ابی حاتم کی مجلس میں اس قول کو نقل کیا کہ یحییٰ بن معین یہ فرماتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جب میں نے یہ قول نقل کیا، ابن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل کا درس دے رہے تھے، یحییٰ بن معین کا یہ قول سن کر وہ رو پڑے۔اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ہاتھ کانپ رہے ہیں، کتاب ہاتھ سے گر پڑی۔ وہ روتے جاتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ پھر وہ بتاؤ، پھر ان کا وہ قول نقل کرو۔

کتنا لطف آیا ان کو کہ جو دوسو برس پہلے جنت میں جا چکے ہیں ہم ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان میں نقص ہے۔ حالانکہ یہ کرنا ہی پڑتا ہے احادیث کے مرتبہ کو پرکھنے کے لیے لیکن دل میں ادب کتنا ہے، جن پر جرح کر رہے ہیں ان کا ادب کتنا ہے کہ اس وقت ابن ابی حاتم کے ہاتھوں سے وہ کتاب الجرح والتعدیل جس کا وہ درس دے رہے تھے، وہ کتاب گر پڑی اور ہاتھ کانپ رہے ہیں اور مزے لے رہے ہیں کہ وہ قول پھر نقل کرو۔ یہ محمد بن مہرو یہ ابن ابی حاتم کے شاگرد ہیں اور انہوں نے یہ قصہ ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ

ابن ابی حاتم کتنے بڑے بزرگ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے ہاں سخت قحط پڑا۔ میرے ایک دوست نے اصفہان سے غلہ بھیجا جو میں نے بیس ہزار کی قیمت سے فروخت کردیا۔ دوست نے لکھا کہ اب اس بیس ہزار کا ایک مکان خرید لو۔ بجائے مکان خریدنے کے میں نے وہ سارا روپیہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کردیا اور انہیں لکھ بھیجا کہ میں نے تمہارے لئے جنت میں ایک محل خرید لیا ہے۔ انہوں نے جواباً وہاں اصفہان سے لکھا کہ مجھے یہ منظور ہے بشرطیکہ آپ اس کی ضمانت دیں۔ چنانچہ میں نے انہیں اپنی طرف سے ایک ضمانت کی چٹ اور تحریر لکھ کر بھیج دی۔

اب کیا ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔خواب میں نے دیکھا اللہ عز وجل کی طرف سے مجھے فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے تمہاری ضمانت منظور کرلی مگر آئندہ ایسا نہ کرنا۔اللہ! کیا مقام ان محدثین اوران بزرگوں کا تھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت پر یقین عطا فرمائے، جنت کا یقین عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کا نام سنیں اور ہمارے ہاتھ اور دل کانپنے لگیں۔

نبوی ضمانت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت لی ہے کہ جو دو جبڑوں کے درمیان جو زبان ہے اور دو ٹانگوں کے درمیان جو شرمگاہ ہے ان دو کی ضمانت لے لے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہوتوں سے ہمیں باز رہنے کی تعلیم فرمائی، بے کار گفتگو سے،غیبت، بہتان، الزام تراشی وغیرہ سے باز رہنے کی تعلیم فرمائی۔اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے اورشہوت پرستی اور زنا اوراس کے مبادیات سے ہمیں محفوظ رکھے، ہماری نظر کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ماہ مبارک ختم ہوا اور ہم اپنی مغفرت مالک سے کروا چھوڑیں۔

ابوسعید بردعی رحمۃ اللہ علیہ

لیسٹر میں بیان کیا تھا کہ ظاہریت کا فتنہ ہمارے یورپ کے علاقہ سے شروع ہوا تھا۔اس فتنہ کے بڑے اور ائمہ میں سے ابن حزم کی طرح داؤد ظاہری بھی ہیں۔ان سے ابوسعید بردعی نے مناظرہ کیا ہے۔ابوسعید بردعی آذر بائیجان بردعہ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ وہاں کے رئیس الاحناف تھے، فقہ حنفی کے مسلم امام تھے کیونکہ اس فن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے قاضی اسماعیل بن حماد ابوعلی دقاق کے شاگرد تھے۔

فقہ حنفی سے اتنا انس تھا اوراس کا مطالعہ اتنی گہرائی سے آپ نے فرمایا تھا کہ صرف حضرت امام محمد کی کتاب جامع کبیر کا انہوں نے تین سو یا چارسو دفعہ مطالعہ کیا۔ایک ہی کتاب کتنی دفعہ پڑھی؟ تین سو یا چارسو دفعہ۔دلائل کے ساتھ فقہ حنفی کو حاصل کیا۔

داؤد ظاہری سے مناظرہ

علم اتنا مستحضر تھا کہ ایک دفعہ وہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ پہلے بغداد پہنچے۔ جامع مسجد میں ایک دن تشریف لے گئے، وہاں داؤد ظاہری کا درس سننے لگے۔ اثنائے درس میں انہوں نے کوئی مسئلہ بیان کیا، کوئی حنفی عالم اس پر اشکال کرنے لگے۔ ان کا پایہ علمی اعتبار سے داؤد ظاہری سے کم تر ہوگا، وہ مغلوب ہو رہے تھے۔ ان کی مغلوبیت اور شکست ابوسعید بردعی سے دیکھی نہیں گئی۔ نو وارد تھے، مسافر تھے پھر بھی اسٹیج پر وہ سامنے آ گئے۔

رِنگ میں آ کر داؤد ظاہری سے پوچھا کہ حضرت آپ ام ولد کی بیع کا حکم ہمیں بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ جائز ہے۔ بردعی نے پوچھا کہ اس کی دلیل کیا؟ وہ کہنے لگے کہ تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ حاملہ ہونے سے پہلے اس کی بیع جائز ہے۔ اس لئے اس اجماع کی وجہ سے ہم اس فیصلہ کو نہیں بدل سکتے جب تک کہ اسی جیسا اجماع اس کے عدم جواز پر نہ ہو۔

اب ابوسعید بردعی نے جواب دیا کہ تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ حمل کے بعد وضع حمل سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ لہذا اس اجماع کو بھی چھوڑا نہیں جا سکتا جب تک کہ آگے جواز بیع پر ایسا اجماع نہ ہو۔ اس دلیل پر کوئی جواب داؤد ظاہری سے بن نہیں پایا تو کہنے لگے کہ اچھا ہم اس پر غور کریں گے۔ یہ واقعہ خطیب بغدادی نے، علامہ تقی الدین فاسی مالکی نے، امام یافعی نے سب نے ذکر کیا ہے۔

خطیب بغدادی اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ابوسعید بردعی اس مجلس سے اٹھے اور انہوں نے اس پر غور کرنا شروع کیا کہ اب میں حج پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ کہ بغداد جو دنیائے اسلام کا مرکز ہے اور یہاں ان ظاہریوں کا سکہ جم رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حج کا سفر ملتوی فرما دیا اور وہیں بود و باش اختیار فرمالی۔ ابوسعید بردعی فکر مند رہتے تھے رات دن اسی فتنہ کے بارے میں، اسی کی متعلق پلاننگ فرماتے، اسی کے متعلق رات دن تیاری میں لگے رہتے۔

داؤد ظاہری کا انتقال

چنانچہ ایک شب خواب دیکھا کہ خواب میں یہ آیت پڑھی ’فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ا وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ‘ کہ جو جھاگ ہوتا ہے وہ تو جاتا رہتا ہے، سوکھ جاتا ہے اور جو انسانیت کے لیے نفع بخش چیز ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ خواب میں آیت سنی، آنکھ کھلی، بیدار ہوئے، سوچ رہے ہیں کہ اس کی تعبیر کیا ہوگی۔ بستر پر بیدار ہوکر سوچنے لگے اتنے میں کسی نے دروزاہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو آنے والے نے خبر دی کہ داؤد ظاہری کا انتقال ہوگیا۔ جنازہ میں شرکت کا ارادہ ہوتو چلتے ہیں۔

اس کے بعد بھی بردعی بہت دنوں تک بغداد ہی میں رہے، درس دیتے رہے۔ خطیب بغدادی اور علامہ تقی الدین فاسی لکھتے ہیں کہ بردعی نے عرصہ دراز تک بغداد میں درس دیا۔ اس کے بعد پھر چونکہ اپنے وطن سے حج کے ارادہ سے نکلے تھے تو اب ۳۱۷ھ حج کے ارادہ سے بغداد سے چلے۔ مکہ مکرمہ پہنچے اور یہاں اللہ نے آپ کے لیے حرم پاک کی سرزمین پر شہادت کی موت مقدر فرمائی تھی، لہذا وہاں پہنچ کر شہید ہوئے۔

یورشِ قرامطہ

قرامطہ، شیعوں کا بدترین فرقہ گذرا ہے۔ ۳۱۷ھ والے سال میں تمام حجاج مکہ مکرمہ میں جمع ہیں، عرفات کی تیاری میں مصروف ہیں کہ اچانک ساتویں یا آٹھویں تاریخ کو ابو طاہر قرمطی نو سو افراد کی فوج لے کر مکہ والوں پر ٹوٹ پڑا۔ سب گھوڑوں پر سوار تھے، ننگی تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں، حرم کی حرمت کو پامال کیا۔ وہاں قتل وغارت انہوں نے شروع کیا۔ مؤرخین نے لکھا کہ تیرہ ہزار آدمیوں کو، حجاج کو اور مکہ والوں کو انہوں نے شہید کیا اور وہ نیک بخت جماعت بھی تھی جو کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہے، کعبہ کو چمٹے ہوئے ہے۔ اس حال میں بھی ان کو نہیں چھوڑا۔

جنہوں نے حال بیان کیا انہوں نے بتایا کہ ابوسعید بردعی کعبہ کے دروازہ کے حلقے

پکڑے ہوئے تھے کہ اسی حال میں ان پر تلوار کا وار کیا اور سر تن سے جدا کیا جو کعبہ کی چوکھٹ پر جا کر گرا۔ مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف کے ملا کر تیس ہزار آدمی شہید کئے گئے۔ اس حادثہ کے اگلے دن حج ، وقوف عرفہ تھا تو اکا دکا کوئی وہاں میدان عرفات پہنچ سکا۔ بقیہ ساری امت اس سال حج سے بھی محروم رہی۔

کسی زمانہ میں درسی تقریر تفصیل سے میں کیا کرتا تھا، اس زمانہ میں کسی مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہوتا، میں دلائل سے اس کو بیان کر کے کہتا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ پھر انگلی اٹھا کر میں اشارہ کرتا کہ جب یہ اعلان ہوگا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہے کوئی جس نے اختلاف کیا ہو؟ تو ایک انگلی اٹھے گی ، ایک انگلی بلند ہوگی۔ کس کی؟ داؤد ظاہری کی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

آخر عمر میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بینائی جاتی رہی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بینائی کیا چلی گئی؟ بلکہ پانی اتر گیا تھا اور اطباء نے تجویز کیا کہ اس کا آپریشن کیا جائے۔ اس زمانہ میں ڈاکٹروں والا آپریشن تو نہیں ہوتا تھا۔ اطباء اور حکماء دواؤں کے قطرے آنکھ میں ڈالتے تھے اس کے ذریعہ یہ موتیا صاف ہو جاتا تھا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ اس کا علاج بہت آسان ہے کہ بس ایک دن آپ احتیاط فرمالیں کہ چت لیٹے رہیں۔ چل سکتے ہیں، حرکت فرما سکتے ہیں لیکن سجدہ کی طرح سر جھکا کر آپ سجدہ کی ہیئت میں آنکھیں زمین کی طرف نیچے نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اشارہ سے نماز ادا فرمالیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فرمایا نماز تو کیا۔ ایک سجدہ بھی مجھے ایسا گوارا نہیں ۔ ایک نماز بھی مجھے ایسی گوارا نہیں جس میں سجدہ نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ نماز ہی کیا جس میں سجدہ نہ ہو۔

ساری عمر کے لیے بینائی کے بغیر گذارنا آسان ہے، سجدہ کی حلاوت، لذت، اس کا لطف، مالک سے مناجات اس کو نہیں چھوڑ سکتے ، ہاں نابینا رہنا گوارا ہے۔ یہ گوارا نہیں کہ ایک نماز

بھی ایسی پڑھوں جس میں سجدہ نہ ہو صرف اشارہ سے ادا کروں۔

ہمارے مدنی دوست حضرت حافظ قاری جلیل محمد صاحب، حضرت مولانا بدر عالم صاحب نور اللہ مرقدہ کے نواسے ہیں۔ ان کے یہاں عشاء کی نماز کے بعد ہم حاضر تھے کہ ان کے تایا جان تشریف لائے۔

میں نے ان سے پوچھا حضرت طبیعت کیسی ہے؟ معمولات وغیرہ ادا ہورہے ہیں، روزے ہورہے ہیں؟ معمولات کی ادائیگی کو بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں جب سجدہ میں جاتا ہوں تو سر اٹھانے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ جی چاہتا ہے کہ دو سو تین سو برس سجدہ میں پڑا رہوں۔ اللہ! کتنا ان کو لطف آتا ہوگا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کو کتنی پیاری ہے سجدہ کی حلاوت اور لذت کہ نابینا رہنا گوارا ہے، بینائی نہ رہے یہ گوارا ہے لیکن سجدہ کی لذت چھوٹ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نماز اور سجدہ کی یہ حلاوت ہمیں بھی عطا فرمائے۔

امام سنجی مروزی رحمۃ اللہ علیہ

ایک محدث ہیں ابوعلی حسین بن محمد سنجی۔ آخر عمر میں جیسے حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بینائی جاتی رہی اسی طرح ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ امام سنجی مروزی کے متعلق ابن ماکولاء فرماتے ہیں کہ یہ سنجی اہل الرائے کو بڑی مشکل سے حدیث پڑھاتے تھے۔

دار العلوم دیوبند

علامہ سنجی تو اہل الرائے کو حدیث پڑھاتے نہیں تھے مگر دار العلوم دیوبند کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ حنفی ہو، شافعی ہو، مالکی ہو، حنبلی ہو، اہل حدیث ہو ہر ایک کو داخلہ ملتا ہے۔ دار العلوم کی تاسیس کو کوئی نوے برس گذر چکے کہ ۱۳۷۳ھ تیرہ جمادی الاولیٰ کو ایک واقعہ پیش آیا جب کہ میری عمر اس وقت آٹھ برس رہی ہوگی۔

قصہ یہ ہوا کہ دار العلوم دیوبند میں خلفشار ہے۔ طلبہ پریشان ہیں، اساتذہ پریشان ہیں۔ اس پریشانی کے اسباب معلوم کرنے کے لیے غور و خوض کیا گیا، ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔

بزرگوں کے اس کمیشن نے اپنی رپورٹ رات دن کی تگ و دو اور جانچ پڑتال کے بعد شوریٰ کے سامنے پیش کی۔ اپنی اس رپورٹ میں لکھا کہ دراصل جو کوئی خلفشار ہے، یہ غیر مقلد طلبہ کی طرف سے ہے۔ وہ دار العلوم کے اندر رہ کر مخفی طور پر فتنہ پردازی پر تلے ہوئے ہیں۔ جن طلبہ کے متعلق ثبوت پائے گئے کہ وہ اس فتنہ میں شریک ہیں ان کا اخراج کیا جائے اور جو انکاری ہیں ان کو موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھیں۔

اخیر عشرہ کی آمد آمد ہے۔ دوسرا عشرہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ گذشتہ دنوں میں جو ہم سے کوتاہیاں ہوئیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ جو توبہ کی اس پر استقامت عطا فرمائے۔ جو دعائیں کی گئیں، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول فرمائے۔

دوستو! آج کا دن ہمارے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آج کے دن ہمارا ملک اور ملک والوں کو، جو دوراہا پر کھڑے ہیں، ایک فیصلہ کرنا ہے۔ اس کے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا فیصلہ جو اس ملک والوں کے لیے، علاقہ والوں کے لیے، ساری دنیا کے لیے مفید ہو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس ریفرنڈم کو اس ملک کے لیے، اس ملک والوں کے لیے خیر وبرکت اور بھلائیوں کا ذریعہ بنائے۔ ہر طرح کے برے نتائج سے ملک اور علاقہ والوں کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ خیر کا فیصلہ فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم

رب العالمین ہمیں ماہِ مبارک میں اپنے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم مالک کو پہچانیں۔ مالک کا عرفان اور اس کی معرفت کے حصول کے لیے ہم آگے بڑھیں۔ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم سال بھر ہر آن ہر گھڑی اسی مالک کی کتاب، کلام اللہ قرآن مجید کی تلاوت، اس کی تعلیم، اس کی تشریح، اس کی تدریس میں ہمیشہ مشغول رہتے۔

لیکن سال بھر کے بعد جب یہ ایک مہینہ رمضان المبارک کا ہوتا تو اس میں ان کی کوشش ہوتی کہ بس مالک کا کلام ہو، اس کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی ہوئی کتاب قرآن مجید ہو اور رات اور دن ہم اس کی تلاوت میں مصروف ہوں اور اس مالک تک پہنچنے کے لیے ہر وقت اس کا کلام ہماری زبان پر رہے۔ اس کے لیے عرض کیا کہ ائمہ اربعہ نے اور ہمارے ائمہ سلاسل اربعہ روحانیہ نے اس کی کوشش کی کہ مالک کے کلام کے ذریعہ ہم اس تک پہنچیں اور اس کو پہچانیں، کہ جب مالک کا کلام ایسا ہے، خود وہ مالک کیسا ہوگا۔

نسبتِ قرآنی

سالک جب ذکر واذکار، تلاوت، معمولات کے ذریعہ مالک کی طرف بڑھتا ہے، اسے ایک جگہ پہنچ کر نسبت حاصل ہوتی ہے۔ اس نسبت کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مولانا وصی

اللہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مختلف طرق ہیں اس نسبت کے حصول کے۔ لیکن جونسبت تلاوت کلام مجید کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے وہ ان تمام نسبتوں میں سب سے پختہ ہوتی ہے۔

دوسرے ذرائع اور اسباب اور ان کے نتیجہ میں جونسبت حاصل ہوتی ہے وہ بودی، کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔ ذرا سا کوئی گناہ ہوا کہ نسبت زائل ہوگئی، ختم ہوگئی۔ لیکن جو قرآن مجید کی تلاوت کے ذریعہ نسبت کا حصول ہوتا ہے وہ نہایت پائیدار، مضبوط، مستحکم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کلام مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کی توفیق دے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت کے ذریعہ مالک کو پہچانیں اور مالک تک پہنچیں۔

اصحابِ قرآن

اسی لئے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز میں امت کو اس کی دعوت دی۔ اس کے فضائل بیان فرمائے کہ اس طرح آؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'انسانوں میں سے اللہ عزوجل کے کچھ لوگ خواص ہوتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون؟ ارشاد فرمایا 'اَھْلُ الْقُرْآنِ، ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ'۔ جو صاحب قرآن ہوتا ہے، اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'لَا یُعَذِّبُ اللّٰہَ قَلْبًا وَعَی الْقُرْآنَ'۔ جس نے قرآن یاد کرلیا اس قلب کو اللہ عذاب نہیں دے گا۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حفاظ قرآن، اصحاب قرآن، حاملین قرآن سے فرماتے ہیں کہ تم اپنے منصب کو پہچانو۔ تمہاری رات دوسروں کی رات سے مختلف ہو۔ جب لوگ سوئے ہوں، تم رات میں مالک کے سامنے کھڑے ہوکر قرآن پڑھنے والے بن جاؤ۔ مالک نے تمہیں قرآن دیا، دن میں لوگ مزے میں ہوں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، مزے کررہے ہیں، لیکن 'بِنَھَارِہٖ' صاحب قرآن دن میں کا ہے ذریعہ وہ پہچانا جائے؟ کہ وہ روزے سے ہو۔ راتمیں پہچانا جائے تلاوت سے، سب لوگ مزے کی نیند سو رہے ہوں اور یہ

رات میں جاگتا ہو، دن میں روزے رکھتا ہے۔ رات میں قیام لیل کرتا ہے۔

جب لوگ خوشیاں منا رہے ہوں، یہ محزون ہو، مغموم ہو۔ 'وَبِبُکَائِہٖ'۔ یہ رو رہا ہو جب لوگ ہنس رہے ہوں۔ اور جب لوگ اپنے گپ شپ میں لگے ہوئے ہوں، یہ ساکت ہو، صامت ہو، اس کی زبان بند ہو، مالک کی طرف اس کا دھیان ہو۔لوگ اپنے لباس اپنی چیزوں میں اکڑ رہے ہوں، 'وَبِخُشُوْعِہٖ' مالک کے سامنے اس کا دل رو رہا ہو، جھکا ہوا ہو مالک کی طرف۔ یہ خاص خوبیاں حاملِ قرآن میں ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان فرمودہ اوصاف کا حامل ہو۔

حاملِ رائیۃ اسلام

حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ 'ارے حامل قرآن! تو تو حاملِ رائیۃ اسلام ہے۔ اسلام کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے۔ 'لَایَنْبَغِیْ اَنْ یَلْغُوْ مَعَ مَنْ یَلْغُوْ' ۔ جو لغو میں مشغول ہیں ان کے ساتھ لغو تیرا کام؟ 'وَلایَسْھُوْ مَعَ مَنْ یَسْھُوْ وَلا یَلْغُوْ مَعَ مَنْ یَلْغُوْ' ۔ نہ لغو کرے، نہ سہو کرے نہ لہو ولعب میں رہے۔ کیوں؟ تعظیما للہ تعالیٰ۔ کہ اوہ! اتنا بڑا کلام مجید تیرے سینہ میں اللہ نے محفوظ فرما دیا ہے،تو حاملِ رائیۃ اسلام ہے۔

اسی لئے ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم نے ساری زندگیاں اسی کے لیے وقف فرمائیں۔ کہ پورا سال اسی کی تدریس، تعلیم، اشاعت اور خدمت میں مشغول رہتے ہیں مگر بطور خاص رمضان المبارک میں بس مالک کے کلام کے ذریعہ مالک تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم ہمارے اکابر کے طریق پر رہیں، ہمارے ائمہ اربعہ، سلاسلِ اربعہ کے طریق پر رہیں۔

فتنے ہی فتنے

شروع سے عرض کیا جاتا رہا کہ آزمائش کے لیے دنیا اللہ نے بنائی ہے۔ فتنے ہی فتنے ہیں ہر جگہ، وہ صرف آزمائش کے لیے ہیں۔ ہمارا اختبار اور امتحان ان کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ اسی

لئے حضرت ابن عربی نے داؤد ظاہری کو دیکھا، ان کے فتنے کی سرکوبی میں وہ لگے رہے۔ ابن حزم کو دیکھا، ان کا جگہ جگہ وہ مقابلہ کرتے رہے۔ صدیوں پہلے یہاں اقصائے مغرب میں، یورپ میں جو فتنہ تھا وہ آج ہمارے سامنے ہم اپنی مسجدوں میں دیکھ رہے ہیں، افریقہ میں دیکھ رہے ہیں، ایشیا میں دیکھ رہے ہیں، یہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا کہ سب سے زیادہ کوشش اسی کی کی گئی کہ اس امت میں سے روحانیت کو ختم کیا جائے۔ اس پر غور کیا گیا کہ جو اسٹرکٹ ہے اور essence ہے، اسلام کی روح ہے، اس کو کیسے ختم کیا جائے۔ کبھی روزوں کی کثرت کو بدعت کہا گیا اور کبھی کھانے پینے لباس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کمی کرنے کو تقشّف کہا گیا۔

ہمارے ائمہ اربعہ کی زندگیوں میں ان کو نشانہ بنایا گیا، بعد میں ان کے آنے والوں کو نشانہ بنایا گیا، ان کے کاموں کو، ان کے اداروں کو، ان کی کتابوں کو نشانہ بنایا گیا۔ دعائیں ہورہی ہیں 'اَللّٰھُمَّ أَمِتِ الشَّافِعِیَّ'۔ اماتۃ مذہب ابی حنیفہ کے لیے ملکوں سے لوگ اکٹھے ہو کر جارہے ہیں کہ ختم کرو اس مذہب کو، مذہب والوں کو، ایک ایک کتاب کو، ایک ایک چیز کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

بیرسٹر صاحب

ہمارے بیرسٹر صاحب کا میں نے کلام نقل کیا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب! میں دیکھتا ہوں کہ جو اثر قلب پر، دل پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پڑھنے سے ہوتا ہے وہی اثر میں محسوس کرتا ہوں حضرت شیخ قدس سرہ کی کتابوں کے پڑھنے سے۔ دل پر وہی اثر ہوتا ہے وہی روحانیت ملتی ہے۔ حالانکہ صدیاں گذر گئیں لیکن دونوں کا کلام ایک جیسا ہے، اس کا اثر جیسا ہے۔

اب صدیوں بعد کیمبرج کا ایک فاضل، بیرسٹر وہ اتنی باریکی تدقیق سے دیکھ کر یہ فیصلہ دیتا ہے۔ حالانکہ ساری عمر انہوں نے اپنے اسی قانون کے پیشے میں گذاری۔ دنیا کے کامیاب

ترین بیرسٹروں میں سے ہمارے بیرسٹر صاحب ہیں۔ اب وہ اتنی باریکی سے اس کو دیکھ سکتے ہیں اور ان کو نظر آتا ہے۔ اور وہ سوال کرتے ہیں کہ صدیوں بعد حضرت شیخ قدس سرہ کی کتابیں میں ایک طرف رکھ کر ان کو پڑھتا ہوں، اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم پڑھتا ہوں، دونوں کا اثر ایک جیسا محسوس ہوتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

ظاہر ہے کہ اتنی لوگوں میں مقبولیت ہوگی، محبوبیت ہوگی تو دشمن تو بنیں گے۔ ابلیس کب پسند کرے گا۔ دیکھئے بے چارہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شان کہ کتب خانے بھر دیئے کتابوں سے۔ تو ان میں سے یہ ایک کتاب احیاء العلوم مثال کے طور پر لے لیجئے۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کی کتاب فضائل اعمال کو نشانہ بنایا گیا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم کو بنایا گیا۔ جو الزامات حضرت شیخ قدس سرہ کی فضائل اعمال پر لگائے گئے وہی الزام احیاء العلوم پر لگائے گئے۔ کہا گیا کہ فضائل اعمال میں تو ضعیف احادیث ہیں' ، وہی الزام احیاء العلوم پر لگایا گیا کہ 'اوہو! احیاء العلوم میں تو ضعیف احادیث ہیں، اس میں تو فقیرو ل کے واقعات ہیں'۔

حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے شیخ الحدیث، حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تکیہ کلام نقل فرماتے تھے کہ وہ کسی طالب علم کو اس کے نام سے نہیں بلکہ فقیرا کے لقب سے یاد فرماتے۔ ہر ایک کو 'او فقیرا' سے بلاتے۔ 'ادھر کو آ، فقیرا'۔ جو سواری ہے حضرت کی دراز گوش، حضرت کی سواری کا کوئی کام ہے تو فرماتے 'فقیرا! ادھر کو آ'۔ اس فقیرا کو یعنی اس دراز گوش کو، میری سواری کو پانی پلانے کے لیے لے جا۔

کتنی پیاری زندگی تھی حضرت مولانا گمانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کہ حضرت کے سامنے اور کوئی مخلوق ہوتی ہی نہیں تھی طلبہ ہی طلبہ ہر وقت ہوتے تھے۔ ساری عمر ان ہی میں رہے۔

اورقرآن نے ان طلبہ کوفقراء کا لقب دیا 'لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'۔ پھر طالب علم اور متعلم کے نام سے وہ کیوں اسے پہچانیں۔ کتنا اونچا ٹائٹل قرآن نے دیا اسے، کیوں نہ استعمال فرمائیں۔ اس لئے حضرت فرماتے تھے اوفقیرا! ادھر کو آ، اوفقیرا! کتاب اٹھالے، اوفقیرا! پانی لے آ۔

فقراء پارٹی کے قصے تبلیغی نصاب میں کیوں ہیں۔ فضائل اعمال میں کیوں ہیں۔ ان کو پڑھنے سے فلاں جماعت کو تکلیف ہو رہی ہے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں، وہی سارے اعتراضات احیاء العلوم پر کیے گئے۔ اور چھانٹی گئی فضائل درود شریف کو نکالا گیا، فلاں کتاب کو نکالا گیا۔ اسیطرح احیاء العلوم کے لیے بہت سوں نے قلم اٹھایا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

کتنے بڑے محدث، علامہ ابن الجوزی۔ انہوں نے اسی احیاء العلوم ہی کی تلخیص کے نام سے اور اختصار کے نام سے ایک پوری کتاب لکھی اس کا نام لکھا 'منہاج القاصدین'۔ لیکن جب وہ اس کام میں لگے، اللہ عز وجل نے انہیں اسی کا بنا کر چھوڑا، احیاء العلوم کی روحانیتیں ابن الجوزی نے اپنے اندر جذب کرلیا۔

ابن الجوزی نے منہاج القاصدین لکھی، ابن قدامہ حنبلی نے اس منہاج القاصدین کا اختصار تیار کیا۔ اس کا نام رکھا 'مختصر منہاج القاصدین'۔ اور یہ کتاب جو چھپی ہوئی میرے سامنے ہے دار ابن کثیر کی، دمشق بیروت کی 'مختصر منہاج القاصدین للامام ابن قدامہ المقدسی' وہ پورے ایک ہزار صفحات کی ہے۔ آخری صفحہ فہرست پر ختم ہوتا ہے، وہ ایک ہزار صفحات کی ہے۔

اندازہ لگائے منہاج القاصدین علامہ ابن الجوزی نے لکھی تھی، جس کا ابن قدامہ اختصار تیار کیا وہ کتنے صفحات کی ہوگی۔ اختصار ہے، اصل احیاء العلوم کیا ہوگی۔ کتنی ضخیم ہوگی، کتنی بڑی ہوگی۔

میں آپ کو یہ ساری وضاحت کے ساتھ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ صوفیاء کے ان طرق کو ناپسند کرکے کس طرح کام کیا کام کرنے والوں نے۔ مگر میں نے عرض کیا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ علامہ ابن الجوزی کو صوفی بنا کر چھوڑ دیا مکمل کمپلیٹ صوفی۔ ان کے اتنے واقعات ہیں صوفیانہ انداز کے، بے شمار واقعات ہیں۔ اب ان کی کتاب منہاج القاصدین وہ یاروں کو پسند نہیں آئی اور اس کا ابن قدامہ حنبلی نے اختصار کرکے نام رکھا 'مختصر منہاج القاصدین'، جو میرے سامنے اس وقت ہے میں اس میں سے آپ کو کچھ چیزیں بتانا چاہتا ہوں۔

علامہ ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ

اس مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ کتاب میں ایک فصل ہے 'فَصْلٌ فِیْ آدَابِ الْبَاطِنَةِ وَالْاِشَارَةِ اِلیٰ اَسْرَارِ الْحَجِّ' کہ باطنی آداب اور حج کے اسرار و رموز کی طرف تھوڑے تھوڑے اشارے ہم اس فصل میں کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں 'اِعْلَمْ اَنَّهُ لَا وُصُوْلَ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالیٰ اِلَّا بِالتَّجَرُّدِ وَالْاِنْفِرَادِ لِخِدْمَتِهِ. وَقَدْ كَانَ الرُّهْبَانُ يَنْفَرِدُوْنَ فِی الْجِبَالِ طَلَبًا لِلْاُنْسِ بِاللّٰہِ. فَجَعَلَ الْحَجَّ رُهْبَانِيَةً لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ'۔

دیکھئے! میں نے وہاں عرض کیا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کہ ابن جوزی کو سو فیصد صوفی بنا کر چھوڑا۔ یہی حال آگے اس کی مختصر لکھنے والے ابن قدامۃ کا ہے۔ کتنا پیارا صوفیانہ انداز ہے جس سے وہ اس فصل کو شروع فرما رہے ہیں، کہ اب تم سفر میں شروع ہو رہے ہو تو یہ تمہارا حال ہنا چاہئے۔ پھر آگے احرام باندھو اس وقت یہ تمہارا حال ہونا چاہئے۔ پھر اس کے بعد جب مکہ کی عمارتوں پر تمہاری نظر پڑے، اس وقت تمہارا یہ حال ہونا چاہئے۔

اس فصل کے ختم پر مدینہ منورہ کا ذکر خیر فرمایا اور کب فرمایا؟ دو پیراگراف پہلے 'وَاَمَّا الْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ' پر وہ چل رہے ہیں۔ اور آخری پیراگراف ہے حج کے سلسلہ کا ہے، 'وَاِذَا

رَمَیْتَ الْجِمَارَ فَاقْصُدْ بِذٰلِکَ الْاِنْقِیَادَ لِلْاَمْرِ وَاِظْهَارِ الرِّقِ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ وَمُجَرَّدِ الْاِمْتِثَالِ مِنْ غَیْرِ حَظِّ النَّفْسِ' ۔ کہ اس وقت محض رمی جمار پتھر پھینکنا نہیں ہے بلکہ اس میں باقاعدہ نیت کرو کہ مالک میں تیرے اوامر کا منقاد اور تابع دار ہوں، اس کی بجا آوری کرنے والا ہوں اور میری رقیت، عبودیت، میری غلامی میرے نفس کی غلامی سے نکل کر میں صرف تیری غلامی میں ہوں اس کو ظاہر کرے۔

اس پر آپ نے حج کے بیان کو ختم فرمایا اور اس کے متصل، کوئی عنوان بیچ میں لائے بغیر 'فَاِذَا رَمَیْتَ الْجِمَارَ' کے تین سطروں کے بعد جو چوتھی سطر ہے اس میں فرماتے ہیں کہ 'وَاَمَّا الْمَدِیْنَۃَ ...'۔ معلوم ہوا کہ حج اور زیارت مدینہ، حج اور زیارت مدینہ۔ اور وہ بھی کتنے پیارے انداز میں فرمایا، 'وَاَمَّا الْمَدِیْنَۃُ فَاِذَا لَاحَتْ لَکَ فَتَذَکَّرْ اَنَّهَا الْبَلْدَۃُ الَّتِیْ اِخْتَارَهَا اللّٰهُ لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَعَ اِلَیْهَا هِجْرَتَهٗ وَجَعَلَ فِیْهَا بَیْتَهٗ' ۔ کہ یہ سارا مراقبہ کرتے ہوئے جاؤ کہ میرے آقا اور سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شہر کو اختیار فرمایا۔ اور وہاں ہجرت کا آپ کو حکم ہوا۔ اس میں قیام گاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنائی گئی دنیا میں۔

'ثُمَّ مَثِّلْ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ تَرَدُّدِهٖ فِیْهَا' ۔ اب میں کہتا ہوں کہ وہاں ہر قدم پر پڑھو استغفر اللہ، استغفر اللہ، صلی اللہ علیک یا رسول اللہ'۔ میں نہیں کہتا، دیکھو ان کے الفاظ کیا کہہ رہے ہیں۔ مَثِّلْ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ تَرَدُّدِهٖ فِیْهَا' کہ جب تم وہاں چلو تو ہر جگہ، ایک ایک بالشت پر تمہیں یہ خیال رہے کہ میرے آقا کے قدم یہاں پر پڑے ہوں گے۔ میں کیسے اپنے قدموں کو وہاں رکھوں۔ 'وَتَصَوَّرْ خُشُوْعَهٗ وَسَکِیْنَتَهٗ' کہ وہاں دل رو رہا ہو۔

'فَاِذَا قَصَدْتَ زِیَارَۃَ الْقَبْرِ'. کہ جب قبر شریف کی زیارت کا تمہارا ارادہ ہو تو پہلے اپنے قلب کو خشوع وخضوع اور عاجزی سے بھر لو۔ 'لِتَعْظِیْمِهٖ وَالْهَیْبَۃِ لَهٗ' ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی تعظیم کا لحاظ فرماتے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دل میں ہو اور ہیبت ہو 'وَمَثِّلُ صُوْرَتَہُ الْکَرِیْمَةَ فِیْ خِیَالِکَ' ۔اللہ اللہ! یہ کون لکھ رہے ہیں ابن قدامہ الحنبلی۔

جو صوفیاء وہاں مراقبہ کرتے ہیں ان سے کہتے ہیں چلو چلو ہٹو السلام علیک یارسول اللہ وہاں سے بھاگتے ہوئے پڑھ کر نکل جاؤ وبس۔اور یہ کہتے ہیں کہ 'وَمَثِّلُ صُوْرَتَہُ الْکَرِیْمَةَ فِیْ خِیَالِکَ وَاسْتَحْضِرُ عَظِیْمَ مَرْتَبَتِهٖ فِیْ قَلْبِکَ ثُمَّ سَلِّمْ عَلَیْهِ' ۔اتنا سب کچھ کریم پورے مراقبہ کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے ساتھ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صلوۃ وسلام زبان پر لاؤ اور 'وَاعْلَمْ اَنَّہُ عَالِمٌ بِحُضُوْرِکَ وَتَسْلِیْمِکَ'۔اور تمہارا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری حاضری کو جانتے ہیں۔ اور تمہارے سلام کو جانتے ہیں۔

کتنا اچھا مراقبہ انہوں نے بتایا۔ 'ثُمَّ مَثِّلُ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ تَرَدُّدِهٖ فِیْهَا وَاعْلَمْ اَنَّہُ عَالِمٌ بِحُضُوْرِکَ وَتَسْلِیْمِکَ' ۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس انداز میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر صلوۃ وسلام پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حال ہے جن کو احیاء العلوم اپنی اصل حالت میں پسند نہیں آئی، اس کو بدلنے کی کوشش کی گئی۔ وہ بدلی ہوئی صورت کی جو منہاج القاصدین کے نام سے تھی وہ پسند نہیں آئی اور اس کو بدلنے کی جب کوشش کی گئی اور اور لکھی گئی 'مختصر منہاج القاصدین'، پھر اس میں وہی انداز آ جاتا ہے۔

امام غزالی کی اور صوفیائے کرام کی کرامت اس کو نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے، اللہ تعالیٰ ان کے طریقے کو ہر گھر میں رائج فرمائے، ہماری نسلوں کو غزالی بنائے، چشتی بنائے، سہروردی بنائے، نقشبندی بنائے، قادری بنائے۔ اللہ تعالی محی الدین جیلانی کے انداز پر ہماری نسلوں کی پرورش فرمائے۔

ابھی یہ احیاء العلوم کی تفصیل آپ کے سامنے ہے کہ کیسے ابن جوزی اس پر کام کر رہے

ہیں ان کے بعد ابن قدامۃ اس پر کام کر رہے ہیں۔ کیا ابن جوزی سے بڑھ کر کوئی محدث ہوگا؟ ابن قدامہ سے بڑا ان کے زمانے میں کوئی محدث ہوگا۔ اور اگر ابن جوزی نے تصوف میں، صوفیاء میں یا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی مشکوک چیز دیکھی ہوتی، کیا وہ منہاج القاصدین لکھتے؟ ابن قدامہ مختصر منہاج القاصدین لکھتے؟ اور جیسا میں نے عرض کیا کہ منہاج القاصدین کا مختصر جو ابن قدامہ نے لکھا وہ بھی ایک ہزار صفحے کا ہے۔

اس میں انہوں نے جو کام کیا، جس طرح کسی کے رد میں کوئی کتاب لکھی جاتی ہے، کسی کے نقد میں کوئی کتاب لکھی جاتی ہے کسی کی تردید تنقید میں کوئی کتاب لکھی جاتی ہے، اس انداز کی کتاب ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر ہر قدم پر، ہر ہر سطر پر جو مزاج ہے احیاء العلوم کا ہے، جو طرز ہے احیاء العلوم کا ہیا سی کو اپنائے جا رہے ہیں اور اسی طرز پر اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے اچھے سے اچھا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام

امام غزالی کو صوفیاء کے ناقدین نے پہچانا نہیں یا پہچاننے کی کوشش نہیں کی۔ یا اگر پہچانا، یہ متجاہل بنے کہ کندھے اوپر کر دیئے کہ ہمیں نہیں پتہ۔ سب سے زیادہ پتہ کن کو ہوتا ہے جو معاصر ہوتے ہیں، ہم زمان ہوتے ہیں۔ ان کے ہم زمان ابوالحسن عبد الغافر الفارسی ہیں وہ اپنے اس معاصر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں 'اَلْغَزَالِیُّ حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامُ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ'۔

دیکھئے القاب کہ دین کے یہ اماموں کے امام ہیں، واحد تنہا یہ غزالی ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی حقانیت کے لیے اگر کوئی معجزہ دکھانا ہو، کوئی کرامت دکھانی ہو تو ہم غزالی کو پیش کرتے ہیں کہ حجۃ الاسلام والمسلمین ہیں امام غزالی۔ ان کا وجود ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کے لیے سب سے بڑا معجزہ۔

کیا لقب دیا 'حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامُ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ''۔ آگے وہ معاصر

فرماتے ہیں 'لَمْ تَرَ الْعُیُوْنُ مِثْلَهٗ' کہ آنکھوں نے ان جیسا۔ دیکھنے والوں نے کبھی دیکھا نہیں ایسا انسان۔ کیا ان کی زبان ہے، کیا ان کا بیان ہے، کیا ان کے کلمات ہیں، کیا ان کی بول چال ہے، کیا ان کا دل ہے، کیا ان کی طبیعت کی ذکاوت اور تیزی اور عقل کی فراست ہے۔ ایک ایک چیز کی انہوں نے تعریف کی۔

مِنْ اَذْکِیَاءِ الْعَالَمِ

کہتے ہیں کہ محدثین تصوف کو پسند نہیں کرتے۔ حافظ ابن کثیر محدث نہیں ہیں؟ حافظ ابن کثیر کے متعلق پوچھئے ابن تیمیہ کو کہ محدث ہیں کہ نہیں؟ ابن قیم سے پوچھئے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ حافظ ابن کثیر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ تمام علوم کے ماہر اور متعدد فنون میں ان کی تصانیف ہیں۔ کیا عقیدہ، کیا علم کلام، کیا فلسفہ، کیا منطقہ، کیا فقہ، کیا تفسیر، کیا اصول تفسیر، کوئی فن نہیں چھوڑا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے بارے میں بھی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ 'مِنْ اَذْکِیَاءِ الْعَالَمِ'۔ کہ دنیا کے عقلمند ترین انسانوں میں سے ہیں۔ اسی طرح یہی جملہ حافظ ابن کثیر نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق استعمال فرمایا کہ 'فَکَانَ مِنْ اَذْکِیَاءِ الْعَالَمِ' کہ دنیا کے عقل مند ترین انسانوں میں سے یہ ایک ہیں امام غزالی۔ اور 'فَکَانَ مِنْ اَذْکِیَاءِ الْعَالَمِ فِیْ کُلِّ مَایَتَکَلَّمُ فِیْهِ'۔ جس میں بھی بولیں گے، جس موضوع میں وہ شروع ہو جائیں تو آپ سمجھیں گے کہ ان سے بڑا اس فن کا دنیا میں کوئی نہیں۔

'وَسَادَ فِیْ شَبِیْبَتِهٖ' کہ ابھی تو جوان العمر تھے اسی وقت سے سیادت اور قیادت ان کے لیے مقرر فرمادی تھی۔ 'حَتّٰی اَنَّهٗ دَرَسَ مِنْ نِظَامِیَةٍ بِبَغْدَادٍ وَلَهٗ اَرْبَعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ سَنَةً فَحَضَرَ عِنْدَهٗ رُؤُوْسُ الْعُلَمَآءِ' ۔ کہ صرف چونتیس برس کی عمر میں دنیا کا سب سے بڑا منصب اگر تھا اس وقت تو کیا تھا جامعہ نظامیہ کی یہ گدی' تو اس سے بڑھ کر کوئی تعریف ہوسکتی

ہے جو ابن کثیر نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائی؟ حافظ ابن کثیر جو کلمات کہہ رہے ہیں، ذرہ برابر بھی اس میں آپ کو کوئی چیز نظر آئی۔ کتنا بڑا امام مان رہے ہیں ان کو ابن کثیر

علوم کا سمندر

'**وَقَالَ الْاِمَامُ الذَّهَبِيُّ اَلشَّيْخُ الْاِمَامُ الْبَحْرُ**' ۔اب ذہبی نے اس راوی کے متعلق، اس شیخ کے متعلق کیا کلمات کہے۔ جو ان پر کلام پہلے والوں نے کیا، اس کو اکٹھا کیا ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ وہ فلاں سے یہ نقل کرتے ہیں، فلاں سے یہ نقل کرتے ہیں۔ خود ذہبی اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یہاں۔ فرماتے ہیں امام غزالی کے بارے میں کہ '**اَلشَّيْخُ الْاِمَامُ الْبَحْرُ، حُجَّةُ الْاِسْلَامِ، اَعْجُوْبَةُ الزَّمَانِ**' ۔کہ یہ تو سمندر ہیں، سمندر علوم کے۔ اس زمانہ والوں کے لیے اعجوبہ ہیں۔ '**زَيْنُ الدِّيْنِ**'۔ دیکھئے! القاب اپنی طرف سے دیتے جا رہے ہیں کہ دین اور اسلام کی زینت ان کے وجود سے ہے اور ان کی حیات سے ہے۔ آگے پھر نام لیتے ہیں 'ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطّوسی۔

نامِ محمد

یورپ میں کسی جگہ کا قصہ ہے کہ وہاں کسی عرب سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کہاں سے؟ کہا فلسطین سے۔ کہا آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بولنا شروع کیا محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن... جب ان کی گردان پوری ہوئی، ان سے پوچھا کہ آپ کا نام، قبیلہ اور نسبت کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ یہ انیس واسطے ہیں میرے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک انیس محمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ایسی محبت عطا فرمائے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیٹے کا نام محمد رکھا، دوسرے کا رکھا تو کسی نے کہا پہلا؟ فرمایا کہ دس بیٹے مجھے اللہ دے، سب کے نام محمد رکھوں گا۔ لوگ فرق کے لیے اپنے یہاں جو علامتیں تجویز کرنا چاہیں، القاب تجویز کرنا چاہیں، وہ ان کا کام۔ میرا کام نام رکھنا محمد۔

خود امام غزالی کا نام محمد ہے، ان کے ابا کا نام محمد ہے، ان کے دادا کا نام محمد ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ 'مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ الطُّوْسِیُّ الشَّافِعِیُّ الْغَزَالِیُّ صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ وَالذَّکَاءِ الْمُفْرِطِ' ۔ وہاں انہوں نے کہا کہ 'مِنْ اَذْکِیَاءِ الْعَالَمِ'، کہ دنیا کے عقلمند ترین انسانوں میں تھے۔ امام ذہبی بھی فرماتے ہیں کہ بے انتہاء ذکاوت اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ اگر کوئی بے وقوف کہے کہ یہ تو امام ذہبی لکھتے ہیں۔ محدثین کو محدثین بنانے والے اور سند اور سرٹیفکیٹ دینے والے تو امام ذہبی ہی ہیں۔ وہ امام غزالی کی اتنی تعریف فرمارہے ہیں، اتنے اونچے القاب جو کسی نے سنے نہیں وہ دے رہے ہیں۔ کیا ان کا یہ دعویٰ درست ہے کہ محدثین صوفیاء کو نہیں چاہتے، صوفیاء کو بدعتی ٹھہراتے ہیں۔ اور آگے چلئے۔

الامام زین الدین

ابن عماد حنبلی فرماتے ہیں امام غزالی کے متعلق 'الامام'۔ یعنی امام اتنا ہی لفظ کافی تھا۔ ہم کہتے ہیں امام ابوحنیفہ، امام فلاں۔ جتنے لکھتے چلے آئے سب نے کہا امام۔ ان کے سامنے وہ لکھنے والا کہتا ہے کہ میں تو ان کے سامنے بچہ ہوں، ان کا مقلد ہوں، ان کا طالب علم ہوں، وہ تو ہمارے امام ہیں اور میں تو ان کا مقتدی ہوں۔ ابن عماد حنبلی بھی فرماتے ہیں کہ 'اَلْاِمَامُ زَیْنُ الدِّیْنِ' یہ سب اپنی طرف سے لکھ رہے ہیں کہ 'غزالی دین کی زینت ہیں'، اسلام کی زینت ان سے ہے۔

'حُجَّةُ الْاِسْلَامِ اَبُوْ حَامِدٍ، اَحَدُ الْاَعْلَامِ، صَنَّفَ التَّصَانِیْفَ مَعَ التَّصَوُّنِ وَالذَّکَاءِ الْمُفْرِطِ وَالْاِسْتِبْحَارِ فِی الْعِلْمِ' ۔ آگے کہتے ہیں کہ جو تصانیف ان کی تعریف فرمارہے ہیں کہ آپ دنیا میں ذکاوت کی مثال تلاش کرنی ہو، ان کی تصانیف کا ایک ایک صفحہ کھول کر دیکھتے چلے جاؤ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو عقل کا جوہر اور خلاصہ اللہ تعالیٰ نے بلند درجہ کا عطا فرمایا تھا، اور فراست کتنی اعلیٰ اور اونچی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے پھر آگے ہتھیار

ڈال دیئے ابن عماد حنبلی نے القاب دیتے دیتے۔ پھر مختصر کرتے ہوئے فرماتے ہیں 'وَبِالْجُمْلَةِ مَارَأَی الرَّجُلُ مِثْلَ نَفْسِهِ'۔ کہ ہم سے زیادہ انسانوں کو دیکھنے والے وہ تھے اور وہ زمانہ خیر کی طرف تھا، اس زمانہ میں بھی انہوں نے اپنے جیسا انسان نہیں دیکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان فتنہ پردازوں سے امت کی حفاظت فرمائے اور یہ تصوف اور اہل تصوف تو ہمیشہ انشاء اللہ زندہ باد۔ وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدائی صدیوں سے لے کر ان کو نوازا ہے، ان کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا اور حاسدین، ناقدین، منافقین آتے رہیں گے اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے رہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ امت کو ان جنجالوں سے نجات نصیب فرمائے اور نور اور روشنی اور صراط مستقیم کی طرف انہیں گامزن رکھے۔

اعتکاف کے ایام جو قریب آرہے ہیں جس طرح صوفیائے کرام اعتکاف فرماتے تھے، جس طرح اعتکاف میں اللہ عزوجل کے مخلِص اور مخلَص بندے کا ٹائم ٹیبل رہتا تھا اس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ کہتے ہیں کہ

'چشم بند لب بہ بند و گوش بہ بند'

کہتے ہیں کہ آنکھ کی بند رکھو، لب کو بھی بند رکھو اور کان بھی بند کرلو۔

منہ کے لیے تو ہونٹ بند کرسکتے ہیں، آنکھوں کے لیے دروازہ رکھا ہے وہ بند کرسکتے ہیں، کان کیسے بند کریں؟ کہتے ہیں کہ رومال لپیٹ دو تا کہ کوئی آواز نہ آئے۔ ہاتھ رکھ دو۔ ایک کان نیچے ہوگا دوسرے کان پر ہاتھ رکھ لیا آواز کم سے کم تر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ مالک کے لیے فارغ ہونے کی اور مالک کی طرف متوجہ رہ کر مالک کی طرف دوڑنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اس منہاج القاصدین میں جو کچھ لکھا ہے انہوں نے تصوف کے متعلق اور کتنا اس کو سراہا ہے، کسی وقت اس کو بھی بیان کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۰ ررمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ قدس سرہ کی بار بار نصیحت نقل کی گئی کہ حضرت ایک ہی جملہ چوبیس گھنٹہ میں مختلف مجالس میں دہراتے رہتے تھے کہ 'میرے پیارو! بات ہرگز نہ کرو'۔ کیوں کہ سارا سال پڑا ہے۔ اِس وقت ہم روزے کے ساتھ ہیں، کیوں اپنا روزہ خراب کریں۔ کیوں گلے کو خشک کریں۔ بولنا ہی ہے 'سبحان اللہ، الحمدللہ' پڑھتے رہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ

سو دفعہ جو سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ لے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، 'وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ' ۔ کہ دن میں ہزاروں گناہ ہم سے سرزد ہوتے رہتے ہیں تو آٹھ دس سانس میں آپ 'سبحان اللہ وبحمدہ' سو دفعہ آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی صحیح بخاری میں کہ دن میں چوبیس گھنٹے میں جو سو دفعہ پڑھے گا 'سبحان اللہ وبحمدہ' تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ کرے کہ ہم اس ماہ مبارک میں اپنے مالک سے اپنی مغفرت منوالیں۔ اور پڑھنے والوں نے تو ماشاء اللہ پڑھا ہے، ہمارے ائمہ اربعہ نے جو سبق سکھایا وہ

ہے قرآن، قرآن، قرآن۔ ان کی اکثریت سے تو دو دو قرآن روزانہ منقول ہیں، ایک دن میں، ایک رات میں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دو دو پڑھتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی پڑھتے تھے۔

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں ابوبکر بن عیاش۔ ان کا آخری وقت ہے، ہمشیرہ رونے لگی۔ فرمایا کہ کیوں روتی ہو؟ فرمانے لگی کہ 'تیرے بھائی نے اس کونے میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے'۔ یہ بہت بڑے انسان تھے۔ ان کی باتیں بھی بہت بڑی تھیں۔ ان کے احوال بھی بہت اونچے تھے۔

ابوہشام رفاعی ان سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوبکر فرمارہے تھے کہ اللہ کی مخلوق چار قسم پر ہیں۔ ایک معذور، وہ چوپائے اور جانور ہیں۔ دوسرے مخبور، وہ انسان وجن ہیں جو آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہیں۔ تیسرے مجبور وہ فرشتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشین کی طرح جن کو بارش پر لگادیا بارش برساتے ہیں، جن کو بادلوں پر لگایا وہ بادل ہانکتے ہیں، اسی کام میں مشغول رہتے ہیں۔ جو قیام میں ہیں وہ قیام میں۔ جو سجدہ میں ہیں وہ ہمیشہ کے لیے سجدہ ہی میں ہیں۔

پہلی قسم جانور معذور کی ہی، دوسری قسم انسان مخبور کی ہے اور تیسری قسم ملائکہ مجبور کی ہے۔ اور چوتھی آخری قسم ابلیس اور اس کی ساری ذریت اور اس کی پارٹی کی ہے، وہ سب مثبور ہیں۔ کسی کو بددعا دی جاتی ہے، اس کے لیے لعنت کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں، لیکن یہاں اِن کے لیے مثبور کا لفظ استعمال کیا گیا کہ ان پر موت ہے۔ ہر آن ہر گھڑی ان پر موت ہی موت ہے۔ ان کی باتیں عجیب ہوتی تھیں۔ اسی کلام کی انہوں نے تشریح شروع کی ہوگی تو کتابیں لکھوادی ہوں گی۔ جیسے فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار مرتبہ اس کونے میں میں نے قرآن ختم کیا ہے۔

کیوں نہیں ختم کیا ہوگا کہ یزید بن ہارون ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے چالیس برس تک اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔ ارے چالیس برس تک جو نہ لیٹے نہ سوئے وہ کیسے زندہ رہیں گے؟ ہاں وہ زندہ بھی رہے اور جب اس جہان سے گئے، اس وقت کا عالم بھی آپ نے سنا کہ بہن کو تسلی دے رہے ہیں۔ ٹھیک ٹھاک رہے ساری عمر۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کیا تھا کہ بیس برس تک تعبد میں رہے۔ اور اس سے زیادہ عرصہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پیر بھی دراز نہیں کیے۔ پہلو زمین پر رکھنا تو درکنار۔ خادم داؤد طائی ہیں وہ عرض کرتے ہیں استاذ محترم! ذرا پیر لمبے کر لیجئے۔ ساتھ ہی ان کی زبان سے نکل گیا کہ اب تو کوئی ہے بھی نہیں یہاں۔ فرمایا کہ ارے! کوئی نہ ہو تو پیر لمبے کرلو اور سو جاؤ؟ اسی لئے پھر داؤد طائی نے اپنے لئے اپنا لیا 'اَلنَّوْمُ بِالْغَلَبَةِ' کہ لیٹنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ بس بیٹھے ہی رہو یا کھڑے رہو۔ کہ نماز کی حالت میں قیام ہے، قعود ہے، سجود ہے اسی میں رہو، چاہے نماز میں ہوں نہ ہوں، نماز کی نیت ہو نہ ہو۔

زمزم کا کنواں

ان ابوبکر بن عیاش کے متعلق بھی یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ چالیس برس تک انہوں نے اپنا پہلو زمین سے نہیں لگایا، لہذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے احوالِ رفیعہ عطا فرمائے۔ ان کے ایک خادم تھے یحییٰ حمّانی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے مجھے خود بتایا۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک رات میں بئر زمزم پر پانی لینے کے لیے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں تو پانی ہی نہیں ہے۔ بجائے پانی کے دودھ اور شہد سے بھرا ہوا ہے زمزم کا کنواں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے بھرا اور ایک ڈول میں پی لیا تو اب ساری عمر کی تھکاوٹ، ساری عمر کے لیے وٹامن کے گلاس کے گلاس مل گئے جو ساری عمر ان کے لیے کافی ہو جائے۔

مالک کس طرح نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کی طرح ہمارے لئے بھی

عبادت کو آسان بنادے، ہمارے لئے بھی مجاہدے آسان بنادے۔ قرآن کریم ہر وقت پڑھتے رہنا ہمارے لئے بھی آسان بنادے۔ ہر وقت چلتے پھرتے قرآن کریم پڑھتے رہنا ہمارے لئے بھی آسان بنادے۔

جو حافظ ہیں ان کے لیے تو کتنی بڑی دولت کہ پڑھتے ہی رہو۔ اور جو حافظ نہیں ہیں، جو سورتیں یاد ہیں اسے بار بار پڑھتے رہیں۔ الحمد شریف ہر مؤمن کی زبان پر ہوگی اسی کو دہراتے رہیں۔ ہم ان چاروں قسموں میں سے جو مخبور ہیں تو اپنے امتحان میں ہم کامیاب ہو کر جائیں۔ مالک کے سامنے ہماری پیشی ہو تو سرخرو ہو کر مالک کے سامنے ہماری پیشی ہو۔

باقی جو معذور ہیں چوپائے، 'وَاِن مِّنۡ شَيۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِـحَمۡدِهٖ' ۔ وہ بھی تسبیح کرتے ہیں۔ ان کا کلام بھی بکثرت منقول ہے کہ انہوں نے کس طرح انسانوں کو ہدایت دی۔ کس طرح رستے بتائے، کس طرح اپنی تسبیح سنائی۔ پتھروں نے سنائی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکر ہیں تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ اور جو مجبور ہیں وہ تو ہیں ہی ایسے کہ مالک نے جو کام سونپ رکھا ہے اسی میں لگے ہوئے ہیں۔

کچھ کریں گے تو ان دونوں قسموں معذور اور مجبور کی طرح سے سرخرو ہوں گے کہ وہ مالک کی اطاعت کر رہے ہیں۔ معذور جانور اور چوپائے اور مجبور فرشتے بھی مالک کی طاعت میں مصروف ہیں۔ ہم نے اگر اپنی ڈگر بدلی، صراطِ مستقیم چھوڑی، ہم بھی چوتھی مشہور پارٹی میں شامل ہو جائیں گے، ابلیس پارٹی میں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

احمد بن یونس یربوعی رحمۃ اللہ علیہ

مجھے احمد بن یونس یربوعی کوفی کا قول یاد آیا۔ یہ بہت بڑے محدث ہیں اور قیامت خیز فتنوں کے دور میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا انہوں نے ساتھ دیا۔ اور امام احمد کا ساتھ دینے والوں کا ساتھ دیا اور جن سے امام احمد بیزار تھے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ علانیہ فتویٰ دینا اس زمانے میں مشکل تھا۔ اعلان فرماتے تھے کہ قرآن کو مخلوق کہنے والے کافر ہیں ان کے

پیچھے نماز مت پڑھو۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ان کی بڑی قدر تھی۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ طلبہ حدیث کوان کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تم سفر کر کے جاؤ اور احمد بن یونس سے حدیث پڑھ کر آؤ۔فرماتے تھے کہ وہ شیخ الاسلام ہیں۔

ان احمد بن یونس نے چار بزرگوں کے حالات بیان کئے الگ الگ۔جن سے انہوں نے حدیث پڑھی۔جن سے علم سیکھا، ان سب کے مزاج الگ الگ ہیں۔اس کو وہ بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب میں سفیان ثوری کی مجلس سے آتا تو مجھے محسوس ہوتا کہ میرے دل میں انہوں نے علم کا ایک سمندر انڈیل دیا ہے۔ بے تحاشا علم اپنے دل میں موجیں مارتا ہوا پاتا۔اور میرے استاذ شریک کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان سے عقل کی باتیں سیکھ کر لوٹتا۔ عقل کی تیزی کی انہیں داد دے رہے ہیں۔

تیسرے استاذ مالک بن مِغول ہیں۔ مالک بن مغول کے پاس جاتا تو وہاں مجھے بہت سنبھل کر گفتگو کرنی ہوتی۔ وہاں اپنی زبان کو قابو میں رکھنا ہوتا جیسے ہم نے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا۔اللہ نے ایسی انتہائی درجہ کی ذکاوت عطا فرمائی تھی کہ ایک لفظ نہیں بولنے دیتے تھے۔ ہر لفظ میں ایک نیا نکتہ نکالتے۔ مالک بن مغول کا بھی یہی حال تھا۔

چوتھے بزرگ، احمد بن یونس کے استاذ، مَندل بن علی ہیں۔ مَندل بن علی کے یہاں حاضری ہوتی تو ان کی نماز انتہائی خوبصورت ہوتی تھی کہ مجھے انہیں دیکھ کر اپنی نماز کا فکر پڑ جاتا تھا۔ یا اللہ! ایسی خوبصورت نماز میں کب ادا کر پاؤں گا۔کتنی خوبصورت ہوگی ان کی نماز کہ جو جو اپنے متعلق سوچتے ہیں کہ،اگر کوئی کسی کی نقل اتارنا چاہے،ایک دن دو دن، کچھ عرصہ کے بعد تو کچھ ڈھنگ کسی قدر کچھ آ ہی جاتا ہے۔لیکن فرماتے ہیں کہ نہیں، ان کی نماز کی نقالی ہر کسی کے لیے مشکل تھی۔

اللہ تعالیٰ مالک کے سامنے اس طرح کھڑے ہونے کی اور نماز اس طرح ادا کرنے کی

ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ ہم جو کچھ بھی مالک کے سامنے پیش کریں، خوبصورت انداز میں پیش کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز کا سلام پھیرا اور منہ پر مار دی گئی۔ ہاتھ منہ پر پھیرے، دعا بھی ماردی جاتی ہوگی۔ ہماری تسبیح بھی ماردی جاتی ہوگی۔ ہمارا ذکر بھی الٹا پڑتا ہوگا۔ رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرآنِ وَالْقُرآنُ یَلْعَنُهُ۔ قرآن پڑھنے والے پر خود قرآن لعنت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک کی ایسی یاد سے، اور ایسی عبادت سے ہماری حفاظت فرمائے کہ جس میں ہمارے لئے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ بنو ذہل بن شیبان رئیس مفروق، مثنٰی اور ہانی کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور انہیں قرآن مجید کی آیتیں سناتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے لیکن ایک اور قصہ ذہن میں رکھئے کہ جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا خطبہ سنا گیا، اس کو یاد رکھئے۔

اوہو! کیا وہ خطبہ اور کیا وہ قربانی تھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی۔ کہ جیسے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام قبول فرماتے ہیں، کفار میں جا کر سب سے پہلا خطبہ دیتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی عبادت، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر کیا تھا، مشرکین نے حملہ کر دیا، بری طرح مارے گئے، پیٹے گئے، لہولہان کئے گئے۔

عتبہ بن ربیعہ اس وقت قریب کھڑا تھا۔ اس کے جوتوں میں لوہے کے نعل لگے ہوئے ہیں۔ ان نعل والے جوتوں کے ذریعہ، آپ پر چل رہا ہے، آپ کے منہ پر ٹھوکریں مار رہا ہے۔ آپ کے چہرہ انور پر جوتے کے ذریعہ چلنے کی کوشش کرتا ہے، دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ اتنا مارا کہ ناک اور گال کو برابر کر دیا۔ اور اتنا مارتا رہا کہ آپ کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا۔ بنو تیم کو جب معلوم ہوا تو وہ آئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کپڑے میں ڈال کر اٹھا کر

لے گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ انکی تو وفات ہو گئی۔

اس کے بعد ایک وقت طویل گذر گیا۔ جیسے ہی ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ میرے آقا کس حال میں ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گذری ہے؟ یہ سنتے ہی دوست اور قبیلہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

لیکن بار بار سرکار کے متعلق استفسار فرما رہے ہیں۔ بالآخر وہ مجبور ہو گئے کہ آپ کو اٹھا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ نے کسی طرح اٹھنے کی کوشش کی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ یہ بوسہ کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو رہے ہیں۔ اس حال میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر شدید گریہ طاری ہو گیا۔

اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ماں یاد آئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے درخواست کہ یارسول اللہ! یہ میری ماں ہے، آپ اللہ کے مقدس پیغمبر ہیں۔ آپ میری والدہ کو اسلام کی دعوت دیں تاکہ وہ آپ کی برکت سے دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔

وہ بھلی خاتون اس حال میں جیسے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پیش کی تو ام الخیر نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور وہ مسلمان ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سرکش نفسوں کو بھی مسلمان بنا دے اور یہ سرکش نفس ہمارے تابع ہوں اور ہم اس مبارک مہینہ میں کچھ کر پائیں۔ مالک کو ہم راضی کر لیں اور مالک ہم سے راضی ہو جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، ابوبکر بن عیاش جن کے پاس لوگوں کو بھیجا کرتے تھے، وہ کتنے اونچے مرتبہ پر تھے اور ان کے معمولات کتنے عظیم تھے۔ اسی لئے جیسے یہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خود بزرگوں کے پاس تشریف لے جاتے ان سے استفادہ فرماتے، استفادہ ہی کے لیے ابوبکر بن عیاش جیسے لوگوں کی صحبت کی ترغیب دیتے تھے۔

مشائخ کی زیارت

ابھی اعتکاف کا زمانہ ہے۔ جگہ جگہ ہندوستان پاکستان میں اپنے اپنے مشائخ کے یہاں اعتکاف کے لیے ذکر وشغل کے لیے سب جارہے ہوں گے، اکٹھے ہو رہے ہوں گے، استفادہ کررہے ہوں گے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق فرمائی کہ اس میں نیت کیا ہونا چاہئے۔ کہ جو ان کے معمولات ہیں، وہ جو معمولات بتاتے ہیں، عملی طور پر ان کو جو کرتے ہوئے دیکھا، ان کی نقالی گھر پر پہنچنے کے بعد کیا کریں۔

پہلے امام احمد کا مقولہ نقل کیا تھا 'قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ 'مَاالسِّيَاحَةُ مِنَ الْاِسْلَامِ فِیْ شَیْءٍ وَلَا مِنْ فِعْلِ النَّبِیّ وَالصَّالِحِیْنَ، وَلِاَنَّ السَّفَرَ يُشَتِّتُ الْقَلْبَ فَلَا يَنْبَغِیْ لِلْمُرِيْدِ اَن يُّسَافِرَ اِلَّا فِیْ طَلَبِ عِلْمٍ اَوْ مُشَاهَدَةِ شَیْخٍ يَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِيْرَتِهٖ' ۔ کہ ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہنے سے کیا ملے گا۔ یہ نہ انبیاء کا کام ہے، نہ صلحاء کا کام ہے۔ سفر کی وجہ سے قلب فارغ نہیں رہتا، ہروقت قلب الجھا ہوا رہتا ہے۔ اس لئے مرید کے لئے مناسب نہیں کہ وہ سفر کرے سوائے طلب علم کے یا سوائے شیخ کی زیارت کے اور اس میں نیت کیا ہو اس کی؟ 'يَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِيْرَتِهٖ' ۔

اب تقلید صرف حلال اور حرام اور شریعت میں ہی نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ روحانیت میں تقلید اس درجہ کی کہ ہمارا شیخ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والا ہے۔ یہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی متابعت کرتا ہے، ان کو دیکھ کر میں ان کے جیسا بننے کی کوشش کروں۔ 'مُشَاهَدَةِ شَیْخٍ يَقْتَدِیْ بِهٖ فِیْ سِيْرَتِهٖ' ۔ اب یہ کس درجہ کی تقلید امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہمیں سکھا رہے ہیں۔

اپنے عیوب پر ایک نظر

ہم جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں رہتے تھے، کبھی زبان سے بھی اور ہمیشہ دل

سے پڑھتے رہتے تھے 'اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ'۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایسی فراست عطا فرمائی ہوتی ہے کہ چوریاں پکڑی جاتی ہیں۔

اسی لئے ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ، فَمَنْ کَانَتْ لَہٗ بَصِیْرَۃٌ لَمْ تَخْفَ عَلَیْہِ عُیُوْبُہٗ. وَاِذَا عَرَفَ الْعُیُوْبَ اَمْکَنَہُ الْعِلاَجُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ جَاھِلُوْنَ بِعُیُوْبِھِمْ، یَرٰی اَحَدُھُمُ الْقَذیٰ فِیْ عَیْنِ اَخِیْہِ وَلاَ یَرَی الْجِذْعَ فِیْ عَیْنِہٖ'۔

کہ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے توفیق ہوتی ہے اپنے عیوب دیکھنے کی۔ دوسرے کے عیوب پر اس کی نگاہ نہیں رہتی۔ جب اپنے عیوب کو جانے گا تبھی تو اس کا علاج ممکن ہوگا۔ لیکن اکثر لوگ اپنے عیوب سے غافل ہوتے ہیں۔ اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا بھی انہیں نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ میں جو شہتیر پڑا ہوا ہے، وہ انہیں نظر نہیں آتا۔

عیوب کی جانچ

مختلف طرق ذکر کئے۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بتایا 'اَنْ یَجْلِسَ بَیْنَ یَدَیْ شَیْخٍ بَصِیْرٍ بِعُیُوْبِ النَّفْسِ' کہ ایسے شیخ کے سامنے بیٹھے جو نفسانی عیوب کو پرکھنے والا ہے۔ 'یُعَرِّفُہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ وَطُرُقِ عِلاَجِھَا' کہ جو بتائے کہ تمہارے اندر کبر ہے، تمہاری زبان چلتی رہتی ہے، تمہاری آنکھ چاروں طرف اٹھتی رہتی ہے جس سے تمہارے دلوں پر نقطے کالے کالے لگ رہے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ 'وَھٰذَا قَدْ عَزَّ فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ وُجُوْدُہٗ'۔ کہتے ہیں کہ یہ ایسے مشائخ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح سے دیکھ سکیں کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں اور کیا حال ہے، فرماتے ہیں کہ کہیں بھی ایسے شیخ ہاتھ لگ جائیں تو اس کے لیے مناسب نہیں 'فَلاَ یَنْبَغِیْ اَنْ یُفَارِقَہٗ' کہ ان سے چمٹا رہے۔

ترک ذنوب

ایک اور جگہ ابن قدامہ ارشاد فرماتے ہیں کہ 'وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ الْاِنْتِبَاهَ لِذٰلِکَ فَاِنَّ عَلَیْهِ لِسُلُوْکِ الرِّیَاضَةِ شَرْطاً'. فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جگا دیا اور غفلت کی نیند سے اب یہ جاگا ہے، ریاضت اور مجاہدہ کے سلوک کے لیے اور اس کی سیر کے لیے ایک شرط ہے، 'لَابُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِهٖ'۔ پہلے وہ شرط پوری ہونی چاہئے۔

وہ شرط کیا ہے؟ 'وَهُوَ رَفْعُ الْحِجَابِ بِتَرْکِ الذُّنُوْبِ' کہ اپنے تمام گناہوں کو یک لخت چھوڑ دے۔ ہاتھ کے، پیر کے، آنکھ کے، قلب کے، دل کے گناہوں کو چھوڑ دے اور ان سے توبۂ نصوح کرلے۔ سب سے پہلی شرط 'رَفْعُ الْحِجَابِ' ہے۔ یہ جو حجاب ہے اس کے درمیان اور آگے صراطِ مستقیم کے نور کے درمیان، اس کو اٹھا کر پھینک دے۔ 'شَرْطاً لَابُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِهٖ'۔ یہ شرط ضروری ہے، پہلے اس کو پورا کرے۔

شیخِ معتصم

'وَمُعْتَصِماً لَابُدَّ مِنَ التَّمَسُّکِ بِهٖ' اور ایک محافظ، معتصم، بچانے والا، حفاظت کرنے والا تمہارے لئے ضروری ہے کہ اسے مضبوطی سے پکڑے رہو۔ 'تَمَسَّکَ بِهٖ وَاسْتَمْسِکْ بِهٖ' کہ مضبوط پکڑے رہو۔ اب یہ معتصم کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ 'وَاَمَّا الْمُعْتَصِمُ فَشَیْخٌ یَدُلُّهُ عَلَی الطَّرِیْقِ لِئَلَّا تَخْتَطِفَهُ الشَّیَاطِیْنُ فِی السُّبُلِ' کہ شیخ کا ہونا بڑا ضروری، جو اسے رستہ بتلائے تاکہ رستہ میں شیاطین اسے ہائی جیک نہ کرلیں۔

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ شیخ 'معتصم' ہے۔ ابن قدامہ حنبلی کے یہاں تصوف میں شیخ کو معتصم کہا گیا یعنی بچانے والا۔ کہ 'وَاَمَّا الْمُعْتَصِمُ فَشَیْخٌ یَدُلُّهُ عَلَی الطَّرِیْقِ'، کہ شیخ کا کام یہ ہے کہ طریق اور سلوک کا رستہ بتلاتا رہے تاکہ شیاطین رستہ میں اسے اچک نہ لیں۔

ایک سادھو کا قصہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی صاحب بذل المجہود قدس سرہ کے ایک خادم تھے۔ حضرت سے رخصت ہوکر اپنے گھر واپس جارہے ہیں۔ ریل میں بیٹھے ہیں۔ سامنے کوئی سادھو بیٹھا ہے۔ وہ گردن جھکائے ہوئے ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت سہارنپوری کے یہ خادم اپنے دل میں محسوس فرمارہے ہیں کہ شرک وکفر کے وساوس کی یلغار ہے دل پر۔ کافی دیر تک پڑھتے رہے، برداشت کرتے رہے۔

پریشان ہوگئے یا اللہ یہ کیا ہوگیا؟ اتنے میں دیکھا کہ سامنے حضرت سہارنپوری ہیں اور ارشاد فرمارہے ہیں کہ 'ارے فلاں آیت کیوں نہیں پڑھتا؟' جیسے ہی وہ آیت پڑھنی شروع کی، وہ وساوس کافور ہوگئے۔ اور وہ سادھو جو سامنے بیٹھا ہوا تھا وہ گردن اونچی کرتا ہے اور اِن سے کہتا ہے کہ تمہارے شیخ نے بڑے دور سے تمہیں بچالیا۔

ایک مرتبہ مناظرہ ہورہا ہے۔ حضرت سہارنپوری قدس سرہ سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔ ہمارے علماء میں سے کسی نے حضرت سہارنپوری کی خدمت میں پرچہ لکھ کر بھیجا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت آپ کے سٹیج کے سامنے آرام کرسی پر جو سادھو بیٹھا ہوا ہے، ایسا محسوس ہورہا ہے کہ وہ کچھ اثر ڈال رہا ہے۔ کافی دیر سے ہم محسوس کررہے ہیں کہ ہمارے جو مناظر، مقرر، خطباء آتے ہیں، وہ بچوں جیسی باتیں کررہے ہیں، جیسے ان کی زبان بندی کردی گئی ہے، اور ان کا علم اور ان کی قوت بیان، اور تاثیرِ بیان کدھر چلی گئی۔

پرچہ حضرت نے پڑھا اور گردن جھکائی۔ کہتے ہیں کہ منٹوں نہیں لگے، سیکنڈوں میں وہ آرام کرسی سے اٹھ کر بھاگا جس طرح کسی کا پیشاب خطا ہورہا ہو اور وہ بھاگ رہا ہو۔ پھر کیا تھا، کہتے ہیں کو جو مقرر تھے پھر جو ان کے علوم اور ان کی زبان جو کھلی ہے، پھر اس مناظرہ میں مسلمانوں کو اہلِ شرک پر اللہ نے فتح عطا فرمائی۔

خلوت نشینی

پھر آگے فرماتے ہیں کہ 'حصن' قلعہ میں چلے جانا ضروری ہے۔ قلعہ کیا ہے؟ فرمایا کہ 'وَاَمَّا الْحِصْنُ فَالْخَلْوَۃُ وَعَلَیْہِ مِنَ الْوَظَائِفِ مُخَالَفَۃَ الْھَوٰی وَکَثْرَۃِ الذِّکْرِ وَالْاِقْتِصَادِ فِی الْاَوْرَادِ وَمُنْتَھَی الرِّیَاضَۃِ اَنْ یَجِدَ قَلْبَہُ مَعَ اللّٰہِ اَبَدًا' ۔فرماتے ہیں کہ اس خلوت میں پھر اپنے وظائف معمولات جو شیخ نے بتائے ہیں اس پر کاربند رہے۔ ہوی و ہوس اور نفس و شیطان سے پورا مقابلہ کرے۔ ذکر کی کثرت کرے اور اوراد کو بجالائے۔اوراد اور وظائف پر پابندی سے کیا ہوگا؟ 'وَمُنْتَھَی الرِّیَاضَۃِ اَنْ یَجِدَ قَلْبَہُ مَعَ اللّٰہِ اَبَدًا' کہ ہمیشہ کے لیے معیت الٰہیہ اسے مقدر ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ معیت الٰہیہ عطا فرمائے۔

جو مراقبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا، وہ بتارہے ہیں یہاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں کیا ارشاد فرمایا تھا 'لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا' ۔ 'اللہ معی' کا یہ مراقبہ سکھارہے ہیں۔کون؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کسے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو۔اور یہاں اسی سنت کی ادائیگی کے لیے ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ 'وَمُنْتَھَی الرِّیَاضَۃِ اَنْ یَجِدَ قَلْبَہُ مَعَ اللّٰہِ اَبَدًا'۔ ہمیشہ کیلئے سوتے جاگتے ہر وقت قلب میں معیت الٰہیہ میسر آجائے۔خانقاہوں میں دیکھا ہوگا آپ حضرات نے 'اللہ، اللہ، اللہ، اللہ' اور پھر آگے جوش میں آکر 'اللہ شاھدی' اور 'اللہ معی' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ مقام ہم سب کو میسر فرمادے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری

اور یہ کس درجہ ضروری ہے؟ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ سہل بن عبداللہ تستری اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عمر کوئی تین برس رہی ہوگی۔ میری رات کو آنکھ کھلتی تو اپنے ماموں محمد بن سوار کو میں دیکھتا کہ وہ عبادت میں مصروف ہیں۔اسی عمر میں، اس تین برس کی عمر میں

میرے ماموں مجھے فرماتے ہیں کہ 'اَلا تَذْکُرُ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَکَ؟'۔ ارے بیٹے تم ذکر کیوں نہیں کرتے؟ پوچھا کہ کیسے میں ذکر کروں؟ تو کتنا آسان معمول بھانجے کو بتایا۔ فرمایا کہ 'قُلْ بِقَلْبِکَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَیْرِ اَنْ تُحَرِّکَ لِسَانَکَ 'اَللّٰہُ مَعِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰہُ شَاہِدِیْ'۔

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ ماموں جان نے فرمایا کہ اپنے قلب سے ذکر کرو کہ میرا قلب بول رہا ہے یہ تصور کرکے۔ صرف قلب سے تم سنو، قلب کی آواز سننے کی کوشش کرو کہ قلب بول رہا ہے، یہ تصور ہو تمہارا۔ 'مِنْ غَیْرِ اَنْ تُحَرِّکَ لِسَانَکَ'۔ زبان مت ہلاؤ۔ اور قلب کیا بول رہا ہے؟ 'اَللّٰہُ مَعِیْ'، اللہ میرے ساتھ ہے۔ 'اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ' اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ 'اَللّٰہُ شَاہِدِیْ'۔ دیکھئے! یہ تین کلمات معمول کے طور پر تعلیم کیے گئے۔

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ یہ میں نے معمول بنالیا۔ اور پھر میں نے ماموں جان کو بتایا کہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق تین مرتبہ یہ تینوں کلمات اپنے قلب سے بولنے کی کوشش شروع کردی ہے۔ چند دن کے بعد ماموں جان نے فرمایا کہ 'قُلْھَا فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ اِحْدیٰ عَشَرَۃَ مَرَّاتٍ'۔ کہ اب ہر رات میں صرف گیارہ مرتبہ اسے کہا کرو۔ فرماتے ہیں کہ اس کی اتنی برکت ہوئی کہ 'فَوَقَعَ فِیْ قَلْبِیْ حَلاوَۃٌ'۔ میرے قلب میں اس کی حلاوت واقع ہوگئی۔

پھر حاضری بھی لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ 'فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ سَنَۃٍ' سال ہوا تو ماموں جان مجھے یاد دلانے لگے 'اِحْفَظْ مَاعَلَّمْتُکَ'۔ دیکھئے جو تمہیں تعلیم کیا ہے ذکر اور اس کا طریقہ 'اَللّٰہُ مَعِیْ، اَللّٰہُ شَاہِدِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ'، اس کی پابندی رکھئے۔ 'وَدُمْ عَلَیْہِ اِلیٰ اَنْ تَدْخُلَ قَبْرَکَ'، کہ مرنے تک، قبر میں جانے تک اس معمول کو نباہنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ 'فَلَمْ اَزَلْ عَلیٰ ذٰلِکَ سِنِیْنَ فَوَجَدْتُ لَہٗ حَلاوَۃً فِیْ سِرِّیْ' ۔کہ چند سال کے بعد میرے رگ و ریشے میں، روح اور جان میں جسم میں، میں نے اس کی حلاوت و لذت محسوس کی کہ کسی آن غفلت نہیں ہوتی تھی کہ ہر وقت دل جاری ہے۔ 'اَللّٰہُ مَعِیْ، اَللّٰہُ شَاہِدِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ'۔

پھر اس کے بعد ماموں جان ایک دن فرمانے لگے کہ 'یَا سَھْلُ! مَنْ کَانَ اللّٰہُ مَعَہُ، وَھُوَ نَاظِرٌ اِلَیْہِ، وَھُوَ شَاھِدٌ عَلَیْہِ ھَلْ یَعْصِیْ؟ جس کے ساتھ اللہ ہے، اللہ اسے دیکھ رہے ہیں، تو کیا وہ اس کی نافرمانی کرسکتا ہے۔ 'اِیَّاکَ وَالْمَعْصِیَۃَ'، کبھی بھی معصیت و گناہ کی طرف قلب کا ذرا سا دھیان بھی نہ جانے پائے'۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو ایسا مصفی، مزکی، صاف بنادے کہ نماز میں، عبادت میں، نماز سے باہر، بازار میں، کسی کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہوں تو تب بھی ہمارا دھیان قلب کا مالک کی طرف ہو۔ اللہ معی، اسی کا تصور، اسی کا مراقبہ ہر وقت رہے۔ یہ بڑا ضروری ہے، ورنہ اللہ اکبر نیت باندھ لی مگر ساتھ اس کے وساوس کا ہجوم ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ کعبہ شریف کا غلاف پکڑے ہوئے کوئی رو رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں۔ اور توبہ استغفار، اللہ کی یاد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس حال میں بھی میں نے اس کے قلب کی طرف نگاہ کی، وہاں دنیا بھری پڑی ہوئی ہے۔ دنیا ہی کی طرف توجہ ہے، مال و منال وہ کیسا ہے؟ وہ چھوڑ کر آیا ہوں گھر پر، وہ جانور بھاگ تو نہیں گیا، اسے کسی نے چارہ تو نہیں کھلایا۔ کہتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے جس مالک کا ذکر اس کی زبان پر تھا، اس کی ذات کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں تھی۔

اس کے برعکس کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کی طرف دیکھا بازار میں۔ وہ 'دو درہم، دو درہم، چار درہم، چار درہم' کی آواز لگا رہا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے بھی میں نے اس قلب کو غافل نہیں پایا۔ زبان پر دنیا ہے لیکن قلب میں مالک بسا ہوا ہے۔ اسی لئے ہر جگہ یہ ضروری ہے۔

اس لئے ابن قدامہ نے ادب سکھلایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حاضری ہو تو وہاں دل معمور ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت سے۔ 'فَتَذَکَّرُ اَنَّھَا الْبُلْدَۃُ

اَلَّتِیْ اِخْتَارَهَااللّٰهُ لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' اس مقدس شہر میں چلتے ہوئے سوچو کہ اوہ! یہاں تو میرے سرکار کے پیر مبارک پڑے ہیں، یہاں میں کیسے چلوں؟ کاش کہ میں سر کے بل چل سکتا۔ میں اپنے ناپاک پیر کیسے یہاں رکھوں۔ **فَتَذَکَّرْ اَنَّهَا الْبُلْدَةُ**' ۔ یہ وہ مقدس سرزمین ہے جو اللہ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کی طرف ہجرت مشروع فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو قیام گاہ بنایا۔

'**ثُمَّ مَثِّلْ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ تَرَدُّدِهٖ فِیْهَا**' ۔ کہ سوچو کہ اوہ! میں کیسے چلوں یہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں چلے ہوں گے۔'**وَتَصَوَّرْ خُشُوْعَهُ وَسَکِیْنَتَهُ**' ۔ فرماتے ہیں کہ یہ تو حرم سے باہر کا حال۔ '**فَاِذَا قَصَدْتَ زِیَارَةَ الْقَبْرِ فَاَحْضِرِ الْقَلْبَ لِتَعْظِیْمِهٖ**' ۔ کہ جب تم قبر شریف پر صلوۃ وسلام کے لیے حاضری دے رہے ہو اس وقت تو ہزاروں دفعہ زیادہ عظمت اور ہیبت سے قلب کو معمور کرلو۔ اور جب وہاں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا، مواجہہ شریف میں یا اقدام عالیہ میں یا ریاض الجنۃ میں، وہاں کیا مراقبہ کرو؟ '**وَمَثِّلْ صُوْرَتَهُ الْکَرِیْمَةَ فِیْ خَیَالِکَ**' ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کو اپنے قلب میں سمجھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں ہیں، میرے دل میں ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا پیارا کلام فرمایا

اے جنت تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں ہم نے مانا ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر اس کے تیئں حضور رہتے ہیں

یہ مقام جن کو حاصل ہوجائے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم قلب میں ہیں۔ اللہ عزوجل '**اللہ معی، اللہ شاهدی، اللہ ناظر الي**' ۔

کاش اللہ تعالیٰ اس رستہ کے سلوک کی، اس کے سیر کی، اس رستہ پر چلنے کی ہمیں توفیق دے اور ہم اسی پر چلتے چلتے مالک کے حضور پہنچیں۔ اور فرماتے ہیں آگے 'وَمَثِّلْ صُوْرَتَهُ الْكَرِيْمَةَ فِيْ خَيَالِكَ وَاسْتَحْضِرْ عَظِيْمَ مَرْتَبَتِهِ فِيْ قَلْبِكَ ثُمَّ سَلِّمْ عَلَيْهِ' پورے طور پر دل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری دل میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسانے کے لیے دل کو پاک صاف کرلو۔ اور اب دیکھا کہ آپ تشریف لے آئے ہیں میں نے اپنے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کو رکھ دیا ہے تب جا کر پڑھو 'ثُمَّ سَلِّمْ عَلَيْهِ'۔

اس وقت بھی تمہارا یہ عقیدہ ہو کہ 'وَاعْلَمْ اَنَّهُ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَتَسْلِيْمِكَ'، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری حاضری اور تمہارے سلام کا پتہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے لئے وہاں کی حاضری مقدر فرمائے۔ ان مبارک ایام کی قدر دانی کی توفیق دے۔ اخیر عشرہ کے دنوں کی، مبارک راتوں کی، خاص طور پر طاق راتوں کی، ہمیں ایک ایک لمحہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے، اعتکاف قبول فرمائے۔ اعتکاف کے لیے جن کا معمول سالہا سال سے مسجد نبوی میں اعتکاف کا ہے، کتنے مبارک اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا اعتکاف قبول فرمائے، ان کی طرح سے ہمیں بھی اس کی توفیق ارزاں فرمائے۔ جو کہیں حرمین کے علاوہ بھی اعتکاف میں جہاں جہاں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اعتکاف کے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

مقصدِ اعتکاف

دوستو! اعتکاف کا ایک ہی مقصد ہے۔ جو اعتکاف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا میں ہوتا تھا وہ کس کے لیے ہوتا تھا؟ مالک مجھے تو صرف تو ہی چاہیئے۔ بس۔ مالک ہی کی طلب کے لیے، اس وقت ذاتِ بحت اس وحدہ لاشریک کی طلب، تلاش اور اسی کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غارِ حراء میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہمارے اس اعتکاف کا بھی یہی مقصد کہ مالک ہمیں مل جائے۔

کاش کہ مالک ہم سے جتنا قریب ہے، ہم اس مالک کے قرب کو پہچانیں اور هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانِ ہم قریب ہو۔ ہم تو اپنے آپ کو اپنی حرکتوں، اپنی نحوستوں کے

ذریعہ دور کرتے چلے جاتے ہیں۔ کاش کہ معیت الٰہیہ کو ہم پہچانیں، قربتِ خداوندی کو ہم پہچانیں۔

ابنِ قدامہ حنبلی نے جو قصہ بیان کیا جس میں سہل بن عبداللہ تستری کو ان کے ماموں نے ذکر سکھایا 'اَللّٰـهُ مَعِیْ، اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰهُ شَاهِدِیْ' چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، اعتکاف میں ہر وقت ان تین کلمات ہی کو دل میں جمائیں۔ اسی کا تصور رہے کہ مالک 'لَاتَحْـزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا' اسی کا ورد رکھیں بار بار پڑھتے چلے جائیں۔ مالک کی معرفت کی ہمیں کس نے تعلیم دی؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ سید الاولین والآخرین، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مولیٰ کی محبت کے بعد ہے۔ مولیٰ کی محبت کے بعد کسی کو جگہ دل میں دی جا سکتی ہے، وہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے مشائخ، اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کی تفاصیل آپ ہر سفر کی پڑھیں، ہر سفر میں ایک نیا انداز ملے گا، ایک نئی بے چینی ملے گی، جیسے جیسے مدینہ منورہ قریب آتا جاتا ہے۔ اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا ہوگا کہ اوہ! حضرت شیخ قدس سرہ کے ادھر آنسو جاری ہیں اور ہم ادھر گپ شپ میں لگے ہوئے ہیں، فرمانے لگے کہ مولوی یوسف! حضرت شیخ قدس سرہ کو آپ جو کچھ سناتے ہو تو ہمیں کچھ سنائیے نعتیں وغیرہ۔

مراقبۂ محمدیہ

اسی لئے ابن قدامہ نے مدینہ منورہ جانے والوں کے لیے باقاعدہ ہدایات دیں کہ، 'وَاَمَّا الْـمَدِیْنَةُ فَاِذَا لَاحَتْ لَکَ' کہ مدینہ منورہ جب تمہارے سامنے روشن ہو جائے، پھر آگے کیا مراقبہ کرنا ہے کہ یہ وہ شہر ہے جو اللہ عزوجل نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساری دنیا کے تمام خطوں میں اس منطقہ اور اس جگہ کو فضیلت عطا فرمائی اور اس کو منتخب فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ہجرت کا حکم ہوا۔ 'وَجَعَلَ فِیْهَا بَیْتَهُ'۔

کہتے ہیں کہ جب یہاں پہنچ جاؤ تو اب کیا کرنا ہے؟ دوسرا مراقبہ 'ثُمَّ مَثِّلْ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عِنْدَ تَرَدُّدِہٖ فِیْھَا' ۔کہ اوہ! میں کیسے چلوں، کیسے پیر رکھوں یہ گندہ ناپاک بدن، خنزیر سے آگے کی ناپاکی میں نے اپنے گناہوں کے ذریعہ اپنے جسم میں پیدا کر رکھی ہے، کیسے میں پیر رکھوں۔مَثِّلْ فِیْ نَفْسِکَ مَوَاضِعَ اَقْدَامِ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰـہُ عَلَیْـہِ وَسَلَّمَ' ۔پھر آگے مختصر منہاج القاصدین میں ابن قدامہ مختصر مراقبے الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

'فَاِذَا قَصَدْتَ زِیَارَۃَ الْقَبْرِ' کہ جب تم اپنی جگہ پر ہو، ابھی ہوٹل میں ہو، جگہ پر ہو اور ابھی تمہارا ارادہ ہے کہ میں جاؤں، اس وقت اپنے دل کو اس کے لیے پہلے تیار کرلو۔ یہ دکان، یہ مکان، یہ بھاؤ، یہ چیزیں، کسی چیز کی طرف نگاہ نہ ہو۔ نیچے نظر رہے۔ وہ بڑی مبارک سرزمین ہے کہ یہاں قدم مبارک پڑے ہوں گے۔۔ وہیں نظر رہے، پھر آگے وہاں حاضری کے لیے قلب کو تیار کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھری ہوئی ہو دل میں۔ میں نے کہا کہ پھر مراقبۂ محمدیہ بتایا۔اللہ! 'ومثل صورته الکریمة فی خیالک' ۔کہ اپنے قلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال کرو۔حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر بھی یہاں سنایا تھا۔

یہ تمام محبتیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی شریعت پر ہم چلیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رستے بتائے ان کو ہم اختیار کریں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو روشن فرمائے۔قلب کو محبت نبوی سے، اپنے مالک کی محبت سے بھر دے۔ان دو محبتوں کے سوا ہمارے دل میں کسی کیلئے کوئی جگہ باقی نہ رہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور ہم اپنے دشمنوں کو پہچان سکیں۔

ہر وقت دشمن کے تصور کے ساتھ شیطان ہی کا ذکر کرتے ہیں، اور کرنا بھی چاہئے کہ یہ منصوص ہے۔ وہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ اس سے مالک ہی پناہ دے سکتا ہے 'اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم' اور اس دشمن کے علاوہ ایک اور دشمن ہے، جو پہلو میں بٹھایا گیا ہے جسے نفس کہا جاتا

ہے۔ پھر تیسرا دشمن جو جسم کے ہر حصے میں سرایت کئے ہوئے ہے، وہ ہے 'ہویٰ'۔ یہ تینوں ہر انسان کے دشمن ہیں۔

ابلیس اس نفس پر اثر انداز ہوتا ہے، نفس ہویٰ پر اثر انداز ہوتا ہے اور وہ ہویٰ پھر ہمیں راغب بناتی ہے تمام گناہوں کی طرف۔ جسم کو جن چیزوں سے لذت آتی ہے اس کی طرف وہ راغب کرتا ہے چوری، ڈکیتی اور جتنی چیزیں سب پیش آتی ہیں، جتنے قسم کے گناہ سب اسی ہویٰ کے ذریعے، کسی کی طرف نظر جاتی ہے تو وہ ہویٰ کے ذریعے۔

ایک فرد کی طرف نگاہ اٹھائی جسے گناہ ٹھہرایا گیا کہ نامحرم کی طرف نگاہ مت کرو۔ لیکن قرآن نے کہا کہ '**لَاتَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا**' اس کی طرف نگاہ کیوں اٹھی؟ کہ یہ چوتھا دشمن ہے دنیا۔ اس کا لنک ایسا اس جسم کے ساتھ جوڑ دیا گیا کہ ہر وقت امل، آرزو، تمنا۔ ایک یہ مکان سامنے والا مجھے مل جائے، پڑوس کی اتنی زمین مجھے مل جائے۔ اس مکان میں اتنا میں اور اضافہ کرلوں۔ کھانے میں تنوع الگ۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کھجور اور دودھ پر گذری۔ جسے انسان کھانا کہہ سکتا ہے اور ہمارے ہاں جسے ہم صرف پینا سمجھتے ہیں وہ چیزیں ان کے یہاں کھانے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ دو دو تین تین ماہ چولہا نہیں جلتا تھا۔ امی جان سے پوچھا گیا کہ تمہارا گذر کس چیز پر ہوتا تھا؟ تو فرمایا کہ دو کالی چیزوں پر، پانی اور کھجور۔ اسے چھوڑ کر ہم کتنے آگے پہنچ گئے۔

ابلیس نے گر سکھایا نفس کو اور نفس نے سکھایا ہویٰ کو اور ہویٰ نے پھر ان تمام چیزوں کی طرف ہماری نگاہ کردی۔ نگاہ بڑھتی ہے دنیا کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ '**لَاتَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ**' ہمیں سکھانے کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے اپنے سے دور کر رکھا تھا اور ہمارا پیٹ کیوں نہیں بھرتا؟ اسی امل کی وجہ سے۔ کہ یہ آرزو، یہ میرے بیٹوں کے لیے، میرے پوتوں کے لیے، میرے نواسوں کے لیے، یہ آئندہ آنے والی نسلوں کے

لیے۔ جو دس نسلوں کے لیے کافی ہو جائے اتنی بلڈنگیں کھڑی کر دی ہیں مگر ابھی اور چاہیئے۔
اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت کے لیے کیا بیان فرمایا کہ سونے سے بھری ہوئی ایک وادی کسی کو دے دی جائے تو ایک کافی نہیں ہوگی دوسری کی طلب کرے گا، اور آگے بڑھتا ہی رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کو پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں دنیا طلبی سے بچائے۔ دنیا طلبی کے جو گناہ ہم نے کئے ہیں ان کی پکڑ سے ہمیں بچائے، آرزوؤں کو سمجھنے کی حق تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، آرزوؤں سے ہمیں بچائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے طریقوں سے ہمیں سمجھایا۔ نقشے بنا کر کے کہ یہ موت چاروں طرف سے ہمیں گھیرے ہوئے ہے، یہ آلام اور مصائب جو آتے رہتے ہیں کبھی اس نے پکڑا، کبھی اس نے پکڑا، مرتے مرتے یہاں بچا۔ اس سے آگے جو موت ہے، موت سے بھی آگے کی اس کی امل اور آرزوئیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقشہ بنا کر سکھایا، سمجھایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے۔

دوستو! یہ مہینہ جس میں ہم دن اور رات میں سے آدھا وقت مالک کو دے دیتے ہیں، اس میں کھاتے نہیں، پیتے نہیں، روزہ سے رہتے ہیں، یہ وقت بھی بڑا قیمتی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صرف رات ہی کا وقت قیمتی ہے۔ نہیں پورا یہ وقت جو ہم روزہ سے رہتے ہیں اس میں سے ہر گھڑی آپ کے لیے شب قدر ہے۔ جو دعا مانگو گے روزہ کی حالت میں وہ قبول۔ اس لئے اس میں ہم اپنے نفس کو کسی خاص سمت میں لانا چاہیں، وہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اسے آسان بنا دے۔

بنوزہر ابن شیبان

ہمارا جو مضمون چل رہا تھا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنوزہر ابن شیبان کے سردار مفروق مثنی ہانی کے یہاں تشریف لے گئے۔ قرآن پاک کی آیات

سنائیں تو انہوں نے قرآن کریم کے اس کلام کو سراہا، اسلام کو سراہا مگر ساتھ ہی انہوں نے معذرت کردی۔ اور یہ معذرت کیوں کی؟ کہ جو اس زمانہ کا حال تھا کہ پوری دنیا پر اگر اثر تھا کیا حکومتیں، کیا رعایا ہر ایک دو پاورز کے زیر اثر تھیں۔ جتنی دنیا کی آبادی تھی اس کا دو تہائی حصہ ایرانیوں کے زیر اثر تھا اور ایک تہائی رومیوں کے زیر اثر تھا۔ اسی لئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کو سنا اور اسلام کو سراہا مگر معذرت پیش کی کہ ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں۔ ہم اور کسی کے اثر میں نہیں آئیں گے۔

یہ کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ خلقِ نبوی اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے 'وانک لعلیٰ خلق عظیم'۔ اتنی عظیم دعوت کو قبول نہیں کیا جارہا ٹھکرایا جارہا ہے، اس کے لیے جو عذر انہوں نے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبوی خلق کے انداز میں انہیں جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی راست گوئی کی پہلے تحسین فرمائی۔ پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نتیجہ آنے والا ہے اور رفیوچر میں مستقبل میں کیا ہونے والا ہے، اس کی پیشین گوئی انہوں نے فرمائی اور کیا ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے دین کی آپ مدد فرمائے گا۔

شاہ حارث غسانی

جیسے انہوں نے کہا کہ ہم کسریٰ کے زیرِ اثر ہیں اس لئے ہم قبول نہیں کرسکتے۔ اسی طرح دمشق کے شاہ حارث غسانی نے جو قیصر کے زیرِ اثر تھا، رومیوں کے زیرِ اثر تھا، اس نے بذاتِ خود تو نہیں مگر اس کے حاجب اور دربان نے جس کا نام 'مُر وی' بتایا جاتا ہے، اس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع رضی اللہ عنہ سے اپنا یہی تأثر بیان کیا کہ قیصر کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے شاہِ دمشق اس سے ڈرتا ہے، اسلام قبول کرنے سے ڈرتا ہے کیوں کہ وہ قیصر کے زیرِ اثر ہے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کے خطوط میں اس کی وضاحت فرمادی کہ کسی ذاتی مصلحت یا کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے انکار کرو گے، یہ تو اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب

انسان کا، ایک فرد کا تمہارا اپنا ذاتی مسئلہ ہو۔ اور یہاں ایک فرد کا مسئلہ نہیں بلکہ قیصر کے مکتوب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا 'فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ اِثْمُ الْأَرِیْسِیِّیْنَ' کہ تمہاری رعایا کی گمراہی کا گناہ بھی تمہیں ہوگا اگر تم نے اسلام سے اعراض کیا اور انکار کیا۔ خسرو کو تحریر فرمایا کہ 'فَاِنْ أَبَیْتَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ اِثْمُ الْمَجُوْسِ' تمام آتش پرستوں کے آتش پرست رہنے اور اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ تمہارے سر پڑے گا۔ مقوقس شاہ مصر کو لکھا 'فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ اِثْمُ الْقِبْطِ'۔ تمام قبطیوں کی اسلام سے دوری کا وبال تمہیں بھگتنا ہوگا۔

اس وقت رومن ایمپائر کا اثر یورپ پر تو تھا ہی۔ ایشیا میں شام، فلسطین مصر پر بھی ان کا اقتدار تھا۔ اور جو ملک پڑوس میں تھے، جیسے حبشہ کی سلطنت تھی، وہ بھی اس کو خراج ادا کرتی تھی۔ اور آج کی طرح سے یورپ اور اس کے رومن ایمپائر اور اس کے زیر اثر حکومتیں، ان کے یہاں جو رومن لاء تھا، اپنی مملکت کے قوانین کا جو دستور تھا، وہ بھی ماتحت حکومتوں کے یہاں اسے رائج کیا جاتا تھا۔

دعوتِ اسلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایرانی اور فارسی ایمپائر کا اثر ہندوستان کی سرحد تک، سندھ تک پھیلا ہوا تھا، عراق اور عرب کے بہت سارے حصے یمن، بحرین، عمام، یمامہ یہ سارے ایرانی حکومت کے زیر اثر علاقے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم اور اس کی ماتحتی میں جو ریاستیں تھیں عزیز مصر مقوقس، دمشق کا شاہ حارث غسانی اور رومن ایمپائر کے زیر اثر شاہ حبش نجاشی کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرامی نامے ارسال فرمائے۔

دوسری طرف ایرانی حکومت کے نام، خسرو پرویز کے نام اور اس کی ماتحت ریاستوں میں شاہِ یمامہ حوزہ بن علی، بحرین کے منذر بن ساوی، ان سب کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں بیک وقت چھ سفراء کو بھیجا۔ یہ بڑا اہتم بالشان دن قرار دیا گیا۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور با قاعدہ خطبہ دیا۔ اور اس خطبہ میں ارشاد فرمایا 'یَا اَیُّهَا النَّاسُ ! اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً اِلیٰ کَا فَّةَ النَّاسِ' ۔آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اللہ تم پر رحم کرے لَاتَخْتَلِفُوْا کَمَا یَخْتَلِفُ الْحَوَارِیُّوْنَ عَلیٰ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ' ۔

صحابہ کرام نے پوچھا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا اختلاف کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طرح میں دعوت دے رہا ہوں اس طرح دعوت کے لیے حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو بھیجا۔'فَاَمَّا مَنْ بَعَثَهُ مَبْعَثًا قَرِیْبًا رَضِیَ وَسَلَّمَ وَاَمَّا مَنْ بَعَثَهُ مَبْعَثًا کَرِهَ وَأَبٰی' ۔کہ جن کو قریب میں کہیں بھیجا گیا، وہ تو خوش تھے اور پہنچا کر آئے اور جن کو دور بھیجا گیا، انہوں نے کَرِهَ وَأَبٰی کہ اتنے دور کون جائے، انکار کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کی طرح مت بننا۔

ہندوستان

جیسا کہ شروع میں عرض کیا تھا کہ مذاہب اور ان کو ماننے والی قومیں اس وقت وہ چار مشہور تھیں۔ یہود، عیسائی، آتش پرست اور ہندو۔ ہندوستان کے متعلق بھی علامہ پروفیسر سید ابوظفر ندوی نے تاریخ گجرات میں ہندوستان کا تفصیلی حال لکھا ہے۔ہم نے مشائخ احمد آباد میں بھی ان کی ریسرچ سے فائدہ اٹھایا۔اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ 'قرین قیاس یہی ہے کہ ہندوستان کے بت پرست کے سربراہ راجہ مالی بار کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی تھی'۔فرماتے ہیں کہ 'یوں تو عرب اور ہند کا تعلق تجارتی طور پر برسوں سے تھا لیکن خاص مسلمانوں کی آمد خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے شروع ہوگئی تھی۔فرماتے ہیں کہ 'تحفۃ المجاہدین کی روایت اگر صحیح مان لی جائے تو دعوت اسلام عہد نبوی میں راجہ مالی بار کو پہنچ گئی تھی'۔

تحفۃ المجاہدین یہ سید زین العابدین شوستری کی تصنیف ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سفرائے ایران میں سے تھا، جو کریم خاندان زن نے حیدر علی کے خط کے جواب کے ساتھ

بھیجے تھے۔لیکن یہ میسور میں مقیم ہوگیا۔ یہ ترکی سے بھی واقف تھا۔ بہت سی مصطلحات اس نے ترکی کی اختیار کی تھیں۔اس کے لیے استشہاد کے طور پر طبری کی تیسری جلد کے صفحہ ۱۵۶ کی ایک روایت سے بھی استشہاد کیا جاسکتا ہے کہ قبیلہ بنو حارث جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ ۱۰ھ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ان کو دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ 'یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں'۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ کی صحبت میں رہے تھے۔ اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق یہ جملہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ 'جو ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں'۔تب عرض کیا گیا کہ یار سول اللہ یہ بنو حارث بن کعب ہیں۔ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا اور کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ پڑھا۔

جیسے سرور کائنات فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہندوستانیوں کی شکلیں پسند آئیں اور کسی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں'۔ہم اپنی ہیئت اور اپنا حال ایسا بنائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نظر شفقت سے دیکھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں کوئی جگہ ہمیں مل جائے۔

ماہ مبارک منوانے کا وقت ہے کہ مالک سے ہم منوالیں کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوجائیں۔ ہم نے تو اپنے منحوس اعمال بھیج بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے ناراض کر رکھا ہے،خفا کر رکھا ہے،انا للہ۔اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش رہیں اور ہمیں ایسے اعمال کی توفیق ہو کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے تکلیف نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ہمیں بھی جگہ ملے جیسے یہاں اس روایت میں فرمایا۔

امام سراج محمد بن اسحٰق بن ابراہیم

نیشاپور کے ایک شیخ امام سراج محمد بن اسحٰق بن ابراہیم ہیں۔ انہوں نے اپنا حال بیان کیا کہ میری ولادت ۲۱۸ھ کی ہے۔ اور میں نے سید الاولین والآخرین، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارہ ہزار دفعہ قرآن ختم کیا۔ کتنی دفعہ؟ بارہ ہزار دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ختم کیا۔ جو اپنے لئے یا کسی دوست، رشتیدار کو ایصال ثواب کیا ہوگا، الگ پڑھا ہوگا، اور وہ کتنا ہوگا؟

آگے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارہ ہزار قربانیاں ذبح کیں، بارہ ہزار جانور ذبح کیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، اور اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے پہنچایا۔ یہ تو ان کا خود بیان ہے۔ محمد بن احمد دقاق ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام سراج کو دیکھا کہ وہ ہر ہفتہ، یا مشکل سے دو ہفتے گذرتے ہوں گے کہ ایک بکری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح فرماتے اور اس کا گوشت محدثین کے یہاں، علمائے حدیث کے یہاں بھجواتے تھے۔

اس طرح کی محبت میں اقتداء کرنا چاہیئے کہ وہ کتنا کچھ کر کے گئے اور ہمارا حال کتنا گرا ہوا ہے ان کے مقابلہ میں۔ اس کا موازنہ ہمیں کرتے رہنا چاہیئے کہ انہوں نے ہر ہفتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمادیا کہ بکری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نے بطور ثواب کے پہنچائی اور بارہ ہزار قرآن کریم ختم کیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کتنا انتظار ہوگا اور ایسے لوگوں کے لیے تو جلدی بلانے کے بجائے دنیا میں زیادہ دیر رہنا ہوتا کہ دنیا والوں کے لیے عذاب سے سایہ رہیں، فتنوں سے سایہ رہیں۔

اپنی عمر کے متعلق انہوں نے خواب دیکھا کہ بہت ساری سیڑھیاں ہیں اور میں چڑھ رہا ہوں، ایک، دو، تین، گن رہے ہیں۔ ننانوے سیڑھیاں ہیں۔ اوپر تک پہنچے اور جب ننانوے سیڑھیوں پر پہنچے تب آنکھ کھلی۔ اس کی تعبیر دی گئی کہ ننانوے سال کی عمر میں تھے، عمر کا ننانواں

سال ہے اور وفات پا گئے۔ کہ یہ ان کی عمر کے سال بتائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں بھیجا، جو بھی نعمتیں دیں ان کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے اور انہیں وصول کرنے کی توفیق فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۲ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اللہ عزوجل سے مبارک گھڑیوں میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ صدیقی نسبت کا کوئی حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس طرح قربانیاں پیش کیں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لاتے ہی کفار میں جا کر کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سب سے پہلے شاگرد، تلمیذ، اطاعت گذار اور اسلام قبول کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جو کفار نے حال کیا۔ یہاں تک کہ بنوتیم ان کو مردہ سمجھ کر اٹھا کر کے لے کر گئے کہ اب یہ تو جانبر نہیں ہوسکتے۔ کپڑے میں اٹھا کر کے، سامان کی طرح لے گئے۔ جب ہوش آیا تو پہلا سوال کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

اللہ تعالیٰ اس صدیقی نسبت کا کوئی حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری ہمیں پڑھنے کی توفیق دے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا جذبہ قربانی کا عطا فرمایا تھا، کیا فدائیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر ان کو عطا فرمائی تھی کہ جیسے ہی ذرا سے ٹھیک ہوئے، چلنے لگے کہ حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اسلام میں داخل کروایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انہیں لے جا کر پیش فرمایا، انہوں نے کلمہ پڑھا اور کتنا اونچا مرتبہ پایا۔ خود تو صدیقیت کا مرتبہ پا گئے اور یہ چاروں بزرگ ہمارے عشرہ مبشرہ میں سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے مولیٰ کو راضی کرلیں۔

پھر مسلسل لگے رہے اسی میں، حالانکہ آپ مکہ کے بہت بڑے تاجر تھے، آپ کا بہت بڑا منصب تھا۔ پورے مقدمات کے فیصل آپ تھے، جج مکہ والوں کے آپ تھے۔ نہ کسی مال ومنال کا کچھ سوچا، نہ منصب کو سوچا، نہ اپنی جان کو سوچا۔ سب کچھ قربان کردیا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں۔ نذرانے کے طور پر پیش کردیا۔ پھر مسلسل جن کو بھی دیکھتے کہ انہیں کفار ستا رہے ہیں، اگر وہ غلام ہیں تو انہیں لے کر آزاد فرمایا۔ سات حضرات کو آپ نے ان مظالم سے خلاصی دلوائی، نجات دلوائی۔ یہی قربانی تھی۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے تو پنی زمین پر خود مسجد بنائی۔

ہر جگہ ساتھ ساتھ

اسی کا صلہ ملا کہ یارِ غار بنے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے یہاں یار بنایا، غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر ہجرت کے رفیق بنے، سب سے پہلی جنگ بدر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ساتھ عریش میں انہیں رکھا۔ جب حج فرض ہوا، سب سے پہلے امیر الحج حضرت صدیق اکبر بنائے گئے۔ پھر تو کیا تھا جس دن سے، سینتیس برس کی عمر میں جب سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت اسلام کی تھی، اس وقت سے لے کر ہر جگہ ساتھ ساتھ تھے۔

اسی لئے صحابہ کرام میں سے کئی ایک حضرات سے یہ روایت ہے کہ ہم دیکھا کرتے تھے کہ 'خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ، ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ' کہ ہر جگہ ساتھ ساتھ تھے۔ اسی قربانی کا نتیجہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی پر، مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوصال میں سترہ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پڑھائیں۔

ایک انوکھی نماز

ایک نماز تو بڑی انوکھی تھی، بڑی پیاری تھی کہ دوشنبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ ایک روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ظہر کی نماز میں امامت فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں آکر شامل ہوئے اور یہ پیچھے ہٹے۔ آدھی نماز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت کو پڑھائی، اور آدھی نماز ظہر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو پڑھائی۔ کتنی مبارک ہے وہ نماز، کتنے خوش قسمت وہ صحابہ جو اس نماز کے مقتدی تھے۔

آخری نماز میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل وجان سے خوش ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں، پیر کی صبح پردہ ہٹا کر نظارہ فرما رہے ہیں مسجد شریف میں فجر کی نماز کا کہ حضرت صدیق اکبر امام ہیں، پیچھے صحابہ کرام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا یہ منظر دیکھ کر۔ پھر پردہ بند کر دیا گیا اور چند گھنٹوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت اس عالمِ زیریں سے عالمِ بالا کی طرف، ملاء اعلیٰ کی طرف سفر فرما گئے۔ اللہ عزوجل ہم سے خوش ہو، سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ہم سے خوش رکھے۔ ہمارے جب اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایذاء رسانی کا سبب نہ بنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہم سے نہ دکھے۔

خلیفۂ رسول اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تو بے مثال کارنامے آپ کے ہیں۔ جتنا استحکام بعد میں ہوا، جتنی فتوحات ہوئیں، سب کی اساس و بنیاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

وصالِ نبوی کے بعد کے جو دو تین دن تھے بڑے اہم تھے۔ چاروں طرف سے یلغار تھی۔ کئی ایک مدعی نبوت کھڑے ہو گئے، سجاح، طلحہ، اسدی، مسیلمہ اور ان سب نے ہزاروں کی تعداد میں فوج اکٹھی کر لی کہ اسلام کو ہم ختم کر کے چھوڑیں گے۔ ادھر منافقین نے جو نقاب ڈال رکھا تھا نفاق کا، وہ اتار کر پھینک دیا۔

اس لئے صحابہ کرام کی رائے تھی کہ خدارا یا خلیفۃ رسول اللہ! ۔صرف ایک ہی خلیفہ کو یہ لقب اللہ کی طرف سے مقدر تھا 'خلیفۃ رسول اللہ'۔ پھر بعد میں تبدیل ہو گیا 'امیر المؤمنین' کی طرف۔ خلیفۃ رسول اللہ! آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر کہیں نہ جایئے یہیں رہئے۔ خود مدینہ منورہ خطرہ میں ہے، باہر جانا مناسب نہیں ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی سے ساری عمر میں کبھی کوئی ڈانٹ نہیں سنی ہوگی۔ ایسی ڈانٹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سنی کہ 'أَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْإِسْلَامِ؟' کہ جاہلیت میں تو دندناتے پھرتے تھے اور اسلام میں اتنے بزدل؟

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فوج

پھر تو اصرار کرنے کے بجائے وہ خوشامد کرتے تھے کہ ابھی چند دن موقوف کر دیں حضرت اسامہ کے لشکر کو۔ صاف جواب ملا کہ 'سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھنڈا اسامہ کے حوالہ کیا ہے کیا میں اسے لپیٹ کر رکھ دوں؟' اور دنیا نے دیکھا کہ دنیا کی کوئی فوج اتنے دور کے علاقہ میں جا کر اور لڑ کر بغیر کسی نقصان کے جو واپس آئی ہے تو دنیا کی، انسانیت کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ہے۔ حالانکہ ہر تین افراد پر ایک گھوڑا تھا، بے مثال یہ طویل سفر ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مکہ مکرمہ کا وصال ہوا اور ادھر حضرت گنگوہی قدس سرہ کو صدمہ نے بیمار کیا ہے۔ کیسا بیمار کیا؟ اسہال شروع ہو گئے۔ اب اسہال میں دستوں کے بجائے خون آ رہا ہے اور اسی حال میں باہر بھاگ گئے، جنگل کی طرف نکل گئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا صدمہ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ چند مہینے زندہ رہے۔ یہ زمانہ اتنا طویل نہیں ہے کہ جسے گن کر کہیں کہ سالوں تھے۔ لیکن بیمار بن کر نہیں، عشاق تو پڑے رہتے ہیں، روتے رہتے ہیں، تکیہ پر سر رکھ کر آنسو بہاتے رہتے ہیں اور انہوں نے ایک کے بعد ایک زبردست کارنامے انجام دیئے۔ کیا مدعیان نبوت کو ٹھکانے لگایا، کیا منافقین کو ٹھکانے لگایا، کیا گھر کے دشمنوں کو، علاقہ کے دشمنوں کے دماغ ٹھیک کیئے۔

فتح عراق

ادھر جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھیج کر ابتداء فرمائی تھی اسے اتمام تک پہچانے کی ٹھان لی آپ نے۔ اور عراق کو فتح کرنے کے لیے جو آپ نے تدابیر اور جو حکمت عملی اختیار فرمائی اس کی بھی دنیا میں فوجی نظم وضبط میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس سے پہلے کوئی ایسے انتظامی امور آپ کی طرف سے دیکھے بھی نہیں گئے تھے کہ کہا جائے کہ سالہا سال کے تجربے کے بعد، ساری عمر لگا کر جو انسان کام انجام نہیں دے سکتا، وہ آپ نے انجام دیا۔

آپ نے عراق کو فتح کرنے کے لیے جو فوج بھیجی اس میں پانچ حضرات کو منتخب فرمایا اور پانچوں کو الگ الگ بتایا کہ کیا کام کرنا ہے، تمہیں کہاں رہنا ہے، تمہارے نیچے کون ہوں گے اور تمہیں کس طرح پیش قدمی کرنی ہے، تمام جزئیات تک ان کو ایک ایک سمجھائی ساری کی ساری۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ جس کام کے لیے کئی دہائیاں درکار تھیں، آناً فاناً اسے نمٹایا۔ چند دنوں میں سارا علاقہ آپ نے فتح فرمالیا اور شام کی فتح کی ایک مضبوط بنیاد ڈال دی۔ اس کا ایک اچھا خاصا علاقہ آپ نے فتح فرمایا اس کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان علاقوں کی فتوحات کے علاوہ سب سے بڑا کارنامہ جو قیامت تک کے لیے آپ نے انجام دیا وہ قرآن کریم کی تجمیع اور قرآن کریم کو مصحف کی شکل میں جمع کر کے امت کو دے کر گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امت کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا

فرمائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سب سے پہلے خادم نے، سب سے پہلے مرید اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے سپاہی نے وہ مثال قائم کردی کہ آگے صحابہ کرام نے اس سیمپل اور نمونہ کو خوب اپنایا۔

حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا خواب

صحابہ کرام میں حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ایک خواب دیکھتے ہیں۔ ابھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہیں ہوئی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ 'كَأَنَّ ظُلْمَةً غَشِيَتْ مَكَّةَ فَلَمْ يُبْصِرُ بِهَا سَهْلاً وَلاَ جَبَلاً ثُمَّ رَأىٰ نُوْرًا' کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ پر ایک ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی ہے، گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ نہ کوئی زمین نظر آتی ہے نہ کوئی پہاڑ نظر آتا ہے۔

اتنے میں وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ زمزم سے ایک نور بلند ہوا جس طرح کوئی چراغ ہو۔ پھر وہ بلند ہوتا چلا گیا۔ اوپر جارہا ہے، اوپر جارہا ہے۔ اتنے میں ایک آواز سنائی دی 'فَسَمِعَ هَاتِفاً فِي النُّوْرِ'۔ اس نور میں سے ایک آواز آرہی ہے 'سُبْحَانَهُ، سُبْحَانَهُ هَلَكَ ابْنُ مَارِدٍ. سُبْحَانَهُ، سُبْحَانَهُ بُعِثَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ، سُبْحَانَهُ، سُبْحَانَهُ كَذَّبَهُ اَهْلُ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ فَتُعَذَّبُ مَرْتَيْنِ وَتُهْل رحمة الله عليه كُ فِي الثَّالِثَةِ وَأَعْلَىٰ النُّوْرُ'۔ کہ زمزم کے کنویں سے، ادھر تو وہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ادھر زمزم سے ایک نور بلند ہوتا چلا گیا اور اس نور میں سے آواز آرہی ہے کہ یہ طاغوتی طاقتوں کا دور ختم 'بُعِثَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ' نبیٔ اُمی کی بعثت ہوگئی جنہیں مکہ والے جھٹلائیں گے اور دو دفعہ تو عذاب پائیں گے اور تیسری مرتبہ میں ہلاک ہوں گے۔

اور وہ نور اور بلند ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ خالد بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے اس نور کی روشنی میں مکہ مکرمہ سے میں یثرب اور مدینہ طیبہ کی کھجور کے درخت دیکھ رہا ہوں کہ کھجور کے خوشے ان درختوں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ خالد بن سعید اپنے بھائی کے پاس آتے ہیں اور

اپنے بھائی عمرو بن سعید کو یہ خواب سناتے ہیں کہ میں نے یہ خواب دیکھا کہ تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ آپس میں ان دو بھائیوں کی بنتی تھی۔ انہوں نے جب خواب سنایا، عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو کوئی بہت اچھا واقعہ بنو عبد المطلب میں پیش آنے والا ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا دخول اسلام

یہ دونوں خالد اور عمرو تجارت میں بھی سہیم اور شریک تھے۔ ایک سال ایک بھائی مکہ مکرمہ میں مقیم رہتا اور دوسرا جاتا شام کی طرف۔ باری باری شام کی طرف دونوں کا سفر شروع ہوتا تھا۔ ادھر خالد بن سعید بن عاص مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور ان کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص وہ شام کے سفر پر تجارت کے لیے گئے ہوئے ہیں کہ ادھر **بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا فَاٰمَنَ بِهٖ خَالِدٌ**۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا، خالد بن سعید ایمان لے آئے اور جیسے ہی انہوں نے سنا کہ میرے بھائی راستہ میں ہیں، مکہ مکرمہ پہنچنے والے ہیں، یہ بھاگے ہوئے رستہ میں جا کر ان سے ملے۔

عمرو بن سعید بن عاص کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ پہلے سے کوئی دستور نہیں تھا اتنی دور آ کر ملنے کا، یہ پہلے سے کیسے پہنچ گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا کوئی بات پیش آئی ہے؟ **فَهَلْ حَدَثَ حَادِثٌ**؟ خالد نے جواب دیا کہ واقعہ جو پیش آیا وہ خیر ہی ہے۔ پھر جب تنہائی ہوئی، تنہائی میں خالد نے پہلے بتایا کہ وہ خواب تمہیں یاد ہے جو میں نے تمہیں سنایا تھا؟ ان کو یاد آیا وہ خواب۔ کہا کہ اس کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔ '**قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ نَبِيًّا يَدْعُوْاِلَى اللّٰهِ**' ۔ کہ اللہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اور آپ کی دعوت شروع ہے۔ خالد نے کہا کہ میں تو ایمان لے آیا ہوں، عمرو نے کہا کہ میں بھی ایمان لے آیا۔ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے لیکن **يَكْتُمَانِ اِيْمَانَهُمَا**۔ کہ دونوں ایمان میں تو داخل ہو گئے، اسلام میں داخل ہو گئے مگر وہ چھپاتے رہے۔

سعید بن عاص

اتنے میں ایک دن ان کے ابا سعید بن عاص بیمار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ کیا خلق نبی تھا کہ تمام جاہلیت کے سرغنوں سے یہ امید رکھتے ہوئے کہ میرے ان اخلاق سے متاثر ہوکر یہ ایمان لے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے ان دونوں کے ابا سعید بن العاص اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کپڑا کا ٹکڑا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔

تھوڑی دیر میں سعید بن العاص کو ہوش آیا، آنکھ کھولتے ہی نفرت کے کلمات کہتا ہے کہ 'تم وہی تو ہو جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے عقلمندوں کو بے وقوف بتاتے ہو۔ اگر اللہ سعید کو اس بستر سے، بیماری سے اٹھائے گا تو میں تمہیں مکہ سے جلاوطن کر کے چھوڑوں گا۔ یہاں سے تمہیں نکال دوں گا اور تمہیں جلاوطن کر دوں گا'۔

اب سعید کے دونوں بیٹوں نے، خالد نے اور عمرو نے یہ سنا۔ خالد بن سعید کی گود میں اپنے باپ کے پیر تھے اور عمرو بن سعید کی گود میں سر تھا۔ دونوں نے جھٹک دیئے۔ اس نے باپ کا سر زمین پر دے مارا اور انھوں نے زمین پر پیر پھینک دیا اور بددعا دیتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کہ اللہ تجھے اس بستر سے نہ اٹھائے اور تو اسی میں مر جائے، سڑ جائے۔ اسی وقت باپ کے سامنے ہی علانیہ اقرار کیا کہ 'یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ آمَنَّا بِکَ وَصَدَّقْنَاکَ'۔

ماں باپ کی تعظیم تکریم کا حکم تو ہے، ان کے ساتھ ہمدردی اور مواسات کا حکم تو ہے اگرچہ وہ کافر مشرک ہوں لیکن یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ میرے سرکار کی میرا باپ توہین کرے ہمارے سامنے؟ سر زمین پر پٹخ دیا اس کا اور اسے بددعا دی کہ 'لَارَفَعَکَ اللّٰہُ' اللہ تجھے اس موت کے بستر سے نہ اٹھائے۔ ان کی یہ آواز عرش پر پہنچ گئی آیت اتری 'لَاتَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ' ۔ پھر یہ باپ ٹھیک ہوگیا،

اس نے دونوں کو قید میں ڈال دیا اور ان پر ظلم ڈھاتا تھا۔ پھر سعید جب زیادہ بیمار ہوا، اس نے کہا کہ میری زمین ضریبہ جو طائف کی طرف ہے، اس کی طرف مجھے لے جاؤ، وہاں جا کر وہ مر گیا۔

خالد بن سعید کے بھائی ابان بن سعید نے اس کا مرثیہ کہا جس میں اپنے باپ کو یاد کرتا ہے، خالد بن سعید نے اس مرثیہ کا جواب دیا اور کہا ’فَدَعْ عَنْکَ مَیِّتًا قَدْ مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ‘ کہ جہنم کی طرف اس نے راستہ بنایا ہے، جہنم کی طرف وہ گیا ہے اس کو تو کیا یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی ایمانی غیرت ہمیں بھی نصیب فرمائے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق ہماری نسلوں میں قیامت تک باقی رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے، اعتکاف کو قبول فرمائے اور اعتکاف کے لیے ہمیں بھی اس کی توفیق ارزاں فرمائے۔ ان مبارک ایام کی امت کی دعائیں ان کی آہوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل گفتگو چل رہی تھی کہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس طرح ایمان کی خاطر مصائب برداشت کئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرح ساتھ دیا۔ اور سب کچھ اپنا جان، مال سب کچھ لٹا دینے کے باوجود بھی اس کو بارگاہِ رسالت میں ایک حقیر نذرانہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ میں تو بارگاہِ رسالت کا حق نہیں ادا کرسکا۔

یہ قربانی مالک کو اتنی پسند آئی، اتنی پسند آئی کہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے انبیاء آئے ان انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اگر کسی شخص کا مرتبہ ہے، وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اعلیٰ ترین منصب حضرت صدیق کو ملا کہ صداقت کی خاطر، انہوں نے تصدیق کی خاطر سب کچھ لٹا دیا۔

منصبِ صدیقیت

'فَأُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ' ۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے پہلا ذکر صدیقین کا ہے۔ کہ نبوت کے منصب کے بعد اگر کوئی منصب ہے تو صدق اور صدیقیت کا منصب ہے۔ اور صدیقین کے رئیس اور اس فہرست میں سب سے ٹاپ اور اوپر ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قربانیاں مالک کو اتنی پسند

آئیں۔ اور کیوں نہ آئیں کہ انہوں نے سرکار کو کس قدر پہچانا! اور ہم نے تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں کہ ہم حق ادا کر پائیں کاش کہ ہم پہچان لیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور کلمہ طیبہ کے بعد سب سے پہلے نماز فرض کی گئی۔ لیکن جب مدتوں کے بعد حج کا فریضہ آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حج کے لیے امیر الحج بنا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان منزل پر ہیں۔ ساتھیوں نے دیکھا کہ اب تک تو بالکل نارمل تھے، معمول کے مطابق تھے اور اچانک دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر پریشان ہیں۔ کھڑے ہوگئے چاروں طرف گھوم رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں جیسے کسی چیز کی طرف دھیان جا رہا ہے۔ ساتھیوں کے پوچھنے پر فرمایا کہ میں آقائے نامدار، سید الاولین، امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری قصواء یا عضباء کے پیروں کی ٹاپ سن رہا ہوں۔

سواری کی ٹاپ

گھوڑا کی ٹپ ٹپ آواز ہوتی ہے، لیکن وہ بھی ریگستان میں سنائی نہیں دے گی ریت میں کیسے ٹاپ ٹاپ ہوگا۔ اور اونٹ کے پیروں کے نیچے تو گدی جیسی، سپنج جیسا ہوتا ہے۔ اس میں کیسے آواز ہوگی؟ اللہ اکبر! اور کتنی ہوگی اگر آواز ہے۔ لیکن صدیق اکبر سن رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرے آقا کی سواری کے چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ سب سننے کی کوشش کر رہے ہیں کیسے آواز آرہی ہے، کہاں سے آرہی ہے۔ بہت دیر کے بعد جب دور سے، مدینہ منورہ کے رستہ پر سب کی نگاہیں تھیں کہ ادھر سے کوئی آرہا ہوگا اور مکہ مکرمہ کی طرف نگاہیں تھیں کہ ادھر رستہ جاتا ہے ادھر سے کوئی آرہا ہوگا۔ جب کسی شخص کی شبیہ دور سے نظر آئی تب سب کو یقین ہوگیا کہ ہمارے امیر الحج، ہمارے قافلہ کے امیر صحیح فرما رہے ہیں کہ کوئی آ تو ضرور رہا ہے۔

کون ہے؟ جب قریب پہنچے، دیکھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری ان کو عطا فرمائی تھی کہ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا امیر بنا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ اس کے بعد جب سورۃ البرأۃ اور سورۃ التوبۃ کی آیتیں اتریں، 'فَسِيۡحُوۡا فِى الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ' کی جو مہلت دی گئی تھی مکہ اور اطراف والوں کو تو یہ اعلان کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا۔

عشق و محبت کی داستانیں تو بہت سنی ہوں گی کہ ہمارے ایک دوست کی اہلیہ، ٹنل (tunnel) میں جو حادثہ ہوا تھا مکہ مکرمہ میں، اس میں شہید ہوگئی تھیں۔ وہ روتے ہوئے اپنی اہلیہ مرحومہ کو یاد کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ وہ میرے کپڑے سونگھا کرتی تھی کہ تمہاری خوشبو مجھے اچھی لگتی ہے۔ ایسی لاکھوں داستانوں میں ایسی داستان کب کسی نے سنی ہوگی کہ محبوب کی سواری کے پیروں کی ٹاپ کو بھی میں پہچانتا ہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کتنی دیر پہلے ساتھیوں سے کہا تھا کہ میں آقا کی سواری کی ٹاپ سن رہا ہوں۔ اس لئے میں بے چین ہوں کہ آقا تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن جب دیکھا دور سے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں تب جا کر کچھ سانس تھما ہے، اطمینان ہوا ہے۔

اور جیسے ہی ملاقات ہوئی تو سلام مصافحہ کے بعد پہلا سوال 'امیر یا مأمور؟' کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا تو علی الرأس والعین۔ یہ خلافت کا مسئلہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے غدیرخم پر، غدیرخم کے خطبہ میں یہ کلمات فرمائے گئے تھے، یہ فرمائے گئے تھے۔ ان سب کا جواب اس میں ہے 'اَمِيۡرٌ اَوۡ مَأۡمُوۡرٌ؟'۔ جن کی دیانت کا یہ حال ہو، وہ خلافت کسی کا حق ہو اس پر قبضہ کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جب سبھی کچھ قربان کر دیا تھا آقا کے لیے، یہ خلافت کیا چیز تھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے۔ اور کیوں لوگوں کے کہنے پر بھی اپنا دست مبارک دراز فرماتے۔

جس طرح گذشتہ کل بتایا تھا کہ سترہ نمازوں میں امام بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آخری نماز میں دیکھ کر کہ میرا صدیق ہی مصلی پر ہے وہی امام ہے، مرض الوصال چند گھنٹوں پہلے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسرور ہوئے، اتنے مسرور ہوئے کہ تبسم دیکھا

گیا چہرۂ انور پر۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ 'مأ مور'۔ میں تو آپ کا خادم بن کر آپ کے ساتھ رہوں گا۔

پھر آگے تفصیل سنائی کہ یہ آیات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں، اس کا حج کے اجتماع میں جگہ جگہ، خیموں میں ہر جگہ اعلان کرنا ہے۔ 'وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ' یہ آیات۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ سارے دوسرے خدام بھی شریک ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ یہ آیات سناتے اور اعلان کرتے۔

جو اشکال کسی کو پیش آتا ہے، کسی کلام کا مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے، یا کسی آیت کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے، وہ تو جب کبھی تشفی کر دی جائیگی، وہ اشکال ختم ہو جائے گا۔ لیکن جو دسیسہ کاریوں کے ذریعہ ملت اسلام کی بنیاوں کو ہلانے کے لیے جو دسیسہ کاریاں کی گئیں ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی کہ باہر سے جو لوگوں کو trained کر کے بھیجا جاتا ہے۔ اور جو فتنے پھیلائے جاتے ہیں، ان کی بنیاد تو اشکال نہیں ہوتا، دلائل مطلوب نہیں ہوتے، اس کا جواب مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا ہدف کا تو عمارت کو گرانا ہی ہوتا ہے۔

عمدة التحقيق في بشائر آى الصديق

قریب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صداقتِ صدیق اور رفض و شیعیت پر کام کر گئے ہیں۔ پھر شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کھول کر انہی دلائل کو اور وضاحت سے بیان فرمایا۔ عرب حضرات کے لیے مالکیہ میں سے ایک بزرگ ہیں 'ابراہیم بن عامر عبیدی'۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی 'عُمْدَةُ التَّحْقِيْقِ فِىْ بَشَائِرِ آىِ الصِّدِّيْقِ'۔

وہ کتاب ہی شروع کرتے ہیں اس طرح کہ 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، نَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ عَلَى التَّصْدِيْقِ بِمَا أَفَضْتَهُ مِنْ فَيْضِ فَضْلِكَ عَلٰى اٰلِ الصِّدِّيْقِ'۔ کہ اے

خدا! ہم تیرے شکر گذار ہیں، تیری حمد بیان کرتے ہیں کہ تو نے ہم پر بڑا احسان فرمایا کہ آل صدیق پر تیرے فیوضات ربانیہ کو بطورِ خاص برسایا۔ 'وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سُلْطَانِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ'۔

اس کے بعد اس کتاب کا نام اور اس کی تصنیف کی وجہ بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر نے 'الصواعق المحرقہ' لکھی، کسی رافضی نے اس کا جواب دیا 'البجار' کے نام سے۔ اس کے جواب الجواب کے طور پر گویا انہوں نے اس کتاب کی تصنیف شروع فرمائی 'عمدۃ التحقیق'۔ اس میں آیات کے ذریعہ، تفاسیر کے ذریعہ، مفسرین کے اقوال کے ذریعہ جواب دیا کہ دیکھو فلاں، فلاں آیات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے بطور خاص یہ آیات ان کی شان میں نازل ہوئی۔ ان کا سبب نزول، شان ورود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔

مثلاً 'وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ'، انسان سے مراد انسان کامل بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر مراد ہیں۔ اسی طرح 'رَبِّ أَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰی وَالِدَيَّ'، یہ جو انسانِ کامل اور ان کے والدین اور ان کی ذریت اور آگے دعا ہے 'وَاَصْلِحْ لِیْ ذُرِّیَّتِیْ' ان تمام سے مراد آل صدیق ہیں۔ ان پر یہ فیض ربانی ہے اور مالک کی طرف سے کتنا بڑا صلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان قربانیوں کا ملا۔ اور کیوں نہ ملتا؟ میں نے عرض کیا کہ اس عشق و محبت کی داستان کو پڑھئے کہ صحرا میں ریت پر چلتی ہوئی اپنے محبوب کی سواری کی ٹاپ سن رہے ہیں اور اس کو پہچان رہے ہیں اور میلوں دور سے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ضبہ بن محسن عنزی

اسی لئے ایک قصہ پیش آیا۔ ضبہ بن محسن عنزی بصرہ میں ہیں اور بصرہ کے امیر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں، جیسے کہ

ابھی آپ نے شیخ ابراہیم صاحب عمدۃ التحقیق کی کتاب کا خطبہ سنا کہ اللہ کی حمد وثنا، اسی طرح وہ اللہ کی حمد وثنا فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود وصلوۃ وسلام پیش کرتے۔ تیسرے درجہ پر 'وَثَنّٰی یَدْعُوْ لِعُمَرَ'۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی عادت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لے کر بطور خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے خطبہ میں دعا فرماتے۔

اس پر انہیں اشکال ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تو سب سے اونچا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اگر ذکر کرنا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تو جو خلافت کی ترتیب ہے اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لیا جائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لایا جائے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ 'فَغَاضَنِیْ ذٰلِکَ مِنْہُ'۔ مجھے ان کی طرف سے یہ سن کر طیش آ گیا۔

کہتے ہیں کہ میں نے جرأت کر کے ہمارے گورنر، ہم سب کے امیر، بصرہ کے امیر ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کہ اَیْنَ اَنْتَ عَنْ صَاحِبِہٖ بِفَضْلِہٖ عَلَیْہِ؟ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو فضیلت میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ کہاں گئے ان کو آپ یاد نہیں فرماتے؟ کہتے ہیں کہ کئی جمعہ تک ان کا یہی حال رہا اور میں ان پر اشکال کرتا رہا۔ آخر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے میری شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محسن میرے خطبہ پر اشکال کرتے ہیں۔ اب ان کی طلبی ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بھیجو۔

کہتے ہیں کہ میں دروازے پر پہنچا اور میں نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے۔ مجھ سے پوچھا 'مَنْ اَنْتَ؟ آپ کون ہو'، میں نے عرض کیا کہ ضبہ بن محسن۔ غصہ میں فرمانے لگے کہ 'فَلاَ مَرْحَبًا وَلاَ اَھْلاً'۔ اھلا وسھلا ومرحبا کے بجائے فرمایا کہ 'فَلاَ مَرْحَبًا وَلاَ أَھْلاً'۔ اب یہ بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ قصہ سارا معلوم ہوگا، میں win ہو جاؤں گا۔ اس

نے ان کو جری کر دیا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کون جرأت کر سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا کہ 'فَلاَ مَرْحَبًا وَلاَ أَهْلاً'، کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مرحبا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اہل، تو نہ میرے پاس مال ہے اور نہ اہل۔ ان باتوں کو چھوڑیئے اور مجھے جس کام کے لیے آپ نے بلایا وہ کام مجھے بتایئے۔ 'فِيمَ اِسْتَحْلَلْتَ اِشْخَاصِيْ مِنْ مِصْرِيْ بِلَا ذَنْبٍ أَذْنَبْتُ وَلاَ شَيْءٍ أَتَيْتُ؟'. کہتے ہیں کہ میں نے نہ کوئی گناہ کیا نہ کوئی حرکت کی، مجھے وہاں سے یہاں کیوں بلایا گیا؟

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سوال فرمایا کہ تمہارے امیر کے درمیان اور تمہارے درمیان کیا جھگڑا چل رہا ہے؟ اب انہوں نے عرض کیا کہ 'اَلْآنَ أُخْبِرُكَ يَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ' اب میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ کیا پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ 'كَانَ اِذَا خَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَنّٰى يَدْعُوْ لَكَ، فَغَاضَنِيْ ذٰلِكَ مِنْهُ' کہ وہ حمد وثنا کے بعد، صلوۃ وسلام کے بعد آپ کا نام لیتے ہیں اور آپ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ میرے لئے یہ چیز تکلیف دہ ہے اور میں نے ان سے پوچھا ہے کہ 'اَيْنَ اَنْتَ عَنْ صَاحِبِهٖ بِفَضْلِهٖ عَلَيْهِ'۔ انہوں نے آپ کو لکھ دیا۔ میری شکایت آپ تک کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو دھتکار رہے تھے کہ فَلاَ مَرْحَبًا وَلاَ أَهْلاً۔ اور اب 'فَانْدَفَعَ عُمَرُ رضی الله عنه بَاكِيًا وَهُوَ يَقُوْلُ اَنْتَ وَاللّٰهِ اَوْفَقُ مِنْهُ وَاَرْشَدُ'۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جیسے ہی قصہ کے دونوں پہلو سامنے ہوتے۔ جو شاکی ہوتا تھا اس نے جو کچھ لکھا اس کا اثر طبیعت پر ہوتا تھا مگر جیسے ہی پوری داستان سنتے تو فوراً حق، سچ اور صداقت کے سامنے جھک جاتے۔ 'فَانْدَفَعَ عُمَرُ رضی الله عنه بَاكِيًا'۔ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اے ضبہ! اللہ کی قسم تم اس مسئلہ میں اللہ کی طرف سے موفق ہو اور اللہ کی طرف سے صحیح بات کی طرف تمہاری رہنمائی کی گئی، صداقت اور حق کی طرف تمہیں رستہ دکھایا گیا۔ اَنْتَ وَاللّٰهِ اَوْفَقُ مِنْهُ وَاَرْشَدُ۔

اب معافی مانگتے ہیں۔ معافی بھی کتنے پیارے انداز میں۔ 'فَهَلْ أَنْتَ غَافِرٌ لِيْ ذَنْبِيْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ' ۔ کہ میں نے جو آپ کو ڈانٹا تو میرے اس جرم کو تم معاف کردو گے؟ اللہ تمہیں معاف کردیں گے۔ مجھے معاف کردو۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ 'غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' ۔ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ پھر روتے ہوئے انہوں نے ایک قصہ سنایا۔ ایک لمبی داستان سنائی۔

میں نے عرض کیا کہ وہ جیسے پوری بات سنتے اور پورا قصہ سامنے آتا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دم بدل جاتے۔ کہاں تو وہ ڈانٹ رہے تھے اور ڈانٹ کا انداز بھی 'فَلاَ مَرْحَبًا وَلاَ أَهْلاً' ۔ اور کہاں یہ 'ففَهَلْ أَنْتَ غَافِرٌ لِيْ ذَنْبِيْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ؟' کہ تم میرا گناہ معاف کردو گے؟ اللہ تمہیں معاف کردے۔ تب انہوں نے کہا 'غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ''۔

اللہ کرے ہمیں مالک سے اپنی مغفرت کرانے کی توفیق ہوجائے، مالک ہمیں معاف کردے۔ رمضان المبارک کی یہ مبارک گھڑی ہے ہم سب مالک کے سامنے اپنی مغفرت چاہتے ہیں۔ الٰہی ہم سب کی مغفرت کردے۔ الٰہی یہ رمضان المبارک گذرنے سے پہلے آج ہی آج مالک تو ہماری سب کی مغفرت فرمادے ورنہ ہم لٹ جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کی بد دعا پر آمین فرمائی ہے۔ اس فہرست میں ہمارا نام آجائے گا۔ اے اللہ! تو ہمیں اس سے بچالے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۴ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا محبوب، پیارا، دلآویز تذکرہ چل رہا تھا۔ اتنی اس میں دلآویزی، چاشنی ہے۔ ایک ایک پہلو انسان سوچے، پڑھے کہ کیسے اس امت کے سب سے پہلے مسلمان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کن حالات میں دیا۔

سب سے پہلے مسلمان

مدائنی لکھتے ہیں کہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حکیم ابن حزام کے ساتھ میری تجارت کی شراکت تھی۔ حکیم ابن حزام میرے پاس تھے اتنے میں حارث بن صخر پہنچے اور کہنے لگے کہ ہمارے گھر کی عورتیں کہتی ہیں کہ 'أَنَّ عَمَّتکَ تَزْعُمُ اَنَّ زَوْجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَرَ حَكِيْمُ ذٰلِكَ وَأَكَلُوْ وَانْصَرَفُوْا' ۔ کہ آتے ہی حارث نے کہا کہ ہمارے گھر کی عورتیں بیان کرتی ہیں کہ تمہاری پھوپھی خدیجہ کا دعویٰ ہے کہ میرے سرتاج اللہ کے پیغمبر ہیں۔ حکیم بن حزام نے اس کا انکار کیا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔

کہتے ہیں کہ جیسے ہی وہ کھا پی کر چلے گئے، میں سیدھا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں نے قصہ بیان کیا اور ساتھ اپنی طرف سے میں نے اس پر تبصرہ بھی کیا

کہ 'ھٰذَا اَمْرٌ لَایُقَارُّکَ عَلَیْہِ قَوْمُکَ'۔ کہ یہ جو حارث نے بیان کیا یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں آپ کی قوم آپ موافقت نہیں کرے گی۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'یَا اَبَابَکْرٍ! اَلَا اَذْکُرُ لَکَ شَیْئًا اِنْ رَضِیْتَہٗ قَبِلْتَہٗ، وَاِنْ کَرِھْتَہٗ کَتَمْتَہٗ' ۔ارشاد فرمایا کہ میں ایک بات کہنے جا رہا ہوں لیکن اس سے پہلے سن لو۔ اگر پسند آئے، قبول کرلو اور اگر پسند نہ آئے، کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور امر نبوت کے ابتدائی مراحل کے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائے۔ قرآن کریم اور بدء نبوت کے واقعات سنتے ہی میں نے عرض کیا کہ اَشْھَدُ اَنَّکَ لَصَادِقٌ وَاَنَّ مَا دَعَوْتَ اِلَیْہِ حَقٌّ وَاَنَّ ھٰذَا کَلَامُ اللّٰہِ'۔ تین جملے فرمائے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں 'لَصَادِقٌ'۔ اسی لئے صدیق اکبر، صدیق اکبر ہیں، انسانیت کے سب سے بڑے صدیق ہیں۔ دوسرا جملہ 'وَاَنَّ مَا دَعَوْتَ اِلَیْہِ حَقٌّ' کہ آپ جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں بالکل حق ہے، سچ ہے۔ 'وَاَنَّ ھٰذَا کَلَامُ اللّٰہِ' ۔کہ یہ جو آپ نے کلام سنایا، چند آیات سنائیں یہ انسانی کلام نہیں۔ یہ انسانی کلام ہو ہی نہیں سکتا یہ باری عزوجل کا کلام ہے۔

سب سے پہلی مبارک باد

کہتے ہیں کہ یہ میرے جملے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سنے، فَخَرَجَتْ۔ وہ نکل کر تشریف لائیں وَعَلَیْھَا خِمَارٌ اَحْمَرُ ۔سرخ اوڑھنی آپ کے سر پر تھی۔ 'فَقَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ یَا ابْنَ اَبِیْ قُحَافَۃَ' ۔سب سے پہلے انہوں نے مبارک باد دی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں کہ جن کو مبارک باد دیتے ہوئے اور شکر یہ ادا کرتے ہوئے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کیا فرماتی ہیں 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ یَا ابْنَ اَبِیْ قُحَافَۃَ'۔

تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اس کو بلاذری نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے ساتھی، بچپن کے دوست تھے۔ 'یُکْثِرُ غِشْیَانَهُ فِیْ مَنْزِلِهٖ' ۔ بکثرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لاتے اور ایک دوسرے کے حالات کا تبادلہ ہوتا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر نبوت کے ابتدائی واقعات ذکر کئے، انہوں نے بھی مشورہ دیا تھا کہ اپنے دوست سے ذکر کیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ غارِ حرا والا واقعہ دہرایا، انہوں نے مشورہ دیا کہ چلیں ورقہ بن نوفل کے پاس چلتے ہیں۔

بلاذری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حکیم بن حزام ساتھ ساتھ تھے تو حکیم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ 'اِنَّ عَمَّتَکَ خَدِیْجَةَ تَزْعَمُ' ، آپ کی پھوپھی خدیجہ کا دعویٰ ہے کہ 'اَنَّ زَوْجَهَا نَبِیٌّ مِثْلَ مُوْسیٰ' ان کے شوہر حضرت موسیٰؑ کی طرح نبی ہیں۔ 'فَقَدْ هَجَرَتِ الْاٰلِهَةَ' کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت خدیجہ نے بتوں کو بھی چھوڑ دیا، پرستش بھی چھوڑ دی۔

یہ سنتے ہی سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا اور اپنی طرف سے عرض کیا 'صَدَقْتَ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ وَاَهْلُ الصِّدْقِ أَنْتَ' کہ یہ جو آپ نے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ بالکل سچ ہے اس لئے کہ آپ کی تمام باتیں صدق وصداقت پر مبنی ہوتی ہیں، ان میں سے یہ بھی سچی ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔

بحیراء راہب

ہیثم فرماتے ہیں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بکثرت شام کا سفر تجارت کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں بحیرا راہب کے یہاں آپ نے منزل فرمائی۔ بحیرا آپ سے پوچھتا ہے کہ 'مِنْ اَیْنَ اَنْتَ؟' تم کہاں سے آئے

ہو۔'قَالَ مِنْ مَكَّةُ' ۔ جواب دیا کہ میں مکہ سے آیا ہوں۔اس مختصر گفتگو کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بجیرا راہب کی خانقاہ کے پاس آرام فرماتے ہیں۔ رات وہیں گذرتی ہے۔

'فَرَأیٰ رُؤْيَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ' ۔اس رات میں ایک خواب دیکھتے ہیں اور وہ خواب بجیرا راہب کو بیان فرماتے ہیں۔خواب سن کر بجیرا کہتا ہے کہ اِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ فَاَنْتِ وَزِيْرٌ لِنَبِيٍّ يُبْعَثُ مِنْ مَكَّةَ فِيْ حَيَاتِهِ وَتَخَلُّفُهُ فِي الْاُمَّةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ' کیسی عظیم تعبیر بجیرا راہب نے اس خواب کی دی۔ کہ اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو نبی آخر الزماں جو مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوں گے ان کے تم وزیر بنو گے، ان کے مددگار بنو گے، ان کے مشیر کار بنو گے۔اور نبی آخر الزمان کی وفات کے بعد ان کی امت میں سب سے پہلے خلیفہ تم ہو گے۔

خواب میں حضرت شیخ قدس سرہ

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا کسی بزرگ کی سورت میں آمد سنی تو مولانا اسماعیل بدات صاحب مدظلہم العالی کے ساتھ ہم نکلے۔ بیعت کا ارادہ لے کر نکلے اور مارے مارے پورا دن گھومتے پھرتے رہے،سورت میں تلاش کرتے رہے۔کہیں سے ان کا صحیح پتہ نہیں مل سکا، ملاقات نہیں ہوسکی، واپس آئے۔انہیں دنوں میں نے ایک خواب دیکھا۔

حضرت کا اسم گرامی تو سن رکھا تھا کتابوں سے بھی، اساتذہ سے بھی، ساتھیوں سے بھی۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ قدس سرہ کو میں لے کر کھڑا ہوا ہوں۔اور یہ جو میں نے حضرت کو سنبھال رکھا ہے، پکڑ رکھا ہے، اُسی طرح بعد میں ہم حضرت کے خدام میں شامل ہوئے، حضرت کو جس طرح میرے داہنے ہاتھ پر سہارا دے کر حضرت کو اٹھانے کی میری عادت تھی، بالکل اسی طرح حضرت کو سنبھالے ہوئے ہوں۔اور جس طرح بعد میں حضرت کو جمعہ کے دن غسل ہم لوگ کرایا کرتے تھے اور غسل سے فارغ ہوکر دونوں طرف ایک ایک ساتھی حضرت کو سنبھالے ہوئے ہے اور حضرت کی لنگی سے پانی ٹپک رہا ہے اور ہمارے

کپڑے بھی بھیگے ہوئے ہیں، بالکل یہی منظر تھا۔

لیکن فرق یہ تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں میرے جسم پر کپڑے نہیں، اور حضرت شیخ قدس سرہ کے جسم پر کپڑے نہیں اور دوسری طرف سنبھالنے والا ساتھی نہیں، تنہا میں حضرت کو سنبھالے ہوئے کھڑا ہوں اور وہی جو گورا گورا حضرت کا جسم تھا، جو بعد میں دیکھا۔ اوہو! دیکھا کہ یہ تو وہی ہیں جنہیں خواب میں دیکھا تھا۔

شیخ کا انتخاب

ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ میں بیعت کے سلسلہ میں کہ کس سے بیعت ہونا چاہئے۔ شیخ کے انتخاب کے سلسلہ میں میں استخارہ کر رہا تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑی مسجد ہے اس کے صحن میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ تشریف فرما ہیں اور فضائل رمضان حضرت کے دست مبارک میں ہے۔ حضرت نے بھائی جان کو دیکھا اور بہت قوت سے، تیز نگاہوں سے بھائی جان کو گھورا۔

بھائی جان فرماتے ہیں کہ خواب ہی میں مجھ پر بہت زبردست رعب طاری ہوگیا۔ بس جیسے ہی آنکھ کھلی کہ فوراً بھائی جان فرماتے ہیں کہ تہیہ میں نے کرلیا کہ بس اب سہارنپور حاضر ہونا ہے اور حضرت سے جا کر بیعت ہونا اور عام طور سے گجرات میں ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنے کا معمول ہے، ہنگلوٹ کی مسجد میں ستائیسویں شب میں قرآن ختم کر دیا اور اسی شب میں رات کو دہرہ دون ایکسپریس سے روانہ ہوکر اٹھائیس رمضان کو سہارنپور حاضر ہوا۔

جتنے اہم بڑے واقعات ہوتے ہیں ان کے لیے مالک کی طرف سے زبردست انتظام ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی منزل پر بحیرا راہب کی خانقاہ کے قریب جہاں آرام فرماتے تھے وہیں خواب دیکھا۔ بیان فرمایا تو بحیرا راہب نے کہا کہ 'اِرْجِعْ' تم شام کی طرف مت جاؤ۔ جو نبی آخر الزمان مکہ سے ہوں گے ان کے تم وزیر ہو گے اس لئے تم

شام کا سفر مت کرو اور واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ واپس ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی جلدی ہے اور تلاش جاری ہے، دیکھا کہ حطیم میں، حجر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس وقت تک تو جب کبھی مخاطب ہوتے کیا عرض کرتے 'یا محمد!'۔ یا محمد!، یا محمد!۔تو جیسے ہی زیارت ہوئی تو عرض کیا کہ 'یَا مُحَمَّدُ! مَا الَّذِیْ تَقُوْلُ' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'أَقُوْلُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَأَنِّیْ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'۔ کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اس کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔

سب سے پہلا معجزہ

اس کے بعد اب صدیق پوچھتے ہیں کہ 'فَمَا الدَّلِیْلُ عَلٰی صِحَّةِ قَوْلِکَ؟' کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ دوستانہ جواب ملتا ہے ابھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں کیا فرماتے ہیں 'رُؤْیَاکَ الَّذِیْ رَأَیْتَهَا بِالشَّامِ وَقَصَصْتَهَا عَلٰی بُحَیْرَاءَ وَقَالَ لَکَ کَذَا وَکَذَا فَقَامَ اَبُوْ بَکْرٍ وَقَبَّلَ رَأْسَهٗ وَقَالَ صَدَقْتَ وَأَسْلَمَ'۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا اور جو بحیرا سے تم نے ذکر کیا تھا اور بحیرا نے اس کی تعبیر میں تم سے یوں یوں کہا تھا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا معجزہ تھا نبوت کے بعد۔ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ عنہ. یہ سنتے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے 'وَقَبَّلَ رَأْسَهٗ'۔ سرکار کے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگے 'صَدَقْتَ'۔ یہاں بھی 'صَدَقْتَ'، اسی لئے صدیق اکبر کہلائے۔ کہ آپ نے سچ فرمایا اور اسی وقت اسلام قبول فرمایا۔

درخت سے ندا

جیسے یہ قصہ ہشم نے روایت کیا، اسی طرح اسی قصہ کو محمد بن کعب قرظی نے روایت کیا۔ وہ

فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شام کی طرف تجارت کے لیے نکلے۔ اب راستہ میں ایک درخت میں سے آواز سن رہے ہیں۔ 'فَنَادَتْهُ شَجَرَةٌ فِي الطَّرِيقِ اِرْجِعْ يَا ابْنَ اَبِي قُحَافَةَ فَاٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ' ۔ کہ درخت میں سے آواز آرہی ہے کہ اے ابوقحافہ کے بیٹے تو مکہ واپس جا اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ایمان لے آ'۔ چنانچہ آپ واپس آئے اور آکر اس درخت کی آواز اور بحیرا راہب کے قصہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے ہی اطلاع ہے۔

جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے رہنمائی ہو رہی ہے کہ درخت بول رہا ہے کہ واپس جاؤ۔ اور خواب دیکھ رہے ہیں اور تعبیر دے رہا ہے بحیرا کہ واپس جاؤ۔ اور درخت سے تو صاف آواز آرہی ہے کہ واپس جاؤ اور 'اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ'۔ کہ ان سے جاکر بیعت ایمانی کرلو۔ ہاتھ میں ہاتھ دے دو اور بیعت ہو جاؤ۔

حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ سے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ کی بیعت حضرت شیخ قدس سرہ سے کب ہوئی؟۔ جو میں نے اس وقت ٹیپ بھی کیا تھا، فرمایا حضرت مفتی صاحب نے کہ میری بیعت ۱۳۴۹ھ کی ہے جب میں دیوبند میں پڑھتا تھا۔ اس سال حضرت مفتی صاحب نے ابو داؤد شریف حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور مسلم شریف حضرت مولانا رسول خان صاحب سے اور توضیح، مسلم الثبوت، صدرا، شمس بازغہ علامہ ابراہیم صاحب سے پڑھی تھی۔

فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے اس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہیں دوسرے حصہ میں حضرت سہارنپوری ہیں۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اوپر کے حصہ میں بیٹھے ہیں مگر شیخ ایسے تنہا بیٹھے ہیں جیسے بات کو سمجھنے والے ہم عمر سب بڑے ختم ہو گئے ہیں۔ شیخ اکیلے رہ گئے۔ ایک دو دفعہ اس قسم کا اور خواب دیکھا۔

یہاں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو طبقہ انسانیت میں اور طبقہ خلقت میں، خالق کی بنائی ہوئی ساری مخلوق میں انبیائے کرامؑ کے بعد سب سے اونچا مرتبہ پانے والے تھے، ان کے لیے خواب میں رہنمائی ہورہی ہے، درخت بول رہا ہے 'اِرْجِــــعْ'۔ شام مت جاؤ، واپس چلے جاؤ اور خواب جو دیکھا ہوگا، وہ بیان کیا۔ بحیرا کہتا ہے کہ واپس جاؤ۔ نبی آخر الزماں کے تم وزیر بنو گے۔ اور یہاں مفتی محمود صاحب بھی طالب علم ہی ہیں اور ابھی سے رہنمائی ہورہی ہے مالک کی طرف سے۔ ہر بڑے واقعہ میں مالک کی طرف سے یہ انتظام ہے۔

اور یہاں تو حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت ہوکر سب سے اونچا مرتبہ حضرت کی جماعت میں پانا تھا کہ حضرت کے تمام شاگردوں اور مریدین میں مسترشدین میں، سب سے اونچا مرتبہ علم کے اعتبار سے، روحانیت کے اعتبار سے، مرتبہ کے اعتبار سے، سب سے بڑے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ ہیں۔ یہ مرتبہ پانا تھا، مالک کی طرف سے یہ انتظام ہوا کہ تم ان سے بیعت ہوگے، قطب بھی بنو گے۔ چنانچہ اللہ نے بنایا۔

اللہ عزوجل نے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی برکت سے اور سلسلہ کی برکت سے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آخری اس سلسلہ کی نعمت کبریٰ قطبیت سے بھی سرفراز کئے گئے۔ اور کوئی لکھتا مفتی اعظم دیوبند، کوئی لکھتا مفتی اعظم ہند۔ دنیا بھر کی جماعت احناف کے مفتی اعظم ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ یادیں اور باتیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آ آ کے رلاتی ہیں۔ جب کوئی نام سامنے آتا ہے، کوئی کلمہ سامنے آتا ہے، حضرت مفتی صاحب کے لطائف ظرائف یاد آتے ہیں۔ آخرت میں جب ان سے ملاقات ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں رسوائیوں سے بچائے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی قطبیت

اسی سے ملتا جلتا حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک صاحب نے خواب بیان کیا کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ اکابر موجود ہیں اور حضرت مدنی مسکرا رہے ہیں اور حضرت شیخ سے فرما رہے ہیں کہ اب تو آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔

جس نے یہ خواب حضرت شیخ قدس سرہ کو لکھا تھا، حضرت شیخ قدس سرہ نے لکھا کہ میں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اکابر کے وصال سے واقعی ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ ان کے متوسلین کی تعلیم و تربیت کا خیال کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن یہ جو ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے' یہ کب کا ہے؟ کہ اب حضرت شیخ قدس سرہ کو قطب الاقطاب بنایا جا رہا ہے۔ پہلے قطبیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

پھر مدینہ طیبہ میں ساؤتھ افریقہ کا سفر شروع ہونے سے پہلے پہنچا، فرمایا کہ یوسف! تو نے وہ خواب سن لیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہاں داہنی طرف جو گدے تھے حضرت کے مستقر اور قیام گاہ والے کمرہ میں ان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ سامنے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاہ ولی اللہ صاحب سے فرما رہے ہیں کہ ان سے کہہ دو کہ 'تمہیں قطب الاقطاب بنایا گیا۔ اس کا لوگوں میں اعلان بھی فرمائیں'۔

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب نے ہمیں ہردوئی سے لکھ کر بھیجا تھا کہ جس تاریخ کو حضرت شیخ قدس سرہ مدینہ طیبہ سے سہارنپور کے لیے روانہ ہو رہے ہیں، اسی شب میں ادھر ہردوئی میں، حضرت قاری امیر حسن صاحب خواب دیکھ رہے ہیں کہ حضرت ان کے کمرہ میں، ہردوئی میں تشریف لائے اور ایک خوبصورت ڈبیہ مجھے عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے

لایا ہوں۔خواب میں ہی فرماتے ہیں کہ فرطِ مسرت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ حضرت کی کتنی بڑی شفقت کہ ہزاروں انسان حضرت کے چاہنے والے اور مجھ ناکارہ کے لیے خاص وہاں مدینہ منورہ سے یہ لائے۔ کیا لائے؟

میں نے عرض کیا کہ بڑے واقعات میں پہلے ہی بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اٹھائیس رمضان بروز جمعہ اذان عصر سے پہلے حضرت شیخ قدس سرہ نے مجھے اپنے معتکف میں طلب فرمایا اور ایک جبہ عنایت فرمایا کہ اسے پہن لو اور پھر ارشاد فرمایا کہ آج سے تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ امانت ہے اس کی حفاظت کرنا۔

دیکھئے! وہاں سید المرشدین والمرسلین والانبیاء والاولیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے مرید کے لیے جو بیعت اسلام کرنے والے ہیں ان کے لیے کتنا انتظام کیا گیا۔خواب دیکھ رہے ہیں، آوازیں آرہی ہیں۔ یہاں بیعت کے لیے بھی خواب دیکھ رہے ہیں، خلافت ملنے والی ہے اس کے لیے شیخ کی طرف سے منصب مل رہا ہے، خلعت مل رہی ہے، اس کے لیے بھی خواب دیکھ رہے ہیں۔ کتنی سچی ہماری chain، کتنا سچا ہمارا سلسلہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر یقین عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب دام ظلہم العالی

اسی طرح سیدی واستاذی شیخ الحدیث مظاہر العلوم حضرت مولانا محمد یونس صاحب دام ظلہم العالی نے ایک خواب دیکھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ معتکف میں ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ بھی تشریف فرما ہیں اور حضرت مدنی کا مصلی بچھا ہوا ہے، میں اس پر آکے کھڑا ہو گیا۔ اب یہ کتنے اونچے منصب کی بشارت ہے۔ یہ خواب جو حضرت شیخ یونس صاحب مدظلہم العالی وأعلی اللہ مراتبہ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ کا مصلی بچھا ہوا ہے میں اس پر آکے کھڑا ہو گیا یہ کوئی معمولی خواب ہے؟

دوستو! کتنا سچا خواب ہے کہ جیسے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ شیخ العرب والعجم تھے، اللہ عزوجل نے حضرت شیخ یونس صاحب کو بھی پھر شیخ العرب والعجم بنایا۔ بڑے بڑے مشائخ آکر اجازت حدیث لیتے ہیں۔ منتظر رہتے ہیں کہ کب مدینہ منورہ پہنچیں گے، کب مکہ مکرمہ پہنچیں گے، کب ہم حاضر ہوں، کب ہم اجازت لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، ان کے وجود مسعود کی برکات ساری دنیا میں، عرب وعجم میں پھیلیں۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نور اللہ مرقدہ

اور آگے سنئے! حضرت شیخ قدس سرہ کے خلفاء میں بہت ممتاز، بہت اونچے اور بالخصوص مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد سب سے زیادہ معتمد اور حضرت کے قریب حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ ہیں۔ حضرت صوفی جی کے گھر میں خالہ جان ہمیں ہمیشہ کھلاتی تھیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا حکم تھا جب ہم مدینہ پہنچتے تو صوفی جی سے فرماتے کہ دوپہر کا میرا کھانے کا معمول نہیں ہے۔ لہذا یہ تیرے مہمان ہیں۔ ہمیں فرمادیتے کہ دوپہر کے کھانے کا انتظام تمہارے لئے میں نے صوفی جی کے ساتھ کردیا ہے۔ خالہ جان کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اِس وقت وہ لاہور ہسپتال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

صوفی جی نے تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جب حضرت کا قیام تبلیغی مرکز میں تھا، مسجد نور میں تھا اس وقت احقر خوب ذکر جہر کیا کرتا تھا۔ صبح ذکر کیا اس کے بعد سو گیا۔ خواب میں حضرت اقدس کو چارپائی پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ مصافحہ کرنے کے لئے قریب ہوا، دیکھا کہ اس چارپائی پر تو سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ بندہ ہیبت سے چارپائی کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ پر کوئی توجہ فرمائی جس سے سارے جسم کا گوشت پھڑکنے لگا اور عجیب لذت محسوس ہوئی اور اسی میں آنکھ کھلی۔ اسی وقت حضرت شیخ قدس سرہ سے خواب بیان کیا، فرمایا کہ یہ سلطان الاذکار کی توجہ ہے۔

پہلے دیکھا تو حضرت شیخ قدس سرہ تھے اور اب دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان بزرگوں کے متعلق یہ ایسے خواب دیکھے جاتے ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قلب میں ہر وقت بٹھائے ہوتے ہیں۔ جو یوں کہتے ہیں حضرت شیخ الہند کی زبان میں

اے جنت! تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں ہم نے مانا ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر اس دل کے تئیں حضور رہتے ہیں

اسی لئے صوفی جی نے پہلے تو دیکھا کہ چار پائی پر حضرت شیخ آرام فرما ہیں جب قریب پہنچے دیکھا تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا تھے ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم۔ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کی اور جس طرح وہ ہم سے توقع رکھتے تھے چاہتے تھے اس طرح ہمیں رنگیں ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صوفی اقبال صاحب سہارنپور میں رمضان گذار رہے ہیں۔ ابھی حضرت شیخ قدس سرہ کی طرف سے بیعت کی اجازت اور خلافت نہیں ملی تھی۔ اس سے پہلے اخیر عشرہ میں ایک دن خواب دیکھا کہ ایک بڑا ہال نما کمرہ انوار سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں گویا دین اور دنیا دونوں کے وہ بادشاہ ہیں۔ اکیلے تشریف فرما ہیں۔ بندہ کے دل میں آیا کہ وہ حضرت شیخ ہی ہیں اگر چہ انوار کی کثرت میں چہرہ صاف نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ پھر مجھے کسی نے کہا کہ ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور صوفی جی کے متعلق ان کو کچھ فرما گئے ہیں۔

چونکہ اپنے سے متعلق خواب تھا اس لئے صوفی جی نے لکھا کہ بندہ نے رعب کی وجہ سے اس خواب کا حضرت سے ذکر نہیں کیا۔ اس خواب کے بعد ہی حضرت شیخ قدس سرہ نے مجھے اور ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو بلا کر بیعت کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ اور جو الفاظ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی اجازت دیتے وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمائے تھے وہ بھی ارشاد فرمائے کہ مجھے جو کچھ دینا تھا وہ دے دیا۔

یہ روحانی سلسلہ ایسا ہی ہے کہ درخت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے کہ 'اِرْجِعْ

وَاٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ‘‘ کہ واپس مکہ جاؤ اور اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ اور خواب کی تعبیر بحیرا راہب دیتے ہیں کہ نبی آخر الزمان کے تم وزیر ہوگے، ان کے وصال کے بعد امت کے خلیفہ اول تم ہوگے۔

اللہ تعالیٰ ان روحانی سلاسل کو بھی قیامت تک باقی رکھے، ظاہر شریعت کے مراکز، مدارس، جامعات اور تعلیم گاہوں کو قیامت تک کے لیے استمرار عطا فرمائے، قیامت تک کے لیے وہ روبہ ترقی رہیں اور امت کی رہنمائی ان اداروں سے ہوتی رہے اور موجودہ فتن سے ان تمام تعلیم گاہوں کو، روحانی اور ظاہر شریعت کی تمام تعلیم گاہوں اور اداروں کو حق تعالیٰ شانہ بچائے۔

یہ جو چند روز باقی رہ گئے، ان گھڑیوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قدر دانی کی توفیق دے کہ یہ عجیب وغریب معشوق ہے ہمارا رمضان بھی کہ وہ آتا ہے، اتنا جلدی جلدی اس کا واپسی کا سفر ہوتا ہے کہ ہم حیرت میں رہ جاتے ہیں کہ اوہ! ابھی تو ہم نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا تھا، ابھی تو پہلی تراویح ہوئی تھی، لیکن دیکھئے دیکھتے دیکھتے میں کتنا تیز سفر رمضان المبارک کا واپسی کا ہورہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قدر دانی کی توفیق اور ہمیں ناقدری سے بچائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین کی بددعا سے ہمیں بچائے کہ ہم ہر وقت مالک سے ’یَاغَفَّارُ اِغْفِرْلِیْ، یَا تَوَّابُ تُبْ عَلَیَّ، یَا عَفُوُّ اَعْفُ عَنِّیْ‘ مالک سے ہم اپنے لئے عفو ومغفرت منواتے رہیں اور اللہ تعالیٰ امت کو معافی دے دے اور تمام پریشانیوں کا خاتمہ ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۶/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے افضل امت محمد میں امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے نمبر پر ہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب کسی رائے میں وقتی طور پر اختلاف ہوا تو بعد میں اقرار فرمایا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی۔

اللہ تعالیٰ انہی کے خدام میں ہمیں شامل فرمائے اور عمر بھر انہی کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم عقیدہ میں ان کی نقل کریں، نمازوں میں ان کی نقل کریں، تمام معتقدات اور عبادات، ہر چیز میں شرعی امور، دینی امور، دنیوی امور، ہر چیز میں ہم ان کے جیسا بننے کی کوشش کریں۔

ضبہ ابن محسن

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ضبہ ابن محسن کی شکایت لکھی کہ میرے خطبہ پر انہیں اشکال ہے، مجھے ٹوکتے ہیں۔ 'اِنَّ ضَبَّةَ بْنَ مُحْسِنٍ يَعْرِضُ لِيْ فِيْ خُطْبَتِيْ' کہ ضبہ خطبہ کے دوران میرے سامنے آڑ بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں، خطبہ نہیں کرنے دیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضبہ ابن محسن کو مدینہ

منورہ طلب فرمایا۔

چنانچہ ضبہ ابن محسن مدینہ منورہ حاضر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر دستک دیتے ہیں۔ اندر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون؟ عرض کیا ضبہ ابن محسن۔ جواب میں امیر المؤمنین فرماتے ہیں لا اَھلاً وَ لامَرُحباً۔عرض کیا میری بھی تو سنئے۔ارشاد ہوا اپنی کہو۔

ضبہ نے عرض کیا امیر المؤمنین کہ وہ خطبہ میں آپ کا نام لیتے ہیں اور میں ان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عمر پر جن کو فضیلت حاصل ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ کہاں؟ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ اس پر انہوں نے میری آپ کے یہاں شکایت کر دی۔

اتنا سنتے ہی 'فَانْدَفَعَ عُمَرُ رضی الله عنه بَاکِیًا وَھُوَ یَقُوْلُ أَنْتَ وَاللّٰہِ اَوْفَقُ مِنْہُ وَأَرْشَدُ'۔اب ایک ایک جملہ پر غور کیجئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رو رہے ہیں اور ان کو اطمینان کے لیے کلمہ فرما دیا، کہ اس میں وہ غلطی پر ہیں تم صحیح ہو اور اب معافی کی طرف آ رہے ہیں۔'فَھَلْ اَنْتَ غَافِرٌ لِیْ ذَنْبِیْ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ؟' کہ تم میری یہ حرکت مجھے بخش دو گے، مجھے معاف کر دو گے؟ اللہ تمہیں معاف کریں گے۔انہوں نے عرض کیا کہ 'غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ'۔اللہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں معاف کر دے۔

ہجرت کی رات

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل روتے جاتے تھے اور ایک داستان سنانے لگے۔فرمانے لگے کہ 'ضَبَّۃُ! وَاللّٰہِ لَلَیْلَۃٌ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَیَوْمٌ خَیْرٌ مِنْ عُمَرَ وَاٰلِ عُمَرَ'۔کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن یہ عمر اور آل عمر کی ساری زندگیوں کی تمام نیکیوں سے بہتر ہے۔ان کی صرف ایک رات، اور ان کا ایک دن۔ پھر آگے فرمایا کہ میں وہ دن کون سا اور رات کون سی؟ یہ تمہارے سامنے بیان کروں؟ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ضرور بیان کیجئے۔

فرمانے لگے کہ رات تو یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے تنگ ہوکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے، رات کے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوجاتے ہیں، کبھی پیچھے ہوجاتے ہیں، کبھی دائیں ہوجاتے ہیں، کبھی بائیں ہوجاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا 'مَاھٰذَا یَا اَبَابَکْرٍ؟' کہ ابوبکر یہ کیا؟ یہ تو تمہاری عادت نہیں ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کوئی تاک میں بیٹھا ہو۔ خدانخواستہ کوئی پتھر پھینکے گا، کوئی تیر پھینکے گا، میں سوچتا ہوں کہ میں ڈھال بن جاؤں اس لئے میں آپ کے آگے ڈھال بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ فوراً مجھے یاد آتا ہے کہ پیچھے سے کوئی آرہا ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا، اس سے پہلے وہ مجھ تک پہنچ جائے۔ میرے لاشے پر سے وہ گذرے۔ اور لاشے پر سے گذارا ہے صحابہ کرام نے۔ کیا تھے صحابہ کرام!

قادسیہ

غالباً قادسیہ کا قصہ ہوگا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ہشام بن العاص۔ دھکیلتے دھکیلتے انہوں نے دشمن کو پیچھے کردیا اوران کے پاس کوئی اور بھاگنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ ایک تنگ جگہ آگئی کہ جہاں سے صرف ایک ہی آدمی گذر کر داخل ہوسکتا ہے۔ ادھر سے تیر برس رہے تھے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہشام پہنچے۔ تیر انہیں لگا اور شہادت پائی اور جسم خاکی وہیں پڑا ہوا ہے۔ صرف ایک سوار یا ایک پیدل آدمی کے داخل ہونے کی وہ جگہ تھی۔ اب سارا مجمع ٹھہر گیا۔ جو پیش قدمی ہورہی تھی، اندر داخل ہورہے تھے وہ رک گئی۔ اندر کوئی جانہیں سکتا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پیچھے تھے تو انہیں تعجب ہوا کہ سب کیوں ٹھہر گئے اور اکٹھے ہوگئے۔ قریب پہنچے تو لوگوں نے بتایا کہ آپ کے بھائی شہید ہوکر یہاں گر گئے ہیں اور اب

ان کے اوپر پیر رکھ کر گھوڑے کو لے جائیں یا خود ان کے جسم کے پیر رکھ کر گذرنا پڑے گا۔
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہادت پا کر ان کی روح خدا کے ہاں پہنچ گئی۔ پہلے خود حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پیر رکھا اور گذر گئے۔ تب پیش قدمی پھر شروع ہوئی۔
یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوچتے ہیں کہ **یارسول الله! اذكر الطلب**۔ کہ آپ کا پیچھا کرنے والوں کا مجھے خیال آتا ہے، میں پیچھے چلا جاتا ہوں تا کہ میرے لاشے پر سے گذر کر کے وہ آپ تک پہنچ پائیں۔ اور میں جب رصد کا خیال آتا ہے کہ سامنے کوئی تاک میں مرصاد میں بیٹھا ہوگا، کوئی چیز پھینکے گا، میں آپ کے لیے ڈھال بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی حال دائیں طرف کا ہے بائیں طرف کا ہے۔ اس لئے میں کبھی دائیں طرف چلا جاتا ہوں کبھی بائیں طرف چلا جاتا ہوں۔
مجھے آپ کے بارے میں بالکل اطمینان نہیں ہے جب تک میں خیر سے جہاں کا ہم نے ارادہ کیا ہے غار کا وہاں میں آپ کو پہنچا دوں۔ 'فَمَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَطْرَافِ اَصَابِعِهِ حَتّٰى حَفِيَتْ' ۔نوکیلے پتھروں کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے پیر مبارک چھل گئے، زخمی ہوگئے، خون نکلنے لگا۔ دیکھا کہ میرے آقا انگلیوں کے بل، زخمی پیروں کے ساتھ چلنے کی کوشش فرما رہے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ امت کی طرف سے اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کی قربانیوں کی بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

غار ثور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے پر اٹھا کر غار میں پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کے سامنے بٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! جس مالک نے آپ کو حق دے کر بھیجا اس کی قسم ہے کہ آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ میں

اس میں داخل ہو کر نہ دیکھ لوں۔ اگر کوئی چیز اس میں موذی ہے، پہلے مجھے کاٹے۔ پہلے میں مروں۔ جب دیکھا اندر جا کر 'فَلَمْ یَرَ شَیْئًا'۔ جب دیکھا کہ غار میں کوئی چیز نہیں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر اندر پہنچایا۔

غار میں کہیں کہیں سوراخ تھے، اپنے تجربہ سے معلوم تھا کہ یہ سانپ کا سوراخ ہے۔

جس طرح بچپن میں ہم بھی دیہاتیوں کی طرح سے تمام چیزیں جانتے تھے کہ یہ سانپ کے جانے کا سوراخ ہے یہ فلاں کا سوراخ ہے، وہ ان چیزوں کو پہچانتے تھے۔ وَكَانَ فِي الْغَارِ خَرْقٌ فِيْهِ حَيَّاتٌ ۔ غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ کا اندیشہ تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑی مبارک، پیر مبارک وہاں تھما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں سلا دیا۔

اب سانپ اندر سے کاٹ رہا ہے اور سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے 'وَجَعَلَ دُمُوْعُهُ تَنْحَدِرُ عَلٰى خَدِّهٖ مِنْ اَلَمٍ مَايَجِدُ' زہریلے جانوروں کے کاٹنے کی تکلیف کی بنا پر تھی اس کی وجہ سے آنسو مبارک جاری ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسلی دیتے ہوئے فرما رہے ہیں 'لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ طَمَانِيْنَةً'۔ اللہ تعالیٰ نے سکینہ دونوں مسافروں کی تسکین اور طمانینت کے لیے اتارا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت مکہ مکرمہ سے بحفاظت غار میں پہنچا رہے ہیں۔ یہ ایک رات عمر اور آل عمر کی زندگی بھر کی تمام نیکیوں سے بڑھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ رات ہے۔

فتنۂ ارتداد

میں نے جو تم سے کہا کہ ابوبکر کا ایک دن اور ایک رات عمر اور آل عمر سے بڑھ کر ہے، یہ رات کی داستان تھی، اب دن کی داستان سنو۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، عرب نے مرتد ہونا شروع کیا۔ کچھ لوگ مرتد ہو رہے تھے اور کچھ کہہ رہے ہیں 'نُصَلِّيْ

وَلاَ نُــزَكِّــیْ‘ ۔کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوۃ نہیں دیں گے۔اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے ’نُزَكِّیْ وَلاَ نُصَلِّیْ‘ کہ ہم صدقہ تو دیں گے مگر نماز نہیں پڑھیں گے۔

فرماتے ہیں کہ میں بطور خیر خواہی کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا خلیفۃ رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ لوگوں کے جوڑنے کا کام کیجئے۔ان کے ساتھ نرمی برتئے۔’تَأَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ‘۔اتنا سنتے ہی صدیقی ڈانٹ پڑی۔’أَجَبَّـارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ؟‘ جاہلیت میں تو بڑا اپنا دبدبہ دکھاتے تھے اور اسلام میں آکر جب موقعہ آیا ہے، بزدل بن رہے ہو کہ ’قُبِــــضَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْتَفَعَ الْوَحْيُ‘۔کہ آقائے نامدار ہمارے درمیان میں نہیں رہے، وحی منقطع ہوگئی۔جانوروں کی زکوۃ دیتے وقت جانوروں کو جس رسی کے ساتھ باندھ کر سپرد کیا جاتا ہے وہ رسی بھی اگر نہیں دیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دیتے رہے ہیں، ’لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَيْهِ‘۔میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔

اس ڈانٹ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ تو مسئلہ اور ہے۔کہتے ہیں کہ ’فَـقَـاتَلْنَا مَعَہٗ‘ ہم بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔جیسا صدیق اکبر کرتے رہے اسی طرح ہم کرتے جاتے تھے۔’وَكَانَ وَاللّٰهِ رَشِيْدَ الْاَمْرِ، فَهٰذَا يَوْمُهٗ‘۔

یہ دن اور رات دونوں کی داستانیں سنا کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جواب لکھا جس میں ان کی تادیب فرمائی اور ان کے اس فعل کی ملامت فرمائی۔

کہ کہاں یہ عمر اور کہاں ابوبکر صدیق! یہ جو کچھ ملا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کی بنا پر ملا، جان نثاری کی بنا پر ملا۔عشق ومحبت کا یہ صلہ ملا۔

محبت اور یہ عشق کس درجہ کا کہ اسی غار کے سلسلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت غار میں تھے، پوچھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ’قَـالَ لِصَاحِبِهٖ لِاَبِیْ بَكْرٍ أَنَائِمٌ

اَنْتَ قَالَ لَا' ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکرتم سوئے؟ کچھ آنکھ لگی؟ عرض کیا کہ میں تو بیدار ہوں، آپ کو تکلیف میں دیکھ رہا ہوں۔

'وَقَدْ رَأَيْتُ صَنِيْعَکَ وَتَقَلُّبَکَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ'۔

کہ یارسول اللہ میں بیدار ہوں اور آپ کی بے چینی، آپ کی تکلیف، دائیں کروٹ، بائیں کروٹ لینے کو میں دیکھ رہا ہوں۔

'فَمَالَکَ بِأَبِیْ اَنْتَ' کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیوں نیند نہیں آرہی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا لیٹے لیٹے کہ کوئی پتھر اندر غار کا لڑھک گیا ہے۔ پتھر کے اپنی جگہ سے ہٹنے کی وجہ سے مجھے ڈر ہوا کہ کوئی موذی جانور زہریلا جانور مجھے یا تمہیں تکلیف نہ دے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ 'یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَیْنَ هُوَ؟ وآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جگہ بتائی۔ کہ یہاں سے پتھر لڑھک گیا ہے سرک گیا ہے۔ انہوں نے پتھر کو ٹھیک سے رکھا اور جو جگہ سوراخ سے خالی رہ گئی 'فَأَلْقَمَهُ عَقِبَهُ' وہاں اپنا پیر رکھ دیا اور پھر عرض کیا 'نَمْ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ' کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ آرام فرمایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب دعا دینی شروع فرمائی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کامیابیاں دنیا اور آخرت کی ملتی چلتی گئیں اور توقعات کے خلاف ملی، یہ ان نبوی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

صدیق اکبر کو خطاب فرمایا 'رَحِمَکَ اللّٰهُ مِنْ صِدِّيْقٍ، صَدَّقْنِیْ حِیْنَ کَذَّبَنِیَ النَّاسُ، وَنَصَرَنِیْ حِیْنَ خَذَلَنِیَ النَّاسُ وَاٰمَنْتَ بِیْ حِیْنَ کَفَرَ بِیَ النَّاسُ' ۔کہ اللہ ابوبکر تم پر رحم کرے۔ کتنا پکا اور سچا دوست ہے تو اور تو کتنا سچا ہے۔ جب لوگوں نے مجھے کہا کہ تم جھوٹے ہو تو تم نے میری تصدیق کی۔ جب اپنے اور غیروں نے سب نے میری نصرت چھوڑ دی وَنَصَرَنِیْ حِیْنَ خَذَلَنِیَ النَّاسُ ۔اور جب تمام دنیائے کفر ایک طرف وَاٰمَنْتَ بِیْ

حِینَ کَفَرَ بِیَ النَّاسُ ۔جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا تو اس وقت بھی تم میرے اوپر ایمان لائے۔ان دعاؤں کے صدقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال نبوی کے بعد آگے بڑھتے ہی چلے گئے۔

دیکھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت پر حج فرض کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج پر تشریف نہیں لے گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور وصال کے بعد جیسے ہی حج کا موسم آیا، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا اب صدیق اکبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیج رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا اتباع۔ ایک سال تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اور اگلے سال پھر خود تشریف لے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد وتقوی اور علو ہمت دیکھئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج کیلئے جتنی دفعہ تشریف لے گئے اور دس برس تک خلیفہ رہے، ہر سال حج کے لیے آپ تشریف لے جاتے تھے۔لیکن کس طرح تشریف لے جاتے تھے؟ لکھا ہے کہ سب چاروں طرف ہزاروں خیمے لگے ہوئے ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے لئے خیمہ نہیں لگواتے تھے۔بس کوئی کمبل کسی درخت کے اوپر ڈال دی۔کوئی چمڑے کا ٹکڑا ڈال دیا اور گذارہ کرلیا۔

ایک حج میں آپ جب تشریف لے گئے، مسجد حرام کی توسیع فرمائی۔ حدودِ حرم کی جو علامات اور نشانیات تھیں ان کی تجدید کروائی۔قحط سالی ہوئی، اس سال بھی آپ حج کو تشریف لے گئے۔اور جب حج یا عمرہ کے لیے تشریف لے گئے پہلے کشتیاں جو اناج لے کر مصر سے پہنچی ہیں ان کو دیکھتے ہیں، ان کا معائنہ فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ فرعون کی سرزمین سے اللہ نے یہ اناج ہمارے لئے بھجوایا ہے۔سمندر کے پانی میں اترے اور غسل فرمایا اور فرمایا کہ یہ مبارک پانی ہے اس میں غسل کرو۔

ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حج یا عمرہ کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صرف لنگی میں اکتیس پیوند لگے ہوئے دیکھے اور پیوند کوئی چمڑے کا ہے اور کوئی کپڑے کا ہے۔ سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو آخری حج فرمایا وہ سنہ ۲۳ھ میں فرمایا۔ اور حج میں تمام امہات المؤمنین کو اپنے ساتھ لے کر گئے تاکہ ان کے خادم بن کر ان کا حج کروادیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا مکاشفہ

اب مکاشفہ سنئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سفر حج میں ہم عرفہ سے واپس ہوکر جب محصب پہنچے، ہم سن رہے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ 'اَیْنَ کَانَ عُمَرُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ'، کہ ارے بھائی! عمر کہاں ہیں؟۔ دوسرا جواب دیتا ہے کہ 'یہیں تو تھے'۔ اس کے بعد اس نے اپنی سواری کو بٹھایا اور بلند آواز سے اشعار پڑھے۔ پہلا شعر ان کو یاد رہ گیا۔

عَلَیْکَ سَلَامٌ مِنْ اَمِیْرٍ وَبَارَکَتْ   یَدُ اللّٰہِ فِیْ ذَاکَ اَدِیْمٍ مُمَزَّقِ

کہ امیر تم پر سلامتی ہو، ہم تم کو سلام کرتے ہیں، اور اللہ اس پارہ پارہ کھال میں برکت دے۔ کہ آپ کا جو جسم ہے، اس کو زخمی کیا جائے گا، کوئی دشمن اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ شہادت کی خبر وہاں کسی نے دی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنی۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے اور آپ کی شہادت کا واقعہ ذی الحج ختم ہونے سے چار دن پہلے پیش آیا اور یکم محرم کو آپ دفن کیے گئے۔ اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خدام کرام کی نقل کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ ان جیسی محبت ہمیں عطا فرمائے۔ سرکار پر ہمیں فدائیت عطا فرمائے۔ اس محبت وعشق کی کوئی چاشنی، کوئی حصہ ہمیں بھی میسر ہوجائے اور اللہ تعالیٰ ہماری غفلت کی زندگی سے ہمیں توبہ کی توفیق دے۔

چند لمحات رہ گئے، رمضان المبارک کے ختم ہونے میں۔ اللہ تعالیٰ جو کوتاہیاں ہوئیں انہیں

معاف فرمائے اور ہمیں آئندہ کچھ کرنے کی توفیق دے۔ خاص طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تمام صحابۂ کرام، خلفائے اربعہ، عشرہ مبشرہ، اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی ہمیں محبت دے، ایسا عشق ہمیں عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۷رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحیم

سیدنا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا ہی فرمایا تھا اس خاص منصب کے لیے، جو پوری انسانیت میں سب سے بلند ترین منصب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تھا۔ یہ نتیجہ تھا عشق نبوی کا، کرشمہ تھا حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ نتیجہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی بننے کا کہ ہر گھڑی ہر آن کوشش کرتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر جو چیز آتی تھی وہ ابوبکر کے دل آتی تھی۔ دوپہر کا وقت ہے ابوبکر باہر نکلے دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے ہیں۔ عرض کیا یارسول اللہ! اس وقت میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا بھوک تھی اس لئے میں باہر آیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں بھی اسی کی بنا پر باہر نکلا ہوں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ کے صلح نامہ پر بڑا اشکال تھا۔ جو سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کئے جو جواب وہاں ملے، جب دربار صدیقی پر پہنچے وہاں جاکر وہ سوال

کئے وہی جواب، ہو بہو کلمات بھی وہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے ان کو دوست بنا کر کے اپنے ساتھ رکھ کر کے کتنا بھر دیا ہوگا ان کو۔ کس قدر کہ نہ باپ کا خیال نہ بچوں کا۔ ہر چیز میں میرے سرکار مقدم، میرے سرکار جن کو چاہتے ہیں وہ مقدم۔ وہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اور وصال کا صدمہ برداشت فرما سکتے تھے۔ زندہ نہیں رہ سکے۔

زہر

اور ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کی کوشش کی تو اللہ نے جس طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زہر سے شہادت مقدر فرمائی، اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی مقدر فرمائی۔

جیسا کہ ابن شہاب زہری نے روایت کی کہ حضرت ابوبکر اور حارث بن کلدہ دستر خوان پر ہیں۔ خزیرہ، جو گوشت سے پکایا جاتا ہے، وہ دونوں نوش فرما رہے ہیں۔ ایک لقمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، حارث بن کلدہ نے ایک لقمہ اٹھایا۔ حارث بن کلدہ نے فوراً ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا کہ آپ نے کھالیا؟، فرمایا کہ ہاں کھالیا۔ حارث عرب میں سب سے بڑے حکیم اور طبیب جانے جاتے تھے۔ کہا کہ ایک سال میں مارنے والا زہر اس میں ملایا گیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خادم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو زہر کا پورے کا پورا پیالہ پیش کیا گیا اور وہ غٹ غٹ پی گئے۔

بچپن میں اسکول کتاب میں پڑھا تھا کہ سلطان محمود بیگڑہ کو ان کی والدہ بچپن سے زہر ملایا ہوا دودھ پلاتی تھیں۔ پہلے سلائی ڈبو کر کے، پھر ایک قطرے کا چوتھائی حصہ پھر آدھا قطرہ کر کے بڑھاتی چلی گئیں۔ اخیر میں ماں نے کہا کہ اب میرے بیٹے کو زہر سے کوئی مار نہیں سکتا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خالد بن کلدہ نے کہا کہ اس میں ایک سال میں مارنے والا

زہر ملایا گیا ہے۔ چنانچہ سال پورا ہوا اور دونوں حضرات تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال

آپ کے مرض الوصال کا اس طرح بیان کیا کہ مرض کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ۷ر جمادی الثانیہ دوشنبہ کے دن آپ نے غسل فرمایا۔ سردی سخت تھی اس کی وجہ سے پندرہ دن تک بخار آتا رہا اور نماز کے لیے نہ جاسکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ نماز پڑھاتے رہے۔ لوگ عیادت کے لیے آتے رہے اور مرض بڑھتا گیا۔ سب سے زیادہ تیمار دار اور مرض الوصال میں آپ کے خادم خاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ بالآخر ۲۲ر جمادی الثانیہ کو آپ کی وفات ہوگئی۔

اسباب کے درجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ واقعات رکھے گئے ہوں گے لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے جو اعضاء اندر اندر گھل رہے تھے وہ سب دیکھ رہے تھے کہ کس طرح اب یہ عالمِ آخرت کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہی سبب بیان فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جدائی برداشت نہیں کرسکے اور یہ فرقت اور محبوب کی جدائی آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔

اسی طرح زیاد بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب، وہ اندرونی صدمہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہنچا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس عشق و محبت کا کوئی ذرہ ہمیں بھی عطا فرمادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع خدام کا یہی حال تھا۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، اس کی اطلاع کے لیے ایک صحابی یمن کے لئے روانہ ہوئے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر وہاں بھیجا تھا، قلوب کا اتصال اور باہمی رابطہ تو دیکھئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن

میں بے چین پریشان ہیں، اس لئے اپنے مستقر سے مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بے چین ہیں کہ مدینہ منورہ کب پہنچیں۔
ابھی دو منزل مدینہ طیبہ رہ گیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں ایک ہاتف، پکارنے والے کی، ندا دینے والے کی آواز سنی۔ اذان کی طرح چلا کر کوئی شخص بول رہا ہے 'اے محمد کے خدا! معاذ بن جبل کو خبر پہنچا دے'۔ دیکھئے! کہ انہیں علم ہے، کہ معاذ بن جبل یمن میں ہیں اور رستہ میں، عاشقانہ انداز میں اذان کی طرح پکارے جا رہے ہیں، صدا لگا رہے ہیں 'اے محمد کے خدا! معاذ بن جبل کو خبر پہنچا دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے مفارقت فرمالی اور زمین کے نیچے آرام فرما ہو گئے'۔
اور جیسے ہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ آواز سنی، چلاّ کر پوچھ رہے ہیں کہ تیری ماں تجھے روئے، تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں عبد الرحمٰن بن غافرہ انصاری ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیغام دے کر مجھے معاذ بن جبل کی طرف بھیجا ہے اور میں معاذ بن جبل کے پاس جا رہا ہوں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی، مفارقت کی، وصال کی خبر دوں اور یہ خط میں ان کو پہنچاؤں۔ رات کے اندھیرے میں یہ دونوں چلاّ کر رو رہے ہیں، حضرت عبد الرحمٰن خط پیش کر رہے ہیں۔ جب تک یہ دونوں حضرات زندہ رہے، قیامت خیز اس واقعہ کو دہراتے تھے۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں　　　تو پکار ہائے گل، میں پکاروں ہائے دل

جب کبھی اٹھے ہوتے یہی موضوع ہوتا۔
حضرت غنیم بن قیس اپنے والد کے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہمارے یہاں تذکرہ چل رہا تھا یکا یک ایک شخص آیا اور اس نے یہ مصرع پڑھا
ألا!
میں کہا کرتا ہوں کہ 'ألا' یہ گجراتی بولا کرتے ہیں کہ فاصلہ پر 'ألا'۔ اور زیادہ دور ہو تو 'ألا

اے' کہکر پکارتے ہیں۔

اَلایَــا أَیُّھَــا السَّــاقِــیُ   أَدِرکَــأْسًــا وَ نَــاوِلْھَــا

اس میں بھی 'اَلا اے' آتا ہے۔اس میں بھی

اَلا لِـیَ الْـوَیْـلُ عَـلٰـیٰ مُحَـمَّـدِ   قَـدْ کُـنْـتُ قَبْـلَ مَـوْتِـهِ بِـمُـقْـعَـدِ

وَلَسْـتُ بَـعْـدَہُ وَمَـوْتِـهِ بِـمُـخْـلَدِ

کسی نے اس کو اس طرح نقل کیا

اَلا لِـیَ الْـوَیْـلُ عَـلٰـیٰ مُحَـمَّـدِ   قَـدْ کُـنْـتُ قَبْـلَ مَـوْتِـهِ بِـمُـقْـعَـدِ

اَبِیْـتُ لَیُلاً اٰمِـنًـا اِلَـی الْـغَـدِ

کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں میری حالت خراب ہے۔ان کی وفات سے پہلے میں جنت نما دنیا میں رہتا تھا۔مزے ہی مزے تھے، چین ہی چین تھا۔اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے بھی ہمیشہ اب رہنا نہیں ہے۔جہاں میرے محبوب گئے، وہاں جانا ہے۔

جنگ بدر

صحابہ کرام آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے۔اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو کے اشارے کو سمجھنے والے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ فرمایا 'جو آج لڑے گا اور خدا کی راہ میں مارا جائے گا وہ جنت میں ہے'۔حضرت عمیر رضی اللہ عنہ یہ کلمات سن رہے ہیں، ان کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جو کھا رہے تھے پھینک ماریں اسی وقت اور تلوار اٹھالی اور اشعار پڑھنے لگے:

رَکْـضًـا اِلَـی الـلّٰـهِ بِغَیْـرِ زَادِ   اِلَّا التُّـقٰـی وَعَـمَـلَ الْـمَـعَـادِ

وَالـصَّبْـرُ فِـی الـلّٰـهِ عَلَی الْجِهَادِ   اِنَّ التُّـقٰـی مِـنْ اَعْـظَـمِ السِّـدَادِ

وَخَیْـرُ مَـا قَـادَاِلَـی الـرَّشَـادِ   فَـکُـلُّ حَـيٍّ فَـاِلٰـیٰ نَـفَـادِ

کہ اللہ کے پاس مجھے جانا ہے۔مجھے توشہ کی کیا ضرورت؟ وہ میرا مالک، پاس تو میں جارہا

ہوں۔بس اگر میرے ساتھ کوئی توشہ ہے؟ اِلَّا التُّقٰی وَعَمَلَ الْمَعَادِ۔تقویٰ اور آخرت کیلئے عمل تقویٰ وطہارت اسی کو لے کر میں جارہا ہوں۔بس یہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس بدر کے میدان میں ہوں۔ 'فَکُلُّ حَيّ فَالِیٰ نَفَادِ' اور آپ کی بارگاہِ رسالت میں اپنی جان کا نذرانہ میں پیش کر رہا ہوں کیوں کہ ہر زندہ کو مرنا ہی ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس کے سامنے آپ کے ہوتے ہم چلے جائیں۔کتنی بڑی میری سعادت ہوگی۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کو جب ہم جنازہ کی نماز میں کھڑا کرتے تھے،حضرت کو دونوں جانب سے خدام تھام کر لے جاتے۔سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے اور ادھر حضرت کے ہاتھ ہم نے چھوڑے کہ حضرت رونا شروع کرتے۔پورا بدن ہل رہے ہے۔ہمیں خطرہ ہوتا تھا حضرت اب گرے تب گرے۔اور مسلسل آنسو جاری ہیں اور رو رہے ہیں۔اس وقت تمنا ہوتی تھی کہ کاش، کتنا اچھا ہو کہ ہم مرجائیں اور حضرت ہماری نماز جنازہ پڑھائیں۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی سوتیلے باپ نے پرورش کی، منافقین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے نقصان پہنچا، وہی خصلت، وہی طبیعت، وہی انداز۔حضرت عمیر کے سوتیلے والد نے کسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دیا۔فوراً بھاگے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔سوتیلے باپ کی شکایت کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور پوچھا کہ تم نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ منافقین جانتے تھے کہ ہم چھپ نہیں سکتے لیکن 'اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ یَھْدِیْ مَنْ یَشَاءُ'۔

جانتے تھے منافقین کہ ابھی وحی اترے گی ہم جھوٹ بول کر جان بچا نہیں سکتے۔پھر بھی یہی وطیرہ تھا، اسلئے انکار کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار

شروع ہوگئے اور صحابہ کرام چپ تھے۔

وحی کے ختم پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور یہ آیت پڑھی ''یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ' کہ یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا اور حلفیہ، قسمیہ مالک قسم کھا کر کہتا ہے لام قسم لاکر مالک کہتا ہے کہ وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ'۔ کیوں نہیں کہا، ضرور کہا انہوں نے، اور وہ کلمہ بھی کیا 'کلمۃ الکفر'۔

صحابہ کرام کوئی کلمہ نہیں سن سکتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف۔ اس لئے شکایت لے گئے۔ پھر پیار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ پھر انہیں کتنا پیار ملا، کتنا پیار ملا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر کا کان پکڑا اور فرمایا کہ اے لڑکے تیرا کان سچا ہے۔ اللہ نے تیری تصدیق فرمائی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہاں بڑی قدر تھی۔ جب ان کی وفات ہوئی، بہت افسوس فرما رہے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ کاش عمیر جیسا کوئی آدمی میرے پاس ہوتا کہ اس سے میں مسلمانوں کے کام میں مدد لیتا۔ لیکن یہ منافقین کی کمبختی تھی کہ سارا عذاب ہی انہیں آخرت میں ملے، اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت فرماتے تھے۔ ان کی حرکتوں کو نظر انداز فرماتے تھے۔

کسی منافق کو نہ پیٹا گیا، نہ مارا گیا۔ کتنا بڑا امتحان تھا اور بڑی تعداد میں تھے۔ اور دوسری طرف ایک طبقہ اعراب کا تھا بہت بڑی تعداد اعراب کی بھی تھی۔ جو دیہاتی حضرات تھے، بھولے بھالے، انہیں کوئی ادب، تمیز، تہذیب نہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی نہ ان کی ایسی ناشائستہ حرکتوں پر کوئی سزا دی گئی اور نہ انہیں برا سمجھا گیا۔ منافقین کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے اور وحی نازل ہوکر ان کا راز فاش کر دیتی تھی۔

عیینہ بن حصن فزاری

لیکن یہ جو اعراب ہوتے تھے ان سے اگر کوئی ایسی حرکت ہوگئی جیسے عیینہ بن حصن

فزاری۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قریب فرماتے، خوش کرتے، داد ودہش ان پر ہوتی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے یہ بغیر اجازت کے داخل ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی جواب طلبی فرمائی کہ ارے تم بغیر اجازت کے کیوں آ گئے؟ جواب کتنا نرالا دیتے ہیں کہا کہ میں نے قبیلہ مضر کے کسی شخص سے کبھی اجازت طلب نہیں کی۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی انہیں ادب سکھایا۔ اور مؤلفۃ القلوب میں سے رہے۔ حنین اور طائف کی جنگوں میں جو شریک تھے، انہیں سو سو اونٹ اور اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع ہوا تھا۔ اسی کی طرف ہم عود کرتے ہیں کہ یہ عیینہ بن حصن مرتد ہو کر طلیحہ الکذاب کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد جب پھیلا، یہ بھی مرتد ہو گئے اور طلیحۃ الکذاب کے پاس جا پہنچے اس کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ اور اسی لڑائی میں گرفتار ہوئے۔ قید ہو کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے لائے گئے۔

مدینہ منورہ کے بچے ان کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اے دشمنِ خدا! تجھے اللہ نے ایمان دیا تھا، اس کے بعد پھر تو کافر ہو گیا۔ کتنا سخت دل تھا کہ ان بچوں سے کہتے ہیں کہ میں ایک پلک جھپکنے کے بقدر کبھی بھی ایمان لایا ہی نہیں تھا۔ پکڑے جانے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے اور سینکڑوں گواہوں کے سامنے یہ کلمات دہرا رہے ہیں۔

لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ یہ اعراب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ علم نہ ہونے کی وجہ سے ہی جو ایمان ملا تھا وہ کھو دیا اور مرتد ہو گئے اور پکڑے جانے پر، ابھی تلوار سر پر ہے، پھر بھی کوئی ڈر خوف نہیں۔

لیکن پھر جب ان کو سمجھایا گیا اور انہیں مہلت دی گئی کہ تم آ جاؤ اسلام کی طرف اور ایمان

قبول کرلو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنے رؤف، کتنے رحیم، کتنے نرم دل، کتنے رقیق القلب تھے، پگھل گئے اور فوراً انہیں رہا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خصائل ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق دے۔

مولیٰ کا وصال

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یمن سے واپس آرہے ہیں۔ راستہ میں اندوہناک حادثہ کی خبر ملی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر کیا گذری ہوگی۔ ایک دفعہ میں ورٹھی میں اعتکاف میں تھا۔ رات کو دو بجے کے قریب استنجا کی حاجت پیش آئی۔ مسجد کے سامنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا مکان تھا۔ میں وہاں استنجا سے فارغ ہوکر جب باہر نکلا، والد صاحب نے طلب فرمایا کہ یہاں بیٹھ اور ارشاد فرمایا کہ بے شمار اولیاء اللہ عشقِ خداوندی، محبت الٰہی میں رو رو کر اس دنیا سے چلے گئے مگر مولیٰ کا وصال انہیں نہیں مل سکا۔

اسی کی طلب میں ساری عمر روتے رہے، تڑپتے رہے اور چلے گئے۔ پھر قرآن پاک کی والد صاحب نے آیت پڑھی 'کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ'۔ کہ مرنے کے بعد 'ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْن'، سب کو مالک کی زیارت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہمارے لئے بھی مقدر فرمائے۔ یہ عشق الٰہی اور محبت محمدی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت ہی کے لیے ہمیں دل دیا گیا ہے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا مقابلہ دنیا آخرت کی کوئی نعمت نہیں کرسکتی۔ اور اس میں جو لذت ہے وہ دنیا آخرت کی کسی نعمت میں لذت نہیں ہے، جو عشاق کو اس تڑپنے، رونے اور کڑھنے اور آنسو بہانے میں ملتی ہے۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وارفتگی میں چلے تھے یمن سے اور رستے میں یہ اطلاع ملی۔

عبدالرحمٰن بن عسیلہ الصنابحی رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن بن عسیلہ الصنابحی تابعی ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ تم نے مدینہ منورہ کی

طرف کب ہجرت کی؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ 'مُتَوَفَّی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'۔ کہ کیا پوچھتے ہو میری داستان کہ میں میں سرکار کی زیارت کے لیے چلا۔ میں رستہ میں تھا، جحفہ پہنچا۔ وہاں ایک شخص مجھے ملا، میں نے اس سے ویسے ہی پوچھا 'اَلْخَبَرُ یَا عَبْدَاللّٰہِ؟' کوئی نئی تازی خبر اے اللہ کے بندہ۔ وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ 'اِیْ وَاللّٰہِ لَخَبَرٌ طَوِیْلٌ۔ اِیْ وَاللّٰہِ لَخَبَرٌ جَلِیْلٌ۔ دَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَّلَ مِنْ اَمْسِ'۔ وہ اللہ کا بندہ کہتا ہے کہ بہت لمبی، بہت بڑی عظیم خبر ہے کہ ہم نے پرسوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا۔

عبد الرحمٰن بن عسیلہ الصنابحی کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ جو جنگل، بیابان میں ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرح سے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دیدار، زیارت کا شوق دل میں لے کر قدم اٹھ رہے تھے اب کیسے آگے چلیں۔

جیسے ایک اور روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ 'وَفَدْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُبِضَ وَاَنَا بِالْجُحْفَةِ'۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خاطر چلا۔ رستہ میں تھا جحفہ میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ

ایک اور عاشق کی داستان سنئے۔ حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق ملاقات میں مدینہ منورہ کی طرف چل رہا تھا فَقُبِضَ وَاَنَا فِی الطَّرِیْقِ۔ مجھے رستہ میں اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ بڑے اماموں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ 'خَرَجْتُ اِلَی الْحَسَنِ وَابْنِ سِیْرِیْنَ فَوَجَدْتُ الْحَسَنَ قَدْ مَاتَ'۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حسن بصری اور امام المعبرین علامہ ابن سیرین سے حدیث سننے کی خاطر میں چلا۔ جب پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت حسن کا وصال ہوگیا۔ البتہ محمد بن سیرین سے میں

ملا۔ بیمار تھے ہم ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوتے رہے اور تھوڑے دن بعد حضرت امام ابن سیرین کا بھی انتقال ہوگیا۔

حماد ابن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت عطاء بن ابی رباح ابھی زندہ تھے۔ مجھے سماع حدیث کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا تھا۔ میں نے اپنی جی میں کہا کہ 'اِذَا اَنَا اَفْطَرْتُ دَخَلْتُ عَلَیْهِ'۔ ابھی تو رمضان چل رہا ہے۔ انہیں بھی تکلیف ہوگی۔ یہ سوچ کر میں ان سے ملنے کے لیے رمضان میں نہیں جاسکا اور اتنے میں 'فَمَاتَ فِیْ رَمَضَانَ'۔ کہ رمضان ہی میں اطلاع آگئی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

ابن ابی لیلیٰ ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ان سے ملے اور افسوس کا اظہار کیا تو تسلی کے لیے انہوں نے فرمایا کہ 'اِلْزَمْ قَیْسَ بْنِ سَعْدٍ فَاِنَّهُ أَفْقَهُ مِنْ عَطَاءٍ'۔ کہ تم ایسا کرو کہ قیس بن سعد کی مجلس میں پابندی سے جاتے رہو 'فَاِنَّهُ أَفْقَهُ مِنْ عَطَاءٍ' کہ عطاء سے بھی وہ بڑے فقیہ ہیں۔ ایک شہر میں تھے، مکہ مکرمہ میں تھے اور نہیں مل سکے، حدیث سن نہیں سکے۔ کتنا افسوس ہوا ہوگا۔

عباس بن یزید رحمۃ اللہ علیہ

عباس بن یزید فرماتے ہیں کہ میرے ابا کے ساتھ ہم نے سفر کیا کوفہ کی طرف اور مقصد سفر حضرت ابواسحٰق ہمدانی کی زیارت اور ملاقات اور ان سے سماعِ حدیث تھا۔ کہتے ہیں کہ ہم کوفہ میں داخل ہورہے ہیں 'فَتَلَقَّتْنِیْ جَنَازَتَهُ' ۔ کہ سامنے سے جنازہ آیا۔ پوچھا کہ کس کا؟ بتایا گیا ابواسحٰق ہمدانی کا، جن کی ملاقات، صحبت، زیارت کی خاطر ہم نے سفر کیا تھا۔ ان پر کیا گزری ہوگی۔ اسیطر ح اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی باقی زندگی کیسے پوری ہوئی ہوگی۔ ہر آن اپنے اس سفر کو یاد رکھتے ہوں گے۔

قسمت کی کم نصیبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
جبکہ ہم دو ہاتھ لبِ بام رہ گئے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرح سے حضرت عبدالرحمٰن بن عسیلہ الصنا بجی وہ کتنا روئے ہوں گے کہ جحفہ میں سرکار کے وصال کی خبر سنی۔ زید بن وہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوقِ زیارت اور شوق ملاقات لے کر سفر فرما رہے ہیں کہ رستہ میں وصال کی خبر ملی، ان کی بعد کی زندگی کیسی رہی ہوگی۔ ان کے بعد جتنے سنائے کہ امام اوزاعی کا حال اور حماد بن سلمہ کا حال۔

یہ سارے بزرگ ایک لمبا سفر کر کے کیوں جا رہے تھے؟ محبوب رب العالمین، آقائے نامدار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے کے لیے۔

وہ اپنی داستانِ غم ساری عمر طلبہ کو سناتے رہے کہ فلاں استاذ کی خدمت میں جا رہا تھا اور وہاں پہنچا اور ان کا وصال ہوگیا، رستہ میں تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ساری عمر وہ صدمہ بھول نہیں سکے۔ جنہوں نے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سفر کیا تھا اور ملاقات نہیں ہوسکی ساری عمر کتنا روئے ہوں گے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی داستانیں سننے کے لیے جو محدثین اسفار فرماتے تھے، کیسی پرلطف وہ ان کی زندگی ہوگی اور کیسے یہ ان کے سفر ہوں گے۔ کہیں کہیں تو ایک ایک حدیث کے لیے سفر ہو رہا ہے سینکڑوں میل دور کا اور عجیب عجیب ان کی داستانیں ہیں۔

حضرت علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی بن عاصم فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی ہشیم، ہم دونوں واسط سے نکلے اور واسط سے ہمیں کوفہ جانا تھا اور وہاں کوفہ میں حضرت منصور سے احادیث سننا یہ ہمارا

مقصد تھا۔ کہتے ہیں کہ ہم جب واسط سے نکلے تو مجھے ابو معاویہ یا کوئی اور ساتھی رستہ میں ملے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ کہنے لگے کہ مجھ پر قرض ہوگیا، اس سلسلہ میں ادھر ادھر بھاگ رہا ہوں، تگ و دو کر رہا ہوں۔ میں نے اپنے ساتھی ہشیم کو چھوڑا کہ تم جاؤ اور میں ان کا قرض ادا کرنے کے لیے واپس واسط لوٹ گیا۔

میں نے ان سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ میرے پاس چار ہزار دراہم ہیں، اس میں سے آدھے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں واسط آیا۔ ان کو دو ہزار دراہم پیش کردیئے پھر میں واسط سے دوبارہ کوفہ کے لیے نکلا۔ جتنی دیر مجھے ہشیم سے الگ رہنے میں ہوگئی اتنی دیر میں فرق اتنا ہوا کہ ہشیم کوفہ پہنچے صبح کو اور میں اسی دن شام کو کوفہ میں پہنچا۔

لیکن فرق یہ ہوا کہ جن بزرگ سے، یعنی حضرت منصور سے حدیث سننے کے لیے ہم جارہے تھے، ہشیم مقصد سفر میں کامیاب ہوگئے کہ وہ صبح پہنچ گئے تھے۔ مجلس جاری تھی منصور سے انہوں نے چالیس حدیثیں سنیں۔ میں شام کو پہنچا۔ حمام میں داخل ہوا، تھکا ہارا۔ صبح نہا دھو کر جب میں حضرت منصور کے گھر کی طرف چلا ہوں 'فَأَتَيْتُ بَابَ مَنْصُوْرٍ فَإِذَا جَنَازَةٌ'۔ کہ میں حضرت منصور کے گھر پہنچا، وہاں آپ کا جنازہ تیار تھا۔ میں نے پوچھا کہ 'مَا هٰذِهٖ؟'، یہ کیا ہے؟ 'قَالُوْا جَنَازَةُ مَنْصُوْرٍ'۔

کہتے ہیں کہ میرے جسم کا بوجھ میرے پیر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ 'فَقَعَدْتُ أَبْكِيْ' کہ میں بیٹھ گیا اور اب رو رہا ہوں۔ وہاں ایک بزرگ تھے وہ مجھے پوچھتے ہیں کہ 'يَا فَتًى ! مَا يُبْكِيْكَ' کہ میں سفر کر کے یہاں پہنچا 'لِكَيْ اَسْمَعُ مِنْ هٰذَا الشَّيْخِ فَقَدْ مَاتَ'۔

عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں پہنچا، دیکھا کہ ابن سمعان پر بڑی بھیڑ ہے اور ان تک پہنچنا تھوڑا دشوار ہو رہا ہے۔ دیکھا کہ ہشام بن عروۃ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا کہ چلو ان سے حدیث سنتا ہوں اور بعد میں فارغ ہوکر ابن سمعان کے پاس

پہنچ جاؤں گا۔ جب میں ہشام بن عروۃ سے احادیث لکھ کر فارغ ہوکر اٹھا، دیکھا کہ ابن سمعان نہیں ہیں وہ گھر چلے گئے ہیں۔ میں گھر پہنچا، بتایا گیا کہ وہ ابھی سوئے ہوئے ہیں۔

اب حج کا وقت قریب تھا، میں نے سوچا کہ میں پہلے حج سے فارغ ہوجاتا ہوں اور حج کے بعد چند دن ہیں، حج سے فارغ ہوکر پھر میں ان سے احادیث سن لوں گا۔ جب واپس حج سے فارغ ہوکر میں پہنچا، معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اب کتنا افسوس ساری عمر ان کو رہا ہوگا؟

خود عبداللہ بن وہب کون ہیں؟ بہت بڑے حافظ حدیث، بہت بڑے مجتہد، بہت بڑے عابد زاہد ہیں۔ احمد بن صالح ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ ان سے زیادہ حدیث جاننے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک لاکھ احادیث انہوں نے بیان فرمائی تھیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

میں نے اس دن قصہ بتایا تھا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر پر ایک شاگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اوپر سے کوئی اینٹ گری چھت پر سے، یا مٹی کا کوئی برتن گرا ان کو چوٹ لگی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کا تاوان لوگے۔ مالی تاوان پیش کروں یا احادیث؟ جھٹ سے شاگرد کیا بولے۔ وہ کتنے ذہین، کتنے عقلمند، کتنے ذکی تھے۔ جواب دیتے ہیں کہ تین لاکھ احادیث سنایئے تب معاف کریں گے۔ وہ فرماتے ہیں کہ **فـــحـــدثـــنـــی**... مدت لگی ہوگی۔ لیکن تین لاکھ احادیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سنائیں۔

ابن وہب کو کتنا افسوس رہا کہ میں حج میں چلا گیا میں نے ان سے حدیث سننی تھی اور اب انتقال ہوگیا ابن وہب کتنے بڑے محدث تھے کہ ان کے متعلق احمد بن صالح نے کیا فرمایا کہ 'ایک لاکھ احادیث انہوں نے سنائیں'۔

انہوں نے اپنے زندگی کے اوقات تین چیزوں میں تقسیم فرما رکھے تھے۔ ایک ثلث جہاد

کیلئے رباط میں وَرَابِطُوا پر عمل کیلئے ، ایک تعلیم کی خاطر اور ایک حج کی خاطر اور چھتیس حج فرمائے۔

جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کو خط لکھتے ،سرنامہ پر لکھتے تھے **الی عبد اللہ مفتی اھل مصر** ۔اہل مصر کے مفتی ،مصر کے مفتی اعظم عبداللہ ابن وہب کی طرف۔کتنے بڑے ہوں گے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کو یہ لقب دے رہے ہیں۔

عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

ان کا وصال بھی ہوا عاشقانہ انداز میں۔ایک تیر لگا اور اللہ! تیر کیسا لگا؟ **'قُرِئَ عَلیٰ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ كِتَابُهُ فِيْ اَهْوَالِ الْقِيَامَةِ'** ۔خود ابن وہب کی لکھی ہوئی اپنی کتاب ان کے سامنے پڑھی گئی۔ قیامت کی ہولناکیاں اور وہاں کے مصائب کتنے ہوں گے؟ کیا کیا ہوں گے اور کن کن انواع واقسام کے ہوں گے۔قیامت کی ہولناکیاں **'اھوال القیامۃ'** پر کتاب لکھی تھی۔

وہ پڑھی جارہی ہے، شاگرد پڑھ رہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں۔اہوال قیامت کو سن نہیں سکے **'فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ'** ۔بے ہوش ہو کر گر گئے۔پھر بولنا بند ہو گیا۔کومہ میں چلے گئے۔ **'فَلَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَ بَعْدَ اَيَّامٍ'** ۔چند روز سانس سے پتہ چلا کہ ابھی زندہ ہیں پھر سانس بھی ختم ہو گیا۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے **'رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً'** ۔کاش کہ ہم جائیں تو، مالک ہم سے خود فرمائے **'يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ'** ۔اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں ہمیں معافی دے دے اور ہمارے لئے آخرت میں بہتری کا فیصلہ فرمادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جن حضرات کے ساتھ جو معاملہ اور برتاؤ تھا خلفائے راشدین اسی طرح کا معاملہ ان قوموں سے، ان جماعتوں سے، ان افراد سے فرماتے رہے۔ اب اعراب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انوکھا برتاؤ تھا، اسلئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عیینہ بن حصن کے ارتداد کو معاف فرمادیا اور فوراً اس کو چھوڑ دیا کیوں کہ قرآن نے ان کے متعلق کہا کہ 'قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا'۔ کہ نہ انہیں علم حاصل ہے، نہ تہذیب، نہ ادب۔

ابورجاء عمران بن تیم رضی اللہ عنہ

اسی لئے ابورجاء عمران بن تیم اپنے متعلق خود بتاتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، میں اونٹ چرا رہا تھا۔ ہم سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے بھاگے۔ بھاگ رہے تھے، کسی عقلمند نے کہا کہ یہ شخص یعنی خدا کے پیغمبر صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت دے دو۔ جو ان دونوں باتوں کی شہادت دیتا ہے، ان کی جان اور ان کا مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ ابورجاء فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم لوگ اسلام لے آئے۔

اسطرح یہ اپنے متعلق کتنی سادگی سے اپنے اسلام کا واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ جو پوچھو ان سے فوراًوہ سب بتائیں گے۔

یہاں تو کسی سے نہیں پوچھ سکتے کہ مکان آپ نے کتنے میں خریدا؟ گاڑی کتنے میں خریدی؟ کتنی تنخواہ آپ کو ملتی ہے؟ کہاں کام آپ کرتے ہو؟ یہ سیکرٹ ہے۔ایسا سوال بری بات ہے۔ یہ ادب تہذیب کے خلاف ہے، ایسے سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔

اوراعراب جوان سے پوچھوتو جو دماغ میں ہے وہ زبان پر فوراً آجائے گا۔

انہوں نے اپنے بھاگنے کا جو قصہ بتایا، اس میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہم وہاں سے بھاگے، رستہ میں مجھے ایک ہرن کے پیر مل گئے۔ کسی نے ہرنشکار کیا ہوگا، باقی گوشت والا حصہ وہ لے گئے ہوں گے۔ کچھ حصہ چھوڑ دیا ہوگا۔ دیکھا کہ ہرن کے پیر پڑے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں میں نے پیر اٹھالئے، بھگویا۔ مٹھی بھر جو ہمیں مل گئے ان کو پیسا۔ دیگچی میں یہ سب ڈال دیا اور پکایا۔اور پکایا بھی کیسے؟ ایک اونٹ کی کسی رگ کی ہم نے فصد کھول لی۔

ابورجاءفرماتے ہیں کہ جو ہرن کے پیر ملے اس میں ستو ملایا، اس کو دیگچی پر چڑھایا اوراس کو ہم پکا رہے ہیں اور پکاتے ہوئے ہم نے ایک اونٹ کی کسی رگ کی فصد کھول لی اوراس کا خون بھی اس دیگچی میں ڈالا اور خون کے شوربے میں ہم نے پکا کر اسے کھایا۔ آگے اسے فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ لذیذ کھانا ہمارا یہی ہوتا تھا جو ہم نے کھایا۔

حکیم محمود صاحب گنگوہی

ہمارے بھائی جان نور اللہ مرقدہ سہارنپور میں شروع میں بیمار رہنے لگے۔ پیٹ ٹھیک نہیں، ہاضمہ ٹھیک نہیں، نزلہ مسلسل ہے۔حضرت شیخ قدس سرہ نے انہیں اس زمانہ میں حکیم محمود نُھو میاں گنگوہی کے پاس بھیجا۔ جو حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے پوتے تھے۔

بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے واقعات سنائے کہ اوہ! کیا ان کی مجالس، کیا ان کی اردو، کیا ان کا علم۔

ان کی حکمت کے متعلق فرماتے تھے کہ عصر کے بعد ان کے یہاں لمبی لائن لگ جاتی تھی۔ دماغی مریضوں کی، جنون انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ ایسے مریضوں کو بھی پکڑ کر ان کے گھر والے آپ کی خدمت میں لاتے، وہاں آپ فصد کھلواتے۔

اپنے خادم سے فرماتے کہ فلاں رگ میں نشتر لگاؤ۔ اور وہ رسی بندھوا دیتے۔ خون بہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر اس کی نبض دیکھتے رہتے اور اس کے بعد فرماتے کہ اب فصد کو بند کر دو۔ پٹی لگا کر مریض کو واپس بھیجتے اور وہ مریض اچھے ہو جاتے۔

زمانۂ جاہلیت

راوی پوچھتے ہیں ابو رجاء رضی اللہ عنہ سے کہ وہ خون کا مزہ کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ میٹھا ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت کا کوئی قصہ، واقعہ تمہیں یاد ہے؟ تو پھر انہوں نے بسطام بن قیس کا واقعہ سنایا جو اصمعی نے کہیں لکھا ہے۔

پھر آگے راوی ان سے پوچھتے ہیں کہ اس زمانہ میں، اس جاہلیت کے زمانہ میں تم اشہر حرم کی تعظیم بھی کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ جیسے ہی رجب کا مہینہ آتا تھا، ہم لوگ اپنے ہتھیار میان میں رکھ دیتے تھے۔ کھلے عام ہتھیار لے کر کوئی چلتا نہیں تھا۔ اور امن کا اشہر حرم میں یہ حال تھا حرمت والے مہینوں میں کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو بھی سویا ہوا دیکھتا، اسے کسی قسم کی اذیت یا تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔

اگر کوئی شخص حرم کی لکڑی لے کر اسے ہار کی طرح اپنے گلے میں ڈال لیتا اور اس کے بعد کسی ایسے شخص کے پاس پہنچتا جس کے باپ کو اس نے قتل کیا ہوا تھا، تو بھی مقتول باپ کا بیٹا دیکھتا ہے کہ میرے سامنے میرے باپ کا قاتل کھڑا ہے لیکن اس کے گلے میں حرم کی لکڑی، حرم کی نشانی کے طور پر اپنے گلے میں ڈال رکھی ہے، اسے نہ کچھ ڈانٹ ڈپٹ کا کوئی کلمہ کہتا نہ اور کوئی اور تکلیف دہ کلمہ اس کی زبان سے سامنے والا سنتا۔

پھر انہوں نے پوچھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو تم اس زمانہ میں کیا

کام کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اس وقت میں اونٹ چراتا تھا اور جن رئیسوں کے یہاں زیادہ جانور ہوتے تھے ان کے اونٹ دوہا کرتا تھا۔ ان کی طویل عمر ہوئی۔ ایک سو بیس سال، ایک سو بتیس سال ان کی عمر بتائی جاتی ہے۔

فرزدق

جب ان ابورجاء کا انتقال ہو، ان کے جنازہ میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور مشہور شاعر فرزدق بھی تھے۔

فرزدق نے ایک جملہ کہا۔ کہنے لگے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اس جنازہ میں سب سے اچھا آدمی بھی شریک ہے اور سب سے برا آدمی بھی شریک ہے۔

سب سے اچھے آدمی سے انہوں نے مراد لی حضرت حسن بصری کہ مرنے والا کتنا مبارک کہ اس کے جنازہ میں آپ شریک ہیں اور اپنے متعلق کہا کہ میں بدترین خلق، سب سے برا انسان جو اس جنازہ میں شریک ہوں۔

حضرت حسن بصری نے کہا کہ یہ جو تم نے کہا کہ سب سے اچھا آدمی شریک ہے، یہ غلط ہے میں سب سے اچھا آدمی نہیں ہوں۔ اور تم بھی سب سے برے آدمی نہیں ہو۔ اس کے بعد ان سے پوچھا کہ یہ باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ یہ تو چلے گئے، مرنے والے ان کے جنازہ میں ہم شریک ہو گئے۔ لیکن یہ دن میرے لئے بھی آنے والا ہے اور تم پر بھی آنے والا ہے تو تم نے اس دن کے لیے کیا سامان تیار کیا ہے؟ فرزدق نے کلمہ طیبہ پڑھا 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی شہادت۔ یہ میں نے تیار کر رکھی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اشعار پڑھنا شروع کیے۔

فرزدق نے یہ شعر پڑھا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ النَّاسَ مَاتَ كَبِيرُهُمْ	وَقَدْ كَانَ قَبْلَ الْبَعْثِ بَعْثُ مُحَمَّدِ
وَلَمْ يُغْنِ عَنْهُ عَيْشُ سَبْعِيْنَ حَجَّةً	وَسِتِّيْنَ لَمَّا بَاتَ غَيْرَ مُوَسَّدِ

کہ بڑے بڑے لوگ اس دنیا سے چلے گئے۔ اور نبی آخر الزمان کی آمد کی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام خبریں دیتے رہے کہ قیامت سے پہلے نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری بھی ہوگئی اور آپ بھی اس جہان سے تشریف لے گئے۔ اور ان تمام چیزوں سے کوئی عبرت نہیں لیتا اور نہ ساٹھ برس کی اور ستر برس کی زندگی سے وہ کوئی فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ اور آنے والے اس متعین دن کے لیے، جو موت سر پر آ کر کھڑی ہوگی، اس کے لیے کوئی تیاری نہیں ہے۔ اور جس طرح غفلت کی نیند تکیہ کے بغیر آدمی سو جاتا ہے، نیند کا ایسا شدید غلبہ ہوتا ہے کہ اسے تکیہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، تکیہ کا بھی خیال نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ موت کے آنے سے پہلے ہمیں اس کے لیے تیاری کی توفیق دے۔ بالخصوص اس ماہ مبارک میں ہم مالک سے معافی مانگیں، اپنی مغفرت کروائیں، اپنے گناہوں کو دھلوا لیں۔ **اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا.** اللہ تعالیٰ ہماری تمام خطاؤں کو دھو دے، سب کی بخشش اور مغفرت فرمادے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کتنا آسان طریقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیں دے کر گئے۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کتنا آسان راستہ دیا۔ پانچ منٹ کا کام اور پانچ منٹ کچھ مشکل ہیں؟

کتنی اہمیت کے ساتھ اس کو بیان فرماتے ہیں۔ پہلے اس کی تمہید بیان فرماتے ہیں کہ اسماء بن حکم فزاری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا، جس قدر اللہ چاہتا اس سے مجھ کو نفع حاصل ہوتا۔ مگر جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے کوئی شخص حدیث سنانے جا رہا ہوتا تھا، میں پہلے اس سے حلف لیتا تھا۔ کہ **وَاللّٰهِ سَمِعْتَ؟** میں اس سے قسم لیتا اور جب وہ

قسم کھا کر کہتا تب جا کر میں وہ حدیث اس سے سنتا تھا۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر صدیق نے یہ حدیث بیان کی اور ابوبکر سچے تھے اس لئے میں نے ان سے کوئی حلف نہیں لیا۔

تاریخ ملت

یہاں تھوڑا سا ہم پیچھے چلے جاتے ہیں۔ دار العلوم ہم بنانے جا رہے ہیں، ابھی شروع نہیں ہوا۔ اس کے لیے پلاننگ ہو رہی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کون سا نصاب، کس طرح بنایا جائے، کون سی کتابیں ہوں۔ میں نے سوچا کہ تاریخ پڑھانے کے لیے چند کتابیں ہندوستان سے منگوائی جائیں۔ منگوائی گئیں۔ متعدد کتابیں منگوا کر اس کو میں دیکھ رہا ہوں۔

جو حساس مقام ہوتے تھے ہر کتاب میں، میں پہلے کھول کر ان مقامات کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ ایک کتاب آئی تاریخ ملت۔

حساس مقامات میں میرے نزدیک ایک مقام یہ بھی ہے کہ ان کتاب کے مصنف کے نزدیک امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست خلافت پر بیعت کب کی۔ جیسے ہی میں نے وہ صفحہ کھولا تو اوہو! میں نے کہا انا للہ۔ انہوں نے کیا لکھ دیا؟

میں نے اسی وقت حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی کو خط لکھا اور دوسرا خط حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی کو لکھا کہ اس کتاب کی تیاری میں یہ حضرات کتنے شریک تھے اس کا مجھے علم نہیں۔ لیکن جیسے ہی میں نے ان حضرات کے اسمائے گرامی نامی کتاب میں پڑھے، میں نے ان دونوں حضرات کو عریضہ لکھا۔

میں نے لکھا کہ بڑا تعجب ہوا کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد لکھا گیا ہے۔

جب درس میں، بخاری شریف میں ابن شہاب زہری کی یہ روایت آتی ہے، میں مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح مسلم کے حواشی کا حوالہ دے کر ان سے کہتا ہوں کہ اس روایت پر سب

سے بہترین گرفت جنہوں نے فرمائی ہے وہ مفتی تقی عثمانی صاحب ہیں۔

صاف صاف شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تین روز کے بعد بیعت کر لی تھی۔ کیوں کہ وہاں تک پیر، منگل، بدھ۔ بدھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے یہ حضرات فارغ ہوئے اہل بیت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب فوراً اس سے فارغ ہوتے ہی حاضر ہوئے اور سب نے بیعت کر لی۔

یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیا فرماتے ہیں کہ میری عادت تھی کہ میں سب سے حلف لیتا تھا کہ واللہ تم نے یہ حدیث سنی؟ مگر چونکہ یہ حدیث جو میں سنانے جا رہا ہوں وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی سنی اور وہ سچے ہیں اس لئے میں نے ان سے حلف نہیں لیا اور میں نے اپنے معمول کو ایک طرف رکھ دیا اور میرے معمول سے انہیں مستثنیٰ قرار دیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ 'جب کوئی شخص گناہ کرے، پھر وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے، اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے'۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صلوۃ التوبہ کا معمول بنانے کی، روز صلوۃ التوبہ پڑھنے کی، ہر نماز کے ساتھ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تا کہ ساری زندگی کے صلوۃ التوبہ کے ترک کا یہ کفارہ بن سکے۔

اب یہاں آپ نے سنا کہ امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا، حدیث شروع ہونے سے پہلے وہ ان سے قسم لیا کرتے تھے۔ جب وہ قسم کھاتا کہ میں نے واللہ سنی ہے تب جا کر آگے وہ کلمات سن سکتے تھے۔

روایت میں احتیاط

اسی طرح کا قصہ ابراہیم بن سعد اپنی خالہ ہند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے

والد عبد الرحمٰن سے یہ روایت سنی اور ان کے والد حضرت عبد الرحمٰن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے تھے اور ان کا معمول تھا کہ اپنے بستر کے نیچے ایک چھڑی رکھا کرتے تھے۔ جب کبھی بیٹے بھانجے ان کے پاس آتے اور کوئی شخص ان میں سے حدیث بیان کرنے لگتا اور وہ کہتا کہ 'قال رسول الله صلى الله عليه وسلم' تو بس یہ سنتے ہی ان کو جلال آجاتا اور وہ چھڑی نکال کر فرماتے کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے سے کیا واسطہ، حدیث سے کیا تعلق۔ اس کے لیے انہوں نے ایک مستقل چھڑی رکھی ہوئی تھی اور جیسے ہی بچوں میں سے کسی نے اپنی زبان سے یہ کلمہ نکالا 'قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'، آپ نے چھڑی نکال لی۔

اب یہ صلوۃ التوبہ کا ہدیہ، تحفہ کتنا عظیم تحفہ کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دو رکعت پڑھ لو، مالک سے گناہوں کی معافی کروالو۔ کتنا آسان نسخہ۔ اللہ ہمارے لئے بھی اس کو آسان بنادے اور روز ہم پڑھیں، بار بار پڑھیں اور اپنے گناہوں کی معافی مالک سے مانگتے رہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا گذر ہو رہا ہے۔ کسی شخص سے کوئی حرکت سرزد ہوگئی، لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے سب کو ڈانٹا کہ بھائی اس کی کرنی اس کے ساتھ، تم اپنے متعلق شکر ادا کرو کہ اللہ نے تمہیں اس سے محفوظ رکھا۔

کوئی جری ہوگا اس نے سوال کیا کہ کیا آپ اس سے اس کی اس حرکت کے باوجود اس سے بغض نہیں رکھتے؟ کتنا پیارا جواب دیا۔ فرمایا کہ نہیں۔ اس کام سے میں بغض رکھتا ہوں، اس گناہ سے میں بغض رکھتا ہوں۔ جس وقت وہ اس کام کو ترک کردے، وہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بری عادتوں سے ہمیں توبہ کی توفیق دے۔

اسی بناء پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہونے کے باجود جب اس جہان سے جانے کا وقت ہے، وہ رو رہے ہیں۔ اہلیہ محترمہ پوچھتی ہیں کہ کیوں روتے ہو؟ کہا کہ کیوں نہ روؤں کہ مجھے خبر نہیں کہ کن کن گناہوں کا مجھے سامنا کرنا ہوگا۔

تسلی کے لیے اہلیہ ام الدرداء رضی اللہ عنہ پھر عرض کرتی ہیں کہ 'آپ تو فرماتے تھے کہ میں موت کو دوست رکھتا ہوں'۔ انہوں نے کہا ہاں میرے پرودگار کی قسم جب میرے نفس کو موت کا یقین ہوگیا، اب وہ گھبرانے لگا۔ اور یہ کہہ کر رونا چلانا شروع فرمایا اور فرمانے لگے کہ دنیا میں میری یہ آخری ساعتیں ہیں۔ تم لوگ بھی میرے سامنے بیٹھ کر پڑھو 'لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ'۔ پھر برابر خوب اس کلمہ کو دہراتے رہے، اس کی تکرار کرتے رہے۔

اسی میں اپنے بیٹے بلال کو بلایا۔ فرمایا 'اے بلال! اس وقت کے لیے کچھ کام کر جو وقت جو گھڑی تیرے باپ کو بھی درپیش ہے اس کے لیے پہلے سے تو سامان تیار کرلے اور میری یہ حالت دیکھ اور اپنی حالت کا خیال کر'۔ مجمع آپ کے اردگرد بیٹھ کر ذکر میں مصروف ہے لا الہ الا اللہ اور خود بھی پڑھ رہے ہیں لا الہ الا اللہ اور اسی کے ساتھ روح قبض ہوگئی اور مالک کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ **فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ، اَنْتَ وَلِيِّیْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَالْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِيْنَ۔**

تحریفِ کتب

ہمارے یہاں کہا جاتا تھا کہ فلاں بزرگ کی کتابوں کے ساتھ کھیل کھیلا گیا کہ اس میں یہ عبارت مدخول ہے، یہ عبارت کاٹ دی گئی ہے۔ اب جب سے یہ کمپیوٹر کا زمانہ ہے، اس وقت سے یہ تکالیف، یہ شکایات پہلے کے مقابلہ میں ہزاروں گنا مزید بڑھ گئی کہ ابن ابی الدنیا کی تصانیف کے لیے آپ انٹرنیٹ پر جا کر گوگل پر جا کے نام لکھیں ان کی تصانیف کا تو سوسو صفحہ کی ان کی کتابوں کا یہ حال ہے کہ کسی کے پانچ ورق رہ گئے، کسی کے دس رہ گئے۔

یہ صرف ابن ابی الدنیا کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مستقل طور پر مدخول عبارتیں اور عبارتوں کی

تبدیلی اور مضامین کا نکال دیا جانا۔ جن کو وہ اپنے نزدیک حق سمجھتے ہیں خود ان کے ساتھ بھی انہوں نے یہ حرکتیں کی ہیں۔

مدارج السالکین

مدارج السالکین جو علامہ ابن القیم کی تصنیف ہے اس پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ کتاب آپ اس طرح نہ پڑھئے۔ اس کتاب پر فلاں شخص نے جو تحقیقی کام کیا ہے، اور اس پر جو تحقیق ہے ان کی اس تحقیق کی روشنی میں یہ کتاب پڑھئے۔ دیکھئے اب آج کل صدیوں کے بعد کسی یونیورسٹی کا اور کوئی شخص جس کے نہ نسب کا پتہ نہ نام کا پتہ، اسے حکم بنا دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تبلیغ دین

میں ابھی کوئی جامعہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوا۔ اردو فارسی پہلے ہمیں پڑھائی گئی۔ وہاں فارسی اول کا ایک سال ہے، فارسی دوم کا ایک سال ہے۔ پھر عربی اول جس میں نحو میر وغیرہ شروع ہوتی ہے۔ ابھی تو میں نحو میر اور ہدایۃ النحو میں تھا کہ ایک کتاب 'تبلیغ دین' اس کو میں نے پڑھی۔ یہ اردو ترجمہ ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی 'کتاب الاربعین للحضر والسفر' جس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس اصول بیان کئے۔ ان چالیس میں سے تیس فصلوں کا اور تیس اصولوں کا 'تبلیغ دین' کے نام سے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں ترجمہ کر کے خود شائع فرمایا تھا۔ جس پر حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریظ میں تحریر فرمایا کہ:

'حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ کہتا ہے عاجز اشرف علی کہ اجزائے دین میں سے جو جزء اخلاقی اور تہذیب نفس کے سلسلہ کے ہیں عوام نے تو اعتقاداً اور خواص نے عملاً اسے کالمحذوف اور کالمطروح کر دیا ہے اور پھینک دیا ہے جس سے مفاسد دینیہ وتمدنیہ پیدا ہو رہے ہیں۔ علاج اس کا یہی ہے کہ اس کی تعلیم اور اس پر تنبیہ کی جائے۔ چنانچہ سلف نے اسی واسطہ متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ سہل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں

پھران میں بھی **رسالہ اربعین للحضرو السفر** ہے جس کا حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نے ترجمہ فرمایا ہے۔ یہ بڑی پیاری کتاب تبلیغ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ اکابر کی ان کتابوں کی ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ کوئی شوشہ ایسا نہیں چھوڑا جو انہوں نے ہمارے لئے باقی چھوڑا ہو۔

'تبلیغ دین' میں نے پڑھی اور مجھے بہت پیاری لگی۔ قلب کو جن خوبیوں سے مزین کرنا چاہیئے، اخلاق عالیہ اور اخلاقِ فاضلہ، ان کا اس میں ذکر ہے اور جو قلبی امراض ہیں ان کا اس میں ذکر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اللہ عز وجل نے کیسی زبردست تاثیر رکھی ہے کہ میں وہ پڑھتا تھا اور روتا تھا کہ یا اللہ یہ تمام امراض تو میرے قلب میں موجود ہیں۔ حرص بھی ہے، حسد بھی ہے اور کبر بھی ہے۔ تمام ایک ایک کو پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ اب کیسے نکالیں تو اب تلاش ہوئی۔

ارادت اور تصوف کا سلسلہ ہمیں ہمارے محسن دوست مولانا احمد ادا صاحب گودھرا والے نے بتایا، ان سے دوستی ہوئی بھائی جان کی بھی اور حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب مدظلہم العالی کی بھی۔ تو ہم نے سب سے پہلے اس تصوف کو جو پہنچانا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا اردو ترجمہ 'تبلیغ دین' کے نام سے کیا گیا ہے اسے پڑھ کر اس طرف رغبت ہوئی۔ آگے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رستہ کھلتے چلے گئے۔

یہ چھوٹی سی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب جو سو صفحے سے بھی شاید کم کی ہوگی، اس میں یہی دو چیزیں ہیں کہ ہمارا قلب ہے وہ اصل ہے۔ اس میں جو خصائلِ حمیدہ ہیں جو اوصافِ مطلوبہ ہیں جو اس میں ہونے چاہئیں ان کا ذکر ہے اور جو خصائل اس میں نہ ہونے چاہئیں ان کی بھی اس میں تفصیل ہے کہ جو اخلاقِ ذمیمہ ہیں وہ نہیں ہونے چاہئیں اور وہ یہ یہ ہیں اور کس طرح وہ پیدا ہوتے ہیں، مختصر مختصر اس میں ہر ایک خصلت پر کلام کیا گیا ہے۔

صوفیاء کی مشہور کتابوں میں قوت القلوب ہے اور رسالہ قشیریہ ہے، مدارج السالکین ہے، سب میں ایک مضمون ہے کہ خصائل ذمیمہ برے خصائل سے قلب کو پاک کرو۔ یہ یہ چیزیں

ہیں۔ جھوٹ بہتان اور غیبت سے بچو اور اخلاق عالیہ کس طرح پیدا ہوتے ہیں اور وہ کون کون سے ہیں وہ انہوں نے اس میں گنوائے۔

مدارج السالکین کا صفحہ ہے ۳۱۷۔ اس صفحہ پر یہ شعر ہے:

يَـا أَيُّهَـا الـرَّجُـلُ الْـمُـعَلِّمُ غَيْـرَهُ   هَلَّا لِـنَـفْسِكَ كَـانَ ذَا التَّعْلِيْمُ

حضرت شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ

ہمارے ہاں حرم کے بڑے امام صاحب حضرت شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ تشریف لائے تھے دار العلوم کے جلسہ میں۔ کئی دفعہ دار العلوم میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سبیل کی آمد ہوئی۔ اس دارالعلوم کے جلسہ میں آپ نے یہ شعر پڑھا:

يَـا أَيُّهَـا الـرَّجُـلُ الْـمُـعَلِّمُ غَيْـرَهُ   هَلَّا لِـنَـفْسِكَ كَـانَ ذَا التَّعْلِيْمُ

ان کے تشریف لے جانے کے بعد ہم نے ان کا بیان چھپوایا بھی تھا۔ اس کو اردو میں شائع بھی کیا تھا۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اس مدارج السالکین کا مطالعہ کیا ہوگا۔

صوفیانہ مزاج شیخ سبیل کا تھا، بالکل صوفیانہ تھا۔ جنرل ضیاء مرحوم اپنی آپ بیتی سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ کہیں دعوت میں ہم اکٹھے تھے۔ دیر سے ہم حرم شریف پہنچے۔ عشاء وغیرہ سے فراغت ہو چکی تھی، حضرت شیخ سبیل نے تکبیر خود شروع فرمادی۔ اقامت کہہ رہے ہیں، جنرل ضیاء صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑ کر شیخ سبیل نے مجھے نماز کے لیے آگے بڑھا دیا۔

اعلی درجہ کے وہ فقیہ تھے۔ ایک دفعہ کچھ اشعار کی گفتگو آئی، مجھے فرمانے لگے کہ مجھے جو اشعار یاد ہیں تو ان کی تعداد ہزاروں میں ہوگی۔ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے صوفی اور بہت بڑے خطیب تھے۔ انہوں نے نہیں سوچا کہ جن کو میں آگے بڑھا رہا ہوں ان کی داڑھی نہیں ہے اور یہ سارا مجمع دیکھ رہا ہے۔

مدینہ مسجد باٹلی

ایک دفعہ میں باٹلی میں مدینہ مسجد باٹلی کے ذمہ داروں نے ڈاکٹر صاحب وغیرہ نے فرمایا کہ امام صاحب کو ہمارا مکتب دکھا دیں، لہذا میں لے کر پہنچا۔ ماشاء اللہ کوئی چالیس پچاس سے زیادہ وہاں الگ الگ کلاسیں تھیں۔ ہر کلاس میں دروازہ کھول کر کے ذرا سا حضرت کھڑے ہوتے۔ طلبہ سلام کر لیتے ان کے استاذ سلام کرتے۔ ایک جگہ قاعدہ الف باء والے بچے تھے۔ قاعدہ بغدادی احسن القواعد پڑھنے والے بچے۔ ان کے استاذ آکر ملے سلام کیا اور انہوں نے کہہ دیا شیخ سے کہ ان کو کوئی نصیحت فرمائیں۔ میں نے ترجمہ کیا، حضرت نے کوئی پندرہ بیس منٹ کا خطبہ دیا جیسے حرم شریف میں خطبہ دے رہے ہوں۔ حضرت شیخ تو سمجھتے تھے شیخ سبیل کہ یہ بچے عربی نہیں سمجھتے لیکن بولتے چلے گئے۔ کیا ان کی کسر نفسی اور تواضع کا عالم۔

دار العلوم میں جو بیان دیا، اس میں یہ شعر پڑھا:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمُ

جس میں شاعر واعظ کو خبردار کر رہے ہیں کہ اے بھلے مانس تم دوسرے کو نصیحت کرنے جارہے ہو پہلے اپنے نفس کو آپ نے نصیحت کر لی؟ اس کو آپ نے ٹھیک کر لیا؟ ایک دو شعر کے بعد آگے فرماتے ہیں۔

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمُ

تم سب سے پہلے نصیحت اپنے نفس کو کرو وہ باز آجائے اور تمہارے قابو میں آجائے تب ہم تمہیں بہت بڑا بہت اونچا ٹائٹل دیں گے 'فانت حکیم' کہ آپ حکمت جاننے والے ہیں۔

اصل میں اوپر سے ابن قیم نے آیت شروع کی تھی، ایک صفحہ پہلے آیت لائے ہیں '**اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ**'۔ حکمت کیا ہے؟ موعظہ حسنہ کیا ہے؟ مجادلہ کیا ہے اور جدل اور برہان اور خطابہ کیا ہے ان سب پر بحث کرتے ہوئے پھر یہاں اس صفحہ پر قرآن شریف کی دوسری آیت لائے۔ '**وَمَا اُرِيْدُ**

أَنْ أُخَالِفَكُمْ اِلیٰ مَاأَنْهٰكُمْ عَنْهُ‘ ۔کہ حضرت شعیبؑ فرماتے ہیں اپنی قوم کو کہ جن کاموں سے میں تمہیں روک رہا ہوں، پہلے اپنے آپ سے میں نے اس کو شروع کیا کہ پہلے میں خود اس سے رک گیا۔

آگے ابن قیم فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ جب تم چاہو امر ونہی یعنی نیکی کا تم حکم کرو، برے کام سے تم روکنا چاہو، پہلے خود اس پر عمل کرنے والے بن جاؤ۔اس کے بعد یہ شعر لائے ’**یـــا ایهـــا الـرجـل...**‘ ۔اے دوسرے کو تعلیم دینے والے پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے۔اپنی ذات سے ابتداء کر پھر اپنے گھر سے ابتداء کر۔جب تو ایسا کرلے گا تو:

فَهُنَـاکَ یُقْبَلُ مَـاتَـقُوْلُ وَیُقْتَدٰی　　بِـالْقَوْلِ مِـنْکَ وَیَـنْـفَعُ التَّـعْلِیْـمُ

تب جاکر تمہاری بات موثر ہوگی اور یہ تمہاری تعلیم ونصیحت کارگر ہوگی۔

آگے چل کر اسی مضمون میں ابن قیم قرآن کریم کی آیت لاتے ہیں ’**فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن یَّخَافُ وَعِیْد**‘ ۔کہ ایک شرط تو خود معلم میں، نصیحت کرنے والے واعظ میں ہونی چاہئے کہ پہلے اپنی اصلاح کرے تب دوسرے کو نصیحت کرے۔اور ایک شرط جو مخاطب ہیں ان میں ہونا ضروری ہے کہ وہ مالک اور خالق اور اللہ عز وجل کے وعد اور وعید پر ایمان رکھتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو۔اگر اس کا اس پر ایمان ہے تب جاکر یہ وعدہ، وعید اور نصیحت و وعظ کام دے گا اور مؤثر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس امت کی حفاظت فرمائے اس کے ایک ایک فرد کی حفاظت فرمائے، ہماری مساجد کی، خانقاہوں کی، تعلیم گاہوں کی حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۹ ررمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیعت

کہیے' لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ' نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ ایمان لائے ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر، بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں کریں گے اور ہو گیا تو توبہ کریں گے۔

یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما۔ یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما۔ یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما۔ ہمیں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما۔ ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی اور اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اکابرین

دوستو! میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ جو طریق، یہ رستہ اور قبلہ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم نے ہمیں دیا ہے، تقلید کا رستہ، چار ائمہ ہمارے امام ہیں ان کی تقلید واجب ہے۔ یہ رستہ جو انہوں نے دکھایا اور روحانی سلاسل دکھایا، یہ برحق ہیں، سچ پر ہیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ایک ایک فرد کی ہم تاریخ اٹھا کر پڑھتے ہیں، ہمیں سوائے حق کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

اس لئے میں نے بیان میں عرض کیا تھا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہورہی ہے شام میں۔ بیٹے بلال کو بلایا بیٹا ادھر آ۔ جیسے ہمارے خالہ زاد بھائی حافظ غلام احمد تَرکی کیسٹ سن رہے ہیں۔ بیٹا! ادھر آ۔ سن یہ بیان۔ بیان سنتے سنتے اللہ، لا الہ الا اللہ پڑھ کے چلے گئے۔ اس طرح حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت بلال کو بلا رہے ہیں بیٹا! ادھر آ۔ اور ان کو فرما رہے ہیں بیٹا! دیکھ یہ جو اس وقت مجھے درپیش ہے تجھے بھی درپیش ہوگا۔ یہ لمحہ تجھے بھی بھگتنا ہے۔ تو کرلے اس کے لیے کرلے۔ اور کیسے کیا؟

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ

بھائی جان نور اللہ مرقدہ 'السلام علیکم' کہہ رہے ہیں۔ کن کو سلام؟ حضرت مدنی قدس سرہ پورا قافلہ لے کر پہنچے تھے لینے کے لیے وہاں۔ اور حضرت مدنی قدس سرہ جب اس جہان سے گئے، حضرت کی وفات جس وقت ہورہی ہے وہاں اسی وقت کھٹور سے خط جارہا ہے کہ میں نے حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار لکھتے ہیں۔ حضرت ہی کو لکھ رہے ہیں کارڈ کہ حضرت میں نے آج خواب دیکھا کہ سورج غروب ہورہا ہے۔ اسی وقت حضرت کا وصال ہورہا تھا جس وقت وہ لکھ رہے تھے۔ یہی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال پر حضرت مولانا احمد

میاں صاحب سملکی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو رہا ہے۔ جاگتے میں رات کو ڈیڑھ بجے خواتین دیکھ رہی ہیں۔ حضرت تو بیمار ہیں چارپائی پر لیکن دیکھا کہ عرب لباس پہنے ہوئے پورا ایک مجمع صحن میں داخل ہوا۔ بیداری میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر قریب جا کر دیکھا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی۔ دیکھا تو حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اسی وقت دار العلوم دیوبند میں اور پورے دیوبند میں آواز گونجی کہ ارے تم پڑے سو رہے ہو دیکھو حضرت مولانا انور شاہ صاحب کو!۔

یہ آواز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں سنی۔ وہ باہر تشریف لے آئے اور قاری صاحب سے پوچھا کہ قاری صاحب آپ نے آواز سنی؟ اور جا کر پتہ کیا۔ یہ جتنے واقعات ہیں یہ حقانیت کی دلیل ہیں۔ یہ ہمیں بتاتے ہیں۔ اور یہ کتنا حق ہے! کتنا حق ہے!

مدارس

میں نے وہاں زکریا مسجد میں بیان میں کہا تھا کہ ہمارے یہ مدارس تو لنگر ہیں۔ یہ دنیا اور دنیا والوں کی کشتی ڈانواں ڈول ہوتی ہے اس کے لنگر ہیں یہ مدارس۔ اس کے بغیر دنیا قائم نہیں رہے گی۔ اسی سے حق قائم رہے گا، اسی سے سارے نظام سلامت رہیں گے اور دنیا چلتی رہے گی اور انسانیت امن پائے گی۔ جتنی کتابیں ہیں درسِ نظامی کی وہاں زکریا مسجد میں میں نے کہا تھا وہ ایک ایک کتاب چن چن کر رکھی گئی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ فلاں کتاب کے مصنف کا وصال ہوا۔ ان کو دیکھا گیا کیا گذری؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس بھی آئے تھے سوال جواب کے لیے۔ پوچھا 'من ربک؟'۔

قبر میں سوال

رب کو ہم کاش پہچانیں۔ اللہ اللہ! کاش کہ ہم رب کو ہر وقت پہچانے رہیں تو وہاں بول سکیں گے۔ کتنی دفعہ یاد دہانی کرائی گئی کہ وہاں عہد الست اللہ نے لیا تھا۔ زمین و آسمان کوئی چیز پیدا نہیں فرمائی تھی، وہاں الست میں کوئی چیز نہیں تھی۔ خدا تھا اور بس۔ نہ انسان نہ بشر نہ اور کوئی چیز۔ وہاں ہم سب کی ارواح سے اللہ نے سوال کیا تھا۔ اَلَستُ بربکم؟ وہاں بھی رب۔ الست بربکم؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ یہی سوال قبر میں بھی ہوگا۔ من ربک؟ تمہارا رب کون؟

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امتیوں سے کہ یہ جب تمہاری آنکھ کھلے گی۔ ہم کہتے ہیں کہ آنکھ بند ہوگئی، مرگیا۔ نہیں نہیں آنکھ کھلے گی۔ جب فرشتے آجاتے ہیں اس کے بعد بند ہی نہیں ہوتی آنکھ۔ اسی لئے آداب میں ہے کہ آنکھ بند کردو اس کی۔ وہ تو ہیبت کی وجہ سے اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ کیا وہ لمحہ ہوگا کہ آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ جب ہماری آنکھ کھلے گی، اس وقت ہم اپنے سوال کرنے والوں کو جو پوچھیں گے کہ من ربک؟ اس کا جواب دے سکیں۔ اس کی تیاری کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ تو ساری عمر کی تمہاری نیند اور غفلت تھی۔ یہ ساری چیزیں، یہ مکان، یہ بیوی، یہ بچے یہ پیسے یہ غفلت کا سامان ہے سارا۔ لہو ولعب۔ اسی میں ہم کھیل رہے ہیں۔ اس نیند سے، غفلت سے ہماری آنکھ کھلے گی، بیدار ہوں گے، آنکھ کھلے گی، اس وقت وہ سوال کرنے والے 'من ربک؟' کہیں گے۔ اس کی تیاری کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جسے تم غفلت سمجھتے ہو، سونا، لیٹے رہنا، سویا رہنا یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ اسی وقت تم گناہوں سے بچتے ہو۔ جتنی دیر تم بیدار رہتے ہو، گناہ ایک لمحہ کے لیے نہیں چھوٹتا۔ یہ جو تمہاری نیند ہے جسے تم سمجھتے ہو کہ 'النوم اخو الموت'۔ کہ یہ نیند یہ بھی موت کی طرح ہے۔ اس سے تمہاری جب آنکھ کھلے، جیسے ہی آنکھ کھلے تو کیا پڑھنا چاہئے، میں نے گذشتہ سال بھی بتایا

تھا۔ ہاں یاد رکھا کچھ ساتھیوں نے کہ 'رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِینًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولاً'۔

اس رب کو ہم پہچانیں۔ رب کے متعلق تو آپ ایک مہینہ تک بولتے رہیں۔ 'رب العالمین' اس کے سارے عالمین گنواؤ۔ حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ترجمہ شروع کروایا تھا کوئی ایک مہینہ تک سورہ فاتحہ کی تفسیر میں گزرا، الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا، تفسیر ہوئی تھی الحمد شریف کی۔

رجلِ اکمل

آگے چلئے دوسرا سوال۔ من ھذا الرجل؟ رجل ہی سے پہچانئے دوستو۔ کوئی کہے کہ یہ مرد، فوراً رجل اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمارا ذہن جائے کہ وہ رجل ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ دجال، وہ ساری دنیا کی سیر کرے گا۔ ہر جگہ جاسکے گا۔ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا، اس کی فوج کہے گی کہ چلو اندر! وہ کہے گا کہ نہیں 'ھٰذِہٖ بَلْدَۃُ الرَّجُلِ'۔ وہ دجال پہچانتا ہے ہم نہیں پہچانتے۔ کہ یہ تو الرجل کا شہر ہے میں نہیں داخل ہوسکتا یہاں۔ کاش کہ ہم رجل اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں۔

ایک بزرگ کا جواب

ان بزرگ سے جب فرشتوں نے سوال کیا تو وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں آپ کو جواب دوں نظم میں یا نثر میں؟ فرشتوں نے کہا کہ نظم میں۔ تو پھر میں نے آپ کو وہ اشعار سنائے تھے کہ

لَا اِلٰــــــہَ رَبِّــــــی سِـــــوَاہُ وَنَبِیِّــــی مُــحَـمَّـــدٌ مُـصْـطَــفَـــاہُ
وَدِیْــنِــی الْاِسْلَامُ لَادِیْـنَ سِـوَاہُ

اس 'رضیت باللہ ربا...' کو روز آنکھ کھلتے ہی پڑھیے تاکہ آپ کی جب آنکھ کھلے اس جہان سے جانے کے بعد، اس وقت جواب دے سکیں۔ ورنہ یہ جتنی چیزیں ہیں وہ آپ کو

الجھائے رکھیں گی ورنہ ہمارے اکابر کہہ کر گئے کہ یہ جو رستے ہیں تقلید اور تصوف کے، اسی کو پکڑے رہو۔ اسی میں تمہاری خیر ہے۔

ابا جان نور اللہ مرقدہ

میرے ابا نور اللہ مرقدہ کو میں نے دیکھا کہ نہ انہیں کھانا چاہئے، پینا چاہئے نہ پانی چاہئے۔ جب میں ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اس وقت والد صاحب نے عہد کیا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر بس ایک مالک کو یاد کرنا ہے۔ اس وقت جو غسل کیا ہوگا کپڑے پہنے ہوں گے جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا، اس وقت میری کوئی بائیس برس کی عمر رہی ہوگی۔ میں پیٹ میں تھا جب غسل کیا ہوگا، کپڑے پہنے ہوں گے، بائیس برس کے بعد ہم نے تختہ پر ان کو جو غسل دیا ہے، وہ پہلا غسل تھا۔

کاش کہ ہم اس دنیا کی فنائیت کو ہر وقت یاد رکھیں۔ ہر وقت اسے بولتے رہئے کہ یہ دنیا فنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی فنائیت کا ہمیں احساس دے۔ اور یہ جو ہم نے عہد کیا اس کو ہم نبھائیں، 'وَمَنْ أَوْفىٰ بِمَا عَاهَدَ اللّٰهَ عَلَيْهِ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا'۔ اپنے رب کو یاد کرتے رہیں اور رجل اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کو اور یہ دینِ الاسلام کو اور ہمارے اکابر کے طریق کو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر موت دے۔

حرمین شریفین

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ہر فرد کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اجتماعی انفرادی تمام عبادتوں کو قبول فرمائے۔ بالخصوص حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔ چند روز قبل میں نے کسی کا خواب بیان کیا تھا کہ مسجد نبوی کے چاروں طرف سمندر ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ مسجد نبوی اور حرمین دشمنوں کو روز اول سے کھٹک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے بالخصوص وہاں اس وقت تاریخی اجتماع ہوگا۔

گذشتہ ہفتہ پتہ چلا تھا کہ اس سال حرمین میں امت مسلمہ کا جتنا بڑا اجتماع ہے اتنا اس

سے پہلے کبھی دیکھا نہیں گیا۔ ایک تہائی عام سالوں میں جتنی زائرین کی حاضری رہتی تھی اس سے ایک تہائی زیادہ ہیں۔ ایسے بڑے اجتماع میں ابھی مدینہ شریف سے کچھ اچھی خبریں نہیں آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔ قیامت تک کے لیے دشمنوں کی نظر بد سے اسے محفوظ رکھے، حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے۔

یہ آخری لمحات ہیں رمضان المبارک کے اس میں گڑ گڑا کر اپنے لئے اور امت کے لیے اور حرمین شریفین کی حفاظت کے لیے مانگتے رہیں۔ اپنے تمام دھندوں کاموں کو چھوڑ کر ایک ہی چیز کو اس وقت اپنا کام سمجھیں۔ چلتے پھرتے مالک کے سامنے کڑھتے رہیں کہ الٰہی حرمین شریفین کی حفاظت فرما، امت مسلمہ کی حفاظت فرما۔ ہر طرح کی عزت آبرو جان مال کو محفوظ فرما۔ اللہ تعالیٰ ہماری بدعملیوں اور اعمال بد کے نتیجہ میں ہمیں برے دن نہ دکھائے اور بری خبریں ہمارے کانوں میں نہ پڑیں۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلاَ اِلٰہَ غَیْرُکَ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۳۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم

ابھی تو ہم رمضان المبارک کا استقبال کر رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے آج آخری دن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔ اپنی طرف سے ہم سب کو، ساری امت کو معافی دے دے۔ **رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔**

یہ آخری دن کی گذارشات ہیں۔ میں اپنے ہی کو مہینہ بھر سناتا رہا مگر میرا نفس کتے کی دم کی طرح اب تک بھی ٹیڑھا ہی چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سرکشی اور اس کی شرارتوں سے مجھے محفوظ رکھے۔ لیکن یہ سوچ کر سناتا رہا کہ اللہ کا کوئی بندہ سن لے اور اسے عمل کی توفیق ہو اور وہی میرے لئے ذریعہ نجات کا ذریعہ بن جائے۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے شرح معانی الآثار طحاوی کے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور نور اللہ مرقدہ بہت بڑے ادیب تھے۔ جن حضرات نے حضرت صوفی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا اور اردو فارسی عربی کا ادب اور کلام ان سے سنا، انہیں اندازہ ہوگا حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی عظمتوں کا۔ جب حضرت مفتی صاحب

ایسے تھے تو ان کے استاذ محترم کیسے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جب فضائل درود شریف تالیف فرمائی حضرت کی اکثر کتابوں کے متعلق مبشرات ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اس کتاب کے متعلق بھی ارشاد نبوی حضرت کو خواب میں سنایا گیا یا کسی مشورہ دینے والے نے خواب میں مشورہ دیا کہ اس کتاب میں نعتیہ قصیدہ بھی ہونا چاہئے۔ پھر کیا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عربی قصائد بھی اس کے اخیر میں شامل فرمائے، فارسی قصیدہ بھی شامل فرمایا اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بہاریہ

'نہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبل زار'

یہ بھی شامل فرمایا۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا جو کلام اور آپ کا قصیدہ فارسی میں تھا، اردو دانوں کے لیے ترجمہ کی ضرورت تھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ترجمہ کے لیے بھیجا اور ان کے ترجمہ کو قصیدہ کے ساتھ شامل فرمایا۔

اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ادبیت کا یہ حال تھا کہ شروع میں ایک آدھ مرتبہ اکبر الہ آبادی کا کلام کہیں نظر سے گذرا۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے کہیں سہو غلطی کی نشاندہی فرما کر انہیں لکھا کہ یہ کلام یوں نہیں اس طرح ہونا چاہئے بھیج دیا۔ پھر کیا تھا؟ مرید ہو گئے۔ ان کی چاہت اور تمنا رہتی تھی کہ حضرت ناظم صاحب میرے کلام کی اصلاح فرماتے رہیں۔

اکبر الہ آبادی

ہندوستان کا اتنا بڑا شاعر، ان کا کلام 'کلیات اکبر' کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں بسم اللہ اس طرح کی گئی ہے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کا معمول تھا کہ

بیعت فرماتے تو اس طرح شروع ہوتے۔ ’کہو لا الہ الا اللہ‘۔ کبھی فرماتے ’کہو بھائی لا الہ الا اللہ‘۔ اسی طرح اکبرالہ آبادی فرماتے ہیں:

کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا — رہوں جو حق پہ مخالف کریں گے کیا مرا
خدا کے گھر سے اگر میں نہیں ہوں بے گانہ — تو ذرہ ذرۂ عالم ہے آشنا میرا
میری حقیقت ہستی یہ مشت خاک نہیں — بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتہ میرا
انہیں ہے عقل جو محتاج غیر ہیں ہر دم — مجھے ہے عشق کہ جو خود ہے مدعا میرا
غرور انہیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبر — سِوا خدا سب ان کا ہے اور خدا میرا

اس وقت ساری دنیا کے حالات بہت دگرگوں ہیں۔ بڑے خوفناک، تشویش ناک اور ڈراؤنے بن گئے ہیں۔ ایسے ہی حالات سے متاثر ہوکر اکبرالہ آبادی نے کہا تھا۔

وفا میں ثابت قدم نکلنا فدائے عشق حبیب ہونا
یہ کامیابی ہے عاشقی کی یہی تو ہے خوش نصیب ہونا
ادھر وہی طبع کی نزاکت، ادھر زمانے کی آنکھ بدلی
بڑی مصیبت شریف کو ہے امیر ہوکر غریب ہونا

اللہ ہمارے سب امراء کو جتنا ابھی دیا ہے اس سے زیادہ مالک عطا فرمائے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ۔

عطا ہوئی ہو اگر بصیرت تو ہے یہ حالت مقامِ حیرت
خدا سے اتنا بعید رہنا خودی سے اتنا قریب ہونا
رسول اکرم کی ہسٹری تو پڑھو تو اول سے تا بہ آخر
وہ آپ ثابت کرے گی اپنا عظیم ہونا عجیب ہونا
جو دل پہ گذری کروں گذارش بغیر پیچیدگی و سازش
فقیہ ہونے کی ہے نہ خواہش نہ چاہتا ہوں ادیب ہونا

رہِ طلب میں ہے بس مقدم شکستہ دل اور چشمِ پرنم
نہیں موثر کچھ اس میں ہم دم امیر ہونا غریب ہونا
نظر کر ان کی طرف ادب سے تو پھیر دیں تیرے دل کو سب
عجب نہیں عاشقانِ رب سے ظہورِ کارِ عجیب ہونا

قاری عبدالمعید صاحب نوراللہ مرقدہ

اللہ کرے، مالک کی قدرت کی طرف سے کوئی معجزہ ظاہر ہو اور دنیا کے حالات بدلیں اور انسانیت راحت پائے۔ جب ہم اپنی خوشی سے سربسجود نہیں ہوتے، پھر زبردستی حالات مالک پیدا کرتا ہے تاکہ اب تو جھکیں۔ اب تو میری بارگاہ میں آکر سجدہ ریز ہوں اور مجھ سے مانگیں۔ اسی کو ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں ممبئی کی مشہور مسجد 'چونا بھٹی' کے خطیب قاری عبدالمعید صاحب نوراللہ مرقدہ تھے۔ بڑی پیاری شخصیت وہ فرماتے ہیں:

فکرِ دنیا کرکے دیکھا فکرِ عقبیٰ کر کے دیکھ — چھوڑ اب ذکر سارے ذکر مولیٰ کر کے دیکھ
حب جاہ وحب مال وزر سے کر کے اجتناب — شمع عرفاں سے منور قلب اپنا کر کے دیکھ
قلب تیرا ہوگا روشن معرفت کے نور سے — کچھ ذرا محنت مشقت زاہدانہ کر کے دیکھ
کون کس کے کام آیا کون کس کا ہے ہوا — سب کو اپنا کرکے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ
سب کو اپنا کر کے دیکھا، رب کو اپنا کر کے دیکھ
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

شروع میں ایک مغالطہ عرض کیا گیا تھا کہ مغالطہ دینے والوں نے مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ حضرات محدثین صوفیائے کرام کو پسند نہیں کرتے۔ تصوف کے وہ خلاف ہیں، میں نے جگہ جگہ واقعات آپ کو سنائے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فلاں بزرگ سے متاثر ہیں ان کی دعائیں لے رہے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شیخ راعی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک سے زائد بزرگوں کی خدمت میں مؤدبانہ مسکین متواضع بن

کر عاجزی کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضری کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر حبیب عجمی کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں، کیا ائمہ اربعہ اور کیا اصحابِ صحاح ستہ۔ سب کے دلوں کے حکمران اور ان کے سروں کے تاج تھے صوفیائے کرام۔

حضرت ابو حازم اور خلیفہ سلیمان بن عبد الملک

ابن شہاب زہری کتنے بڑے محدث، کتنے بڑے بزرگ ہیں۔ ایک دفعہ سلیمان بن عبد الملک مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔ تین دن وہاں قیام رہتا ہے۔ انہیں تلاش رہتی ہے کہ حضرات تابعین میں سے اگر کوئی مدینہ منورہ میں زندہ سلامت ہو، مجھے ان کی زیارت کرنی ہے۔ امراء اور سلاطین انہی کے متلاشی رہتے تھے اور جب وہ حاضر ہوتے، کوئی رو رعایت ان مشائخ تصوف کی طرف سے ان کے ساتھ بالکل نہیں ہوتی تھی۔

وہی حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب والا انداز، حضرت مرزا مظہر جان جاناں والا انداز کہ سلطانِ وقت پہنچا۔ وہاں گلا سوکھ رہا ہے۔ پانی کی تلاش ہوئی، چپکے سے کہا گیا کہ یہاں کا ادب یہ ہے کہ خود ہی اٹھ کر پیو۔ ہم خدام اگر اٹھ کر آپ کی یہ خدمت انجام دیں گے، ہمیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ سلطان وقت اپنی پیاس بجھانے کے لیے اٹھتے ہیں پانی پیتے ہیں۔ گلاس اور پانی پینے والا پیالہ اپنی جگہ پر رکھتے ہیں۔ جب واپس اپنی جگہ پر لوٹتے ہیں، ڈانٹ پڑتی ہے حضرت مرزا صاحب کی طرف سے۔ سر پکڑ لیتے ہیں۔ 'ارے تم نے پانی پی کر یہ پیالہ جو واپس صراحی پر رکھا ہے تو ٹیڑھا رکھا ہے۔ میرے سر میں اس سے درد ہو گیا۔ جب تم پیالہ قرینہ سے نہیں رکھ سکتے، قرینہ سے حکومت کیسے چلاتے ہو گے۔

سلیمان بن عبد الملک سے کہا گیا کہ یہاں ایک بڑے بزرگ ہیں ابو حازم۔ بڑے عابد، بڑے زاہد۔ تمام محدثین نے کتاب الزہد والرقاق مستقل بھی تصنیف فرمائی اور اپنی تصانیف میں یہ باب رکھا، بہت بڑا باب قائم فرمایا جو صوفیاء کا خاص شیوہ تھا زہد عن الدنیا۔ اسی میں پکڑے جاتے تھے محدثین اور ان کو ڈانٹ پڑتی تھی صوفیائے کرام کی طرف سے۔ انہی

چیزوں کے برتنے کی وجہ سے۔ کبھی امراء سلاطین سے تعلق پر ڈانٹ پڑتی ہے کبھی مال ومنال جمع کرنے پر ڈانٹ پڑتی ہے۔ حاتم اصم کے واقعات سنئے پڑھئے۔

سلیمان بن عبدالملک جب پہنچتے ہیں حضرت شیخ ابو حازم کی خدمت میں جو شیخ المدینہ، مدینہ منورہ کے سب سے بڑے، اپنے زمانے کے شیخ تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ بڑی حکمت کی باتیں ان کی زبان سے سنی جاتی تھیں۔ اور کیوں نہ نکلیں حکمت کی باتیں؟ کہ جو دل اللہ نے دیا ہے ہمیں صرف اپنی محبت کو بسانے کے لیے ہے کہ خالق اور مالک، خالق کائنات ہی کی محبت اس میں بسائی جائے اور کسی کے لیے اس میں کوئی جگہ اور گنجائش نہیں ہے۔ دوسرے نمبر پر حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بسائی جائے اور بس۔ تیسرے کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ پڑھا کرتے تھے۔

پڑھ پڑھ ہوئے پتھر لکھ لکھ ہوئے چور جس علم سے مولیٰ ملے وہ پڑھنا کچھ اور

ان کا علم ہی کچھ اور تھا۔ انہیں اعتراف تھا صوفیائے کرام کو کہ جو علم حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا تھا بہت بڑا علم تھا۔ لیکن علم کی ایک نوع اور ایک شاخ ان کے پاس نہیں تھی جس کے حصول کے لیے خضر کی خدمت میں ان کو بھیجا گیا۔ تلاش کر کے پہنچے۔ وہ علم حاصل کیا۔

وفا اور جفا

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلیمان بن عبدالملک حاضر ہوتے ہیں اور شاہانہ انداز میں پوچھتے ہیں کہ 'مَا ھٰذَا الْجَفَاءُ؟' کہ یہ سب ہمارے پاس آتے ہیں۔ آپ کے متعلق بھی خیال تھا کہ آپ آؤ گے۔ اسی کو جفا کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کے متعلق آپ کی اس سے جو چاہت ہو اور وہ اس کے خلاف کرے، آپ کی امید اور چاہت کے خلاف اس کا برتاؤ ہو، اس کو کہتے ہیں جفا۔ اور اگر آپ کی چاہت کے مطابق وہ کرے، اسے کہا جاتا ہے وفا۔ ابوحازم سے سلیمان بن عبدالملک کہتے ہیں کہ 'مَا ھٰذَا الْجَفَاءُ؟' کہ آپ کی طرف سے

یہ زیادتی اور جفا کیوں ہے؟

کن کو چھیڑا، انہیں اندازہ نہیں تھا سلیمان کو۔ تو جواب ملتا ہے 'وَأَيُّ جفَاءٍ رَأَيْتَ مِنِّیْ'؟ ہماری طرف سے کون سی جفا تم نے دیکھی۔ سلیمان بن عبد الملک کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے سارے مشائخ، سارے بڑے حضرات میرے پاس پہنچے اور آپ نہیں آئے؟ اوہو! کیا جواب ملا۔ کیسی اصلاح ہوگئی سلیمان بن عبد الملک کی۔ کہتے ہیں کہ 'مَا جَرٰی بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ الْمَعْرِفَۃُ اٰتِیْکَ عَلَیْھَا' کہ آدمی کسی کو ملنے کے لیے جائے، کسی کو جانتا ہو پہچانتا ہو جبھی تو جائے گا۔ میں آپ کو پہچانتا نہیں آپ کون ہیں؟ اللہ اکبر! سلیمان بن عبد الملک نے سوچا کہ یہ سوال 'مَاھٰذَا الْجَفَاءُ'، میں نے غلط کیا اور ڈانٹ سننی پڑی۔ پتہ نہیں مجھے آگے کیا سننا پڑے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

یہ انتہائی ذکی ہوتے ہیں، ان کی ذکاوت ایک ایک کلمہ سے، ایک ایک حرکت سے، ایک ایک نظر سے ٹپکتی ہے۔ اس کی طرف کیوں گھور کر دیکھا۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے دستر خوان پر ہیں۔ حضرت سہارنپوری کی نظر کہاں کہاں اور کیسے جارہی ہے۔ سب کو حضرت دیکھ رہے ہیں۔ حضرت شیخ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے حضرت رائپوری عرض کرتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی کوئی اس طرح گھور کر کھلائے۔

پھر اس کی خود ہی وضاحت فرمائی کہ حضرت سہارنپوری جب کھانے کی کوئی چیز آپ کو دینا چاہتے ہیں، میں نے بارہا یہ نوٹ کیا اور یہ دیکھا کہ پہلے اس چیز کو حضرت سہارنپوری گھور کر دیکھتے ہیں۔ دیر تک اس کو گھور کر دیکھا پھر وہ اٹھا کر آپ کو کھانے کے لیے عطا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ کاش کہ ہمیں بھی کوئی اس طرح گھور کر کھلائے۔ ایک ایک نظر میں ان کے یہاں لطائف ظرائف اور کیا کیا اس میں نظروں میں ہوتا ہے:

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کرے

حضرت شیخ ابو حازم

ایک ہی سوال کا جواب سن کر سلیمان بن عبد الملک کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت شیخ ابو حازم کا جلال کس درجہ کا ہے، اب انہوں نے پیرایہ بدلا اور اصل بات کی طرف آئے۔ اور پوچھا کہ 'یَا اَبَا حَازِمٍ مَالَنَا نَکْرَہُ الْمَوْتَ؟' کہ ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے؟ شیخ ابو حازم فرماتے ہیں کہ 'لِأَنَّکُمْ عَمَّرْتُمْ دُنْیَاکُمْ وَخَرَّبْتُمْ آخِرَتَکُمْ فَأَنْتُمْ تَکْرَھُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا مِنَ الْعُمْرَانِ اِلیٰ الْخَرَابِ' ۔کہ تم موت کو اس لئے ناپسند کرتے ہو کہ تم نے اپنی دنیا آباد اور اپنی آخرت خراب کی اب جو تم نے آباد کیا ہے وہاں سے تم جانا نکلنا پسند نہیں کرتے کہ وہاں قبرستان میں جا کر منوں مٹی کے نیچے اکیلے کس طرح مجھے سونا پڑے گا۔ جواب سن کر وہ کہتے ہیں کہ 'صَدَقْتَ یَا اَبَا حَازِمٍ'۔

پھر دوسرا سوال کرتے ہیں 'فَکَیْفَ الْقُدُوْمُ عَلَی اللّٰہِ؟' کہ خدا تعالیٰ کے حضور جب حاضری ہوگی اور بارگاہ خداوندی میں سب کو پیش ہونا ہے، 'فَکَیْفَ الْقُدُوْمُ عَلَی اللّٰہِ؟' مالک کے یہاں حاضری کا کوئی اندازہ ہمیں بتائیے۔ 'قَالَ اَمَّا الْمُحْسِنُ فَکَالْغَائِبِ یَقْدَمُ عَلیٰ اَھْلِہٖ فَرِحًا مَسْرُوْرًا وَ أَمَّا الْمُسِیْءُ فَکَالآبِقِ یَقْدَمُ عَلیٰ مَوْلاہُ خَائِفًا مَحْزُوْنًا' ۔کتنا حکمت کا کلام اور کتنا عظیم تر فیصلہ کہ بارگاہِ اقدس بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہر انسان کی ہوگی تو کیسے ہوگی؟

فرماتے ہیں کہ جو نیکوکار ہوگا، وہ تو ایسے پیش ہوگا جس طرح کوئی مدتوں سالوں سے اپنے گھر والوں سے غائب رہا ہو۔ جب وہ گھر والوں کے پاس پہنچتا ہے، اوہ! کوئی گلے مل رہا ہے، کوئی ہاتھ چوم رہا ہے، کوئی سر چوم رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ 'اَمَّا الْمُحْسِنُ فَکَالْغَائِبِ یَقْدَمُ عَلیٰ اَھْلِہٖ فَرِحًا مَسْرُوْرًا وَ أَمَّا الْمُسِیْءُ فَکَالآبِقِ یَقْدَمُ عَلیٰ مَوْلاہُ خَائِفًا

مَـحْزُوْنًـا‘ ۔جو بدکار اور سیہ کار ہوگا، بدعمل ہوگا، وہ اس بھاگے ہوئے کی طرح آئے گا جسے زبردستی اس کے مالک اور آقا کے پاس لایا جاتا ہے اور وہ ڈر رہا ہوتا ہے پریشان مغموم ہوتا ہے کہ مالک میرے متعلق کیا فیصلہ کرے گا۔

اس جواب میں کچھ روحانیت کی چاشنی بھر کے دی، ’فَبَکیٰ سُلَیْمَانُ‘ سلیمان کو رلا دیا اس جواب نے کہ ’اَمَّا الْمُحْسِنُ فَکَالْغَائِبِ یَقْدَمُ عَلیٰ اَھْلِہٖ فَرِحًا مَسْرُوْرًا وَ أَمَّا الْمُسِیْءُ فَکَالآبِقِ‘ ۔اللہ کرے کہ ہم اپنی اس زندگی میں اپنے مالک سے نہ بھاگیں۔اسی کے سامنے سربسجود، ہر وقت اسی کا تصور، اسی کا ذکر زبان پر رہے۔ اُسی کو ہماری آنکھیں دیکھیں۔حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ نے ہر جگہ ہر چیز کو دیکھ کر فرمایا

’میں نے تمھیں دیکھا ہے‘

اللہ سے عرض کر رہے ہیں

’میں نے تمھیں دیکھا ہے‘

اور کہاں کہاں۔ایک ایک چیز گنوائی۔

اسی طرح جب سلیمان نے یہ جواب سنا ’فَبَکیٰ سُلَیْمَانُ وَقَالَ لَیْتَ شِعْرِیْ وَمَالَنَا عِنْدَ اللّٰہِ یَا اَبَاحَازِمٍ؟‘ ۔کہ اے ابو حازم خدا کے یہاں کیا ہوگا؟ فقال ابو حازم کہ اپنے آپ کو تم کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو۔اسی سے تم اپنا فیصلہ خود ہی کر سکتے ہو کہ مالک کے یہاں نعمت تمہارے لئے رکھی ہے یا نقمت رکھی ہے۔خدا کی کتاب نے سب کچھ تفصیل سے بیان فرما دیا ہے۔

پھر ایک اور سوال کرتے ہیں یا ابا حازم! کتاب اللہ میں معرفت اور عرفان خداوندی کا ذکر کس جگہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ’عِنْدَ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ‘ ۔اللہ تعالیٰ ہمیں ابرار کے ساتھ زندگی میں رکھے، ابرار کے ساتھ مرنے کے بعد سلائے۔

اسی لئے عظیم مقدس خطیب بغدادی زمزم پی رہے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی مرنے کے

بعد بشر حافی کا مجھے پڑوس نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کے ساتھ رکھے، قبر میں بھی ان کا پڑوس نصیب فرمائے، حشر میں بھی ان کے ساتھ محشور فرمائے۔ 'فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّیْ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَالْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِيْنَ، وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ۔

شیخ ابو حازم نے آیت پڑھی 'اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ' کہ جو مالک کے فرمانبردار بن کر دنیا میں زندگی گذارنے والے تھے وہ نعمتوں میں ہوں گے اور جو بدکار بدعمل نافرمان باغی طاغی ہوں گے، وہ جحیم میں ہوں گے۔

اب جب جحیم، نار اور دوزخ کا حال بیان کیا گیا، سلیمان کو فکر ہوا تو اس نے اشکال کیا کہ 'يَا اَبَا حَازِمٍ! فَأَيْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ؟' کہ اللہ دوزخ میں ڈالے، اس کی رحمت کدھر چلی گئی؟ وہ تو بڑا رحیم ہے۔ فرمایا 'ارے! پڑھا نہیں تم نے 'قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ'۔ کہ اللہ کی رحمت کدھر ہے؟ محسنین کے پاس۔ پہلے احسان اور نیک عمل کرو تب جا کر رحمت خداوندی مل سکتی ہے۔ درجہ احسان پر پہنچو گے، ہر وقت رحمت الٰہیہ تمہارے ساتھ ساتھ رہے گی۔ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوں گے۔

اب موقعہ مل گیا، پوچھتے جارہے ہیں سلیمان۔ 'يَا اَبَا حَازِمٍ مَنْ اَعْقَلُ النَّاسِ؟' کہ عقل مند کون ہیں؟ فرمایا کہ 'مَنْ تَعَلَّمَ الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهَا النَّاسَ'۔ ہم تو پڑھ لیتے ہیں، سن لیتے ہیں۔ یہاں سے سنا دوسرے کان سے نکل گیا۔ سنتے وقت بھی وہی دنیا، دنیا۔ مالک کے سامنے 'الله اکبر' نماز میں کھڑے ہیں وہاں بھی دنیا دنیا۔ ایک لمحہ کے لیے مالک کی یاد نہیں آتی۔ یہ سارے ہمارے مطالعے اور تذکار اور ذکریات کے پڑھنے سننے سے ہمیں کچھ حاصل کیوں نہیں ہوتا کہ ہم نے جس طرح بچہ سبق یاد کرتا ہے، اس طرح سبق یاد کرنے کے طور پر توجہ سے ہم نے نہیں پڑھا اور نہیں سنا اس لئے کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔ ہم وہیں کے وہیں ہیں۔ فرمایا کہ 'تَعَلَّمَ الْحِكْمَةَ' کہ جس نے حکمت کو بطور علم کے سیکھا 'وَعَلَّمَهَا النَّاسَ' اور آگے وہ مدرس بھی بنا حکمت کا، 'فَهُوَ اَعْقَلُ النَّاسِ'۔

کہتے ہیں کہ اس 'اعقل الناس' کے برعکس احمق الناس کون ہے؟ فرمایا کہ 'مَنْ حَطَّ نَفْسَهُ فِیْ هَوٰی فَهُوَ ظَالِمٌ فَبَاعَ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ' ۔کتنا پیارا جواب دیا کہ اس سے بڑی حماقت کوئی نہیں کہ جو اپنے نفس کی خواہشات ہی کے اندر دبتا چلا جائے اور اسی میں اپنے آپ کو ضائع کر دے، ختم کر کے رکھ دے اور اپنی روح پر اور اپنی آخرت پر وہ ظلم کر رہا ہے اس نے اپنے غیر کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو بیچ دیا کہ یہ ساری دنیا جو اکٹھی ہے وہ کسی دوسرے کی ہے۔اس کے بعد جو آنے والا ہے وہ اس کی ہے۔ تیرا اس سے کیا لینا دینا۔

سلیمان نے لگے ہاتھوں پوچھ لیا۔ 'فَمَا اَسْمَعُ الدُّعَاءِ ؟' کہ کس وقت کی دعا مالک سنتا اور قبول کرتا ہے اور اسے اجابت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ 'قَالَ دُعَاءُ الْمُخْبِتِيْنَ'. کہ عاجزی کے ساتھ جو مانگا جائے اور پوری توجہ کے ساتھ۔

پوچھا کہ صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ باعث ثواب؟ فرمایا کہ جس کے پاس ایک کھجور ہے افطاری کے لیے، اور ایثار کر کے وہ دوسرے کو پیش کر دے......جس کے پاس بہت ہو اور وہ دے یہ تو کوئی کمال نہیں ہے۔جس کے پاس برائے نام کوئی چیز ہے اور اسی کو دے مارے۔

اب اصل سوال کی طرف آئے کہ ہم اہل حکومت ہیں، اہل سلطنت ہیں، 'مَا تَقُوْلُ فِيْمَا نَحْنُ فِيْهِ؟' جس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں، نظام سلطنت میں' ۔فرمایا کہ مجھے اس کے جواب سے معاف رکھئے۔ کیوں؟ کہ اس میں تو بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ ہوتی، کہ جسکے سننے کی سامعین میں صلاحیت نہیں ہے، کہ وہ اسے سن پائیں اور عمل کریں۔ پھر بھی سلیمان نے اصرار کر کے پوچھا کہ نہیں نہیں خیر خواہی اور نصیحت کے طور پر کچھ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایئے۔اب انہوں نے کہا کہ تم تو ڈکٹیٹر ہو۔

'اِنَّ نَاسًا نَفَذُوْا هٰذَا الْاَمْرَ عَنْوَةً مِنْ غَيْرِ مُشَاوَرَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلاَ اِجْمَاعِ مِنْ رَأْيِهِمْ فَسَفَكُوْا فِيْهِ الدِّمَاءَ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا ثُمَّ ارْتَحَلُوْا عَنْهَا' ۔کہ مسلمانوں کے مشورہ اور ان کی اجتماعی رائے اور ان کے اجماع کے بغیر تم نے قبضہ کرلیا اس امر سلطنت پر،

اور اس میں تم نے جی بھر کر خون بہایا انسانوں کا اور صرف بہایا عَلٰی طَلَبِ الدُّنْیَا۔ دنیا کی طلب کی خاطر۔ اور جو اس کے مؤسس تھے وہ یہ حرکتیں کر کے چلے گئے۔

جب یہ انتہائی درجہ کی کڑوی بات ابو حازم نے فرمائی، اب کسی نمک حلال نے سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں اپنا نمک حلال کرلوں۔ سلیمان کے خادموں میں سے کسی نے یہ سنا شیخ کی زبان سے کہ 'اِنَّ نَاسًا نَفَذُوْا هٰذَا الْاَمْرَ عَنْوَةً مِنْ غَيْرِ مُشَاوَرَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا اِجْمَاعٍ مِنْ رَأْيِهِمْ فَسَفَكُوْا فِيْهِ الدِّمَاءَ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا ثُمَّ ارْتَحَلُوْا عَنْهَا فَلَيْتَ شِعْرِیْ مَاقَالُوْا وَمَا قِيْلَ لَهُمْ' کہ وہ اس دنیا سے چلے گئے اور مجھے ان کے متعلق نہیں معلوم۔ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ انہوں نے خود کیا کہا اور دوسروں نے ان کے متعلق کیا کہا۔

اس نے شیخ کی گستاخی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ 'بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا شَيْخُ'۔ کہ تم نے بہت بری بات کہی ہے اے شیخ، جو ہمارے خلیفہ کو تم اس طرح کہہ رہے ہو۔ فَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ كَذَبْتَ۔ ابو حازم نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَخَذَ مِيْثَاقَ الْعُلَمَاءِ کہ یہ تو مصلحین کی ذمہ داری ہے کہ جو باتیں ہوں صاف صاف انسانوں سے کہیں 'وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ' کوئی رو رعایت نہ کریں کہ کون سلطان ہے، کون حاکم ہے، کون عام رعایا ہے۔

اخیر میں درخواست کرتے ہیں سلیمان جاتے ہوئے کہ اے ابو حازم! آپ کی اس طرح کی صحبت ہمیں مل جایا کرے تو کتنا اچھا ہو۔ اس کا جواب بھی کڑوا۔ ابو حازم نے کہا 'أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ'۔ کہا کیوں ایسا ہے؟ کیوں اتنی ناراضگی ہے ہم سے؟ قَالَ أَخَافُ اَنْ اَرْكَنَ اِلَيْكُمْ شَيْئًا قَلِيْلًا۔ کہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر دنیا داروں کے ساتھ بیٹھ کر ہمارے دل بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ تھوڑے سے بھی مائل ہو گئے تو قرآن کہتا ہے کہ گئی آخرت۔ قرآن کہتا ہے کہ گئی آخرت 'فَيُذِيْقُنِیْ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاةِ'۔

سلیمان بن عبدالملک نے پھر درخواست کی کہ 'فَأَشِرْ عَلَيَّ' کہ کچھ مشورہ دیجئے۔ ابو حازم نے مشورہ دیا کہ 'اِتَّقِ اللّٰهَ اَنْ يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ اَوْ يَفْقِدَكَ حَيْثُ أَمَرَكَ' کہ اللہ سے ڈرو کہ وہ ایسی جگہ تمہیں نہ دیکھے کہ جس حال اور جس فعل سے تمہیں مالک نے روکا ہے

اور منع کیا ہے کہ ادھر مت جاؤ، وہاں مالک تمہیں دیکھے، اس سے بچو۔اور جہاں مالک تمہیں بلاتا ہے کہ مسجد میں آؤ اور میری چوکھٹ پر اپنی جبیں کو رگڑو۔ کہ جہاں کا تمہیں حکم ہے وہاں مالک تمہیں نہ پائے اس سے تم بچو۔

اخیر میں انہوں نے دعا کی درخواست کی۔ ہمارے لئے دعا فرمائیں تو دعا کی 'اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ سُلَیْمَانُ وَلِیَّکَ فَیَسِّرْہُ لِلْخَیْرِ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِہٖ'۔ پھر انہوں نے کوئی ہدیہ دینا چاہا تو ہدیہ ان کا واپس کر دیا کہ 'لَاحَاجَةَ لِیْ بِہٖ'۔

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ

اب ہم آتے ہیں ہمارے اصل نکتہ کی طرف کہ محدثین کے سر کے تاج تھے صوفیائے کرام، کہ اس مجلس میں ابن شہاب زہری بھی سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ ساتھ ہیں۔ جب ابن شہاب زہری نے دیکھا کہ 'فَکَأَنَّ سُلَیْمَانَ أُعجِبَ بِاَبِیْ حَازِمٍ۔ کہ ابو حازم کی بزرگی سے سلیمان متاثر ہوئے اور ان کی باتیں انہیں بہت اچھی لگیں۔

ابن شہاب زہری کی زبان سے وہاں ایک کلمہ نقل گیا کہ 'یہ میرے تیس برس سے پڑوسی ہیں 'اِنَّہٗ لَجَارِیْ مُنْذُ ثَلَاثِیْنَ سَنَةً مَا کَلَّمْتُہٗ قَطُّ' ۔ کہتے ہیں تیس برس ہوگئے یہ میرے پڑوسی ہیں میری ان سے کبھی کسی طرح کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ اپنا کام کرتے ہیں میں اپنا کام کرتا ہوں۔

فقال ابو حازم. میں نے کہا تھا کہ صوفیاء محدثین کو ڈانٹتے تھے ان کی اصلاح فرماتے تھے۔ بھری مجلس میں زہری کو ڈانٹ رہے ہیں 'اِنَّکَ نَسِیْتَ اللّٰہَ فَنَسِیْتَنِیْ' ۔ اگر خدا کا استحضار تجھے ہوتا، خدا کو تو نے یاد رکھا ہوتا تو مجھے بھی یاد رکھتا۔ ابو حازم کو بھی تو یاد رکھتا۔ تو نے خدا کو بھلا رکھا اس لئے اللہ نے تیرے دل سے مجھے بھلا دیا۔ 'اِنَّکَ نَسِیْتَ اللّٰہَ فَنَسِیْتَنِیْ' ۔

اب ابن شہاب زہری نے کب ایسی زبردست ڈانٹ کسی سے سنی ہوگی۔ زہری کہتے ہیں

کہ کیا تم مجھے گالی دیتے ہو؟ اس کے جواب میں بیچ میں خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کہتے ہیں، ابن شہاب زہری کو ڈانٹتے ہیں کہ 'بَلْ اِنَّکَ شَتَمْتَ نَفْسَکَ'۔ کیوں؟ کہ 'اَمَّا عَلِمْتَ اَنَّ لِلْجَارِ عَلَی الْجَارِ حَقًّا؟'۔ اب یہ جو رویہ ابن شہاب زہری کا ابو حازم کے ساتھ تیس برس تک رہا، اس کو کتنا محسوس فرمایا ہوگا کہ آج سامنے آئے ہیں، ان کو اچھی طرح ڈانٹ پلا دوں۔

اب ابو حازم نے فرمایا کہ 'قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَمَّا کَانُوْا عَلَی الصَّوَابِ کَانَتِ الْاُمَرَاءُ تَحْتَاجُ اِلَی الْعَلَمَاءِ. وَکَانَتِ الْعُلَمَاءُ تَفِرُّ بِدِیْنِهَا مِنْهُمْ. فَلَمَّا رَأٰی ذٰلِکَ قَوْمٌ مِنْ اَذِلَّةِ النَّاسِ تَعَلَّمُوْا ذٰلِکَ الْعِلْمَ وَأَتَوْا بِهِ الْاُمَرَاءَ وَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَی الْمَعْصِیَةِ فَسَقَطُوْا وَانْتَقَصُوْا'۔ کہتے ہیں بنی اسرائیل جب تک ٹھیک رہے، امراء علماء کے محتاج ہوتے تھے، وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان سے جا کر فتاویٰ پوچھتے مسائل پوچھتے۔ اور علماء اپنے دین کو لے کر ان سے بھاگتے تھے۔ جو لوگوں میں ذلیل قسم کے تھے، سفیہ، بے وقوف اور خسیس قسم کی جماعت ہے، انہوں نے جب دیکھا کہ یہ موقعہ اچھا ہے کہ یہ سلاطین ان کی خوشامد کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھاگتے ہیں، انہوں نے علوم پڑھ لئے، سارے علماء والے علوم اور خود ہی درباری علماء بن گئے۔

'وَأَتَوْا بِهِ الْاُمَرَاءَ وَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَی الْمَعْصِیَةِ'۔ ان کے دیکھا دیکھی، عامۃ الناس نہیں پہچان سکے کہ یہ علمائے دنیا ہیں یا علماء آخرت۔ ان بے چاروں نے دیکھا کہ یہ تو علماء ہیں وہ جس طرح کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہوگا۔ اس کی وجہ سے وہ علماء خود بھی گمراہ اور ان کے پیچھے چلنے والی ساری مخلوق بھی گمراہ۔ فَسَقَطُوْا وَانْتَقَصُوْا۔ وہ ادبار ان میں آیا۔ 'وَلَوْ کَانَ الْعُلَمَاءُ یَصُوْنُوْنَ دِیْنَهُمْ وَعِلْمَهُمْ'، کہ اگر یہ علماء اپنے دین کی حفاظت کرتے، اپنے علم کی حفاظت کرتے اسے معزز اور عظیم سمجھتے، دنیائے دنی کے بدلے میں اور دنیائے دنی کی لالچ میں اپنے علم کو ذلیل نہ کرتے، اہل علم کا سکہ بیٹھ جاتا امراء اور سلاطین کے دلوں پر۔ وہ ان سے مرعوب ہوتے اور ان سے ڈرتے۔

اب ابن شہاب زہری کو تکلیف ہورہی ہے ابو حازم کی ڈانٹ سے۔ ابن شہاب عرض کرتے ہیں 'قَالَ الزُّهْرِيُّ كَأَنَّكَ اِيَّايَ تُرِيْدُ وَبِيْ تُعَرِّضُ' ۔ کہ یہ علمائے سو اور علمائے دنیا کا جو حال تم نے بیان کیا، اس سے مراد میری ذات ہے کہ تم مجھے مراد لے رہے ہو اور مجھ پر تعریض کررہے ہو۔ میری طرف اشارہ ہے 'قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ هُوَ مَاتَسْمَعُ' ۔ اللہ اکبر۔ 'هُوَ مَا تَسْمَعُ' ۔ وہ جو آپ سن رہے ہو شکر ہے کہ تم سمجھ رہے ہو۔

اب یہاں ابن شہاب زہری کو کس نے ڈانٹا؟ ابو حازم نے۔ کس نے ڈانٹا؟ ایک عابد نے۔ کس نے ڈانٹا؟ ایک زاہد نے۔ کس نے ڈانٹا؟ ایک اللہ والے نے۔ اور ان کو خلیفہ اور بادشاہ کے سامنے ڈانٹا گیا۔ اہل مدینہ اور بڑے بڑے وجوہ اور اشراف کے سامنے ڈانٹا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مشائخ حقہ کے وجود سے دنیا کو بھر دے۔ دنیا ان سے خالی ہورہی ہے اس لئے ڈانواں ڈول ہورہی ہے انسانیت کی کشتی۔ اللہ تعالیٰ اسلاف اور ہمارے ائمہ کرام، مصلحین عظام جیسا تقویٰ، للّٰہیت، خشوع، خشیت ہم میں بھی پیدا فرمائے۔

اب اخیر میں، آخری دن ہے، آخری مجلس ہے، پتہ نہیں انقلابات دنیا کے نتیجہ میں پھر آپ کی خدمت میں ہم گذارشات کرسکیں گے یا نہیں کرسکیں گے۔ کہاں ہم ہوں گے، کہاں تم ہوگے۔ اس لئے آخری دن آخری مجلس میں وہ حدیث ہم مل کر پڑھ لیتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اصحاب رسول اللہ، بالخصوص اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے سب سے آخری کلام جو ایک طویل کلام سنا۔ اس کے بعد کلمات تو سنے، کوئی ایک کلمہ سنا، کوئی ایک جملہ۔ ایک طویل حدیث جو سب گھر والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی۔ میں وہ پہلے پوری پڑھ لیتا ہوں۔ بلکہ میں اس کو پڑھتا جاتا ہوں اور ساتھ ساتھ ترجمہ کرتا جاتا ہوں۔

آخری نصیحت

وَرَوَىٰ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ 'اِجْتَمَعْنَا فِيْ بَيْتِ اُمِّنَا عَائِشَةَ رضی الله

عنها فَنظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ. فَنعٰى اِلَيْنَا وَقَالَ مَرْحبًا حَيَّاكُمُ اللّٰهُ بِالسَّلَامِ، حَفِظَكُمُ اللّٰهُ، رَعَاكُمُ اللّٰهُ، جَمعَكُمُ اللّٰهُ، نَصرَكُمُ اللّٰهُ، وَفّقَكُمُ اللّٰهُ، نفعَكُمُ اللّٰهُ، رَفَعَكُمُ اللّٰهُ، سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ، اُوْصِيْكُمْ بِتقْوَى اللّٰهِ وَاُوْصِيْكُمُ اللّٰهَ بِكُمْ وَاسْتَخْلِفُهُ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلَيْكُمْ.

قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتٰى اَجَلُکَ؟ قَالَ قَدْ دَنَى الْاَجَلُ وَالْمُنْقَلَبُ اِلَى اللّٰهِ وَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهىٰ وَالْجَنَّةِ الْمَأْوٰى وَالْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى. قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَفِيْمَ نُكَفِّنُکَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فِيْ ثِيَابِ هٰذِهٖ اِنْ شِئْتُمْ اَوْ يَمَنِيَّةٍ اَوْ بَيَاضٍ. قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يُصَلِّيْ عَلَيْکَ؟ وَبَكَيْنَا فَقَالَ مَهْلاً رَحِمَكُمُ اللّٰهُ وَجَزَاكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ خَيْرًا. اِذَا غَسَلْتُمُوْنِيْ وَكَفَنْتُمُوْنِيْ فَضَعُوْنِيْ عَلٰى سَرِيْرِ هٰذَا عَلٰى شَفِيْرِ قَبْرِيْ ثُمَّ اخْرُجُوْا عَنِّيْ سَاعَةً فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ يُصَلِّيْ عَلَيَّ خَلِيْلِيْ وَحَبِيْبِيْ جِبْرَئِيْلُ، ثُمَّ مِيْكَائِيْلُ، ثُمَّ اِسْرَافِيْلُ، ثُمَّ مَلَکُ الْمَوْتِ، ثُمَّ مَلٰئِكَةٌ كَثِيْرَةٌ ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَيَّ فَوْجًا فَوْجًا فَصَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. لاَ تُؤْذُوْنِيْ بِتَزْكِيَةٍ وَلاَ بِرَنَّةٍ وَلاَ بِصَيْحَةٍ. وَلْيَبْدَأْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ رِجَالُ اَهْلِ بَيْتِيْ ثُمَّ نِسَاءُ هُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ بَعْدُ. وَاقْرَأُوْا عَنِّيْ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ غَابَ عَنِّيْ مِنْ اَصْحَابِيْ وَعَلٰى مَنْ تَابَعَنِيْ عَلٰى دِيْنِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. اَلاَ وَاِنِّيْ قَدْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ سَلَّمْتُ عَلٰى كُلِّ مَنْ دَخَلَ فِي الْاِسْلَامِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ہماری امی جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جمع ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر ہم سب کو دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہوگیا۔ سرکار رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی موت کی خبر سنائی۔ پہلے مرحبا۔ پھر حیاکم اللہ بالسلام۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے۔

ساری زندگی سلامتی تمہارے ساتھ ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ اور نگراں ہو، حفیظ ہو، رقیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہر وقت تمہاری حفاظت کرتی رہے۔ اللہ تمہیں اکٹھا

رکھے، تشتت تفرق سے بچائے۔ اللہ تمہاری نصرت فرمائے، تمہیں توفیق سے سرفراز فرمائے۔ مالک کی طرف سے نفع تمہارے ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور میری ساری امت کو بلند سے بلند تر فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سالم رکھے۔ ان دس کلمات دعائیہ کے بعد 'اوصیکم بتقوی اللہ'۔

کتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو اور خدام کو دعائیں دیں۔ دس دعائیہ کلمات ہیں۔ ان دس کلمات دعائیہ کے بعد نصیحت فرمائی۔ کتنی محبت، کتنا پیار۔ ہمیشہ کے حاضر باش خدام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرمارہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ نصیحت سنو۔ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَاُوْصِیْکُمُ اللّٰہَ بِکُمْ۔ تمہیں بھی تقویٰ کی میں وصیت کرتا ہوں، نصیحت کرتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں اور تمہارے متعلق خدا کی بارگاہ میں بھی میں سفارش کرتا ہوں۔ وَاُوْصِیْکُمُ اللّٰہَ بِکُمْ وَاسْتَخْلِفُہٗ عَلَیْکُمْ۔ میں تو چلا جاؤں گا، میرے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا نگراں ہے۔ 'وَاللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ عَلَیْکُمْ'۔

'قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَتٰی اَجَلُکَ؟' یہ کلمات سن کر ہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کی وفات کب ہوگی؟ وفات کا وقت قریب آچکا؟ 'قَالَ قَدْ دَنیَ الْاَجَلُ'۔ یقیناً موت بالکل قریب ہے۔ 'وَالْمُنْقَلَبُ اِلَی اللّٰہُ'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ صاف صاف فرمادیا 'وَالْمُنْقَلَبُ اِلَی اللّٰہِ وَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَالْجَنَّۃِ الْمَأْوٰی وَالْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰی'۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فردوس اعلیٰ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع فرمائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جب تم جنت مانگو، فردوسِ اعلیٰ مانگو وہاں میری رفاقت میسر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور خادم، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں میں ہمیں جگہ عنایت فرمائے۔

قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ ہم نے عرض کیا 'فَفِیْمَ نُکَفِّنُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟' آپ کا کفن ہم کیسا دیں؟ فرمایا کہ 'فِیْ ثِیَابِ ھٰذِہٖ اِنْ شِئْتُمْ اَوْ یَمَنِیَّۃٍ اَوْ بَیَاضٍ'۔ یا تو میرے جو کپڑے اس وقت جسم پر ہیں اسی میں مجھے دفن کردو۔ کیوں کہ میں شہید ہوں۔ یا یمنی چادر یا کوئی بھی

سفید کپڑا اس میں مجھے کفن دیا جائے۔ ’قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟‘

یہ بڑا نکتہ ہے یاد رکھنے کا۔ امت کے لیے کتنا بابِ رحمت نبوی واسع اور وسیع رکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے، اب جو مدینہ منورہ میں اس وقت موجود تھے دفن سے پہلے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ اگر پڑھ لی اور جو بقیدِ حیات تھے اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف میں تشریف لے جانے کے بعد حاضر ہوئے انہیں کتنا افسوس عمر بھر رہتا کہ ہم یہیں تھے قریب میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہمیں میسر نہیں آسکی۔ اس کے لیے قیامت تک کے آنے والے ہر امتی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شرکت صلوۃ وسلام کو ٹھہرایا۔

صلوۃ وسلام جو ہم عرض کرتے ہیں اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنی نمازِ جنازہ کے طور پر ارشاد فرمایا۔ جب صحابہ کرام نے پوچھا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ یارسول اللہ آپ کی نمازِ جنازہ کون پڑھے۔ یہ عرض کرکے ہم رونے لگے۔ وَبَکَیْنَا فَقَالَ مَھْلاً رَحِمَکُمُ اللّٰہُ وَجَزَاکُمْ عَنْ نَبِیِّکُمْ خَیْرًا۔ اذا غسلتمونی کہ وہ نماز جو تم نے پوچھا اس کا جواب بھی آگے آرہا ہے ٹھہرو۔

’رَحِمَکُمُ اللّٰہُ وَجَزَاکُمْ عَنْ نَبِیِّکُمْ خَیْرًا. اِذَا غَسَلْتُمُوْنِیْ وَکَفَنْتُمُوْنِیْ فَضَعُوْنِیْ عَلٰی سَرِیْرِ ھٰذَا عَلٰی شَفِیْرِ قَبْرِیْ‘، کہ جب تم مجھے غسل دے دو اور مجھے کفن پہنا دو اور میرے اس تخت پر، میری اس چارپائی پر جس پر عمر بھر میں عائشہ کے کمرہ میں سوتا رہا، اس پر تم مجھے رکھ دو اور اس کو لے جاؤ اور اس کو قبر کے کنارے پر تم رکھ دو ’ثُمَّ اخْرُجُوْا عَنِّیْ سَاعَۃً‘۔ ذرا سی دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑ کر باہر نکل جاؤ۔

’فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ خَلِیْلِیْ وَحَبِیْبِیْ جِبْرَئِیْلُ، ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ، ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ، ثُمَّ مَلَکُ الْمَوْتِ، ثُمَّ مَلٰئِکَۃٌ کَثِیْرَۃٌ‘۔ کہ سب سے پہلے میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ وہ بھی کیسے؟ صلوۃ وسلام کے ذریعہ۔ سب سے پہلے جو میری نماز پڑھیں گے وہ میرے دوست، میرے

خلیل، میرے دوست، میرے حبیب جبرائیل پڑھیں گے، پھر میکائیل پڑھیں گے، پھر اسرافیل پڑھیں گے، پھر ملک الموت پڑھیں گے پھر تمام ملائکہ پڑھ لیں گے۔

جب یہ ملائکہ مجھے صلوۃ وسلام پیش کر کے نکل آئیں 'ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَيَّ فَوْجًا فَوْجًا فَصَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا' ۔اس کے بعد تم ایک ایک جماعت کے انداز میں میرے حجرہ میں داخل ہوتے چلے جاؤ اور فارغ ہوکر نکلتے جاؤ اور میرے پاس پہنچ کر کیا کرو گے 'فَصَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا' ۔الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ فَصَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔یہی میری نمازِ جنازہ ہے۔سوال تھا نمازِ جنازہ کہ کون پڑھے کیسے پڑھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مھلاً۔ پہلے ساری تفصیل بیان فرمائی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر میں فَصَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

اب میرے مرنے پر 'لاَ تُؤْذُوْنِیْ بِتَزْكِيَةٍ وَلاَ بِرَنَّةٍ وَلاَ بِصَيْحَةٍ' ۔نہ میرا تزکیہ کیا جائے بلکہ یوں کہو 'لاَنُزَكِّیْ عَلَی اللّٰهِ اَحَدًا' ۔نہ رونے کی، کسی طرح کی کوئی آواز نکلے 'وَلاَ بِرَنَّةٍ وَلاَ بِصَيْحَةٍ۔ وَلْيُبْدَأْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ رِجَالُ اَهْلِ بَيْتِیْ' ۔اب یہ جو میں نے تم سے کہا کہ تم فوج درفوج، ایک ایک جماعت در جماعت میرے حجرہ میں داخل ہو۔سب سے پہلے داخل ہونے والی جماعت میرے اہل بیت ہیں۔وَلْيُبْدَأْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ رِجَالُ اَهْلِ بَيْتِیْ۔

میرے اہل بیت میں سے جو مرد ہیں وہ آکر صلوۃ وسلام آکر پیش کریں۔ثُمَّ نِسَاءُ هُمْ، پھر ان کے گھر کی عورتیں پیش کریں۔ثُمَّ اَنْتُمْ بَعْدُ۔ پھر اس کے بعد تمام صحابہ کرام تم سب پیش کر سکتے ہو۔وَاقْرَأُوْا عَنِّیْ السَّلاَمَ عَلٰی مَنْ غَابَ عَنِّیْ مِنْ اَصْحَابِیْ ۔اور میرے صحابہ کرام میں سے جو مجھ سے غائب ہیں انہیں میری طرف سے سلام پیش کرنا۔وَعَلٰی مَنْ تَابَعَنِیْ عَلٰی دِیْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ۔ہمیں یاد فرمایا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے۔صلی اللہ

علیک یارسول اللہ۔

ہم بعد والوں کو یاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَعَلیٰ مَنْ تَابَعَنِیْ عَلیٰ دِیْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ' ۔ میرے دین، میری سنت، میرے طریق پر قیامت تک جو چلنے والے ہیں ان سب کو میری طرف سے سلام کہہ دو۔ أَلاَ وَاِنِّیْ قَدْ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ سَلَّمْتُ عَلیٰ کُلِّ مَنْ دَخَلَ فِی الْاِسْلَامِ ۔ کہ جو بھی اسلام میں آخری میرا امتی داخل ہوگا اور اسلام میں آئے گا ان سب کو میں نے سلام کرلیا اس پر تم گواہ رہو۔ مالک کی طرف سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتنا زبردست ایک انتظام تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے جبرائیل امین آرہے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم وضو کرارہے تھے ہم۔ وفات سے چند روز پہلے۔ کہیں وہ تاریخیں اور دن بھی لکھا ہوا ہوگا یا کسی کو بتایا ہوگا۔ کتنے دن، کتنے گھنٹے پہلے وہ بھی تلاش کرنے پر مل سکتا ہے۔

اور یہاں تو حضرت جبرائیلؑ کی آمد تین دن پہلے شروع ہوگئی تھی۔ وہاں حضرت شیخ قدس سرہ کو وضو کرانے کے لیے میں نے تشلا پکڑا ہوا ہے جس میں وضو کا پانی گر رہا ہے۔ حضرت نے پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف۔

حکیم صاحب کی طرف سے اشارہ سے پوچھا کون؟ انہوں نے عرض کیا کہ عبدالقدوس۔

حضرت نے فرمایا کہ ملک الموت آگئے تھے۔

میں نے پوچھا کہ حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ ارشاد فرمایا تم نے مجھے لٹایا اور میں بیدار ہی تھا اور بیداری میں ہی ملک الموت آئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

یہ حضرت شیخ قدس سرہ کی تیسری ملک الموت سے ملاقات تھی اور گفتگو ملک الموت سے۔ اس سے پہلے سنہ ۷۰ یا ۷۱ء میں سہارنپور میں حضرت شیخ قدس سرہ کے پاس ملک الموت

تشریف لائے تھے۔ مولانا احمد لولات صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مظہر صاحب مدظلہ العالی کینیڈا میں زندہ سلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ انہوں نے حضرت کو لٹایا، اس کے بعد دیکھا کہ حضرت کسی سے کچھ گفتگو فرما رہے ہیں۔

عصر کی نماز کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کو اٹھایا گیا، اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کو کہنی مار رہے ہیں کہ تم پوچھو، تم پوچھو۔ مولانا احمد صاحب نے پوچھا لیا کہ حضرت لیٹنے کے بعد کسی سے گفتگو فرما رہے تھے؟ حضرت نے چلو میں جو پانی لیا تھا ان پر پھینکا اور فرمایا 'اب تم نے سن لی میری آواز؟' اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے۔

ملک الموت بیداری میں اس سے بھی پہلے آئے تھے۔ حضرت کی صحت کے زمانے میں اچانک کوئی پھوڑا نکل آیا تھا حلق کے پاس۔ اس قصہ میں ہے کہ جب حضرت کو پھوڑہ کی تکلیف کم ہوگئی اور تصنیف کے لیے اوپر کتب خانے میں تشریف لے گئے۔ تین دروازے مقفل تھے اندر سے اور حضرت اپنی تصنیف میں مشغول ہیں کہ حضرت نے دیکھا کہ سامنے کوئی صاحب کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے سوچا کہ ان تین چار مقفل بند دروازوں کے ہوتے ہوئے کس طرح یہ میرے پاس پہنچ گئے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے پوچھا کہ آپ کون؟ ارشاد فرمایا کہ گذشتہ رات اپنی تکلیف اور پھوڑہ کے درد کی وجہ سے آپ بے چین تھے اور جنہیں آپ یاد فرما رہے تھے۔ حضرت فوراً سمجھ گئے کہ او ہو اُس وقت میں موت کو یاد کر رہا تھا، ملک الموت کو یاد کر رہا تھا کہ اب فرشتہ آیا تب آیا۔ فرمایا کہ لے چلیے۔ فرمایا کہ ابھی نہیں۔ ابھی آپ کو رہنا ہے دنیا میں۔

یہ پہلی ملک الموت کی بیداری میں زیارت تھی۔

دوسری سنہ ۷۰ء یا ۷۱ء میں جب مولانا احمد لولات صاحب اور مولانا مظہر صاحب وضو فرما رہے تھے، اس وقت حضرت نے فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے۔

تیسری سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال والے ہفتہ جبرئیل امین پہنچتے ہیں، اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ملک الموت پہنچتے

ہیں۔ کہ آج ملک الموت پھر آ گئے۔ دیر تک ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔

جبرئیل امین

روایت میں ہے کہ 'وَلَقَدْ دَخَلَ عَلَیْهِ جِبْرَئِیْلُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلٰثَةِ اَیَّامٍ. فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ یَسْئَلُکَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْکَ. یَقُوْلُ کَیْفَ تَجِدُکَ؟ فَقَالَ اَجِدُنِیْ یَا جِبْرَئِیْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِیْ مَکْرُوْبًا. ثُمَّ اَتیٰ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ فَاَعَادَ الْکَلَامَ وَاَعَادَ عَلَیْهِ الْجَوَابَ' ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تین دن پہلے جبرائیل امین حاضر ہوتے ہیں اور دربار رسالت میں عرض کرتے ہیں کہ یا محمد! اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور سوال دے کر بھیجا جس کا جواب پہلے سے ہی مالک جانتا ہے۔ اس نے مجھے یہ سوال دے کر بھیجا کہ اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا 'اے جبرئیل اپنے آپ کو میں غمزدہ اور تکلیف میں پا رہا ہوں'۔ دوسرے دن جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ یہی کلام دہرایا یہی جواب ملا۔ تیسرے دن بھی یہی سوال اور یہی جواب انہیں بارگاہِ رسالت سے ملا۔

اس کے بعد پھر 'فَاِذَا مَلَکُ الْمَوْتُ یَسْتَاْذِنُ' ۔ اب ملک الموت حاضر خدمت ہونے کے لیے اجازت مانگ رہے ہیں اور جبرئیل امین ساتھ ہوتے ہیں۔ 'یَا اَحْمَدُ هٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْکَ' ۔ کہ یہ ملک الموت آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ آپ سے پہلے کسی سے اجازت نہیں مانگی اور 'وَلَا یَسْتَاْذِنُ عَلیٰ اٰدَمِیٍّ بَعْدَکَ' ۔

حضرت شیخ قدس سرہ سے بھی ملک الموت کے یہی پہلے سوال جواب ہوئے۔ ملک الموت عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ سے پوچھا جائے کہ آپ آنا چاہتے ہو۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بحث شروع کر دی۔ میں نے پوچھا کہ یہ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے کہ ان سے استیذان اور اجازت طلب کی جاتی ہے۔ ملک الموت نے فرمایا حضرت شیخ سے کہ نہیں اللہ کے بعض بندے اور بھی ہوتے ہیں کہ

جن کے متعلق ہمیں یہ حکم ہوتا ہے کہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ مالک کے پاس جانا چاہتے ہیں ابھی؟

ملک الموت کے متعلق جبرئیل امین نے عرض کیا کہ **یَا اَحْمَدُ ھٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَأْذِنُ عَلَیْکَ وَلَمْ یَسْتَأْذِنُ عَلٰی اٰدَمِیٍّ قَبْلَکَ وَلَا یَسْتَأْذِنُ عَلٰی اٰدَمِیٍّ بَعْدَکَ. فِقَالَ اِئْذَنْ لَہُ فَدَخَلَ وَوَقَفَ بَیْنَ یَدَیْہِ** ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت کو آنے کی اجازت دے دو' وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ '**فَدَخَلَ وَوَقَفَ بَیْنَ یَدَیْہِ۔وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ وَأَمَرَنِیْ اَنْ أُطِیْعَکَ ۔فَاِنْ أَمَرْتَنِیْ اَنْ أَقْبِضَ نَفْسَکَ قَبَضْتُھَا وَاِنْ أَمَرْتَنِیْ أَنْ أَتْرُکَھَا تَرَکْتُھَا**' ۔کہ ادب سے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔آپ کا حکم بجا لاؤں۔اگر آپ فرمائیں گے کہ آپ کی روح قبض کروں، میں قبض کرلوں گا اور اگر آپ فرمائیں گے کہ رہنے دو، میں رہنے دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَفْعَلُ یَا مَلَکَ الْمَوْتِ؟**' کہ تم ایسا کرلو گے؟ میری روح قبض کرلو گے؟ اور میری صواب دید پر اور میری رائے پر تم اس کو موقوف رکھو گے اگر میں کہوں کہ موقوف رکھو۔ **قَالَ کَذٰلِکَ أُمِرْتُ اَنْ أُطِیْعَکَ** ۔ملک الموت نے عرض کیا کہ اسی طرح مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں اور آپ کا فرمان بجالاؤں۔ '**فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ یَا اَحْمَدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلَیْکَ**'۔

اب جبرئیل امین جگہ جگہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیتے ہیں۔ وہاں پوچھا گیا کہ آپ کیسے نبی بننا چاہتے ہیں بادشاہ نبی یا عبد نبی؟ جبرائیل امین نے زبان سے نہیں ہاتھ سے اشارہ کیا نیچے کی طرف۔ کہ نیچے والی، تواضع والی صورت اختیار فرمائیے اور تواضع والا جواب دیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے مشورہ کے مطابق وہاں جواب

دیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی جبرئیل امین نے بیچ میں مشورہ دیا کہ 'یَا اَحْمَدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلَیْکَ'۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے مشتاق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر روح قبض کرنے کا اسے حکم دیا۔ فَقَالَ فَامْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِہٖ یَا مَلَکَ الْمَوْتِ ۔ کہ کر گزریئے اے ملک الموت جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ آخری سلام جبرائیل امین کا۔ اللہ۔ فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ ھٰذَا اٰخِرُ مَوْطِئِیْ فِی الْاَرْضِ ۔ اِنَّمَا کُنْتَ حَاجَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا ۔ میری یہ آخری روئے زمین پر حاضری ہے۔ کہ خلقِ خدا میں ایک آپ ہی میرا مقصد اور مدعا تھے اور میری طلب تھے۔ اب میں کیوں آؤں گا۔

فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَنِدًا اِلیٰ صَدْرِ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا. اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتی ہے اور حال یہ ہوتا ہے کہ امی جان ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک رکھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کساء اور ازار میں ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سامنے کھڑی ہوئی ہیں۔ رو رہی ہیں اور روتے ہوئے عرض کرتی ہیں

'یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ ۔ یَا اَبَتَاہُ جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاہُ ۔ یَا أَبَتَاہُ اِلیٰ جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاہُ۔ یَا أَبَتَاہُ مِنْ رَبِّہٖ مَا اَدْنَاہُ'۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا روتے ہوئے عرض کرتی ہیں کہ ہائے میرے ابا آپ نے تو اپنے رب کا بلاوا قبول کرلیا اور جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا بن گیا۔ اے میرے ابا! اے میرے ابا! جبرئیل کو ہم آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ یا ابتاہ! آپ اپنے رب سے کتنے قریب ہوگئے۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ ۔ معراج میں ہوا تھا ایک دنو اور یہ ہمیشہ کے لیے ہوگیا۔ اے میرے پیارے ابا! آپ اپنے رب سے کتنے قریب ہوگئے۔

'فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ یَا اَنَسُ! أَطَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا التُّرَابَ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟'. جب دفن سے فراغت ہوگئی، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت انس سے پوچھتی ہیں یا انس! کیا تمہیں اچھا لگا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر مٹی ڈالو۔

مرثیہ

ادھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔

لَمَّا رَأَيْتُ نَبِيَّنَا مُتَجَدِّثًا ضَاقَتْ عَلَيَّ بِعَرْضِهِنَّ الدُّوْرُ
وَارْتَعَتْ رَوْعَةُ مُسْتَهَامٍ وَالِهٍ وَالْعَظْمُ مِنِّیْ وَاهِنٌ مَكْسُوْرُ
أَعَتِيْقُ! وَيْحَكَ اِنَّ حِبَّكَ قَدْ ثَوٰی وَبَقِيْتَ مُنْفَرِدًا وَاَنْتَ حَسِيْرُ
يَا لَيْتَنِیْ مِنْ قَبْلِ مَهْلِكِ صَاحِبِیْ غُيِّبْتُ فِیْ جَدَثٍ عَلَيَّ صُخُوْرُ

جب میں نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں مدفون دیکھا، دنیا بھر کے گھر اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ معلوم ہونے لگے، اور میں عاشقِ مشتاق کے کانپنے کی طرح کانپنے لگا۔ میری ہڈیاں کمزور ٹوٹی ہوئی ہوگئیں۔ اے عتیق! تیرا ناس ہو تیرا محبوب تو قبر میں چلا گیا۔ تو اکیلا رہ گیا۔ اب تو نہ اٹھ سکتا ہے نہ چل سکتا ہے نہ بول سکتا ہے۔ تیری زبان بند، تیرے اعضاء کی حرکت بند۔ اے میرے معشوق! کاش کہ آپ کی وفات سے پہلے میں مر گیا ہوتا۔ اور میری قبر میں مجھے ڈال کر ہزاروں چٹانیں اس پر رکھ دی گئی ہوتیں۔

اور کسی کے مرثیہ میں کہا ہے

خبر بھی ہے کہ اس جانِ جہاں نے ہم سے منہ موڑا کوئی بے وجہ ہوئے ہیں ہم اپنے دشمن جانی
نہ ہو صبح وطن کیوں کر بدتر شام غریباں سے فراقِ دلربا میں گر ہے رشک کنج زندانی
خبر ہے جان کو دل کی نہ دل کو جان کی پروا فقط سینے پہ ہے ہاتھ اور زانو پر ہے پیشانی
جو تھا موصل الی اللہ وہ ہوا واصل بحق ہائے ہائے پھرے ہیں ڈھونڈھتے سرگشتگانِ تیہ سیمانی
کہاں لوٹیں کہاں تڑپیں کہاں دل کھول کر روئیں جگر خون کرتی ہے دارِ فنا کی تنگ میدانی
کفِ افسوس ملنے کی نہ ہو ہاتھوں کو جب مہلت کریں کاہے سے پھر زخم جگر کی ہم مگس رانی

الٰہی کیا کریں کیوں کر سنیں وہ لحن داؤدی　　خدایا کس طرح آوے نظر وہ شکل نورانی
جب ان کی صوت وصورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے　　میرے کانوں کا کر ہونا اور آنکھیں کور ہوجانی

میرا حامی ہو جب کہ رسولِ خدا میری کشتی کو موج کا ڈر ہی نہیں
ملے جس کو خضر کا سا راہ نما اسے راہ میں خوف و خطر نہیں
میں ہوں عاشق ذات شفیع امم میری خلد و سقر پر نظر ہی نہیں
مجھے غیر سے کیسے علاقہ رہے میرے دل میں کسی کا گذر ہی نہیں
میرے عیبوں پہ جب نہ ہو اس کی نظر اجی کیوں کہوں مجھ میں ہنر ہی نہیں

میرا حامی ہو جب کہ رسولِ خدا میری کشتی کو موج کا ڈر ہی نہیں
ہوا عرش پہ ایسا وہ جلوہ فزاشبِ تار میں جیسے قمر ہی نہیں
گیا دونوں جہاں سے بھی آگے گذر وہاں جس جگہ شام وسحر ہی نہیں
رہا قرب میں قائم وہ ایسا وہاں جھپکی ہرگز بھی اس کی نظر ہی نہیں
میرا حامی ہو جب کہ رسول خدامیری کشتی کو موج کا ڈر ہی نہیں

تیری مست نگاہ کا قتیل ہوں میں تجھے حال پہ میرے نظر ہی نہیں
خم و جام و صراحی کی سدھ ہے کسے مجھ حال کی اپنے خبر ہی نہیں
راہ میں تڑپوں ہوں ایسا پڑا جہاں کوئی بھی راہ گذر ہی نہیں
تیرے در سے میں خاک مَل ہی رہا میرے مَلنے کی کوئی خبر ہی نہیں

کروں مرگ کا مرحلہ کیسے میں طے میرے پاس تو زاد سفر ہی نہیں
دل و جاں ہی میں تجھ پہ نثار کروں میرے پاس تو لعل و گہر ہی نہیں

جسے ذات کا تیری سہارا ہو کسی طرح کا اس کو ضرر ہی نہیں
میرا حامی ہو جب کہ رسول خدا میری کشتی کو موج کا ڈر ہی نہیں

میرا منہ ہے کہ تیری میں نعت لکھوں میرے شعر کا پا ہے تو سر ہی نہیں
تیرے رو برو آکے ہوں نعرہ زنا پر اتنا تو میرا جگر ہی نہیں
میرا حال تھا اب جیسا سو عرض کیا مجھے فخر تو مد نظر ہی نہیں
ابھی مر رہوں آکے میں در پہ تیرے ولے حکم قضا وقدر ہی نہیں

تیرا مست خلیل ہے شاہ شہاں اسے خواہش دولت زر ہی نہیں
میرا حامی ہو جب کہ رسول خدا میری کشتی کو موج کا ڈر ہی نہیں

وصلی الله علی سیدنا ومولٰنا محمد و اٰله و صحبه وبارک وسلم
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ فَرِّج عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس ماہ مبارک کے آخری دن آخری ساعتوں میں مغفرت فرما دے۔ ساری امت محمدیہ کو بخش دے، معافی دے دے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

عیدالفطر بیان ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موبائل کے کھیل

بچپن میں جب میں قرآن حفظ کر رہا تھا اس وقت ایک پڑوسی کے یہاں سے کتاب ہاتھ لگی 'حاتم طائی'۔ وہ پڑھتا رہا۔ اس کتاب کی تحریر گجراتی ہوتی تھی اور زبان اردو۔ دو تین کتابیں اور تھیں یکے بعد دیگرے وہ ملتی چلی گئیں۔ آج کل سب سے بڑا نقصان جو اس زمانہ میں شہر، دیہات، جنگل ہر جگہ انسانیت کو پہنچ رہا ہے، کسی ایک خاص قوم یا مذہب کو نہیں۔ انسانیت کو جو پہنچ رہا ہے وہ موبائل اور آئی پوڈ وغیرہ پر جو بچوں کے لیے ہزاروں سے متجاوز ہوں گی وہ، کہانیاں اور کھیل میں ہزاروں ہونگے۔

کھیل بھی اچھی چیز ہے جس سے دماغ کی تمرین ہو، مشق ہو، میموری بڑھے۔ لیکن یہ ایک ایسی فرضی چیزیں ہیں جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ نام فرضی، وہ تمام جو کچھ اس میں دکھایا جاتا ہے وہ فرضی۔ ہمارے سامنے جو زمین آسمان کا نقشہ ہے اس سے اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ نہ ناموں کا نہ واقعات کا۔ بہت بڑا نقصان ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حاتم طائی پر ایک کتاب تھی۔ کھل جا سم سم ایک کتاب تھی۔ اس کے بعد پھر جب شوق بڑھا، جب کبھی دو چار پیسے گھر والوں نے دیئے، کوئی سورت جا رہا ہے تو

میں کہتا تھا ہمارے لئے چکرم خرید لینا۔ اسکے ناشر عبدالرحیم گولی بار تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اہل علم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے وہ میگزین نکالا کرتے تھے چَکَرُم اور پھر دَھَن چکرُ۔

یہ ساری تمہید میں نے اس لئے عرض کی دوستو! کہ ہمارا موضوع رمضان بھر رہا آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت دل و دماغ میں ہم بسائے رکھیں جس کے ہم مکلّف ہیں، جو ہم پر فرض ہے۔قرآنی آیات بھی ہیں، بے شمار احادیث بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں میں نے یہ عرض کیا کہ ہمارے جو بچے ہیں ان کا علمی کتنا بڑا نقصان ہے کہ اس گیم سے ان کو نہ جی سی ایس ای میں فائدہ ہوسکتا ہے نہ اے لیول میں ہوسکتا ہے نہ اپنی کسی کتاب میں، کسی مضمون کے لکھنے پڑھنے میں ہوسکتا ہے۔ کسی میں نہیں ہوسکتا۔

اس کا متبادل میں نے عرض کیا کہ وہ نام کیسے رکھتے تھے چکرم اور دھن چکر۔ لیکن اس میں علم ہوتا تھا، زبان ہوتی تھی، واقعات ہوتے تھے جس سے لکھنا پڑھنا انسان سیکھ سکتا تھا۔

بزرگوں کے واقعات

جو ہمارا موضوع ہے اس میں جو چیزیں لکھنے پڑھنے کی ہیں وہ ایک بہت وسیع میدان ہے۔ اسلام تو بڑا وسیع مذہب ہے کہ ایک جگہ جا کر بند نہیں ہوتا کہ کسی ایک کھڑکی ہی میں سے دیکھ سکتے ہو۔ بے شمار رستے ہیں، سب سے مفید ترین رستہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تعلق بڑھائیں اس کے لئے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو نیک لوگ گذرے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کا تعلق رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خونی رشتہ ان کا ہے ان کے واقعات آپ پڑھیں۔

آپ ان سادات اور اشراف کے واقعات کی کتابیں پانچ دس پڑھیں اور اس کو چھوڑ کر تھوڑا سا آزمائش کے لیے اور تجربہ کیلئے ان کے علاوہ دوسرے حضرات پر مشتمل کتابیں پڑھیں، آپ کو زمین آسمان کا فرق محسوس ہوگا۔ ان کے حالات، واقعات، آپ کے دین، ایمان، حمیت اسلامی ہر چیز میں قوت پیدا کریں گے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے حالات آپ پڑھیں کہ آپ بھی قریشی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں۔ انسان کو حوصلہ ملتا ہے ان کے حالات پڑھنے سے۔ اور جب انسان پڑھتا ہے کہ ابھی آپ کی عمر صرف تیرہ برس کی ہے اور مسجد حرام، بیت اللہ میں سب سے بڑا حلقہ تیرہ برس کے اس محمد بن ادریس الشافعی کا ہے۔ وہاں سے سفر کر کے واپس جاتے تھے، جانے والوں کا ذہن بناتے تھے کہ تم جاؤ، وہاں حرم میں فلاں کونے پر فلاں جگہ ایک حلقہ لگتا ہے، اس میں ضرور بیٹھ کر دیکھو۔ وہاں آپ کو حدیث بھی ملے گی، فقہ بھی ملے گا، تاریخ بھی ملے گی، شعر اور ادب بھی ملے گا۔ یہ تیرہ برس کی عمر میں اتنا بلند مقام پا گئے اور عجیب وغریب حال تھا ان کے علم کا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے حالات میں نے بیان کئے تھے کہ ایک بیٹا پیدا ہوا، نام رکھا محمد۔ دوسرا آیا تو نام رکھا محمد۔ کسی نے کہا محمد تو پہلے کا نام ہے۔ کہا کہ اللہ مجھے دس بیٹے دے، پھر بھی میں نام رکھوں گا محمد۔ میں بدھو جیسا ہوں لیکن میں نے ایک مثال دی۔ کتنی اس میں تاثیر ہے۔ کتنا پاور ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مکہ مکرمہ میں ایک زبردست شہرت ہوگئی اور حرم کے مدرس بن گئے۔

پھر یہاں سے یمن والے آپ کو لے گئے کہ چلیں وہاں بھی ضرورت ہے آپ کے فیوض وبرکات وہاں پھیلیں گی۔ وہاں اس زمانہ میں ایک گورنر ہوتا تھا بربری۔ اس نے دیکھا تو اوہ! میں گورنر ہوں یہاں کا یا یہ گورنر ہے۔ اس کو فکر ہوگیا، اس نے ہارون رشید کو شکایت لکھ دی کہ 'یہ اہل بیت کو آپ کے خلاف متحد کر رہا ہے'۔ کتنا بڑا بغاوت کا الزام! ہمارے خلاف بھی یہاں بہت کچھ بولا گیا، لکھا گیا۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ جواب میں ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں۔

حضرت مدنی قدس سرہ

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ سید پور بنگلہ دیش کے اسٹیشن پر جب وہاں والوں نے

سنا کہ مولانا حسین احمد اس ٹرین سے جا رہے ہیں، مفسدین پہنچ گئے اسٹیشن پر۔ گاڑی تو چند منٹ ٹھہرتی ہے مگر کہہ سن کر، کچھ لے دے کر گارڈ سے گاڑی رکوالی اور حضرت کو کھینچ کر، ٹرین سے کھینچ کر باہر لائے اور حضرت کو گرایا۔ اس سے تسلی نہیں ہوئی ان خبیثوں کو۔ انہوں نے پھر آپ کی دستار مبارک، رومال مبارک، ٹوپی مبارک میں آگ لگائی اور اس کو جلا رہے ہیں، آپ کی داڑھی کے پاس لا رہے ہیں۔

اسی طرح میں بولٹن میں رہتا تھا، ایک صاحب مانچسٹر سے آیا کرتے تھے۔ جب مانوس ہوگئے، ایک دن مجھے کہنے لگے کہ میں بہت پریشان ہوں۔ اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر، ہر منزل پر، ہر قدم پر مجھے پریشانی ہے۔ کیا میری اپنی ذات، کیا میری اولاد، کیا میرا کاروبار، میری ملازمت۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سنا کہ ہر وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مدنی۔

پھر انہوں نے رو کر کہا کہ جو سید پور کا واقعہ ہے اس سے بھی آگے جالندھر کا واقعہ ہے۔

جالندھر میں ٹرین کو روکا گیا، حضرت کو اسی طرح کھینچا گیا، اسٹیشن پر باہر لایا گیا اور ان خبیثوں میں ابلیس کی تعلیم اور اس کا انجکشن تو دیکھو کہ ابلیس نے ان کو باور کرایا کہ انہیں مارنے سے، گھونسوں سے انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔ پھر ابلیس نے کہا کہ تم خود ننگے ہو جاؤ۔ پھر کیا تھا واقعۃً حضرت کو تکلیف دینے کے لیے ننگا ناچ کر گزرے۔

اب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت جب دارالخلافہ پہنچی، وہاں سے حکم ہوا کہ اُسے یہاں بھیجو۔ لکھا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے پیر میں زنجیر ہے۔ ایک زنجیر گلے سے لے کر پیر تک۔ اسی حال میں آپ کو بغداد بھیجا گیا۔

اللہ کی نصرت دیکھئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جب میں تھا، مجھے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بہت انس ہو گیا تھا۔ میں ان سے پڑھتا رہا ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھے جب وہاں لے جایا گیا اس حال میں، اللہ نے میرے لئے تسکین کا

سامان فرمایا کہ وہاں سب سے پہلے میری نگاہ پڑی حضرت امام محمد پر اور مجھے اپنے بارے میں ڈھارس بندھی۔ پھر آگے عجیب وغریب داستان ہے ان کی۔

عذابِ الٰہی

حضرت مدنی قدس سرہ کے ساتھ اتنا جو کچھ ہوا، اس کے بعد حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ہر مجلس میں، ہر جگہ، کھانا پینا موقوف اور اسی واقعہ کو دہرا رہے ہیں۔ پھر مستقل سفر فرمایا دیوبند تشریف لے گئے اور دیوبند جا کر اپنی ٹوپی، رومال، پگڑی حضرت کے قدموں میں رکھ کر درخواست کی کہ حضرت ان فسادیوں کو آپ معاف کر دیجئے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا 'وأفوض أمری الی الله'۔

حضرت رائپوری نے چلا کر روتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے عذاب الٰہی چل پڑا ہے۔ پھر ایک ایک ملین انسان، جان، مال، عزت، آبرو ہر چیز اس کی نذر ہوگئی ان فسادیوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے۔ حضرت رائپوری نے فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ عذابِ الٰہی چل پڑا ہے۔

شروع میں جو میں نے نکتہ عرض کیا تھا اس کو یاد رکھئے کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل ہے، آپ کی اولاد ہے سادات، اشراف۔ ان میں سے ہر ایک کا حال آپ پڑھیں، آپ قریب ہوں گے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے۔ جیسے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ قریب تھے، جیسے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ منظورِ نظر بارگاہ نبوی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عشق نبوی کیسے ہم حاصل کر پائیں اس کے لیے محنت، مشقت، اپنے دماغوں کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين